چراغ راہ



محترمہ بدریہ کاظم

بسم الله الرحمن الرحيم

Presented by: https://jafrilibrary.com

چراغ راہ

محترمہ بدریہ کاظم

یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی راہ میں مفت دی جا رہی ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

موافقة وزارة الإعلام والثقافة

رقم: ٧٠٤

تاريخ: ٢٧ / ٠٤ / ٢٠٠٣

نام کتاب .... چراغ راہ

مصنفہ .... محترمہ بدریہ کاظم

اشاعت .... طبع دوم

تعداد ۵۰۰۰

برائے رابطہ

محترمہ بدریہ کاظم

پی۔او۔بکس۔10734۔دوبئی

یو اے ای

فون نمبر: 04-2643098

04-2851780

فہرست

مصنفہ کے بارے میں

محترمہ بدریہ کاظم صاحبہ کا تعلق متحدہ عرب امارات سے ہے۔ برطانیہ میں اپنی تعلیم اور سروس کے دوران انہوں نے شدت سے یہ بات محسوس کی کہ امت مسلمہ غیر محسوس انداز میں کئی روحانی مرضوں میں مبتلا ہو رہی ہے اور اسکا بروقت علاج ہونا بہت ضروری ہے پس انہوں نے اس دن سے اسکا علاج ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ بلا آخر وہ اس نتیجے پر پہنچیں کہ قرآن پاک ہی وہ واحد چراغ راہ ہے جو ہمیں نشان منزل کا پتہ دیتا ہے اور مسلم امٔہ کے ایشیائی ممالک خصوصاً بھارت اور پاکستان سے تعلق رکھنے والی اچھی خاصی آبادی جو دیار غیر میں رہ رہی ہے وہ کسی گمشدہ مسافر کی طرح اپنی اصل منزل سے بے خبر ایک راستے پر چلی جا رہی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی بنیاد عربی لغت ہے جس کی وجہ سے شاید وہ اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ لہذا مصنفہ نے اردو لغت کو اہمیت دیتے ہوئے قرآن مجید کی تمام سورہ مبارکہ کا خلاصہ آسان فہم اردو میں پیش کیا۔ تا کہ منزل کے بھٹکے مسافروں کو چراغ راہ میسر آسکے اور وہ اپنی منزل نہ صرف پہچان سکیں بلکہ ان کو اس کاوش کی بدولت اپنی منزل جنت مل جائے جو نہ صرف ان کے لئے بلکہ مصنفہ کے لئے بھی توشہ آخرت ثابت ہو۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ محترمہ بدریہ کاظم نے اس کتاب کو مرتب کرتے ہوئے (۱) تفہیم القرآن اور دیگر کتب از ابو اعلیٰ مودودی (۲) السید ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کی تصانیف اور (۳) قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ "مصحف المدینۃ النبویۃ" سے از حد رہنمائی لی ہے۔

یہ کتاب تبلیغ دین کے لئے بغیر کسی ہدیے کے تقسیم کی جا رہی ہے لہذا محترمہ بدریہ کاظم اور اس نیکی میں قدم قدم پر شامل دیگر احباب نے جس جس طرح کی معاونت کی انکو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔

آخری گذارش یہ ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اپنی مقدور کوشش کی گئی ہے کہ کوئی غلطی اس میں نہ رہے۔

اس کے باوجود اگر اس میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ہم اس غلطی پر پیشگی معذرت خواہ ہیں اور درخواست گذار ہیں کہ آپ مصنفہ اور ناشر دونوں سے رابطہ کر سکتے ہیں اور اس کار خیر میں اپنا بھی حصہ ڈال سکتے ہیں۔

اللہ سب کا حامی و ناصر ہو اور اسلام کے لئے مسلم قوم کو متحد و مضبوط بنائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے انسان سے فرمایا

میری طرف آ کر تو دیکھ	متوجہ نہ ہوں تو کہنا
میری راہ میں چل کر تو دیکھ	راہیں نہ کھول دوں تو کہنا
میرے لئے بے قدر ہو کر تو دیکھ	قدر کی حد نہ کر دوں تو کہنا
میرے لئے ملامت سہہ کر تو دیکھ	اِکرام کی انتہا نہ کر دوں تو کہنا
میرے لئے لُٹ کر تو دیکھ	رحمت کے خزانے نہ لُٹا دوں تو کہنا
میرے کوچے میں بک کر تو دیکھ	انمول نہ کر دوں تو کہنا
دھرنا مار کر تو دیکھ	علم و حکمت کے موتی نہ بکھیر دوں تو کہنا
مجھے اپنا رب مان کر تو دیکھ	سب سے بے نیاز نہ کر دوں تو کہنا
میرے خوف سے آنسو بہا کر تو دیکھ	مغفرت کے دریا نہ بہا دوں تو کہنا
وفا کی لاج نبھا کر تو دیکھ	عطا کی حد نہ کر دوں تو کہنا
میرے نام کی تعظیم کر کے تو دیکھ	تکریم کی انتہا نہ کر دوں تو کہنا
میری راہ میں نکل کر تو دیکھ	اسرار عیاں نہ کر دوں تو کہنا
مجھے حیّ القیوم مان کر تو دیکھ	ابدی حیات کا امین نہ بنا دوں تو کہنا
اپنی ہستی کو فنا کر کے تو دیکھ	جام بقا سے سرفراز نہ کر دوں تو کہنا
بالآخر میرا ، ہو کر تو دیکھ	ہر کسی کو تیرا نہ بنا دوں تو کہنا

میرے اللہ میرے آقا	سن کر فرمان تیری
راہوں میں آ گیا ہوں	بخش دے خطائیں میری

Presented by: https://jafrilibrary.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اسلام جو تہذیب انسان کو سکھاتا ہے اس میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ مسلمان اپنے ہر کام کی ابتداء اللہ کے نام سے کرے۔ کیونکہ اللہ کا نام لینے کی عادت اسے ہر کام کو شروع کرتے وقت یہ سوچنے پر مجبور کردے گی کہ واقعی جو کام میں کررہا ہوں وہ اللہ کے احکام کے مطابق ہے۔ جس سے کہ وہ بہت سے برے کاموں کے کرنے سے بچ جائے گا اور سب سے بڑا فائدہ اس میں یہ ہے کہ جب وہ کوئی صحیح کام کی ابتداء اللہ کے نام سے کرے گا تو اللہ کی مدد اور توفیق اس میں شامل ہوگی وہ اس کی کوششوں میں برکت ڈالے گا اور شیطان کے فساد سے اس کو دور رکھے گا۔

تمہید

قرآن کا طرز بیان تقریر کی طرح ہے اور یہ تقریر اسلام کی دعوت کے سلسلے میں موقع کے مطابق اور ضرورت کے لحاظ سے جبرئیل کے ذریعے وحی کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی جاتی تھی اور پھر آپ ایک خطبے کی شکل میں لوگوں کو سناتے تھے۔ یہ قرآن اگرچہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے لیکن وہ اپنی ایک خاص مخصوص اور اصطلاحی زبان بھی رکھتا ہے اور اس کا اثر پڑھنے اور سننے والے پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ وہ دلوں میں اترتی چلی جاتی ہے اور دلوں کو پگھلا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی پاکیزہ تعلیم اور عالی مضامین نے عرب کی ساری زمین کو ہلا کر رکھ دی تھی۔ کفار جو اسلام کی سخت دشمن تھے قرآن کی قوتِ تاثیر کو مانتے تھے اور دل میں ضرور ڈرتے تھے کہ جو سنے گا اس سے اتنا متاثر ہوگا کہ ضرور دل ہار بیٹھے گا۔

قرآن کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ قرآن کی اصل تعلیم سے واقف ہو۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ساری کائنات کا خالق اور مالک اور فرمانروا ہے، اسے اپنی بے پایاں مملکت کے اس حصے کو جسے زمین کہتے ہیں۔ انسان کو پیدا کیا اسے عقل سے نوازا اور سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں دیں۔ بھلائی اور برائی کی تمیز دی، انتخاب اور ارادے کی آزادی دی اور ایک طرح سے انسان کو خود اختیاری دے کر اسے زمین میں اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر یہ عہدہ دے کر اللہ تعالیٰ نے یہ بات اچھی طرح اس کے ذہن میں بٹھا دی کہ تمہارا اور تمام جہان کا مالک، معبود اور حاکم صرف ایک اللہ ہے۔ یہ ساری سلطنت صرف اللہ کی ہے لہٰذا اطاعت، فرمانبرداری اور عبادت صرف اسی اللہ کی کرنی چاہئے۔ دنیا کی

زندگی جس میں تمہیں اختیار دے کر بھیجا جا رہا ہے دراصل وہ صرف ایک امتحان کی مدت ہے اور یہ دنیا ایک امتحان کی جگہ ہے۔ جس کے بعد تمہیں اللہ کے پاس واپس لوٹنا ہے اور وہ آخر کار تمہارے کاموں کی جانچ پڑتال کر کے فیصلہ کرے گا کہ تم میں سے کون کامیاب رہا اور کون ناکام رہا۔ تمہارے لئے سیدھا راستہ یہ ہے کہ اللہ کو واحد معبود اور حاکم تسلیم کرو۔ جو ہدایات عطا فرمائیں اس کے مطابق کام کرو اور اس دنیا کو ایک امتحان کی جگہ سمجھ کر اس طرح زندگی بسر کرو کہ آخر کار ہمیں اس امتحان میں ضرور ہی کامیاب ہونا ہے اور محنت کر کے نیکی کی طرف بڑھنا ہے اور زیادہ سے زیادہ کوشش کر کے اپنے آبائی مسکن جنت کو واپس لینا ہے۔ شیطان کے مکروفریب سے ہوشیار رہو۔ وہ ہمیشہ تمہارے راستے میں بیٹھا رہے گا کہ تم کو گمراہ کرے اور تمہیں اپنے راستے سے بھٹکائے گا تاکہ تم اپنے گول تک نہ پہنچ سکو۔ اس لئے اس کے قدم بہ قدم مت چلو۔ اس دنیا میں تم کو راحت و آسائش کا سامان تم کو دیا ہے تاکہ تم اس سے فائدے حاصل کرو۔ ہاں ضرور ہوشیار رہنا کہ ان راحت و آسائش کی رنگینیوں میں کبھی بھی گم نہ ہو جانا جس سے کہ تم اپنی ڈیوٹی سے غافل ہو جاؤ اور اللہ کو بھول جاؤ۔ بلکہ جو ہدایت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے بھیجی ہے اسی کے مطابق کام کرو۔ سختی آئے تو نہ گھبراؤ کیونکہ جو سختی دیتا ہے وہ اسے دور بھی کرتا ہے۔ اس سختی کو صرف اپنا ایک امتحان سمجھو اور اللہ سے مدد مانگو۔ اللہ کی دی ہوئی تعلیم کو کبھی بھی نہ بھولنا ورنہ تم راستے سے بھٹک جاؤ گے اور پھر شیطان چاہتا بھی یہ ہے کیونکہ وہ اپنے کو تمہارا دوست بتاتا ہے لیکن دراصل وہ تمہارا صریح دشمن ہے کیونکہ وہ اکیلے دوزخ میں جانا نہیں چاہتا اس لئے ساتھی تلاش کرتا رہتا ہے۔ ایک بار اگر تم اس کے پنجے میں پھنس گئے تو نکلنا بہت مشکل ہو گا الا کہ اللہ تعالیٰ مدد کرے۔ اس لئے شیطانی کاموں کے نزدیک بھی نہ جاؤ تاکہ تم اپنے دنیا کے امتحان میں اچھے نمبر سے کامیاب ہو جاؤ اور انعام میں جنت حاصل کرو اور اگر تم نے یہ صحیح راستہ اختیار نہ کیا تو تم اپنے اس امتحان میں فیل ہو جاؤ گے اور سدا کے لئے رنج و مصیبت کے اس گڑھے میں پھینکے جاؤ گے جس کا نام دوزخ ہے اور جہاں سے نکلنا مشکل ہے۔

یہ فہمائش کر کے اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا کو ہدایت دے کر دنیا میں بھیجا۔ انہیں زندگی کا قانون بتا دیا گیا۔ ان کا طریق زندگی اللہ کی اطاعت یعنی اسلام تھا کہ اسی اللہ کے آگے سر جھکائیں۔ لیکن بعد کی زندگی میں آہستہ آہستہ لوگ صحیح طریق زندگی سے الگ ہو کر مختلف قسم کے غلط راستوں کی طرف چل پڑے اور اللہ کے احکام سے غفلت برتی اور اپنی کم عقلی سے اللہ کی دی ہوئی اچھی تعلیم کو چل کر رکھ دیا اور الٹا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگے۔ کسی نے چاند کو دیوتا بنا دیا تو کسی نے پیسوں کی دیوی، کوئی صحت دینے والا دیوتا ہو گیا۔ غرض کئی دیوتاؤں کو اپنی غرض کا ذریعہ بنا ڈالا اور غلط عقیدوں کے

پیچھے چل پڑے اور جہالت کی طرف بڑھنے لگے۔ حالانکہ انسان تاریکی اور جہالت کی حالت میں پیدا نہیں ہوا بلکہ زمین پر اس کی زندگی کا آغاز اللہ تعالیٰ نے پوری ہدایت اور روشنی کے ساتھ کیا۔ وہ حقیقت سے اچھی طرح واقف تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرنی چاہیے لیکن پھر بھی اللہ کی دی ہوئی تعلیم میں غلط باتیں شامل کر دی۔ اسی طرح انسان نے اپنی مرضی سے اپنی خواہشات کے مطابق قوانین بنا لئے جس سے کہ طرح طرح کے مذہب پیدا ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خود اختیاری دی تھی کہ تم آزاد ہو جو راستہ اختیار کرنا ہے کرو تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔ تمہیں اچھے برے کی تمیز سکھا دی گئی ہے اور اس کام کے لئے ہم نے اپنے رسول بھی بھیجے ہیں تاکہ تمہیں کوئی شکایت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات زیبا نہیں دیتا کہ انسانوں کو زبردستی ہاتھ پکڑ کر صحیح راستے کی طرف بلائے۔ ہاں اس کی غلطیوں پر چھوٹے موٹے عذاب ضرور دیتا ہے کہ تاکہ انسان کو خبردار کرے کہ وہ کہاں غلط ہو رہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ دنیا صرف ایک امتحان ہے۔ اس کی رنگینیوں میں کھو مت جاؤ اور اس دنیا میں تم کو ایک خاص وقت تک رہنا ہے اس کے بعد تم ہمارے پاس پلٹائے جاؤ گے اور اس وقت تمہارا حساب کتاب ہو گا۔ تمہارا اپنا وڈیو تمہاری آنکھوں کے سامنے چلایا جائے گا اور تمہارا کمپیوٹر کھول کر تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا جس میں کہ سب کچھ درج ہو گا اس لئے تم اپنی کسی فعل کا بھی انکار نہیں کر سکو گے۔ پھر تم کو یہ بھی بتا دیا کہ وہ دنیا فانی ہے۔ ہمیشہ قائم رہنے والی نہیں ہے۔ تمہیں موت ضرور آئے گی۔ اس دنیا کی ہر چیز ایک مقرر وقت پر ضرور فنا ہو گی اور تم ہمارے پاس لائے جاؤ گے۔ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور اپنے ہر کام کا جواب تم کو دینا ہو گا۔ ہم نے تم کو ایک مہلت دی ہے جس میں کہ تم اپنے آپ کو سدھار لو۔ غلطی ہو گی تو اللہ سے توبہ کر کے معافی مانگو اور دوبارہ اس غلطی کے پیچھے نہ جاؤ۔ اس کام کے لئے ہم نے اپنے ہی نیک بندوں میں سے نیک نیک بندوں کو چنا ہے جو ہر زمانے میں ہر قوم پر ان ہی کی زبان بولنے والا آیا ہے اور آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کو ہم نے ساری دنیا کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ان کے بعد اور کوئی رسول نہیں آئے گا لیکن جو کتاب قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے جس میں کوئی غلطی نہیں اور اس میں ہر چیز کا جواب ہے وہ تمہارے پاس رہے گی اس لئے تم اس کی تعلیم پر عمل کرو اور اس کی ہدایت کے مطابق عمل کرو تاکہ نیکی کی طرف بڑھو۔

اس کے بتائے ہوئے راستے یہ ہیں۔ پہلا یہ کہ اللہ صرف ایک ہے۔ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ دوسرا یہ کہ جو رسول ہم نے بھیجے ہیں اور جو کتابیں وہ ترتیب کر کے لائے ہیں اسی کے مطابق چلو تاکہ تمہارے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہو۔ لہذا یہ کہ یہ دنیا

ختم ہونے والی ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مقرر وقت رکھا ہے۔ جس میں کہ سارے مردے دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور اپنے اعمال کا حساب دیں گے۔ جس کے نیکی کا پلہ بھاری ہوگا اسے انعام میں جنت ملے گی اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور جس کی برائیوں کا پلہ بھاری ہوگا تو وہ دوزخ میں بھرتی ہوں گے جو کہ بہت ہی بری جگہ ہے اور اس میں سے نکلنے کا کوئی چانس نہیں ہے۔

انسانوں کی ایک بڑی تعداد ان پیغمبروں کی تعلیم کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوئی اسی طرح رفتہ رفتہ ان کی اولاد بھی بگڑتی چلی گئی اور اللہ سے اور اس کی ہدایتوں سے غافل ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعضوں نے شیطان کے کہنے پر ان اچھے انسانوں کی مورتیاں بنا ڈالیں اور انہیں اللہ قرار دے دیا تو کسی نے قبر میں لیٹے ہوئے بزرگوں سے اپنی حاجتیں مانگنا شروع کیں اور اللہ کے راستے سے بھٹک گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر محمد ﷺ کو اسی کام کے لئے بھیجا کہ لوگوں کو اللہ کی طرف سے دعوت دیں اور نیکی کی طرف بلائیں اور اس کام کے لئے قرآن عطا کیا جو کہ اسی دعوت اور ہدایت کی کتاب ہے۔ یہ کتاب ایسی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو دے کر کہا کہ اسے شائع کر دو۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں تصنیفی ترتیب نہیں پائی جاتی۔ اس دعوت اسلام سے عرب کی پرانی جاہلیت کے درمیان ایک شور برپا ہو گیا اور انہوں نے بہت کوشش کی کہ اس تحریک کو ختم کر دیں۔ اسلام قبول کرنے والوں پر وحشیانہ ظلم وستم ڈھائے گئے تا کہ وہ بیچارے مجبور ہو کر اپنا وطن چھوڑ دیں لیکن پھر بھی یہ تحریک آگے بڑھتی گئی۔ کوئی ایسا گھر مکہ میں نہیں تھا جس کا کوئی نہ کوئی فرد مسلمان نہ ہوا ہو۔ اسی وجہ سے کفار کے دل میں حسد اور سخت دشمنی پیدا ہو گئی۔ اسی کشمکش کے دوران اللہ تعالیٰ حسب ضرورت موقع کے مطابق اپنے رسولؐ پر ایسے پر جوش خطبے یعنی قرآن کی آیتیں نازل کرتا رہا۔ ان کے برے اخلاق، غلط عقیدے اور جاہلانہ رسوم، مومن آزادی اور حق سے دشمنی پر انہیں ملامت کی گئی اور اخلاق و تمدن کے وہ بڑے بڑے اصول ان کے سامنے پیش کئے جو انسان کو سیدھے راستے کی طرف کھینچ لائے۔ اسلام کی آواز بڑے پیمانے پر مدینے بھی پہنچ چکی تھی اور وہاں کے ایک نصرانی گروہ نے محمد ﷺ کی مدد کی اور یوں مسلمانوں کو مدینہ میں رہنے کا اور اپنی ریاست بنانے کا موقع مل گیا اور ان کی کامیابی کے دروازے کھل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر کا پھل دنیا میں بھی دیا اور آخرت میں تو ان کو کئی گنا زیادہ ملے گا۔ پھر رفتہ رفتہ مسلمانوں نے اپنے اچھے اخلاق کے زور سے دشمنوں پر فتح حاصل کر لی اور سارا عرب ان کے زیر نگیں ہو گیا اور ہر طرف اسلام کا بول بالا ہو گیا۔

سورہ فاتحہ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ میں محمد ﷺ کی نبوت کے شروع کے زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس میں سات آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ سب سے پہلے اسلام اہل ایمان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسلمان اپنے ہر کام کی ابتداء اللہ کے نام سے کرے۔ جس سے ہر وقت اس کے دل میں اللہ کا خوف رہے گا اور وہ بہت سے برے کاموں سے بچ جائے گا کیونکہ اللہ کا نام لینے کی عادت اسے ہر کام شروع کرنے سے پہلے یہ سوچنے پر مجبور کرے گی کہ جو کام وہ کرنے لگا ہے وہ اللہ کے احکامات کے مطابق ہے بھی یا نہیں۔ اس طرح صحیح کام کرنے سے پہلے اللہ کا نام لینے پر اللہ اس کی مدد کرے گا اور اس کی کوششوں میں برکت ڈالے گا اور شیطان کے فساد سے بچائے گا۔ جب اللہ کا بندہ اپنے خالق و مالک کی طرف توجہ کرتا ہے تو وہ بھی اپنے بندے کو ہاتھوں ہاتھ لیتا ہے اور اگر اس کی دعا اس کے دنیوی حق میں بہتر ہو تو وہ اسے پوری کرتا ہے کیونکہ وہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے بندہ کی مانگی ہوئی دعا اس کے حق میں بہتر ہے یا نہیں اور اگر بہتر نہیں ہے تو اللہ اس کا اجر ضائع ہونے نہیں دیتا بلکہ وہ اس کے آخرت کے اکاؤنٹ میں جمع ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے اللہ کو ہی برتر مان کر اس کے آگے ہاتھ پھیلایا ہے اور اللہ اس چیز کی قدر کرتا ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے یہی ایک مکمل سورت ہے جو کہ محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ فاتحہ کا مطلب ہے کسی چیز کا افتتاح کرنا۔ قرآن اس سورہ سے شروع ہوتا ہے اس لیے اس سورہ کا نام فاتحہ رکھا گیا ہے۔ یہ سورہ ایک دعا کی صورت میں ہے اور اس کو قرآن کے شروع میں رکھا گیا ہے تا کہ اس کتاب کو کھولتے ہی بندہ اپنے اللہ سے ایک مہذب طریقے اور خلوص دل سے یہ دعا پڑھے جو کہ اللہ نے خود اپنے بندے کے لیے تجویز کی ہے۔ لہٰذا اللہ کی خوبی، اس کے احسانات اور اس کی برتری کو دل سے مانو اور اس کی پاکی بیان کرو اور پھر اپنی تمام حاجات اللہ کے حضور پیش کرو جس کے قبضے میں سب کچھ ہے۔ کسی دوسرے سے مانگنا اپنے اور اللہ کے درمیان واسطہ ٹھہرا کر مرادیں مانگنا اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ کیونکہ اس نے ہمیں معمولی نطفے سے پیدا کیا اور ہمیں زمین پر اشرف المخلوقات بنایا اور ہماری ضروریات کا بہترین انتظام کیا۔

یہ سورہ بندے کی طرف سے ایک دعا ہے اور اس کی ابتداء میں اس ہستی کی تعریف سے کی جا رہی ہے جس سے وہ دعا مانگنا چاہتا ہے۔ گویا دعا مانگتے وقت پہلے اس کی خوبی بیان کرو اور اس کے سارے احسانات کا شکریہ ادا کرو اور خلوص دل سے اس برتری کو مانو۔ شروع میں کہا گیا ہے کہ تعریف

صرف اس ایک اللہ کی ہے جو تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اگر کسی کے اندر کوئی حسن، خوبی یا کمال ہے تو وہ بھی اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اس لیے صرف اس کی ذات تعریف کے قابل ہے۔ (اللہ) یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور اس کا استعمال کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے وہ اکیلا تمام جہانوں کا پالنے والا، نگہبانی کرنے والا، فرمانبردار حاکم ہے یہ کہہ شرک اور مخلوق پرستی کی تمام جڑیں کاٹ دی گئی ہیں۔ اللہ کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پر اتنی زیادہ ہے کہ انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ دنیا میں اس کی رحمت عام ہے جس سے کافر اور مومن دونوں فیض یاب ہوتے ہیں لیکن روایت ہے کہ آخرت میں اس کی رحمت صرف مومنوں کے لیے خاص ہوگی۔ قیامت وہ اکیلا مالک، حاکم اور بادشاہ ہوگا اور تمام مخلوق کو جمع کرکے ان سے دنیا میں کئے گئے تمام اعمال کا حساب لے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اس روز فیصلے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہوگا اور اس کا جزا اور سزا کے فیصلے میں کوئی دخل نہیں دے سکے گا لہٰذا ہمیں اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا چاہئے کیونکہ ہمارے انجام کی بھلائی اور برائی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

اے اللہ ہم صرف تیرے ہی آگے سر جھکاتے ہیں کیونکہ تو ہی ہمارا پیدا کرنے والا ہے تو ہمارا آقا اور ہم تیرے بندے اور غلام ہیں اور تیرے ہی فرمانبردار ہیں ساری طاقتوں کا تو ہی اکیلا مالک ہے۔ ساری نعمتیں تیرے اکیلے ہی کے ہاتھ میں ہیں اس لئے ہم اپنی تمام حاجات کے لئے تیرے ہی آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور تیری مدد پر ہمیں پورا بھروسہ ہے۔ دور اور نزدیک کی ہر فریاد سننے اور اسے پورا کرنے پر تو قادر ہے۔ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اس لئے کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلانا یا قبر میں لیٹے ہوئے بزرگوں سے اپنی حاجات کا مانگنا یا پھر ان کو اللہ اور بندے کے درمیان واسطہ قرار دینا شرک میں شامل ہے اور اس کی وجہ سے اللہ کے غضب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اے اللہ تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اس زندگی کی بھول بھلیوں میں ہماری رہنمائی فرما کر ہماری ہدایت کا بندوبست کر۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا کر اور ان لوگوں کے سیدھے راستے پر چلا جن سے تو راضی ہوا اور انھیں اپنے انعام سے نوازا یعنی انبیاء، صالحینؑ، صدیقین اور شہداء۔ اور انعام یافتہ لوگوں کا یہ راستہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ پس ہر وہ شخص جو اس پر چلا وہ اللہ کی نعمتوں کا حق دار ٹھہرا۔

اے اللہ ہمیں ان لوگوں کے راستے سے دور رکھ جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور وہ گمراہ ہوئے۔ یہودیوں پر اللہ کا غضب نازل ہوا کیونکہ وہ اللہ کی آیات میں کجی کرتے تھے اور اپنے مفاد کے لئے آیات توڑ موڑ کر پیش کرتے تھے۔ حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے اسی طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور تین خداؤں میں سے ایک سمجھتے تھے اور ان لوگوں کے راستے سے بھی جو مشرک اور دہریہ تھے اور انہوں نے حق ماننے سے انکار کیا۔

یہ سورہ بندے کی طرف سے ایک دعا ہے جو وہ اپنے رب کو برتر مان کر کرتا ہے کہ اس کی رہنمائی کر اور ان لوگوں میں شامل کر جن پر وہ راضی ہوا اور انہیں انعام سے نوازا اور ان گمراہ لوگوں کے راستے سے دُور رکھ جو اس کے غضب کے مستحق ہوئے ا۔اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ قرآن کی شکل میں پوری کتاب اپنے بندے کے آگے رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ وہ ہدایت اور رہنمائی ہے جو اس نے طلب کی تھی۔اب اگر وہ اس کے مطابق عمل کرے گا تو اس کے لیے بھی وہی انعامات ہوں گے جو اللہ کے نیک بندوں کے لیے مخصوص ہیں اور اگر وہ اس کتاب کا منکر ہوا تو اللہ کے غضب میں آ جائے گا اور سزا کا مستحق ہوگا۔

اب یہ پوری کی پوری ہدایت اس قرآن کی صورت میں تمہیں پہنچادی گئی ہے اب جو راستہ تم نے اختیار کرنا ہے کرو اور اس کی تم کو پوری آزادی ہے کیونکہ جزا اور سزا کو تمہارے آگے بیان کر دیا گیا ہے۔روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اور اگر امام کے پیچھے نماز پڑھے تو دل میں سورہ فاتحہ دہرائی جائے۔امام کو چاہیے کہ سورہ فاتحہ وقفوں کے ساتھ پڑھے تا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے سورۃ فاتحہ پڑھ سکیں۔اس سورہ کے آخر میں آمین کہا گیا ہے کہ یا اللہ تو ہماری دعا قبول کر اور ہمیں نامراد نہ کر۔(آمین)

سورۃ البقرۃ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ وتفسیر:- اس سورہ کا نام بقرہ اس لئے ہے کہ اس میں ایک جگہ گائے کا ذکر کیا گیا ہے۔اس سورہ کا زیادہ تر حصہ مسلمانوں کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد مدنی زندگی کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوا۔

ہجرت سے پہلے جب تک محمد ﷺ مکہ میں اسلام کی دعوت دیتے رہے تو آپ کا خطاب زیادہ تر عرب کے مشرکین سے تھا۔چونکہ مدت ہوئی کہ وہاں حضرت اسمٰعیل کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجے گئے تھے۔اس لئے وہاں کے لوگ دین سے غفلت میں پڑے ہوئے تھے اور گمراہیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔جب محمد ﷺ اسلام کی تحریک لے کر اٹھے تو اسلام کی یہ آواز مکہ کے لوگوں کے لئے کچھ عجیب سی تھی اس لئے وہ لوگ اس نئی آواز کو دبانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے لگے کیونکہ وہ اپنے آباؤ اجداد

کے مذہب کو اور اپنی روزمرہ زندگی کی لذتوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ جس کے لئے انہوں نے اس نئی تحریک کے ماننے والوں پر خوب ظلم وستم ڈھانے لگے۔ جب مسلمانوں کے برداشت کی حد گزرنے لگی تو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدینہ ہجرت کا حکم ہوا۔ اس سے پہلے کچھ مسلمان ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے جو بعد میں وہ بھی مدینہ ہجرت کر کے مسلمانوں میں مل گئے اور اس طرح مدینہ دارالاسلام بنا۔ مکہ میں مسلمانوں کا مقابلہ کفار قریش سے تھا۔ اب مدینہ میں یہودیوں کے ساتھ ان کا پالا پڑا۔ یہودی اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام توحید، رسالت، آخرت اور ملائکہ کے ماننے والے تھے جو کہ ان کے نبی حضرت موسیٰ کی تعلیم تھی اور یہی تعلیم حضرت محمد ﷺ کی بھی تھی لیکن چونکہ حضرت موسیٰ کو گزرے ہوئے انیس صدیاں گزر گئی تھیں خود توریت کو انہوں نے بدل کر انسانی کلام اس کے اندر ملا جھلا دیا تھا اور اللہ کے کلام کو اپنی من مانی تفسیروں سے جو ان کی روزمرہ زندگی کے مفاد کے لئے تھیں کچل کر رکھ دیا تھا۔ ان کی اعتقادی اور اخلاقی عادات اس قدر بگڑ چکی تھیں اور انہیں اپنی ان بگڑی ہوئی عادتوں سے اس قدر محبت تھی کہ وہ کسی بھی قسم کی اصلاح کو قبول کرنے پر راضی نہ تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی دنیا پرستی کی زندگی میں کوئی حائل ہو اور ان کو نصیحت کرے۔ ان کا دین اللہ کی فراموشی اور دنیا پرستی بن کر رہ گیا تھا۔ پس جب نبی ﷺ مدینہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ ان یہودیوں کو بھی اصل دین کی طرف دعوت دیں۔ اس سورہ کے شروع کے پندرہ سولہ رکوع اسی دعوت میں شامل ہیں۔

مدینہ ہجرت کرنے کے بعد مسلمان ایک جگہ جمع ہوئے اور آس پاس کے مختلف قبائل بھی اسلام قبول کرنے لگے اور ہر طرف سے سمٹ کر ایک جگہ جمع ہونے لگے تو انصار کی مدد سے جو مدینہ کے اوس اور خزرج قبیلے کے لوگ تھے جن کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی ریاست کی بنیاد پڑی تب اللہ تعالیٰ نے تمدن، معاشرت، معیشت اور قانون اور سیاست کے متعلق بھی ہدایات دینی شروع کیں اور اس سورہ کے آخری تیئس رکوع زیادہ تر انہی ہدایات کے متعلق ہیں۔ ان کو یہ بتایا گیا کہ اسلام کے ستونوں پر یہ نیا نظام زندگی کس طرح تعمیر کیا جائے۔

ہجرت کے بعد اسلام اور کفر کی کشمکش اور بڑھ گئی۔ ایک طرف مکہ کے کفار جنہوں نے ابھی تک مسلمانوں کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا، دوسری طرف مدینہ میں یہودی اور مشرکین سب ہی ہاتھ دھو کر مسلمانوں کے پیچھے پڑ گئے۔ ایک طرف اسلام کی ایک چھوٹی سی بستی تھی جو کہ نئی نئی وجود میں آئی تھی اور دوسری طرف تمام عرب اس کو کچلنے کے لئے تیار تھے۔ دراصل یہودی خود اپنی کتاب توریت کے مطابق ایک آخری نبی کے اٹھنے کے منتظر تھے اور وہ اس خام خیال میں تھے کہ یہ آخری نبی ان کے

اپنوں میں سے اٹھیں گے لیکن جب نبی ﷺ بنی اسمٰعیل میں سے اٹھے تو یہودیوں کی دشمنی اور بڑھ گئی۔ مسلمانوں کے لئے صرف ایک ہی راستہ تھا کہ وہ گھبرائیں نہیں اور اللہ پر بھروسہ کر کے تمام مشکلات کا صبر سے سامنا کریں اور ان مسلمانوں میں اتنی ہمت پیدا کر دی جائے کہ عرب کے لوگ اگر اس نئے اسلامی نظام کو قبول نہ کریں تو انہیں ان کی جاہلیت کی زندگی کو مٹانے میں کوئی دیر نہ ہو۔ ان امور کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں ہدایات دی ہیں۔

شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کتاب قرآن تمام انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اللہ کی جانب سے نازل کی گئی ہے۔ لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی چند خصوصی صفات کو اپنائیں۔ سب سے پہلے آدمی پرہیزگار ہو۔ اس میں اچھائی اور برائی کی پہچان ہو کہ وہ برائی سے بچنا چاہتا ہے اور اچھائیوں کے اپنانے کا خواہش مند ہو۔ دوسرا یہ کہ نبی ﷺ جس ایمان کی خبر دے رہے ہیں اس کو دل سے مانے۔ یعنی اللہ کی ذات، ملائکہ، جنت، دوزخ، وحی وغیرہ کی حقیقتوں کو بغیر دیکھے مانے۔ تب ہی وہ اس قرآن کی رہنمائی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ تیسرا یہ کہ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی ایمان لانے کے بعد فوراً اطاعت کے لئے تیار ہو جائے۔ جو کہ نماز ہے یعنی کہ اللہ کو اپنا خالق و مالک مان کر اس کی آواز پر بندگی کے لئے تیار ہو جائے۔ دراصل ترک نماز اللہ سے ایک قسم کی بغاوت ہے کہ بندہ ایمان لانے کے بعد اللہ کے آگے جھکنے کو تیار نہیں تو ایسے شخص کے لئے ہدایت دینا اور نہ دینا یکساں ہے۔ چوتھا یہ کہ قرآن کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کنجوس اور زر پرست نہ بنے کہ دولت کو گلے لگا کر بیٹھے اور اللہ کی دی ہوئی دولت کو غلط راستوں پر خرچ کرے بلکہ ایمان لانے کے بعد وہ اللہ کی راہ میں مالی قربانی کرے اور اپنے مال میں اپنی طاقت کے مطابق اللہ اور بندوں کے جو حقوق مقرر ہوئے ہیں وہ ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ پانچواں یہ کہ وہ اللہ کی تمام کتابوں کو تسلیم کرے جو وحی کے ذریعے سے اللہ نے محمد ﷺ اور آپؐ سے پہلے کے پچھلے انبیاء پر نازل کیں۔ چھٹی اور آخری شرط یہ ہے کہ آدمی آخرت کا قائل ہو یعنی کہ وہ اس دنیا میں غیر ذمہ دار نہیں ہے اور نہ ہی یہ دنیا ہمیشہ قائم رہنے والی ہے بلکہ اللہ کے حکم سے ایک خاص وقت پر جو صرف اللہ ہی کو معلوم ہے یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور ہر کوئی اللہ کے سامنے اپنے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی جوابدہی کے لئے حاضر ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا۔ جنہوں نے اچھے کام دنیا میں کئے ہوں گے تو ان کو ہمیشہ کے لئے انعام میں جنت ملے گی اور جو گنہگار ہوں گے، جنہوں نے اللہ کے بھیجے ہوئے احکام کو اپنی من مانی خواہشوں کے لئے ٹھکرایا وہ دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے جہاں سے نکلنا نہ ممکن ہوگا۔ ان چھ شرطوں سے جس نے بھی

ماننے سے انکار کیا تو اسے ہدایت نہیں مل سکتی۔ جب وہ خود ہی ہدایت کا راستہ چھوڑ کر گمراہی کو پسند کرتا ہے تو اس طرح اللہ تعالیٰ بھی اسے اسی گمراہی میں آگے بڑھنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اس طرح آپ کی دعوت حق کو سننے کے لئے اس کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔

دعوتِ اسلام کے سلسلے میں منافقین پیدا ہونے شروع ہوئے۔ یہ منافقین دراصل مکہ کے آخری زمانے میں نمایاں ہونے لگے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اسلام کو حق تو مانتے تھے اور ایمان کا اقرار بھی کرتے تھے لیکن حق کی خاطر اپنے ذاتی مفاد کو قربان کرنے کے لئے تیار نہ تھے اور اسلام کی خاطر اپنے دنیاوی تعلقات بھی تو چھوڑنے کے لے تیار نہ تھے اور نہ ہی وہ ظلم وستم برداشت کرنا چاہتے تھے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد اور بھی قسم کے منافق پیدا ہوئے۔ ایک تو وہ تھے جو اسلام کو دل سے نہیں مانتے تھے اور صرف فتنہ برپا کرنے کے لئے مسلمانوں میں اپنے آپ کو شمار کرتے تھے۔ دوسری قسم کے منافق وہ تھے جو خطرے سے بچنے کے لئے مسلمانوں میں اپنا شمار کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور دوسری طرف مخالف پارٹی کا بھی ساتھ دیتے تھے تاکہ اس طرح دونوں طرف کے خطروں سے بچتے رہیں۔ تیسرے وہ تھے جنہیں اسلام پر پورا اطمینان نہ تھا لیکن چونکہ ان کے خاندان کے زیادہ تر لوگ مسلمان ہوئے تھے اس لئے وہ بھی مسلمان ہوئے مگر دل سے نہیں اور چوتھے وہ منافق تھے جو اسلام کو حق تو مانتے تھے مگر جاہلیت کے طریقے، جادو، ٹونکے چھوڑنے کو اور اسلامی پابندیاں قبول کرنے کو اور ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کو تیار نہ تھے۔ جتنی اور جیسی ان منافقین کی صفات اور حرکات نمایاں ہوتی گئیں اسی قدر تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں ہر قسم کے منافقین کے متعلق الگ الگ ہدایات دی ہیں۔

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور اس کی عبادت کی دعوت تمام انسانوں کو دی جارہی ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ جب تم یہ مانتے ہو کہ تمہارا خالق و مالک صرف وہی ایک اللہ ہے اور وہی تمہاری تمام ضروریات کا مہیا کرنے والا ہے تو پھر تم اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ اسی اللہ کی ہی مرضی سے تم دنیا میں پیدا کئے جاتے ہو اور اسی کی مرضی اور حکم سے تم اس دنیا سے جاؤ گے اور اس میں کسی دوسرے کی مرضی نہیں چلے گی لہٰذا تمہیں چاہئے کہ اسی اللہ کی بندگی کرو اور کسی دوسرے کو اس کے ساتھ شریک مت کرو، یہ سخت جرم ہے اور اللہ کے آگے اس کی معافی نہیں ہے۔ کیونکہ یہودیوں کا کہنا تھا کہ چونکہ وہ حضرت موسیٰؑ کی قوم کے ہیں تو ان کو وہاں سزا نہیں ملے گی اور عیسائیوں کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے کو سولی پر چڑھا کر تو ان سب کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا ہے اس لئے وہ سب بخشے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخرت میں کسی کی سفارش نہیں چلے گی بلکہ وہ اکیلا

اورصرف اکیلا ہی ایک ایک کا انصاف کرے گا اور وہاں کسی کو بولنے کی جرات نہ ہوگی۔ یہ بتوں کی، جن وانس اور قبروں میں لیٹے ہوئے پیر واولیاء کی نذر و نیاز کچھ کام نہیں آئے گی بلکہ دنیا میں تو اپنا وقت اور پیسہ نذر و نیاز پر برباد کیا اور آخرت میں گنہگار ٹھہرائے گئے اس لئے ایسے نقصان سے بچو کہ پھر عذاب سے دو چار ہونا پڑے گا۔ وہاں پر تو صرف تمہارا ایمان اور نیک عمل کام آئے گا۔ یاد رکھو کہ ایمان اور عمل صالح کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جو بھی اپنے ایمان کو مضبوط تھام کر اللہ کی کتاب قرآن کی ہدایت کے مطابق اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کر کے نیک اعمال اپنے ساتھ لائے گا تو اس کے لئے ہمیشہ کے لئے جنت انعام میں دے جائے گی اور جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو اس کی بندگی میں شریک کرے گا اور برے اعمال اپنے ساتھ لائے گا تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔

پھر حضرت آدمؑ کا قصہ بیان کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کیا یعنی کہ اسے ہر چیز کے استعمال کے اختیارات دیئے گئے اور انسان کو کافی علم سے نوازا اور فرشتوں کو انسان کے لئے مطیع اور مسخر ہونے کا حکم دیا گیا اور یہ بات بھی انسان کے ذہن میں بٹھا دی کہ بھلائی کی جزاء اور برائی کی سزا دینا سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور انسان کو پوری آزادی دی گئی کہ جس طرح چاہے اپنے اختیارات کو استعمال کرے جبکہ اچھائی اور برائی میں تمیز کرنا بھی ان کو بتا دیا گیا ہے۔ اچھائیوں پر انعام دینے سے پہلے وہ یہ ضرور دیکھے گا کہ آیا اس بندے نے اللہ کو راضی کرنے کے لئے نیکیاں کی ہیں یا صرف اپنے دکھاوے اور بڑائی پن کے لئے کی ہیں اور اسی طرح برائیوں پر وہ جب بھی سزا دیتا ہے کہ بندہ اللہ سے بغاوت کرتا ہے اور اپنی اصلاح کرنے سے باز نہیں آتا اور اپنی غلطیوں پر نادم ہو کر اللہ سے معافی نہیں مانگتا ہے۔

بہر حال شیطان نے اپنے تکبر و حسد میں آ کر انسان کو خلیفہ ماننے اور اس کے آگے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغاوت کر کے ملعون ہو گیا اور تا آخرت انسان کا دشمن قرار دیا گیا جو کہ اپنی چکنی چپڑی راستوں کی رنگینیوں سے انسان کو پھانسے گا اور دوزخ میں اکیلے جانے کے بدلے وہ انسان کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو پوری آزادی دی اور انسانوں کو خبردار کیا کہ شیطان اس کے نفس میں گھس کر دنیا کی رنگینیوں میں اسے الجھانے نہ پائے اس لئے اپنے نفس پر قابو پا کر شیطان کو شکست دو جو تمہیں اللہ کی فرمانبرداری کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمتوں کی یاد دلائی ہے۔ اسرائیل کے معنی ہیں بندہ خدا جو حضرت یعقوبؑ کا لقب ان کو اللہ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ انہی کی نسل کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔

ہیں۔ یہاں پر یہود مراد ہیں۔ ان دنوں میں عرب کے لوگ ان پڑھ تھے اور ان کے مقابلے میں یہودیوں میں علم و مذہب کی تعلیم پائی جاتی تھی کیونکہ ان میں کثرت سے انبیاء بھی اٹھے تھے اس لئے ان کو عربوں پر ایک خاص مقام حاصل تھا اور ان عربوں پر یہودیوں کا علمی رعب بہت زیادہ تھا۔ ان کے علماء تعویذ گنڈوں کا کاروبار چلا کر عربوں کو اور خصوصاً اہل مدینہ کو بہت ہی مرعوب کیے ہوئے تھے لیکن انہوں نے جانتے ہوئے بھی اللہ کی نعمتوں سے کفر کیا۔ پیغمبروں کو قتل کیا، اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب میں اپنے دینوی فائدوں کے لئے تبدیلیاں کیں اور ہمیشہ اللہ کے احکام کی نافرمانی کرتے چلے گئے اور کئی دفعہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قصوروں کو معاف کیا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کی غلامی اور ظلم و ستم سے یہودیوں کو نجات بخشی۔ پھر نجات پانے کے بعد جب وہ جزیرہ نما سینا پہنچے تو حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے چالیس شب وروز کے لئے کوہ طور پر بلایا تا کہ وہاں اس قوم کے لئے جو آزاد ہو چکی تھی عملی زندگی کی ہدایات دیں لیکن موسیٰ کے جانے کے بعد انہوں نے آس پاس کی گائے اور بیل کی پرستش کے مرض کو اپنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان آدمیوں کو قتل کرو جنہوں نے گائے کو اپنا معبود بنا کر پرستش کی۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ بنی اسرائیل لاکھوں کی تعداد میں مصر سے نکل آئے تھے۔ جزیرہ نما سینا میں دھوپ سے بچنے کے لئے کوئی انتظام نہیں تھا پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ابر کا سایہ ان پر کیا ورنہ یہ قوم دھوپ سے ہلاک ہو جاتی پھر اسی جزیرہ میں ان کو من و سلویٰ دے کر کھانے کا بھی انتظام کیا۔ من دھنیے کے بیج جیسی ایک میٹھی چیز تھی جو اوس کی طرح گرتی اور سلویٰ بٹیر کی قسم کے پرندے تھے لیکن اس پر قناعت و شکر کرنے کی بجائے انہوں نے پیاز، دال، سبزی وغیرہ کی درخواست کی تب کفران نعمت کے بدلے وہ اللہ کے غضب میں آئے۔ موسیٰ نے جب اپنی قوم کے لئے پانی کی دعا کی تو چٹان سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے لیکن یہودی ہر وقت اللہ کی نعمتوں کا شکرادا کرنے کی بجائے اللہ کی نافرمانی کرتے چلے گئے اور جب بھی کسی نبی نے ان کو ان کی گمراہیوں اور بدکاریوں پر ٹوکا تو انہوں نے یا تو انہیں جھٹلایا جیسے محمد ﷺ اور عیسیٰ کو جھٹلایا اور یا پھر انہیں قتل کیا جیسے یحییٰ اور زکریا کو قتل کیا۔ یہودیوں کی کتاب تورات میں آخری نبیؐ کے اٹھنے کا ذکر کیا گیا ہے اور چونکہ یہودیوں کے پاس علم تھا اس لئے جب نبی ﷺ نے نبی بن کر تبلیغ شروع کی تو جاہل عرب ان یہودیوں سے پوچھتے تھے کہ آیا یہ سچ بھی ہے یا نہیں اور وہ حسد کے مارے ان کے دلوں میں نبی ﷺ کے خلاف اور آپ کی جماعت اور آپؐ کے مشن کے خلاف وسوسے ڈالتے تھے۔ اپنے بنائے ہوئے شوشوں سے ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف شک و شبہات پیدا کرتے تھے اور جان بوجھ کر حق کو چھپاتے تھے۔ اس لئے ان سے فرمایا جارہا ہے کہ جھوٹے پروپیگنڈوں اور شریرانہ شبہات سے حق پر پردہ نہ ڈالو اور اللہ کے

غضب سے بچو کہ پہلے بھی تمہاری نافرمانیوں کی وجہ سے تم اللہ کے غضب میں آ گئے تھے اور اہل ایمان کو یہ سبق دینا ہے کہ یہ سب ان یہودیوں کی پرانی عادتیں ہیں اس لئے صبر سے کام لو اور صبر کے لئے نماز کی مدد لو اور ان پچھلی امتوں کے راستوں پر چلنے سے بچ کر رہو اور اللہ کے غضب سے ڈرو۔ یہاں پر یہودیوں کی اخلاقی کمزوریوں، مذہبی غلط فہمیوں اور عملی گمراہیوں کی نشاندہی کر کے مسلمانوں کو ہوشیار کیا جا رہا ہے تا کہ وہ غلط راہوں سے بچیں اور محمد ﷺ کو یہ سمجھ دلوائی ہے کہ پچھلی قوموں کے جو تھوڑے بہت لوگوں میں اب بھی کچھ ایمان کا عنصر باقی ہے انہیں ایمان لانے کی دعوت دی جائے۔

پھر ان اہل کتاب سے فرمایا جا رہا ہے کہ رسول ﷺ بھی ان کے پچھلے رسولوں کی طرح ہیں اور جو پیغام اور کتاب وہ پیش کر رہے ہیں وہ بھی وہی ہیں جو تمہارے انبیاء لے کر آئے تھے لیکن تم دوسروں کو کیا نصیحت کرتے خود بھی ان ہدایات پر قائم نہیں رہے لہٰذا جانتے بوجھتے حق کی مخالفت مت کرو اب بھی وقت ہے توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لو تو معاف کیے جاؤ گے۔

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی ساری شرارتوں اور سازشوں کو فاش کر دیا ہے۔ ان کی اخلاقی کمزوریوں، مذہبی غلط فہمیوں اور اعتقادی اور عملی گمراہیوں کی نشان دہی کی گئی ہے تا کہ مسلمانوں کو اپنا راستہ صاف نظر آئے مثلاً یہودی جب مصر سے نکلے اور جزیرہ نما سینا میں تھے تو ان کو کسی شہر میں جانے کا حکم ہوا اور یہ بھی کہا گیا کہ شہر میں داخل ہوتے وقت عاجزی سے داخل ہونا اور ''حطۃ'' کہنا یعنی بستی کے باشندوں میں درگذر اور معافی کا اعلان کرتے جانا لیکن انہوں نے ''حطۃ'' کے بدلے ''حبۃ فی شعرۃ'' (یعنی گندم بالی میں) کہتے رہے۔ یہ ایسی عادت کے مطابق اللہ کے احکام کا مذاق اڑاتا تھا جس کی وجہ سے ان پر آسمانی عذاب مسلط ہوا۔ پھر جب ان کو تورات کے احکام کو مضبوطی سے تھامنے کا عہد لیا تو اس سے بھی انہوں نے اعتراض کیا۔ اس عہد میں سب سے پہلے ایک اللہ کی عبادت کی تاکید ہے جو ہر نبی کی اولین اور بنیادی دعوت ہے۔ لیکن انہوں نے اس پاس کی قوموں کی دیکھا دیکھی بچھڑے کو معبود بنا ڈالا۔ اس کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا پھر رشتہ داروں، یتیموں اور مساکین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی اور اس عہد میں نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی حکم ہے لیکن یہود نے ازراہ شرارت کہا کہ ہم سے ان احکام پر عمل نہیں ہو سکے گا تب اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ کو ان کے سر پر اٹھا کھڑا کیا جس سے ڈر کر انہوں نے عمل کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر جب ان کی قوم کے ایک آدمی کا قتل ہوا اور مقتول کا پتہ نہ چلا تو ان کے نبی نے انہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا وہ اس لئے کہ ان کو ہمسایہ قوموں سے گاؤ پرستی کی چھوت لگ گئی تھی اس لئے ان کو گائے کے ہی ذبح کرنے کا حکم دیا گیا لیکن وہ اس میں بھی مین میخ نکالنے شروع کیے۔ گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کو مارا گیا

جس سے وہ زندہ ہو کر قاتل کا نام بتا کر مر گیا۔ اس واقعہ سے یہ نصیحت دینی ہے کہ تم کہیں بھی چھپ کر بھی رات کی تاریکی میں بھی کوئی گناہ کر و وہ گناہ اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتا اور یہ کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔ پھر انہوں نے سبت کے قانون کو توڑا جبکہ ان کو کہا گیا تھا کہ ہفتے کے دن کوئی بھی کام نہ کرنا حتیٰ کہ کوئی شکار بھی نہ کرنا۔ انہوں نے اپنی حیلہ سازی سے گڑھے کھود لئے تا کہ مچھلیاں ان میں پھنسی رہیں اور ان کا یہ امتحان تھا کہ ہفتے والے دن مچھلیاں زیادہ ہی آ جاتی تھیں۔ پھر اتوار والے دن وہ ان مچھلیوں کو پکڑ لیتے۔ پھر بھی ان کے دلوں میں توبہ کا جذبہ پیدا نہ ہوا۔ پھر جب یہ یہودی نبی ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے تھے تو اگر ان کی سمجھ میں بات نہ آئے تو راعنا کے بدلے زبان کو موڑ کر راعینا کہتے یعنی ہمارے چرواہے عبرانی میں اس سے ملتا جلتا ایک لفظ تھا جس کے معنی ہے" سنے تو بہرا ہو جائے" اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ ایسے لفظ استعمال مت کرو بلکہ اس کے بدلے "انظرنا" کہا کرو یعنی ہماری طرف توجہ فرمایئے اور یہودیوں کی روش اختیار کرنے سے بچو۔ پھر یہودی اپنی شریعت کی بعض چیزوں پر ایمان لاتے تھے اور بعض کو ترک کر دیتے تھے۔ مثلاً نبی ﷺ کے زمانے میں انصار (جو اسلام سے قبل مشرک تھے ان کے دو قبیلے تھے اوس اور خزرج) یہود کا قبیلہ بنوقریظہ اوس کے ساتھی تھا اور قبیلہ بنونظیر اور بنوقینقاع خزرج کے ساتھی تھے۔ جنگ میں یہودی اپنے اپنے ساتھیوں کی مدد کرتے اور اپنے ہی ہم مذہب یہودیوں کو قتل کرتے یا انہیں جلاوطن کرتے حالانکہ تورات کے حکم کے مطابق یہ حرام تھا۔ لیکن پھر انہی یہودیوں کو قیدی بنانے کے بعد فدیہ دے کر چھڑا دیتے اور کہتے کہ تورات میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے گرفت کی ہے فرمایا کہ شریعت کے کسی حکم کو مان لینے اور کسی کو نظر انداز کرنے کی سزا دنیا میں ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب ہے۔ یہ آیت ہم مسلمانوں کو بھی غور و فکر کا موقع دیتی ہے کہ کہیں مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کی وجہ بھی یہ نہ ہو کہ وہ بھی بعض اللہ کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں اور بعض کو نظر انداز کرتے ہیں جیسے سود کا لین دین، ترک نماز، رشوت وغیرہ جس کی کہ قرآن میں ممانعت کی گئی ہے۔

اس میں اہلِ کتاب کی غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ چونکہ وہ اتنے اعلیٰ نبی کی امت ہیں اس لئے وہ چاہے کتنا بھی دنیا پرستی کر کے آخرت میں پہنچیں تو ان کے بزرگ باپ دادا ان کو بخشوا کر ہی رہیں گے اور جنت تو صرف انہی کے لئے لکھی جا چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ بات ہے تو ذرا ان سے کہو کہ مرنے کی تمنا تو کر کے دیکھو بلکہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ ان کی عمر بہت ہی لمبی ہو کیونکہ موت سے وہ ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ جو جیسا دنیا میں

کر کے آئے گا اسی کے مطابق اسے جزا یا سزا ہوگی اور وہاں کوئی کسی کو بخشوا نہ سکے گا۔ الا یہ کہ اللہ کی مرضی ہو۔

مشرکین مکہ مسلمانوں کو خانہ کعبہ میں عبادت کرنے سے روکتے تھے حالانکہ خانہ کعبہ میں کسی کو عبادت سے روکنے کی اجازت نہیں تھی۔ نبی ﷺ جب اپنے اصحاب کے ساتھ عمرہ کرنے گئے تو مشرکین مکہ نے انہیں مکہ میں گھسنے نہیں دیا اور ان مسلمانوں کو واپس لوٹنا پڑا اور صلح حدیبیہ واقع ہوئی جس میں مسلمانوں کو اگلے سال عمرہ کے لئے تین دن کی اجازت ملی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پیشن گوئی دی ہے کہ عنقریب مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو جائے گا اور یہ مشرکین خانہ کعبہ میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں گے۔ چنانچہ جلد ہی یہ خوشخبری پوری ہوئی اور آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہو گیا۔

یہودی جب اخلاقی پستی میں گرنے لگے تو ان کی بلند حوصلگی ختم ہونے لگی تب ان کا رجحان تعویذ گنڈوں اور جادو وغیرہ کی طرف جانے لگا۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ پھونکوں اور منتروں سے ان کا کام جھٹ پٹ بن جایا کریں۔ ان دنوں سب سے زیادہ مانگ اس چیز کی تھی کہ کوئی ایسا جادو ہو کہ دوسرے کی بیوی کو اڑا کر اپنے اوپر عاشق کر لے۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں جادوگری کا سلسلہ بہت عام تھا اور سلیمانؑ نے اس کی روک تھام کے لئے جادو کی کتابوں کو اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا لیکن ان کی وفات کے بعد شیاطین اور جادوگروں نے ان کتابوں کو نکال کر لوگوں کو دکھایا۔

اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں ہاروت اور ماروت کو انسانی شکل میں ان کی آزمائش کے لئے بھیجا اور وہ فرشتے اللہ کے حکم کے مطابق میاں بیوی میں جدائی کا عمل ان کے سامنے پیش کرنے لگے تاکہ ان کے اخلاقی زوال کو ناپا جائے حالانکہ وہ یہ تعلیم دینے سے پہلے کہتے جاتے تھے کہ یہ صرف ان کا امتحان ہے۔ دراصل میاں بیوی کے تعلقات انسانی تمدن کی بنیاد ہیں اور شیطان کا تو یہ کام ہے کہ وہ میاں بیوی میں وسوسے ڈال کر ان کو الگ کرتا ہے اور ان کی نسل کو کاٹ دیتا ہے۔ اس سے یہ کہنا مقصود ہے کہ ایسے شیطانی کاموں سے بچو اور دوسروں کو بھی نصیحت کرو۔ اس طرح یہودی اپنی اخلاقی پستی میں گر کر ایک اللہ کی عبادت کرنے کے بجائے کئی خداؤں کو پوجنے لگے۔ ایک ہزار قبل مسیح کے لگ بھگ بنی اسرائیل اپنے دشمن عمالقہ کے ہاتھوں بہت ہی تنگ تھے۔ اس وقت سموئیل نبی ان پر حکمران تھے اور وہ بہت ہی بوڑھے ہو چکے تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے نبی سے درخواست کی کہ وہ اللہ کی راہ میں لڑنا چاہتے ہیں اس لیے ان کا ایک بادشاہ مقرر کیا جائے۔ ان سے کہا گیا کہ طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر کیا گیا ہے چونکہ وہ غریب گھرانے سے تھے اس لیے یہودیوں کو یہ بادشاہ پسند نہیں آیا۔ ان کو یہ بھی بتا دیا گیا کہ اس بادشاہ کی نشانی یہ ہے کہ اس کے مقدس عہد کا صندوق جس میں کہ حضرت موسیٰ و

حضرت ہارونؑ کے تبارکات تھے ان کو واپس مل جائے گا۔ دراصل یہ صندوق یہودیوں کے دشمن فلسطیوں کے ہاتھ لگا تھا اور وہ اسے جہاں بھی لے جاتے ان پر تباہی مسلط ہوتی آخر کار انھوں نے اسے گاڑی میں رکھ کر بغیر گاڑی بان کے ہانک دیا اور فرشتوں نے اس صندوق کی حفاظت کی۔ جب یہودی طالوت کے ساتھ دشمن عمالقہ سے لڑنے چلے تو ان سے کہا گیا کہ راستے میں دریا پار کرتے ہوئے کوئی بھی پانی نہیں پیئے گا لیکن سوائے ان چند لوگوں کے جو اللہ والے تھے سب نے عہد شکنی کی اور خوب پیٹ بھر کر پانی پیا۔ داؤد ایک کم سن لڑکا تھا جو اسی وقت طالوت کی فوج میں بھرتی ہوئے۔ ان کو اللہ پر بھروسہ تھا اور وہ بہت ہی طاقتور تھے جنہوں نے چند پتھروں سے جالوت جیسے طاقتور دیو کا خاتمہ کیا۔ پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا اور انہیں عقل اور نبوت سے نوازا۔ اس میں اہل ایمان کو یہ نصیحت ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنی پوری طاقت سے لڑنا چاہیے چاہے ہماری فوج چھوٹی ہی کیوں نہ ہو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے اللہ ہمارے ساتھ ہے تو دشمن کی طاقت صرف انہیں کی بربادی کا باعث ثابت ہوگی اور اہل ایمان کی جیت ہوگی۔

یہودی چونکہ صاحب علم تھے اور موسیٰ کی قوم کے تھے تو ان کو امامت اور دوسروں پر فضیلت دی گئی تھی اور ان کا قبلہ بیت المقدس رکھا گیا اور ہجرت کے بعد اہل ایمان بھی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن یہ یہودی جب رفتہ رفتہ اپنے اخلاق سے بری طرح گرتے چلے گئے اور حضرت ابراہیمؑ کے طریقے سے ہٹتے چلے گئے تب ان کو اللہ تعالیٰ نے امامت سے الگ کر دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امامت پر فائز کیا گیا اور اہلِ ایمان کو خانہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا اور یہ حکم نماز عصر کے وقت آیا اور عصر کی نماز خانہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے مسجد نبوی میں پڑھی گئی۔ جس دوسری مسجد میں یہ نماز پڑھی گئی اسے مسجد قبلتین کہتے ہیں کیونکہ جب یہ حکم پہنچا تو اہلِ ایمان نے رکوع ہی میں اپنا رخ کعبہ کی طرف پھیر لیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا تا کہ جو لوگ عربیت کی بت کی پرستش کرتے ہیں تو وہ الگ ہو جائیں چونکہ ان کے بت خانہ کعبہ میں رکھے گئے ہیں تو وہ بیت المقدس کو کیسے قبلہ قبول کرتے۔ اس کے بعد کعبہ کو قبلہ بنایا تا کہ جو اسرائیلیت کے پرستار ہوں وہ الگ ہو جائیں کیونکہ وہ اپنے نسلی غرور میں اپنے آبائی قبلے کو کیسے ترک کر سکتے تھے۔ اس طرح صرف وہ لوگ رسولؐ کے ساتھ رہ گئے جو صرف اللہ ہی کے پرستار تھے۔ پھر فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے ساری زندگی مختلف آزمائشوں سے گزارا اور وہ ہر وقت کامیاب رہے اور بیت اللہ کے بنانے والے بھی ابراہیمؑ ہیں۔ یاد رہے کہ جو بیت اللہ کی زیارت ایک بار کرتا ہے تو دوبارہ جانے کی تمنا کرتا ہے اور پھر ابراہیمؑ کی دعا سے اسے امن کا گھر بنایا کہ وہاں دشمن کا کوئی خطرہ نہیں اور ان کی دعا کی

برکت سے وہاں ہر قسم کے غلہ کی فراوانی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا جو جواب اللہ نے دیا جس سے صاف مطلب نکل آیا کہ رزق مومن و کافر سب کو دیا جائے گا لیکن کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ جسے اللہ تعالیٰ زیادہ رزق دیتا ہے تو اس سے اللہ بہت ہی راضی ہے۔ رزق تو کافروں کو بھی زیادہ دیتا ہے لیکن آخر ٹھکانہ ان کا جہنم ہے۔ ابراہیمؑ اللہ کے حکم سے مسلم ہوئے یعنی مسلم وہ جو ایک اللہ کے آگے سر اطاعت خم کرے اور جو ہدایت اللہ کی طرف سے ہوئی ہو اسی کے مطابق زندگی گزارے اور اس عقیدے اور طرزِ عمل کا نام اسلام ہے جو تمام انبیاء کا دین رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی امت کو "امت وسط" بنایا تا کہ "تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں" یعنی جب آخرت میں تمام انسانوں کو حساب کے لئے اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا اس وقت رسولؐ اللہ تعالیٰ کے ذمہ دار نمائندے کی حیثیت سے تم پر گواہی دیں گے کہ جو نیک اعمال اور ایمان کی تعلیم ہم نے آپ کو دی تھی وہ آپؐ نے تم کو صحیح صحیح پہنچا دی اس کے بعد تم کو عام انسانوں پر گواہ کی حیثیت سے اٹھنا ہوگا اور یہ شہادت دینی ہوگی کہ رسولؐ نے جو کچھ ہدایات تم تک پہنچائیں اور جو صحیح تعلیم تم کو دی تو تم نے اسے آگے بڑھانے میں کوتاہی اور سستی نہیں کی۔ اگر ہم یہ گواہی نہ دے سکے تو بری طرح پکڑے جائیں گے۔ ہمیں چاہیئے کہ رسولؐ کی تعلیم پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی نصیحت کرتے رہیں۔ کیونکہ امت وسط بننے کے ناطے ذمہ داری ہم پر بھی آتی ہے۔ اس بھاری بوجھ کو اٹھانے کے لئے جس طاقت کی ضرورت ہے وہ صبر کی صفت ہے اور دوسرے نماز کا عمل ہے جب ہی جا کر تم مضبوط بنو گے۔ اہل ایمان کو منصب امامت پر مامور کرنے کے بعد اب اس امت کو ضروری ہدایات دی جا رہی ہیں اور امت وسط بنانا کوئی کھیل نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک بہت بھاری ذمہ داری ہے کہ جس کا بار اٹھانے کی اہلِ ایمان کو مشکلوں اور مصیبتوں سے گزار کر ان کا صبر آزمایا جائے گا اور جب تم صبر اور عزم استقلال کے ساتھ اللہ کی راہ میں بڑھتے جاؤ گے تو تب ہی تم پر اللہ کے عنایتوں کی بارش ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ جہاد کو فرض کر کے اس کی مثال دے کر اہل ایمان کو سمجھاتا ہے کہ اللہ کے ہر حکم پر عمل کرو چاہے ایسا کرنے میں تم کو کتنی ہی آزمائشوں سے گزرنا پڑے۔ جان و مال اور آمدنیوں کے نقصانات سے گزرنا ہوگا اور اس طرح تمہارے صبر کو آزمایا جائے گا اور تم پر اللہ کی عنایات کی جب ہی بارش ہوگی جب کہ تم تمام مشکلات کا سامنا کرتے صبر سے اللہ کی راہ میں آگے بڑھتے چلے جاؤ گے اور دل سے اس بات کے قائل ہو گے کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کے پاس واپس لوٹ کر جانا ہے اور ہر خوشی یا غم اللہ ہی کا دین ہے۔ جو غم دیتا ہے وہ اسے دور بھی کرنا جانتا ہے اور راحت بھی پھر وہی دیتا

ہے۔ ہر حال میں ہمیں اس کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالٰی راضی ہے۔ اور جو اللہ تعالٰی کی راہ میں جان دے اسے مردہ مت سمجھو۔

اس سورہ میں جنگ کے زمانے میں بھی نماز معاف نہیں کیا گیا بلکہ ایسے خطرناک موقعوں پر بھی نماز پڑھنی چاہیے اس لیے نماز کو قصر کرنے کا حکم دیا گیا یعنی صرف دو رکعت پڑھی جائے اس طرح سفر کے دوران بھی۔ جنگ میں پہلے ایک گروہ نماز کے لیے کھڑے ہوں تو دوسرا گروہ اس کی حفاظت کرے اور پھر دوسرا گروہ اپنی نماز ادا کرے جب کے پہلا گروہ اس کی حفاظت کرے۔

اس سورہ میں قصاص کا حکم دیا گیا یعنی خون کا بدلہ (جان لینے کا فعل جو قاتل نے کیا ہے وہ ہی اس کے ساتھ کیا جائے) چاہے قاتل کتنی ہی بڑی پوزیشن کا ہو۔ ہاں انسانی بھائی چارے کے ناطے خون کی قیمت لے کر اسے معاف کر سکتے ہو۔ جاہلیت کے زمانے میں ایک آدمی کے خون کے بدلے میں وہ پورے خاندان کو لیٹا دیتے تھے اور اگر قاتل کسی اونچے خاندان کا ہو اور مقتول ادنٰی درجے کا تو وہ یہ بھی گوارہ نہیں کرتے کہ قاتل مارا جائے یا اگر قبیلے کا معزز آدمی قتل ہو تو وہ یہ چاہتے ہیں کہ قاتل کے قبیلے کا بھی کوئی معزز قتل ہو اس لیے اللہ تعالٰی نے ان کی اصلاح کی اللہ تعالٰی اپنے اور اپنے فرشتوں کی طرف سے ان لوگوں پر لعنت بھیجتا ہے جنہوں نے ساری زندگی کفر کیا اور اپنی اصلاح نہیں کی اور اسی حالت میں مر گیا یعنی انہوں نے اللہ کی برتری کو تو مانا لیکن اس کے رسولوں کو اور ہدایت کو ماننے سے انکار کیا یا پھر اللہ کو سرے سے مانے ہی نہیں ایسے لوگ جہنمی ہیں۔

اس سورہ میں حج کے ارکان بتائے گئے ہیں اور یہ بھی کہ صفا اور مروہ کے بیچ دوڑنا جو کہ مکہ میں مسجد حرم میں دو پہاڑیاں ہیں حج کے ارکان میں سے ہیں اور اس طرح کرنا گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ کفر کے زمانے میں لوگوں نے ان دو پہاڑیوں پر دو بڑے بت کھڑے کئے تھے اور ان کے گرد طواف ہونے لگا پھر جب لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا تو ان کے ذہن میں آیا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا ممکن ہے گناہ ہو۔ یہاں پر اللہ تعالٰی نے ان کی غلط فہمی دور کر دی ہے۔

اس سورہ میں شراب، جوئے اور سود کے لین دین پر بھی پابندی لگائی گئی ہے اور اللہ کے نام کی قسم کھانے پر سخت گرفت کی گئی ہے جس کا کفارہ رکھا گیا ہے جو کہ تین دن کے روزے، یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اس میں عرب کی جاہلیت رسم کو بھی ختم کیا ہے جبکہ وہ بیویوں کو کئی کئی بار طلاق دیتے تھے اور پھر اپنی زوجیت میں رکھ لیتے تھے۔ اسلئے طلاق دو بار ہے جس میں عدت کا قانون عورت کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ اس میں مرد کے تیسری بار طلاق دینے پر وہ بیوی اس سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائے گی۔ البتہ اگر وہ عورت دوبارہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور یا تو اس دوسرے سے اس کا طلاق

ہو یا پھر وہ فوت ہو جائے تو باہم رضامندی سے اس کا پہلا شوہر اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ آج کل جو حلالہ کا طریقہ ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے وہ سراسر غلط اور لعنتی ہے۔ یعنی کہ اگر پہلا شوہر اپنی بیوی کو تین طلاق کے بعد اپنی زوجیت میں لینا چاہے تو کرائے کا شوہر پیدا کر کے اس سے اس عورت کا نکاح کراتا ہے اور وہ بغیر مباشرت کے اسے طلاق دے اور پھر پہلا شوہر اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کر کے اسے اپنے لئے حلال کرے۔ یہ نکاح نہیں بلکہ زناکاری ہے اور اللہ کے قانون کا مذاق اڑانا ہے۔

ماہواری کے ایام میں طلاق دینا ٹھیک نہیں ہے اور ایک ہی بار میں تین طلاق دینا سخت گناہ ہے۔ طلاق کی عدت تین دفعہ ماہواری کے ہے اور اس عدت کے دوران اگر شوہر کا مقصد اپنی بیوی کو تنگ کرنا نہ ہو تو باہم رضامندی سے وہ اسے واپس لے سکتا ہے لیکن عدت گزر جانے پر اس عورت پر طلاق بائن گرتا ہے۔ اس کے بعد اگر چاہے تو دونوں کو آپس میں باہم رضامندی سے نکاح کرنا ہوگا۔ حاملہ عورت کی عدت اس کے حمل کے ختم ہونے کے بعد ہے اور عورت کو نہیں چاہئے کہ اپنے حمل کو چھپائے یا جھوٹ کہے کہ وہ حاملہ ہے تاکہ اس کے شوہر کا اس کی اصلاح کے بعد بیوی کو واپس لینے کا حق مارا جائے اور جن عورتوں کی ماہواری بند ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور بیوہ عورت کی عدت چار مہینے اور دس دن ہے اور اس عدت کے دوران عورت کو اپنی زینت کی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اور جن عورتوں کو دخول سے پہلے طلاق مل جائے تو ان پر کوئی عدت نہیں ہے اور جو مرد اپنی بیوی سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھاتا ہے یعنی قانونی طور پر تو میاں بیوی ہیں لیکن عملاً ایک دوسرے سے الگ رہیں تو ایسے بگاڑ کے لئے چار مہینے کی مدت ہے کہ یا تو اپنے تعلقات کی اصلاح کر لو یا پھر تعلقات طلاق دے کر توڑ دو۔ یہ حکم صرف اس ترک تعلق کے لئے ہے جو بگاڑ کی صورت میں ہو اور اگر شوہر اس عدت کے اندر اپنی بیوی کے پاس واپس گیا تو اسے قسم کے توڑنے پر کفارہ ادا کرنا ہوگا جو کہ تین دن کے لگاتار روزے ہیں یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا پھر ایک لونڈی کو آزاد کرنا ہے اور اسی طرح اللہ کے نام پر دل سے جو پختہ قسم کھالو اور پھر اسے توڑ دو تو یہی کفارہ دینا ہوگا۔ اور ہاں اگر تم نے اپنی بیوی کو خواہ مخواہ ناروا بات پر چھوڑا ہے تو خوب سمجھو کہ اللہ تمہاری زیادتی پر تمہیں ضرور پکڑے گا طلاق دینے کے بعد اسے اپنے حسن اخلاق سے رخصت کرو اور ہو سکے تو اس سے جو بھی مہر، زیور وغیرہ دیا ہو واپس نہ لو بلکہ اسے کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرو۔ بعض لوگ مذاق سے طلاق دیں یا آزاد کریں یا نکاح کریں تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کو اللہ کی آیتوں سے مذاق کرنا کہا گیا ہے اور نبی ﷺ نے کہا ہے کہ جو ایسا کرے گا تو ویسا ہی حقیقت سمجھا جائے گا۔

اس میں خلع کا بیان ہے یعنی اگر عورت اپنے خاوند سے علیحدگی حاصل کرنا چاہے تو خاوند اپنا دیا

ہوا مہر واپس لے اور اگر خاوند علیحدگی کے لئے آمادہ نہ ہو تو عدالت خاوند کو طلاق کا حکم دے گی اور اگر وہ نہ مانے تو عدالت نکاح کو ختم کر دے گی اور خلع کی عدت ایک مہینے یا ایک حیض کی ہے لیکن عورت بغیر کسی معقول سبب کے خاوند سے خلع یا طلاق کا مطالبہ نہ کرے ورنہ نبی ﷺ کے حدیث کے مطابق ایسی عورتیں جنت کی خوشبو تک نہیں پا سکیں گی۔ خلع کے بعد شوہر کو حق نہیں رہتا کہ بیوی کو واپس لے ۔باہم رضامندی سے نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

اس طرح عورت اور مرد کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ برابر کا حق دیا گیا ہے لیکن مرد کو عورت پر کچھ تھوڑی برتری حاصل ہے یعنی طاقت میں، جہاد میں جانے کے لئے، روٹی کمانے اور گھر و بیوی بچوں کی ذمہ داری کے لئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میاں بیوی کا تعلق جیسے کھیت اور کسان جیسا ہے۔ کھیت میں انسان پیداوار کے لئے جاتا ہے اور میاں بیوی کے لئے یہ نسل کی پیداوار ہے۔ اس لئے اپنی نسل برقرار رکھنے کی کوشش کرو اور اس نسل کو دین اسلام اور اچھے اخلاق سے آراستہ کرو تا کہ نیک نسل کی بنیاد پڑتی جائے اور ہاں کبھی مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرنا اور نہ ہی اپنی عورتوں کا نکاح مشرک مردوں سے کرنا جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن لونڈی یا ایک مومن غلام اس لحاظ سے بہت بہتر ہے۔ اگر ایک فرد کسی مشرک کے عشق میں مبتلا ہو بھی جائے تو اپنے ایمان اور اپنے اللہ کی خاطر اپنے جذبات کو قربان کر دے اور حیض کی حالت میں ایام ماہواری میں اپنی بیوی سے مباشرت مت کرو۔

میاں بیوی اگر طلاق یا خلع سے الگ ہو گئے اور بیوی کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہے تو بچہ کا باپ اپنی طاقت کے مطابق اسے روٹی کپڑا دے اور دونوں ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے باز رہیں۔ مثلاً باپ یہ کوشش کرے کہ زبردستی بچہ ماں سے چھین لے یا پھر ماں اپنے دودھ پلائی کا معاوضہ باپ کی حیثیت سے زیادہ کا مطالبہ کرے یہ سخت ظلم ہے اور ماں کو حکم ہے کہ بچے کو دو سال تک دودھ پلائے۔

اس سورہ میں شراب اور جوئے کو سخت ناپسند کیا گیا ہے حالانکہ اس میں تھوڑی بہت دینوی فائدے ہیں لیکن ان کا گناہ آخرت میں کچھ زیادہ ہی گنا جائے گا۔ اس کے بعد شراب پی کر نماز پڑھنے کو منع کر دیا گیا اور پھر شراب اور جوئے اور اس قسم کی تمام چیزوں کو حرام کر دیا گیا۔ (سورہ نساء آیت 43 اور سورہ مائدہ آیت نمبر 90) اور ہاں رشوت دے کر ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش مت کرو۔ قرآن میں یتیموں کے مال اور حقوق کی حفاظت کے لئے بارہا سخت احکام نازل ہوئے تھے جس سے کہ اہل ایمان جن کی تربیت میں یتیم بچے تھے وہ ان احکام سے سخت خوف زدہ تھے یہاں تک کہ انہوں نے ان کا کھانا پینا بھی الگ کر دیا تھا کہ کہیں ان یتیموں کے مال کا کچھ حصہ ان کے مال میں نہ مل جائے

اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں ان کی غلط فہمی کو دور کر دیا یہ کہہ کر کہ ان کا کھانا پینا اور رہنا سہنا اپنے ساتھ رکھو بشرط یہ کہ تمہاری نیت ان کی میراث کو ہضم کرنے کی نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی نیت ہو۔

اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے والدین، رشتہ دار، مساکین اور مسافر سب سے زیادہ تمہارے مالی مدد کے حقدار ہیں۔ اس میں ہدایت دی گئی ہے کہ فضول خرچی مت کرو اور نہ ہی ضرورت سے زیادہ خرچ کرو کہ کل کو عادت کے مطابق دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑے بلکہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد جو زیادہ بچ جائے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کمی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ کرتا ہے کیونکہ جو مال اس کی راہ میں خرچ کرے اسے اپنے ذمہ قرض قرار دیتا ہے اور اپنے وعدے کے مطابق زیادہ دیتا ہے۔ جتنے گہرے جذبے کے ساتھ اس کی راہ میں خرچ کرے گا اتنا زیادہ اس کا اجر ملے گا یعنی ایک دانے میں اتنی برکت دے گا کہ اس سے سات سو دانے اگ سکتے ہیں یعنی سات سو گنا ہو کر زیادہ ملے گا اور صدقات کو چھپا کر حاجتمندوں کو دینا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ تاکہ صدقات لینے والے کی عزت برقرار رہے البتہ تمہاری نیت اگر بڑائی کی نہ ہو تو تم صدقات کا ذکر اس طرح کر سکتے ہو کہ لینے والے کی خودداری برقرار رہے اور دوسروں میں بھی صدقات دینے کا شوق ابھرے۔

اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے ابھارتا ہے کیونکہ اس کے انجام کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے مثلاً جہاد میں تمہیں فتح، عزت اور مال و اسباب مل سکتا ہے حالانکہ جہاد کرنا تمہیں مشکل لگتا ہے اور اسی طرح جہاد کی بجائے تم گھر میں بیٹھ رہنا پسند کرو تو یہ تمہارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے کہ دشمن تم پر غالب آ کر تمہیں ذلیل و رسوا کر سکتا ہے اور پھر اللہ کی راہ میں جہاد کر کے اگر کسی کو موت آ جائے تو اسے مرنا نہیں کہتے بلکہ وہ زندہ ہے اور اللہ کے انعامات سے نوازا جاتا ہے اگر تم سمجھو جہاد کے معنی اللہ کی راہ میں جان و مال سے ہر قسم کی جدوجہد کرنا ہے اور ہر مصیبت کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے حتیٰ کہ اگر جان کی بازی بھی لگ جائے تو اسے اپنی خوش قسمتی سمجھے۔ یہاں تک کہ اللہ کا دین اس کی زمین پر قائم ہو اور اللہ کا کلمہ بلند ہو۔

اہلِ عرب میں حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آ رہا تھا کہ ذی القعد، ذی الحجا اور محرم کے تین مہینے حج کے لئے خاص تھے اور رجب کا مہینہ عمرے کے لئے خاص کیا گیا تھا اور ان چار مہینوں میں جنگ اور قتل و غارت گری ممنوع تھی تاکہ حج و عمرہ کرنے والے امن کے ساتھ اللہ کے گھر تک آئیں اور اپنے گھروں کو واپس جائیں۔ ان مہینوں کو حرام مہینے کہا جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان

مہینوں کا لحاظ کفار اور مسلمان دونوں کریں لیکن اگر کفار حرمت کی لا پرواہی کر کے کسی حرام مہینے میں مسلمانوں پر دست درازی کریں تو پھر مسلمان بھی ماہ حرام میں بدلہ لے سکتے ہیں۔

مکہ کی ابتدائی زندگی میں مسلمان کمزور تھے اور بکھرے ہوئے تھے۔ ان کو صرف تبلیغ کا حکم تھا اور کفار کے ظلم وستم پر صبر کرنے کی ہدایت تھی۔ مدینہ میں جب اہل ایمان کی چھوٹی سی ریاست ہجرت کے بعد بنی تو ان کو جنگ کی اجازت دی گئی۔ یعنی جو لوگ اللہ کے کام میں تمہارا راستہ روکتے ہیں اور تم پر ظلم کرتے ہیں اس لئے کہ تم نے اللہ کی ہدایت کے مطابق اپنی اصلاح کی ہے تو پھر تم ایسوں کو تلوار کا جواب تلوار سے دو۔ لیکن تمہاری یہ جنگ مادی غرض کے لئے نہ ہو اور نہ ہی تم ان لوگوں پر ہاتھ اٹھاؤ جو دین حق کی راہ میں رکاوٹ نہیں ڈالتے اور نہ ہی عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور زخمیوں پر دست درازی کرو اور نہ ہی خواہ مخواہ دشمن کے کھیتوں اور مویشیوں کو پامال کرو۔ ضرورت سے زیادہ اپنی قوت کا استعمال مت کرو۔ تمہاری لڑائی اپنے انتقام کی پیاس بجھانے کے لئے نہ ہو بلکہ اللہ کے دین کا راستہ صاف کرنے کے لئے ہو اور اللہ کے قانون کے مطابق زندگی بسر کرنا ممکن ہوتا کہ دین صرف ایک اللہ کے لئے خاص ہو۔ فتنہ جو ہے وہ قتل سے بھی برا ہے۔ یعنی کہ جو گروہ لوگوں کو قول حق سے جبراً روکے اور ان پر اپنی حیوانی طاقت کا استعمال کرے تو یہ قتل کی بہ نسبت زیادہ برا ہے اور ایسوں کو ہر ممکن کوشش کر کے راستے سے ہٹا دینا چاہئے۔

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے سود کو سختی سے حرام فرمایا ہے۔ قرض پر لیا گیا نفع سود ہے۔ یہ قرضہ ذاتی ضرورت کے لئے یا تجارت کے لئے لیا ہو دونوں حرام ہیں کیونکہ اس سے معاشرے میں تنگ دلی اور خود غرضی پیدا ہوتی ہے۔ سود کھانے والے کو اللہ تعالیٰ خبطی دیوانے سے تشبیہ دیتا ہے۔ کیونکہ سود کھانے والا روپے کے پیچھے دیوانہ ہوتا ہے اور اپنی خود غرضی میں اسے کسی سے ہمدردی نہیں ہوتی اور دوسروں کی بربادی سے وہ اپنی خوشیوں کا سامان کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ آخرت میں انسان اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت پر اس نے دنیا میں جان دی ہے۔ اس لئے سود خور آدمی قیامت کے روز ایک دیوانہ خبطی انسان کی صورت میں اٹھے گا۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ تجارت یا ذاتی مفاد کے لئے قرض لینا (جو عموماً بینک سے لیا جاتا ہے) اس پر اضافہ سود نہیں ہے اس لئے کہ قرض لینے والا اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اس کا کچھ حصہ وہ بینک کو یا قرض دینے والے کو لوٹا دیتا ہے تو اس میں کیا خرابی ہے۔ اب ذرا اپنی عقل کے مطابق سوچو کہ اگر ذاتی مفاد کے لئے قرض لیا تو خوب مزے تو کر لئے لیکن جب لوٹانے کی باری آئی تو بھاری پڑ گیا۔ چلو تھوڑی رقم قرض کر و واپس لوٹا بھی دی تو وہ سود میں چلی گئی اور اصل رقم وہیں رہ گئی۔ اب اگر سود لوٹانے کی مدت ختم ہونے لگی تو سود اور بڑھایا گیا اور اگر لی ہوئی

رقم واپس نہ کر سکے تو گھر، زیور وغیرہ بھی ہاتھ سے چلا گیا۔ اب سود لینے والے کو بھلا اس کی بربادی سے کیا لینا ہے۔ اس کی تو ایک رقم بندھی ہوئی ہے جو ہر مہینے اس کی جھولی میں بہت ہی آسانی سے گرتی ہے۔ بالکل اسی طرح تجارت کے لئے بھی لئے ہوئے قرض کا حال ہے۔ اب تجارت میں یہ گارنٹی تو نہیں ہے کہ فائدہ ہی فائدہ ہوگا۔ فائدے کے ساتھ نقصان بھی ساتھ ہی لگا ہوا ہے یا پھر کبھی تو تجارت میں ساری رقم ڈوبنے کا بھی امکان ہے لیکن قرض دینے والے کا تو منافع لازمی ہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آخر تجارت بھی تو سود ہے جو کہ بالکل غلط ہے کیونکہ تجارت میں مال بیچنے والا مال پر کتنا ہی منافع کرے وہ ایک ہی بار لیتا ہے اور اس کے برعکس سود کے معاملے میں مال دینے والا اپنے مال پر لگاتار فائدہ وصول کرتا ہے اور وقت کے ساتھ اس کا فائدہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس کے برعکس تجارت میں مال کے بیچنے پر معاملہ وہیں ختم ہو جاتا ہے لیکن سود کے معاملے میں قرض دار اپنے سرمایہ کو صرف کر چکتا ہے اب اسے نفع ہو یا نقصان بہرحال اسے اصل کے اوپر سود دینا ہی پڑتا ہے اور تجارت کے نقصان میں اسے اپنی تجارت کے سامان کے ساتھ اپنی رکھی ہوئی گروی گھر، کھیت وغیرہ سب سے ہاتھ دھو کر بالکل تباہ ہونا پڑتا ہے۔ اخلاقی حیثیت سے سود خود غرضی، بے رحمی، زر پرستی سکھاتی ہے اور تجارت انسانی تمدن کی تعمیر کرتی ہے جبکہ اس کا واسطہ سود سے نہ ہو۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میں بالکل سود کا لین دین نہیں کرتی اور اللہ تعالیٰ مجھے خود ہی میرے کاروبار میں برکت دیتا ہے۔ یہ نصیحت مجھے اس وقت ملی جبکہ میں اس منحوس سود کا لین دین کرتی تھی اور آخر کار بالکل تباہ ہوئی۔ تب جا کر توبہ کی اور اللہ نے ڈھیر ساری برکت اس توبہ کے عوض مجھے عطا کی الحمدللہ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے اور جو کوئی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائے گا۔ سود کے جال میں وہ ایسا پھنستے ہیں کہ نکل نہیں سکتے۔ افسوس ہے ان کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد۔ اللہ تعالیٰ بڑے پیار سے سمجھاتا ہے کہ توبہ کر کے سود چھوڑ دو اور اگر وہ اصل رقم کا قرض بھی ادا نہ کر سکے تو بغیر سود لئے اسے مہلت دو لیکن اگر یہ اصل بھی معاف کر دو تو تمہارے لئے بہت اجر ہے۔ ایک اور بھی نصیحت کی ہے کہ جب قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور اس پر دو مرد یا اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی لو اور اگر سفر میں ہو اور وہاں لکھنے والا یا کاغذ پنسل نہ ملے تو قرض لینے والا قرض دینے والے کے پاس کوئی چیز گروی رکھ دے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے جو ظاہر میں انہیں فائدہ مند ہی نظر آتا ہے لیکن درپردہ انسان کی بربادی کا سامان کرتا ہے اور اس کے برعکس صدقات جس میں قرض حسنہ بھی شامل ہے یعنی وہ قرض جو بغیر سود کے دیا جائے۔ انسان کو فراخدلی اور ہمدردی سکھاتا ہے اور جس سوسائٹی میں ایسے عالی صفات کے لوگ پائے جائیں ایسی سوسائٹی میں

آپس کی محبت، ہمدردی، خیر خواہی نشوونما پائے گی۔ خودغرض اور سنگ دل انسان جو اپنے قرض پر سود لے کر ہر وقت اپنے پیسوں کو بڑھانے کی دھن میں رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے بلکہ جو اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے اور اپنی قوت بازو سے کما کر خود بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ کھاتا ہے اور اللہ کی ضرورتمند بندوں کو بھی کھلاتا ہے اور دل کھول کر نیک کاموں میں اپنا زائد پیسہ خرچ کرتا ہے تو وہی اللہ کو پسند ہے اور آخرت میں بھی وہ کامیاب ہے۔ عام طور پر خاموشی سے صدقہ کرنا بہتر ہے کہ بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو دکھاوے کے لئے مت کرو اور اچھی سے اچھی چیز خرچ کرو جو چیز تمہیں ناپسند ہو تو اپنے سر سے اتارنے کے لئے اللہ کی راہ میں نہ دو۔ افسوس ہے کہ آج کل کئی لوگ سود لے کر غریبوں اور مسکینوں کو دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو سود لیتے ہیں لیکن خود تو نہیں کھاتے۔ تو جب سود کو کھوٹا پیسہ تم سمجھ کر اپنے پر استعمال نہیں کرتے تو غریبوں مسکینوں کو کیوں دیتے ہو۔ اللہ محتاج تو نہیں ہے کہ اس طرح تم اللہ پر اپنا احسان جتاؤ تو یہ وہی بات ہوئی کہ اللہ کی بعض آیت کو ماننا جیسے سود خود نہیں کھانا اور بعض آیت کا انکار کرنا جیسے کہ جب سود لینے سے منع کر دیا گیا ہے تو پھر لیتے کیوں ہو اور اس طرح اللہ کی آیت سے بغاوت کیوں کرتے ہو۔ یہودی بھی اسی طرح کرتے تھے اور اللہ کے عذاب میں آتے تھے۔ اسی طرح مسلمان بھی تباہی کا شکار ہو رہے ہیں اور ہاں اللہ کی راہ میں اپنی محنت کی حلال کمائی خرچ کر کے صدقہ دو اور اللہ کو راضی کرنے کے لئے کسی غریب کی مدد کرو تو نہ تو اسے طعنے دو اور نہ ہی اس پر احسان جتلاؤ اور ہر وقت مانگنے والے سے نرمی اور شفقت سے بولو اور ضرورت مندوں کا پتہ چلا کر ان کی مدد کرو جو مانگنے سے پرہیز کرتے ہیں اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا اپنی خودداری کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا فرماتا ہے کہ جتنی تم میں طاقت صدقہ دینے کی ہو تو وہ ہی دو اور اس کے بدلے دونوں جہان کے فائدے اور برکات حاصل کرو۔ میرا ذاتی تجربہ ہے اور نصیحت ہے کہ ذرا ایک بار اللہ کی راہ میں جو ہو سکے خرچ کر کے تو دیکھو کہ اللہ کیسے تمہارے خزانے بھرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے احکام سے کفر مت کرو۔ کفر ایمان کی ضد ہے۔ ایمان کا مطلب ماننا اور قبول کرنا ہے اور کفر کا مطلب نہ ماننا، انکار کرنا ہے۔ قرآن میں کفر کی کئی صورتیں بتائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ انسان سرے سے اللہ کو ساری کائنات کا واحد مالک نہ مان کر اس کی عبادت کا انکار کرے۔ دوسرے اللہ کی برتری کو تو مانے لیکن اس کی ہدایات اور حکام ماننے سے انکار کرے۔ تیسرے جن پیغمبروں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہدایات پہنچانے کا انتظام کیا ہے ان کو نہ مانے یا پھر بعض پیغمبر کو مانے اور بعض کا انکار کرے اور چوتھا یہ کہ ان میں مندرجہ بالا چیزوں کو مانے مگر اللہ کے

دیئے ہوئے احکام کی نافرمانی میں اپنی زندگی گزارے۔ بعض جگہ کفران نعمت کے طور پر بھی استعمال ہوا ہے یعنی کہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کی ناقدری کرکے اسے ضائع کرے یا پھر اللہ کا احسان بھی نہ مانے۔

اس سورہ میں ایک زبردست آیت نمبر 255 جو آیت الکرسی کے نام سے مشہور ہے بیان کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مکمل معرفت بیان کرتی ہے۔ جس میں کہ وہ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان جو کچھ ہے اس کا مالک اللہ ہے اور اگر کائنات کے نظام پر غور کرے تو اس کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ یہ سب ایک قادر مطلق حکیم ہستی کے زیر فرمان ہیں۔ تمام اختیارات اسی ایک اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور اس کے سوا کوئی دوسرا اس کے اختیارات اور صفات میں بالکل ہی شامل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا خدائی اور عبادت میں کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہیں اور حاجت روائی مشکل آسان کرنا، فریاد سننا، دعائیں سننا اور ہر غیب کی چیزوں سے واقف ہونا اللہ کی مخصوص صفات ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ صرف اسی ایک اللہ ہی کی عبادت کریں اور اسی سے اپنی حاجات مانگیں اور اسی کو مدد کے لئے پکاریں اور اسی پر بھروسہ کرکے اسی سے امید لگائے بیٹھیں۔ ہر قسم کے صدقات، نذرونیاز صرف اللہ ہی کے لئے ہو اس کے سوا کسی دوسرے کا نام لینا یہ معنی رکھتا ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ شریک کررہے ہیں جو کہ شرک ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگرچہ تم ہمیں دیکھ نہیں سکتے لیکن جب تم ہمیں پکارتے ہو تو ہم تمہارے بہت ہی قریب ہوتے ہیں کہ تم بغیر کسی واسطے کے اور وسیلے اور سفارش کے ہر وقت سیدھے اپنی عرضیاں ہم تک پہنچا سکتے ہو۔ حتیٰ کہ اگر تم دل ہی دل میں بھی ہم سے گزارش کرو تب بھی ہم اسے سنتے ہیں لہٰذا دوسرے بناوٹی خداؤں کے دروں پر ٹکریں مارنا چھوڑ دو۔ وہ نہ کبھی تمہاری پکار سنتے ہیں اور نہ ہی سن سکتے ہیں۔ سننے والے صرف اکیلے ہم ہی ہیں اس لئے ہماری دعوت حق کو قبول کرکے ہمارا دامن پکڑ لو۔ ہم پر بھروسہ کرکے صرف ہماری ہی بندگی واطاعت کرو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں کھاؤ اور ہمارا شکر ادا کرو اور دیکھو مردار، خون اور سور کے گوشت کو اور ان سب چیزوں کو جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر نذر کے طور پر دیا جائے حرام کیا گیا ہے اس لئے پرہیز کرو ہاں اگر مجبوری کی حالت ہے کہ ان حرام چیزوں کے سوا دوسری چیز میسر نہ ہو اور جان کو بچانے کے لئے تمہیں کھانا پڑتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں الا یہ کہ اللہ کے قانون کو توڑنے کا تم ارادہ نہ رکھتے ہو اور نہ ہی لذت کی خاطر کھانا چاہتے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نیکی کے راستے بیان کرتا ہے جو انسان کو پرہیزگاری سکھاتا ہے اور نیک انسان بنا کر اللہ کے انعامات کا مستحق بناتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں پر اور تمام انبیاء کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اور اللہ کو راضی کرنے کے لئے

اپنا دل پسند مال، رشتہ داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر، غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، اپنی نمازیں خشوع اور توجہ سے ادا کرے، اپنی زکوۃ کا حصہ اپنے مال سے نکالے اور جب وعدہ کرے تو اسے وفا کرے، تنگی اور مصیبت کے وقت اور حق و باطل کی جنگ میں ہمیشہ صبر کرے تو یہی ابدی کامیابی ہے اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو اس کی بندگی میں شریک مت کرو کہ آخرت میں کسی کی بھی سفارش نہیں چلے گی بلکہ وہ اکیلا ہی سب کا انصاف کرے گا اور وہاں کسی کو بولنے کی جرات نہ ہوگی۔ فضولیات میں اپنی قوتیں صرف کرنے کی بجائے اللہ کے ذکر اور بھلائی کے کاموں میں اپنا وقت صرف کرو۔ جن وانس اور قبروں میں لیٹے ہوئے پیر اور اولیاء وغیرہ کی نذرونیاز کر کے اور ان کے آگے اپنی مرادیں مانگ کر اپنا وقت اور پیسہ ضائع مت کرو ورنہ اپنا ہی بڑا سخت نقصان کرو گے۔ آخرت میں صرف تمہارا ایمان اور نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔ اگر تم اللہ کی خدائی میں کسی کو شریک ٹھہرا کر اس کی پرستش کرنا چاہتے ہو تو تمہیں پورا اختیار ہے۔ ہم تمہیں زبردستی اس سے نہیں روکنا چاہتے ہیں لیکن تم خود اس کا انجام دیکھ لو گے۔ بالکل اس طرح کی غلطیوں میں بھٹک کر جو پچھلی امتیں بھٹک گئیں اور برباد ہوئیں تو ایمان والو تم ذرا ہوشیاری سے کام لو اور ایسی غلطیوں سے بچو۔

اس سورہ میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کافی علم دیا ہے اور یہ کہ انسان کی زندگی کا آغاز پوری روشنی میں ہوا اور حق اور سیدھا راستہ اسے بتلا دیا گیا پھر ایک مدت تک تو آدم کی نسل صحیح راستے پر قائم رہی اس کے بعد جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھتا گیا خود پرستی اور خواہشات نفس بھی ان میں بڑھتا گیا اور لوگ گمراہی کی طرف زیادہ مائل ہونے لگے اور حق سے دور ہوتے گئے۔ ان میں شرک اور ظاہر پرستی عام ہوتی گئی اور اس طرح ان کے اندر اختلافات پیدا ہوئے۔ ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور کتابیں بھیجیں تاکہ وہ لوگوں کے اختلافات دور کریں اور حق اور توحید کو قائم کریں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شیطان کی پیروی مت کرو جو کہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آچکی ہیں اگر پھر بھی تم الٹے چلے تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ سزا دینے میں بھی سخت ہے اور یہ کہ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے اور اس امتحان کی ایک مدت تم کو دی گئی ہے۔ اب کامیابی اور ناکامی تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اچھے برے راستے تمہیں بتلا دیئے گئے ہیں۔ نیکی کی طرف زیادہ محنت کرو گے تو جنت کے سرٹیفکیٹ کے تم حقدار ہو گے اور اگر گناہوں کے کاموں میں لگے رہو گے تو جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لئے ڈالے جاؤ گے۔ یہ دنیا عارضی ہے اور آخری اور ابدی مقام آخرت کا ہے اور پھر ایمان لانے اور اللہ و رسول کی

اطاعت قبول کرنے کی مہلت وہ ہے جب تک تمہاری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں لیکن جب موت سر پر کھڑی ہوگی تو پھر سمجھ لو تم نے بہت دیر کردی اور اب تمہاری یہ مہلت ختم ہوگئی۔ اس لئے ہوش سنبھالو اور نصیحت قبول کرو۔

پھر فرمایا کہ ان ہدایات کا آخری خزانہ ہمیں قرآن کی شکل میں عطا کی گئی ہے۔ جو کہ رمضان کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمانی دنیا پر اتارا گیا ہے اور وہاں سے بیت العزہ میں رکھ دیا گیا پھر وہاں سے حسب ضرورت تیئس (23) سالوں تک روئے زمین پر اترتا رہا۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ رمضان میں نزول قرآن کا آغاز ہوا اور پہلی وحی غار حرا میں رمضان میں آئی اور یہ قرآن ہمیں اس لئے عطا کیا گیا کہ ہم قرآن کی دی ہوئی ہدایات پر خود بھی چلیں اور دوسروں کو بھی اس پر چلائیں۔ لہٰذا نفس کو پاک کرنے کا، اخلاقی تربیت کا اور نعمتِ قرآن کے شکریہ اور اللہ کو راضی کرنے کا بہترین ذریعہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔ ہاں مریض اور مسافر اور جو کسی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں مثلاً بوڑھے، حاملہ یا دودھ پلانے والی عورتیں تو وہ اپنی طاقت کے مطابق چھوٹے ہوئے روزوں کو بعد میں قضا کریں یا اگر یہ بھی ناممکن ہو تو فدیہ میں ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں اور اگر ہو سکے تو ایک سے زیادہ مسکین کو کھانا کھلائے تو الگ ثواب ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے لئے ایک زبردست دعا سے اس سورہ کو ختم کرتا ہے۔ جو کہ ہجرت سے ایک سال پہلے معراج کے موقعے پر نازل ہوئی جب کہ اس وقت کفار مکہ نے مسلمانوں کا جینا حرام کردیا تھا۔ فرماتا ہے کہ اس طرح اپنے رب سے دعا کرو کہ اے ہمارے رب ہم سے جو بھول سے قصور ہو جائیں ان پر ہمیں نہ پکڑ، ہم پر تیری ہدایات پر چلنے کے راستے آسان کردے۔ تیری آزمائشوں سے گزرنے کی ہم میں طاقت و صبر دے۔ ہم پر رحم کر اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ آمین۔

سورۃ آل عمران

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ اور تفسیر:۔ یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس سورہ میں دو گروہوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ ایک یہود و نصاریٰ ہیں اور دوسرے اہلِ ایمان۔

پہلے گروہ یعنی اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کو ان کی اخلاقی خرابیوں اور اعتقادی گمراہیوں پر خبردار کر کے یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ قرآن اور رسول کریم ﷺ ان کو اسی دین کی طرف بلاتے ہیں جس کی دعوت شروع سے تمام دوسرے انبیاء آپ ﷺ سے پہلے دیتے چلے آ رہے ہیں جو ایک ہی پکا اور سچا دین ہے۔ لہٰذا اس کی صداقت کو قبول کرو اور اسی کے مطابق چلنے کی کوشش کرو۔ تم اس سچے دین سے ہٹ کر جو غلط راستے اختیار کر بیٹھے ہو تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہاری پہلی کتاب کی رو سے بھی وہ غلط راستے ہیں۔ اس لئے اس دینِ حق کو قبول کرنے سے تمہیں انکار نہیں کرنا چاہیئے۔

دوسرا گروہ جو اہلِ ایمان امت محمد ﷺ ہیں جنہیں بہترین امت ہونے کی حیثیت سے دنیا کی اصلاح کا ذمہ دار بنایا گیا ان کو خبردار کیا گیا ہے کہ پچھلی قوموں کے نقشِ قدم پر نہ چلیں جنہوں نے اپنے آپ کو دنیا کی رنگینیوں اور گمراہیوں میں کھو کر تباہ کیا اور ان پچھلی قوموں کی طرح الگ الگ گروہ میں نہ بٹنا بلکہ آپس میں متحد ہو کر رہنا اور انہیں بتایا گیا ہے کہ ایک متحد جماعت ہونے کے بعد کس طرح کام کریں اور ان اہلِ کتاب اور منافق مسلمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کریں جو اللہ کے راستے میں رکاوٹیں ڈال رہے تھے۔ اہلِ ایمان کو ان کی کمزوریوں کی اصلاح پر متوجہ کیا گیا ہے جو جنگ اُحد کے سلسلے میں ہوا تھا اور اس میں جنگ اُحد کا پورا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

اس سورہ میں یہودیوں کے شک کو دور کیا گیا ہے جو ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر تھا۔ ان کو کہا گیا ہے کہ اگر حضرت آدمؑ کو تم لوگ مانتے ہو کہ وہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے تو حضرت عیسیٰ کے بغیر باپ کے پیدا ہونے میں کون سی عجیب بات ہے۔ اس میں نجران کے عیسائی وفد کا بھی ذکر کیا گیا ہے جبکہ ان کے تین سردار ساٹھ آدمیوں کے وفد کے ساتھ نو ہجری میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے کئی آیتیں اتار کر ان کی غلط فہمیوں کو دور کیا کہ وہ کہتے تھے مسیح اللہ یا اللہ کے بیٹے ہیں اور اس طرح ان کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے۔ اس میں اہلِ کتاب کی ایک اور غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی تھے اور نصاریٰ کہتے تھے کہ وہ نصاریٰ تھے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ نہ یہودی تھے اور نہ ہی نصاریٰ تھے کیونکہ تورات اور انجیل تو ابراہیمؑ کے بہت مدت بعد نازل ہوئیں اور یہ کہ ابراہیمؑ ایک

ہی اللہ کے آگے سر جھکانے والے اور نیک بندوں میں سے تھے۔ یہودیوں کو یہ بھی بتایا گیا کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے ان پر حرام نہیں ہوا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اسے حرام کیا بلکہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے مرض کی شفاء ہونے کے بعد اپنی نیت کے مطابق اس کو اپنے لئے حرام کیا چونکہ غذاؤں میں یہی ان کو بہت پسند تھا اور پھر آلِ یعقوب نے اس کی پیروی کی۔

اس سورہ میں اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جو اللہ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں ان کی اللہ کے ہاں فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ان کی توقع سے زیادہ اللہ کے ہاں ان کا اجر موجود ہے۔ اس سورہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ اپنی خاص صفات کا ذکر کرتا ہے کہ وہ زندہ جاوید ہے اور اسے موت اور فنا نہیں ہے اور وہ ساری کائنات کا بنانے والا اور چلانے والا ہے اور یہ کہ ساری کائنات اسی اللہ کا محتاج ہے اور وہ کسی کا بھی محتاج نہیں ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا اس کی صفات میں شریک ہونے کا اختیار رکھتا ہے۔ چونکہ شروع کی آیتیں عیسائیوں کے وفد نجران کے بارے میں نازل ہوئیں۔ انہوں نے نبی ﷺ سے اپنے عقائد کے اور اسلام کے بارے میں بحث کی ہوگی جیسے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ یا اللہ کا بیٹا یا تین میں سے ایک مانتے تھے تو گویا ان سے کہا جا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش تو تخلیق کائنات کے بہت عرصہ بعد ہوئی اور وہ تو انسان ہی تھے کہ چلتے پھرتے کھاتے پیتے تھے لہٰذا ان کا انجام بھی انسانوں جیسا ہی ہونا چاہئے تو پھر وہ اللہ کی صفات میں کیسے شریک کئے گئے اور پھر ماں کے پیٹ میں نر یا مادہ، ہر قسم کی شکلیں بھی اللہ بناتا ہے اور ماں کے رحم میں اس بچہ کی پرورش بھی وہی اللہ کی ذات کرتی ہے اور انہی مرحلوں سے حضرت عیسیٰؑ بھی گزر کر دنیا میں آئے تو پھر وہ اللہ کیسے بن سکتے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا بنانے اور چلانے والا اور اس کی تمام حقیقتوں کا جاننے والا ہے اس لئے یہ کتاب قرآن پاک اللہ نے نازل کی ہے تو یہ سراسر حق ہے جو کہ انسانوں کے لئے مکمل ہدایت ہے اور جو لوگ اللہ کی کتاب کو واقعی اللہ ہی کی طرف سے آئی ہوئی مانتے ہیں اور ان کا یہ یقین پختہ ہے کہ ایک روز وہ اللہ کے سامنے جواب دینے کے لئے حاضر ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں اور وہی ہدایت پانے والے ہیں اور جو لوگ اللہ کی کتاب اور اس کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں تو ان کو ان کے مال اور اولاد کچھ بھی فائدہ نہ دے گا بلکہ وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے اور اللہ کی سزا کے مستحق ہوں گے۔

اس میں اللہ تعالیٰ جنگ بدر کے واقعہ کی طرف اشارہ کرکے عبرت دلاتا ہے کہ کس طرح اللہ پر بھروسہ کرنے والے اہلِ ایمان کی بے سروسامان مٹھی بھر جماعت مدینہ کے ایک چھوٹی سی کاشتکار

جماعت کے ساتھ مل کر قریش جیسے قبیلے کو شکست دے سکتی ہے کیونکہ قریش کی جماعت اللہ سے غافل ہو کر اپنے مال و اسباب کی زیادتی پر پھولے ہوئے تھے اور اہلِ ایمان دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان سے بے نیاز اللہ کو راضی کرنے کے لئے اس کی راہ میں لڑ رہے تھے اور آخرت کی زندگی کے طلبگار تھے اور یہ اہلِ ایمان وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں ثابت قدم ہیں اور اللہ کی راہ میں جو بھی مصیبتیں پیش آتی ہیں اس پر وہ صبر کرتے ہیں اور ہمت نہیں ہارتے اور وہ ہر وقت اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اللہ کے نزدیک یہی صحیح طریقہ ہے۔اصل میں سچا دین یہی اسلام ہے جس کی تعلیم سارے انبیاء دیتے چلے آرہے ہیں لیکن افسوس کہ لوگوں نے اپنی خواہشات کے مطابق اس اصل دین کو ماننے سے انکار کیا تو ایسوں کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں خراب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا اور کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا اور یہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب یعنی تورات و انجیل کے علم سے نوازا ہے۔اپنے آپ کو اللہ کا چہیتا سمجھتے ہیں اور ان کو یہ غلط فہمی ہے کہ وہ سیدھے جنت میں جائیں گے اور ان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی اور اگر چھوئے گی بھی تو بس صرف گنے چنے چند روز ہی اس کے بعد جنت کے مزے ہی مزے ہیں۔اسی غلط خیالی نے ان کو بہت ہی بے باک بنا دیا ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ کا ذرا بھی خوف نہیں کہ وہ سخت سے سخت جرم کا بھی ارتکاب کرتے ہیں اور پھر دنیا میں ان کافروں کا پھلنا پھولنا دیکھ کر تم یہ مت سمجھو کہ وہ اللہ کے چہیتے ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے بلکہ یہ سب اللہ کی مصلحت کے تحت ہے وہ جسے چاہتا ہے رزق زیادہ دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے جیسے اہلِ ایمان پر تو یہ ان کے صبر کو آزمانا چاہتا ہے۔

اور ہاں دیکھو اے ایمان والو کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ہاں اگر تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ اور تم کو ان کے ظلم و ستم کا خوف ہو تو اپنی جان بچانے کے لئے تم دوستانہ رویہ ان کے ساتھ رکھ سکتے ہو۔لیکن کفار کے مقابلے میں کبھی اپنے کسی مومن کو نقصان پہنچانے کی مت سوچنا کہ جس سے اللہ کے باغیوں کا بول بالا ہو کیونکہ مسلمان پر کفار کے غالب آجانے کا امکان ہوگا تو یاد رکھو اللہ کی گرفت سے تم نہیں بچ پاؤ گے اور وہ بھی جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے سے منہ موڑیں وہ بھی اللہ کی گرفت میں آکر ہی رہیں گے۔الا کہ اگر وہ اپنے کیئے پر پشیمان ہو کر اللہ کے آگے توبہ کر لیں کیونکہ آخر کار تم اللہ ہی کے پاس پلٹ کر جاؤ گے اور ہر ایک کو اس کے کیئے کا اچھا یا برا پھل ملے گا۔اگر نبی ﷺ کی دعوتِ حق کے مطابق چلو گے تو اللہ کو بڑا معاف کرنے والا پاؤ گے۔

اس میں حضرت مریم علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے کہ کس طرح ان کی ماں نے انہیں اللہ کی

عبادت گاہ کے لئے وقف کرنے کی دعا کی جبکہ وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں اور ان کی والدہ یہی سمجھ رہی تھیں کہ ان کے پیٹ میں لڑکا ہے لیکن جب وہ لڑکی جنی تو اس پر وہ ذرا بھی ناراض نہیں ہوئیں کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ یہ سب اللہ کی مصلحت کے تحت ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی نذر پوری کی اور حضرت بی بی مریم کو اللہ کی عبادت کے لئے وقف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی بہترین پرورش ان کے خالو زکریاؑ کے تحت کی۔ زکریا علیہ السلام کو اس بات پر بہت ہی تعجب ہوتا تھا جب وہ دیکھتے تھے کہ ان کے حجرے میں ڈھیر سارے کھانے بچھائے گئے ہیں اور پوچھنے پر مریم علیہ السلام کہتیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس طرح زکریاؑ نے بھی اپنے لیئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی صالح اولاد سے نوازے۔ حالانکہ وہ خود بوڑھے تھے اور ان کی بیوی بانجھ تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں ایک نیک اولاد یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ ہم وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو غیب کی خبروں سے آگاہ کرتے ہیں کہ ہم نے مریمؑ کو تمام عورتوں میں ایک پاک عورت چن لیا۔ ان کی کفالت کے لئے قرعہ اندازی کی ضرورت پیش آئی تھی کہ حضرت مریم کی والدہ نے ان کو اللہ کی خدمت کے لئے ہیکل کی نذر کر دیا تھا اور چونکہ وہ لڑکی تھیں اس لئے یہ مسئلہ بہت ہی نازک تھا کہ ہیکل کے مجاوروں میں سے کون ان کی سرپرستی کرے۔ پھر فرشتوں نے حضرت بی بی مریم کو خوشخبری دی کہ بغیر کسی مرد کے ہاتھ لگائے ان کو غیر فطری طریقے سے اللہ کے حکم سے بچہ پیدا ہوگا اور ان کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا جو اللہ کے مقربین میں سے ہوگا اور لوگوں سے جھولے میں بات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی کتاب اور حکمت کی تعلیم دے کر بنی اسرائیل کے لئے اپنا رسول مقرر کرے گا۔ وہ مٹی کے پرندے میں پھونک ماریں گے تو اللہ کے حکم سے وہ پرندہ بن جائے گا اور پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو اللہ کے حکم سے اچھا کر دیں گے اور مُردے کو اللہ کے حکم سے زندہ کر دیں گے یہ سب معجزے ان کو اللہ نے عطا کئے ہوں گے۔ ان غیب کی خبروں سے نبی ﷺ کے نبی ہونے اور آپ پر وحی آنا ثابت ہو جاتے ہیں کہ آپؐ بالکل حق پر ہیں کیونکہ یہودی اور عیسائی آپؐ پر شک کرتے تھے اور حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل پر اللہ کے حکم سے وہ چیزیں حلال کر دیں جو بطور سزا ان پر حرام کی گئی تھیں مثلاً گائے بکری کی چربی یا پھر حضرت یعقوبؑ نے اونٹ کے گوشت اور دودھ کو اپنے پر حرام کیا تھا تاوقتیکہ ان کو شفا ملی اور بنی اسرائیل نے اس کی پیروی کی۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اعتراض کا جواب دیا کہ وہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم اگر ابراہیمؑ کو مانتے ہو تو پھر اونٹ کا گوشت کیوں کھاتے ہو جبکہ یہ ان کے زمانے میں حرام تھا۔ فرمایا کہ یہ اس وقت حرام نہیں تھا بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر

حرام کیا تاوقتیکہ ان کو اس مرض سے شفا ملے۔ یہ انہوں نے نذر مانی تھی اور پھر ان کی اولاد نے اس کی پیروی کی۔ اور انہوں نے ایک اللہ کی عبادت کی تعلیم دی جو کہ سیدھا راستہ ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ تصدیق کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا اللہ کی طرف سے ایک کرشمہ تھا اس لئے ہماری یہ سوچ غلط ہے کہ وہ خدا یا خدا کا بیٹا تھا تو پھر حضرت آدمؑ کے بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہونے میں تم کیا کہو گے۔ دراصل اللہ جس کو جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور مسیحؑ کے معجزات بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی صادر ہوتے تھے۔ یہ مت سمجھو کہ ان کا اللہ کی خدائی میں کچھ حصہ تھا۔ پس اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور صرف ایک ہی اللہ کی بندگی کرو۔

اس میں یہودیوں کے ایک اور مکر کا ذکر ہے کہ ان کے پیشوا اسلام کی دعوت کو کمزور کرنے کے لئے خفیہ طور پر اپنے آدمیوں کو تیار کرتے کہ وہ اسلام قبول کرنے کے بعد فوراً اسلام کو ترک کر کے یہودی بن جائیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں بھی اپنے اسلام کے بارے میں شک پیدا ہو کہ اسلام میں لازم کوئی خرابی ہے جو ان یہودیوں کو معلوم ہے۔ لیکن ان کے اس فریب کا مسلمانوں پر کوئی اثر نہیں ہوا کیونکہ ہدایت صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہ جسے ہدایت دینا چاہے ان کے حیلے اللہ کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔

ایک اور بات یہودیوں میں تھی کہ وہ کہتے تھے کہ مشرکین کا مال کھانا جائز ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں۔ تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی ذلیل اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ آج کل کے مسلمان بھی یہودیوں کی دیکھا دیکھی کہتے ہیں کہ مشرکین کے مال کھانا یا ان کے بینکوں کا سود کھانا جائز ہے جو کہ اللہ پر زیادتی ہے اور گناہ ہے اور بعض یہودی اللہ کی کتاب کے لفظوں کو الٹ پھیر کر کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں جو صرف ان کے مفاد کے لئے ہوں اور اپنی دنیا کے اغراض کے لئے ان کے پیشوا اپنے دل سے باتیں گھڑ کر جھوٹ کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ عیسائیوں کے بارے میں کہتا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا بنایا ہے حالانکہ وہ ایک انسان تھے اور یہی کہتے تھے کہ رب والے بن جاؤ۔ ان کو نبی بنا کر اور حکمت اور تعلیم سے نواز کر اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی طرف بھیجا تاکہ ان کو گمراہی سے بچائیں تو وہ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے پجاری بن جاؤ۔ نبی کا کام تو ایمان کی طرف دعوت دینا ہے جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ایسی کوئی تعلیم جو اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی سکھاتی ہو یا کسی بندے کو بندگی کی حد سے بڑھا کر خدائی کے مقام تک لے جاتی ہو ہرگز کسی پیغمبر کی تعلیم نہیں ہو سکتی یہ گمراہ کن لوگوں کے اپنے گھڑے ہوئے ہیں۔ (اس

سے یہ بات بھی غلط ثابت ہوتی ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں نبی ﷺ نے کہا ہے کہ اگر دوسرا سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اللہ عالم بالصواب)

اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو خبر دار کرتا ہے کہ اللہ کے آخری نبی محمد ﷺ کا انکار اور مخالفت کر کے یہ لوگ کفر کر رہے ہیں اور اللہ کی اطاعت سے نکل گئے ہیں۔ تمام کائنات اور کائنات کی ہر چیز کا دین اللہ کی اطاعت اور بندگی یعنی اسلام ہے تو پھر تم لوگ اسلام قبول کرنے سے کیوں کتراتے ہو پھر فرماتا ہے کہ اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں ہوگا۔ کسی اور دین کے ماننے والے گھاٹے میں رہیں گے حالانکہ عرب کے یہودی علماء کو یہ اچھی طرح پتہ تھا کہ آپؐ نبی برحق ہیں لیکن صرف ضد اور حسد کی وجہ سے انکار کرتے رہے اور دوسروں کو بھی شک وشبہات پیدا کر کے اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوششیں کیں اور لوگوں میں بدگمانیاں پھیلا کر اور ان کے دلوں میں وسوسے ڈال کر اللہ کے راستے سے روکنے کی کوششیں کیں تا کہ نبی ﷺ کا مشن کامیاب نہ ہو سکے اور نبی ﷺ کے اوصاف جو ان کے تورات میں لکھے ہوئے تھے وہ جان بوجھ کر اسے چھپاتے تھے تا کہ نبی ﷺ کی صداقت نمایاں نہ ہو۔ اتنے سارے جرائم کرنے کے باوجود اہل کتاب اپنے آپ کو اللہ کے چہیتے قرار دیتے ہیں کہ قیامت میں صرف انہی کی طرف اللہ کی نظر عنایت ہوگی اور جو تھوڑے بہت گناہ انہوں نے کئے ہیں وہ بھی ان کے بزرگوں کے صدقے میں ان کو معاف کیا جائے گا جو کہ غلط ہے بلکہ وہاں ان کے ساتھ معاملہ کی سختی ہوگی۔ ہاں اگر انہوں نے اپنی زندگی میں موت سے پہلے ایمان لا کر توبہ کر لی تو اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

اس میں یہود کے دوسرے اغراض کا بھی جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ بیت المقدس سب سے پہلا عبادت خانہ ہے تو مسلمانوں نے اپنا قبلہ کیوں بدل لیا؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ سب سے پہلا گھر کعبہ ہے جو عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا وہ مکہ میں ہے جسے ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا جن کو تم بھی مانتے ہو اور بیت المقدس تو حضرت سلیمانؑ نے تعمیر کیا جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے کئی زمانے بعد گذرے ہیں اور ابراہیمؑ کے زمانے سے ہی کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے امن کا گھر بنایا جس کے حدود میں قتال، خون ریزی، شکار حتیٰ کہ درخت تک کاٹنا منع ہے اور اسی کعبہ کی برکت سے سال بھر میں چار مہینے کے لئے (رجب، محرم، ذی القعدہ اور ذی الحج) پورے ملک کو امن مل جاتا تھا کیونکہ جاہلیت کے سبب تمام عرب بدامنی کی حالت میں مبتلا تھا اور پھر مکہ کی بنجر زمین میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے رزق رسانی کا بھی انتظام کیا۔ اور پھر نصف صدی پہلے سب کو یہ پتہ تھا کہ ابرہہ نے جب کعبہ کو لینے کے لئے مکہ پر حملہ کیا تو کس طرح اللہ کے حکم سے ابابیل پرندوں نے ان کو نشانہ بنا کر ختم کیا

اور جاہلیت کا اس دور میں اس گھر کا یہ احترام تھا کہ خون کے پیاسے دشمن وہاں پر ایک دوسرے پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ گھر اللہ کی جناب میں مقبول ہوا ہے اور اپنی استطاعت کے مطابق زندگی میں ایک بار وہاں جا کر حج کرنا فرض کیا گیا ہے۔ جو مسلمان اپنی طاقت رکھنے کے باوجود زندگی میں ایک بار حج نہ کرے تو اللہ تعالی نے اسے کفر سے تعبیر کیا ہے جو کہ اللہ تعالی کے احکام سے بغاوت ہے اور اللہ تعالی اس سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ شخص خود اپنے کئے کا جواب دہ ہے۔

اللہ تعالی ایمان والوں کو تاکید کرتا ہے کہ مرتے دم تک اللہ کی فرمانبرداری اور وفاداری پر قائم رہو اور اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے جم کر پکڑے رہو کہ آپس میں الگ الگ گروپ مت ہو جاؤ بلکہ متحد رہو جس طرح کہ رسی چھوٹے چھوٹے دھاگوں سے بن کر مضبوط رسی بن جاتی ہے اور اسے توڑنا آسان نہیں اسی طرح تم بھی آپس میں مل کر ایک ہو جاؤ تاکہ تمہاری مضبوطی قائم ہو اور تمہیں کوئی جدا نہ کر سکے اور سب مل کر اللہ کے احکام بجالاؤ اور اللہ کے احسان کو یاد کرو جبکہ تم ایک دوسرے کے شدید دشمن تھے اور تمہاری دشمنی اور شب وروز کی کشت وخون سے قریب تھا کہ تم تباہ ہو جاتے اور تم سب تو اپنی ان حرکتوں سے آگ کے کنارے کھڑے ہوئے تھے لیکن اللہ نے اسلام کی محبت سے تم لوگوں کو بچالیا۔ جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں اس سے کچھ سال پہلے مدینہ کے لوگ مسلمان ہوئے تھے اور اسلام کی برکت سے مدینہ کے اوس اور خزرج کے دو قبیلے جو ہر وقت آپس میں لڑتے مرتے تھے اسلام قبول کر کے آپس میں بھائی بن گئے اور ان دونوں قبیلے والوں نے مکہ سے آنے والے مسلمان مہاجرین کے ساتھ بے انتہا محبت اور ایثار کا برتاؤ کیا اور یہ سب اللہ کے ہی فضل وکرم سے ہوا تو پھر اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو اور سمجھ جاؤ کہ صرف اللہ اور اس کا رسول ہی تم لوگوں کا خیر خواہ ہے اس لئے تم سب کی بھلائی اللہ کے اس دین کو مضبوطی سے تھامنے میں ہے۔ اور تم میں ضرور ایسے لوگ ہونے چاہیں جو خود بھی نیکی اور بھلائی کریں اور دوسروں کو بھی نیکی کی طرف بلائیں اور برائی سے روکیں تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے اور ہاں تم دوسری امتوں کی طرح صرف اپنی دینوی مفاد کی خاطر الگ الگ فرقوں میں نہ بٹ جانا کہ اپنے دین کے ٹکڑے کر دو جیسے کہ یہود ونصاریٰ نے کیا حالانکہ ان کو ان کے پیغمبروں نے سیدھی راہ بتلا دی تھی اور اب تمہیں بھی سیدھی راہ بتلا دی گئی ہے اس لئے ذرا ہوشیاری سے کام لو ورنہ سخت عذاب سے دوچار ہو گے جبکہ اس بڑے دن کچھ لوگ جنھوں نے اللہ کے دیئے ہوئے احکام کی فرمانبرداری کی تو ان کے چہرے سفید چمکتے ہوں گے اور وہ ہمیشہ کے لئے اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور جنت کے انعامات سے نوازے جائیں گے۔ لیکن یاد رہے کہ جن لوگوں نے

اللہ کے احکام کو ٹھکرایا اور ہدایت ملنے کے بعد بھی اپنے دین کے ٹکڑے کئے تو ان کے منہ کالے ہوں گے اور وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں پائیں گے۔ اور اس انکار سے تم لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو سیدھی راہ تم کو بتلا دی ہے اور اللہ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے وہ ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ لہذا اے ایمان والو تم لوگ اللہ کی رہنمائی اختیار کرو صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور نیکی کی طرف بلاؤ اور برائیوں سے روکو کیونکہ تم کو امت وسطہ بنایا گیا یعنی بہترین امت جو نبی ﷺ کی امت ہیں تا کہ تم انسانوں کی اصلاح کرو۔ اور ہاں اہل کتاب سب ہی برے نہیں ہیں بلکہ ان میں بھی کچھ نیک لوگ ہیں جو اللہ کے احکام کی فرمانبرداری کرتے ہیں تو اللہ کے ہاں ان کی ناقدری نہیں ہوگی لیکن جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو ماننے سے اور اس کے مطابق عمل کرنے سے انکار کیا تو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نصیحت کرتا ہے کہ سوائے اپنی جماعت اہل ایمان کے کافر اور مشرکوں کو اپنا دوست اور راز دار مت بناؤ کیونکہ تم لوگ ان کے دلوں میں جو تمہارے لئے بغض ہے وہ صرف اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے کیونکہ مدینہ کے اطراف میں جو یہودی قبیلے آباد تھے ان کی دوستی اوس اور خزرج کے ساتھ تھی لیکن جب یہ دو قبیلے مسلمان ہوئے تو چونکہ یہودیوں کی دشمنی نبی ﷺ اور ان کے اس نئے دین کے مشن سے تھی اس لئے یہ دو قبیلے ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔ ظاہر میں وہ ان کو یہی بتاتے تھے کہ وہ ان کے دوست ہیں اور اوس اور خزرج کے مسلمان بھی ان کو اپنا دوست ہی سمجھتے تھے لیکن اندر سے یہودی ان کے سخت دشمن تھے اور ان کی یہی کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح پھر ان میں پھوٹ ڈال دی جائے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو ہوشیار کرتا ہے اور یہاں پر ان کے دلوں کا راز مسلمانوں پر فاش کرتا ہے تا کہ ان کی آنکھیں کھلیں۔ فرمایا گیا کہ اگر اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرو اور صبر کا سہارا لو تو منافقوں اور مشرکوں کی تدبیریں کامیاب نہیں ہوں گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جنگ اُحد پر تبصرہ فرمایا ہے کیونکہ اُحد کے میدان میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی اس کا سبب یہی تھا کہ ان کے اندر صبر کی کمی تھی اور ان سے چند غلطیاں ایسی ہوئیں جو خدا ترسی کے خلاف تھیں۔ دراصل جنگ بدر میں کفار قریش کو ناکامی ہوئی اس لئے ان کے اندر مسلمانوں سے انتقام لینے کا شدید جوش تھا لہذا ہجرت کے تیسرے سال کی ابتداء میں کفار قریش تین ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور ان کے ساتھ ساز و سامان بھی بہت تھا اور مسلمانوں کی تعداد صرف ایک ہزار تھی اس میں سے بھی عبداللہ بن ابی جو منافقوں کا سردار تھا اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر الگ ہو گیا جس سے کہ مسلمان بہت ہی دل شکستہ ہوئے۔ صرف انہی سات سو آدمیوں کے ساتھ نبی ﷺ

آگے بڑھے اور اُحد کے دامن میں کفار سے مقابلہ کیا۔ شروع میں مسلمانوں کی جیت ہونے لگی اور کفار بھاگنے لگے تو مسلمانوں نے اسے کامل فتح سمجھ کر کفار کے مال غنیمت کے پیچھے دوڑے۔ مسلمانوں کی اس لاپرواہی اور لالچ سے کفار کے لشکر کو موقع ملا اور انہوں نے مسلمانوں پر پلٹ کر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کے ہوش اڑ گئے اور انہوں نے بھاگنا شروع کیا۔ میدان میں صرف چند بہادر سپاہی رہ گئے مزید یہ کہ افواہ اڑی کہ محمد ﷺ شہید ہو گئے جس سے ان باقی ماندہ سپاہیوں کی ہمت ٹوٹ گئی لیکن پھر پتہ چلا کہ آپؐ زخمی ہوئے اور صحابہ آپ کو پہاڑی کی طرف سلامتی سے لے گئے۔ پھر اللہ نے کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور مسلمانوں پر اللہ کے حکم سے اونگھ آئی اور کفار پلٹ گئے۔ اس جنگ میں نبی ﷺ جب زخمی ہوئے تو آپؐ نے کہا کہ وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جو اپنے نبی کو زخمی کرے اللہ نے اس کا جواب دیا کہ پیغمبر کا کام فیصلہ کرنا نہیں ہے۔ فیصلہ کرنا صرف اللہ کے اختیار میں ہے کہ جسے چاہے سزا دے یا معاف کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیتیں اللہ ہی کی طرف سے نازل ہوئیں کیونکہ اگر یہ آپؐ کے گھڑے ہوئے ہوتے تو ظاہر ہے آپؐ ان آیتوں کو درج نہیں ہونے دیتے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صبر کرنے کی اور مال و زر کے لالچ سے رکنے کی ہدایت کرتا ہے کیونکہ مسلمانوں کی شکست کی یہی وجہ تھی۔ اسی جنگ احد کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس جنگ میں موت کے خوف سے جو تم بھاگنے لگے تھے تو یہ بھاگنا بالکل فضول تھا کیونکہ کوئی شخص بھی اللہ کے مقرر کیے ہوئے وقت سے پہلے نہیں مر سکتا۔ اس جنگ میں نبی ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر اکثر اصحابہ کی ہمتیں ٹوٹ گئیں تو منافق جو مسلمانوں کے ساتھ لگے ہوئے تھے مسلمانوں سے کہا کہ چلو پھر اپنے آبائی مشرک دین کی طرف پلٹ آؤ جس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمہارا اسلام اسی بنیاد پر ہے کہ محمد ﷺ کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی تم کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے تو اللہ کو تمہارے دین کی ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ ایک بار پھر مسلمانوں کو سود کے لین دین سے منع کرتا ہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو توڑے گا تو وہ اس آگ سے نہیں بچ پائے گا جو انکار کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ حرص و طمع اور خود غرضی سود لینے والوں میں پیدا ہوتا ہے اور سود دینے والوں میں نفرت، غصہ اور حسد پیدا ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں سود کا رواج عام تھا کہ جب رقم ادا کرنے کا وقت آتا اور وہ ادا نہ کر سکتے تو زیادہ وقت دینے کے ساتھ ان کے سود کو بھی بڑھایا جاتا جس کی وجہ سے تھوڑی سی رقم بڑھ چڑھ کر بہت زیادہ ہو جاتی اور ادا کرنا ناممکن ہو جاتا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان سے فرماتا ہے کہ سود خوری سے باز آ جاؤ کیونکہ یہ کام تمہیں کفر تک پہنچائے گا جو اللہ اور رسول ﷺ سے بغاوت ہے اور

ایسے لوگوں کے لئے آگ تیار کی گئی ہے اسلئے اس آگ سے ڈرو اور دنیا کے مال و دولت کے پیچھے لگ کر اپنی آخرت کو برباد مت کرو۔ اللہ کی مغفرت اور جنت کا راستہ اختیار کرو جو اللہ سے ڈرنے والوں اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کے لئے بنائی گئی ہے اور وہ ایسے اہل ایمان ہیں کہ اگر ان پر تنگ دستی ہو یا کہ خوشحالی ہر حال میں اپنا جان و مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اگر کبھی ان کو غصہ آتا ہے تو وہ غصہ کو پی جاتے ہیں اور ان کے ساتھ برائی کرنے والوں کو معاف کر دیتے ہیں اور جب بھی ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے یا کبھی غلطی سے ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ اللہ سے معافی مانگتے ہیں اور توبہ کر کے پھر دوبارہ گناہ کرنے سے باز رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں کام کرنے سے جو بھی مصیبتیں ان پر آتی ہیں وہ صبر کر کے برداشت کرتے ہیں کیونکہ وہ دنیا کے بدلے آخرت کے طلبگار ہیں اور ہر حال میں اپنے رب پر بھروسہ کر کے شکر گذار ہیں اور ایسے ہی لوگ اللہ کے نزدیک کامیاب ہیں جو آخرت کے طلبگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ دوبارہ شہیدوں کے انعامات بیان کرتا ہے کہ جو بھی اللہ کی راہ میں اللہ کے دین کی خاطر قتل ہوئے انہیں مردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور بے انتہا اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نیک عمل لے کر دنیا سے جاتا ہے اسے اللہ کے ہاں اس قدر اچھی زندگی ملتی ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا نہیں کرتا لیکن جو اللہ کی راہ میں شہید ہوتا ہے وہ یہی تمنا کرتا ہے کہ وہ پھر دنیا میں بھیجا جائے اور پھر اسے وہ لذت حاصل ہو جو اللہ کی راہ میں جان دیتے وقت حاصل ہوئی تھی۔

اس میں یہ بھی فرمایا کہ شیطان مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے کہ تمہارا دشمن زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے لیکن اگر تم واقعی سچے مومن ہو تو اپنے اللہ پر بھروسہ رکھو تو تمہارا دشمن تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ پائے گا کیونکہ اللہ مومنوں کا رعب کافروں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ اس میں اللہ کے مہلت دینے کے قانون کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مشیت کے مطابق کافروں کو مہلت دیتا ہے انہیں وقتی طور پر دنیا کے فتوحات و مال اور اولاد سے نوازتا ہے تو دوسرے سمجھتے ہیں کہ دیکھو کافر ہونے کے باوجود ان پر تو اللہ کا کتنا فضل ہے۔ اللہ کی ان نعمتوں کے بدلے اگر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے اور نیکی اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا راستہ اختیار نہیں کرتے تو یہ دنیا کی نعمتیں ایک طرح سے ان کے لئے مہلت الٰہی ہے تا کہ ان کے کفر و فسوق میں اضافہ ہو۔ اور جو اپنے مال جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو یہی مال قیامت کے دن ایک بھاری طوق کی طرح ان کے گلے میں ڈال کر بل دی جائے گی اور وہ سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔ آخر وہ کیوں نہیں سمجھتے کہ

سب کچھ اللہ ہی کا تو دیا ہوا ہے تو کیوں نہ اللہ ہی کی راہ میں دل کھول کر صرف کرے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے (ذرا کر کے دیکھو) کہ جس قدر ہم اللہ کی راہ میں دیں گے اس سے کہیں زیادہ وہ ہمارے خزانے بھرتا جائے گا۔ تمہارے مال میں برکت ہی برکت ہوگی اور پھر یہ تو دنیا کی بات ہوئی تو ذرا سوچو کہ آخرت میں ہمیں کیا کچھ انعامات ملیں گے یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے جو کہ یہ خطاب پوری امت سے ہے کہ کافروں کا دنیا میں پھلنا پھولنا کہیں تم سب کو دھوکے میں نہ ڈال دے کہ اللہ ان کے کفر پر بہت ہی راضی ہے۔ نہیں بلکہ انکی یہ آسائشیں چاہے کتنی زیادہ کیوں نہ ہوں صرف تھوڑی مدت کے لئے ہیں اور وہ ان مال و اسباب کو سمیٹنے میں ہر قسم کے اخلاقی ضابطوں کو اور اللہ کی حدوں کو پامال کرتے ہیں اور یہ بھولے ہوئے ہیں کہ سب کچھ اللہ ہی نے تو دیا ہے اور آخر کار ان کو خالی ہاتھ اللہ ہی کے پاس لوٹنا ہے جہاں ان کے لئے جہنم کی آگ تیار کی گئی ہے اور اس کے برعکس جنہوں نے اللہ سے ڈر کر زندگی گذاری چاہے ان کے پاس دولت کی فراوانی نہ رہی ہوگی تو وہ اللہ کے مہمان ہوں گے اور وہاں ان نیک لوگوں کو جو اجر و حوصلہ ملے گا وہ اس سے بہتر ہوگا جو کافروں کو دنیا میں ملا ہے۔ ہاں جو عقل مند ہیں وہ زمین و آسمان کی تخلیق اور آثار کائنات پر غور کرتے ہیں اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ کائنات کے اس لگے بندھے نظام کا چلانے والا ضرور ایک ہی اللہ ہے۔ ان پر غور کرنے سے یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ جس مخلوق میں اللہ تعالیٰ نے اخلاقی حس پیدا کی ہو اسے عقل و شعور سے نوازا ہو، جسے اشرف المخلوقات بنایا ہو تو اسے نیکی پر جزا اور بدی پر سزا کیوں نہ دے۔ ان کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کائنات یونہی بے مقصد نہیں بنائی بلکہ اس سے بندوں کا امتحان لینا ہے جو کامیاب ہوا اس کے لئے جنت ہے اور جو ناکام ہوا اس کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اس لئے وہ اٹھتے بیٹھتے اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں اس کے بعد مغفرت اور قیامت کے دن کی رسوائی سے بچنے کی دعاؤں کا ذکر ہے۔

(دعا ملاحظہ فرمائیں)

(اے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ تو نے جسے دوزخ میں ڈالا تو درحقیقت اسے بڑی ذلت و رسوائی میں ڈال دیا اور ایسے مسلمانوں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اے اللہ ہم نے ایک پکارنے والے کی پکار سن لی اور اسے قبول کر لیا پس تو ہمارے قصوروں کو معاف کر دے۔ جو برائیاں ہم میں ہیں اسے دور کر دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ اے اللہ جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہمیں پہنچائے ہیں ان کو پورا کر اور قیامت کے دن ہمیں رسوائی سے بچا۔ بے شک تو اپنے

وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

جواب میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہم کسی کا نیک عمل ضائع نہیں کرتے چاہیے وہ مرد ہو یا عورت جو لوگ ہماری راہ سے نکالے گئے اور حق کی خاطر وہ ستائے گئے اور انھوں نے ہماری خاطر صبر سے سب کچھ برداشت کرکے اپنا وطن چھوڑا یا وہ ہماری راہ میں لڑے اور مارے گئے تو ان سب کے قصوروں کو ہم معاف کردینگے اور انھیں ہمیشہ کیلئے جنت کے باغوں سے نوازینگے جو کے ان کے رب کی طرف سے بہترین جزا ہے۔

اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ نبی ﷺ، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف طعن و تشنیع کرتے تھے اور مشرکین عرب کا بھی یہی حال تھا۔ مدینہ آنے کے بعد تو خصوصاً منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے تو آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی اس لئے اللہ تعالی اہل ایمان کو عفوو درگذر اور صبر و تقویٰ کی تلقین کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق کے ماننے والوں کو اذیتوں اور مشکلات سے گذرنا ہوگا اور یہی ان کا امتحان ہے اور اسی امتحان سے سچے مومن کی پہچان ہے جس میں کہ وہ صبر کرتا ہے اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہی اللہ امتحان کے طور پر مصیبتیں دیتا ہے اور وہی دور بھی کرتا ہے اس لئے ہر حال میں ہمیں صبر کرنا چاہیے۔

اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اجر و اطاعت میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ نیکی کا جو اجر ایک مرد کو ملے گا تو اگر وہ نیکی ایک عورت کرے تو اسے بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔

اس میں اہلِ کتاب کو سنائی دی گئی ہے کہ ان سے اللہ نے یہ عہد لیا تھا کہ کتاب الٰہی (تورات و انجیل) میں جو باتیں درج ہیں اور آخری نبی کے جو صفات بیان ہوئے ہیں وہ لوگوں کے سامنے ظاہر کریں لیکن انہوں نے تھوڑے سے دینوی فائدوں کے لئے اپنے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ یہ گویا اہلِ علم کو خبردار کیا جارہا ہے کہ ان کے ہاں جو علم بھی لوگوں کے فائدے کی ہو جس سے کہ لوگوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح ہوسکتی ہو وہ لوگوں تک ضرور پہنچایا جائے۔ دنیا کے فائدوں کے لئے اسے چھپانا جرم ہے۔ جسطرح کہ اہل کتاب نے کیا تھا۔

آخر میں اللہ تعالی ایک بار پھر اہل ایمان کو اللہ کے دین کو بلند کرنے اور جنگ کی شدتوں میں دشمن کے مقابلے میں جم کر رہنے کی نصیحت کرتا ہے جو کہ صبر کی سخت ترین صورت ہے۔

سورۃ النساء

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ وتفسیر:- یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سوچھہتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں۔ اس سورہ میں کئی خطبے شامل ہیں جو کہ تین ہجری کے آخر سے لے کر تو چار ہجری کے آخر یا پانچ ہجری کے شروع تک مختلف اوقات میں نازل ہوئے ہیں۔

مسلمان جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور اس طرح مدینہ طیبہ دارالاسلام بنا تو نبی ﷺ کی ذمہ داریاں کافی بڑھ گئیں سب سے پہلے تو پرانے جاہلیت کے طریقوں کو مٹانا ضروری تھا اور اسلامی سوسائٹی کا انتظام بڑے پیمانے پر کرنا تھا اس لئے اس سورہ کے خطبوں میں تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کو اسلام کے طریقے پر کس طرح درست کریں مثلاً دوسرے نکاح کی حدود بتائی گئیں (نکاح پر پابندیاں لگائی گئیں) سوسائٹی میں عورت اور مرد کے تعلقات کی حد بندی کی گئی۔ گھریلو جھگڑوں کی اصلاح کا طریقہ بتایا گیا۔ یتیموں کے حقوق پر زور ڈالا گیا۔ وراثت کی تقسیم کا طریقہ بتایا گیا جو کہ جنگ احد کے بعد نازل ہوئیں کیونکہ جنگ احد میں کافی مسلمان شہید ہوئے اس لئے ان شہداء کے میراث کی تقسیم کا اور ان کے چھوڑے ہوئے یتیم بچوں کے مفاد اور حفاظت کا سوال پیدا ہوا۔ جس پر کہ اس سورہ کے شروع کی آیتوں میں ہدایات دی گئیں۔ اس سورہ میں شراب نوشی پر پابندی لگائی گئی۔ پاکیزگی کے احکام جاری کئے گئے۔ پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کا طریقہ بتایا گیا۔ جنگی حالات میں نماز خوف کا طریقہ بتایا گیا اور یہ بھی بتایا گیا کہ ایک صالح انسان کا اللہ اور اس کے بندوں کے ساتھ کیسا رویہ ہونا چاہیے۔ اور مسلمانوں کو خبردار کیا گیا کہ پچھلی قوموں کے نقش قدم پر چلنے سے باز رہیں۔ سفر کے دوران نماز کو مختصر کرنے کی اجازت دی گئی۔

جو مسلمان عرب کے مختلف علاقوں میں کافروں کی زد میں تھے ان کو ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے کے لئے ابھارا گیا۔ یہودیوں کا قبیلہ بنی نضیر جو اپنے معاہدات کو توڑ کر مدینہ میں محمد ﷺ اور آپ کی جماعت کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے ان کو تنبیہ کی گئی۔ پھر مدینہ میں منافقین کی مختلف قسمیں پائی جاتی تھیں۔ ان سب کو الگ الگ چھانٹ کر ہر گروہ کے منافقوں کے متعلق بتایا گیا کہ ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے۔

یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین کے غلط مذہبی عقیدات اور ان کے غلط اخلاق پر روشنی ڈال کر ان کو دین حق کیطرف دعوت دی گئی اور مسلمانوں کو بلند ترین اخلاق کی تعلیم دی گئی اور جو کمزوری بھی مسلمانوں کی جماعت میں پائی گئی اس پر سخت گرفت کی گئی تاکہ اس سے دوسرے سبق حاصل کریں۔

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کی شکست سے حالات بڑے نازک ہو گئے تھے کیونکہ اس شکست سے آس پاس کے مشرک اور یہودی قبائل کی ہمتیں اور بڑھ گئی تھیں اور مسلمان ہر طرف سے خطرات میں گھر گئے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں بڑے پر جوش خطبوں کے ذریعے مسلمانوں کو مقابلے کے لئے ابھارا اور جنگی حالات میں کام کرنے کے لئے ضروری ہدایات دیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام انسان ایک آدم کی نسل سے ہیں اور ایک دوسرے کا خون اور گوشت پوست ہیں اور ان سب کا بنانے والا صرف ایک اللہ ہے لہٰذا اسی سے ڈرو کہ اسی کے قبضے میں تمہاری جان بھی ہے اور آپس میں مل جل کر رہو اور آپس کے تعلقات کو مت بگاڑو۔ پھر فرمایا کہ یتیموں کے مال کی دیکھ بھال کرو۔ جب تک وہ بچے ہیں تو کچھ تو ان کے مفاد پر خرچ کرو اور جب وہ بڑے ہو جائیں اور تم دیکھو کہ ان میں اپنے مال کو سنبھالنے کی قابلیت ہے تو وہ ان کے حوالے کر دو ان یتیموں کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر اپنے اوپر خرچ کرنا سخت گناہ ہے یا پھر ان کا مال جلدی جلدی کھانا کہ ابھی ان میں عقل تو ہے نہیں کہ پوچھیں کہ ان کے باپ دادا کیا کچھ چھوڑ گئے ہیں سخت گناہ کے کام ہیں اور اگر اس یتیم کا سرپرست کوئی مالدار ہو تو اپنی خدمت کا معاوضہ نہ لے اور اگر وہ غریب ہو تو وہ اپنی خدمت کا حق علانیہ متعین کر کے لے اور اس کا حساب رکھے۔ زمانہ جاہلیت میں جو یتیم بچیاں لوگوں کی سرپرستی میں ہوتی تھیں تو انکے سرپرست ان کے مال اور حسن و جمال کی خاطر ان کو دبا کر رکھتے تھے اور خود ان سے نکاح کر لیتے تھے چونکہ ان کا کوئی پوچھنے والا تو تھا نہیں اس لئے ان کو مہر بھی نہیں دیتے تھے اور نہ ہی کسی دوسرے کے نکاح میں ان کو دیتے تھے اور اسی جاہلیت کے زمانے میں لوگ کئی کئی بیویاں کرتے تھے اور جب ان کے اخراجات بڑھ جاتے تھے تو وہ اپنے یتیم رشتہ داروں کے حقوق پر ہاتھ مارنے لگتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کی کہ اگر تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہیں کرتے تو تم ان سے نکاح مت کرو تمہارے لئے دوسری عورتیں موجود ہیں تو جو ان میں سے تم کو پسند آئے تم ان کے ساتھ نکاح کرو تا کہ یتیموں پر ظلم نہ ہونے پائے اور ایک کی بجائے دو سے تین سے حتیٰ کہ چار تک سے تم نکاح کر سکتے ہو اس میں شرط یہ ہے کہ ان سب کے درمیان تم برابر کا انصاف کر سکو اور ان کے درمیان انصاف کرنے میں ذرا بھی فرق نہ آنے پائے ورنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت جواب ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان ہونے کے ناتے دو یا زائد بیویوں میں برابری سے انصاف کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ جس بیوی کی طرف دل زیادہ جائے گا تو زندگی کی ضروریات میں اس کی طرف توجہ بھی زیادہ ہوگی اور بیویوں کے درمیان انصاف کرنے میں وہ ناکام رہے گا اور اللہ کے ہاں مجرم قرار پائے گا تو بہتر ہے کہ ایک ہی بیوی پر قناعت و صبر کرو۔ اپنی شہوانی خواہش کی بنا پر بربادی

مت کرتے پھرو۔ ہاں مجبوری کے تحت دوسری بیوی کر سکتے ہو وہ بھی آپس کے مشورے سے کہ ممکن ہے پہلی بیوی اپنا کچھ حق سوچ سمجھ کر شوہر کو واپس کرے اور طلاق لینے کی بجائے صبر کرے اور پھر دوسری بیوی کرنے سے اسے اتنا دکھ بھی نہ ہو کیونکہ یہ سب کچھ آپس کے مشورے سے ہوا ہے تا کہ اس کا شوہر باہر سوسائٹی میں بدامنی نہ پھیلاتا پھرے۔ مجبوری کے تحت اگر دوسری بیوی کرنے کی اجازت مل بھی جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک ہی بیوی پر لٹو ہو جاؤ اور دوسری سے لاپرواہ پھر تو۔ جو شخص اپنی شہوانی نفس کی خاطر ایک سے زیادہ بیویاں کرنے سے فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ اللہ کے قانون کو توڑتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ شادی کرنا اور بیویوں کے ساتھ انصاف نہ کرنا اللہ کے ہاں نہایت خطرناک ہے۔ اور ہاں اگر ایک آزاد خاندانی بیوی کا بوجھ تم برداشت نہ کرسکو کہ ان کے مطالبے اور نخرے زیادہ ہیں تو پھر اپنی لونڈی سے نکاح کرلو اور اگر مجبوری کے تحت تمہیں دوسری بیوی کرنی پڑے اور پہلی بیوی اپنے کچھ حق سے دست بردار ہو کر اجازت دے بھی دے تو وہ لونڈی اپنی حیثیت کی وجہ سے نکاح کے بعد پہلی بیوی کے رعب میں رہے گی۔ یہ سب آپس کے مشورے سے ہو اور ہاں عورتوں کے مہر خوش دلی سے ادا کرو البتہ اگر وہ خود اپنے مہر کا کچھ حصہ تمہیں بخش دے تو یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔

اپنا مال نادانوں کے حوالے نہ کرو کہ جن میں اس کے استعمال کی صلاحیت نہ ہو جیسے کہ یتیم نابالغ بچے اور اس میں گھر کے افراد بھی آجاتے ہیں کہ ہر وقت ان کی ہر خواہش پر کھلے ہاتھ سے دل کھول کر ان کو دیتے رہو اس طرح کرنے سے وہ غلط راستوں پر لگ سکتے ہیں اور ان کا اخلاق خراب ہو سکتا ہے اس لئے سوچ سمجھ کر ان کو خرچ کرنے کے لئے دو۔ ہاں کھانے اور پہننے میں ان پر تنگی نہ کرو بلکہ ان کو نیک ہدایت بھی دیتے جاؤ کہ وہ فضول خرچی سے بچیں۔

اور دیکھو یتیموں کے مال پر جو تمہارے حوالے کیا گیے ہوں ہاتھ نہ ڈالو اور کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کا مال جلدی جلدی کھا جاؤ کہ کہیں وہ بڑے ہو کر اپنے مال کا مطالبہ نہ کر بیٹھیں۔ یتیموں کو تمہاری سرپرستی میں دیا ہے اور ان کے مال کو تم پر بھروسہ کر کے ہی تمہارے حوالے کیا ہے تو اس بھروسہ کی قدر جانو اور ان کی اور ان کے مال کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو جب تک کہ وہ اپنے سن بلوغت کو پہنچ جائیں اور جب تم ان میں صلاحیت دیکھو تب ہی ان کا باقی ماندہ مال ان کے حوالے کرو۔ اگر یتیم کا سرپرست غریب ہے تو وہ اپنی خدمت کا معقول معاوضہ لے اور اس کا حساب رکھے اور اگر مال دار ہو تو پرہیزگاری سے کام لے اور اپنی جیب سے خود ان پر خرچ کرے تا کہ آخرت کا ثواب بھی اسے ملے۔

عرب کی جاہلیت کے زمانے میں میراث میں صرف مردوں کا حصہ ہوتا تھا اور عورتوں کو میراث میں شریک نہیں کیا جاتا تھا اس میں اللہ تعالیٰ میراث میں عورتوں کا بھی حصہ رکھا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر میراث تقسیم کرتے وقت یتیم، مسکین یا غریب رشتہ دار موجود ہوں تو انہیں بھی اس مال میں سے کچھ نہ کچھ دے کر خوش کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ میراث کی تقسیم فرماتا ہے تاکہ انصاف ہو۔ رشتہ داروں میں سب سے پہلے اولاد کے حصے کو بیان کیا ہے۔ کہ ایک بیٹا دو بیٹیوں کے برابر حصہ پائے گا کیونکہ خاندانی زندگی میں مرد پر ذمہ داری کا زیادہ بوجھ ہے مثلاً ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں تو نصف مال بیٹے کا اور باقی کا آدھا دو بیٹیوں میں تقسیم ہوگا اور اگر کسی میت کی صرف لڑکیاں ہوں اور بیٹا نہ ہو تو کل ترکہ کا دو تہائی حصہ ان لڑکیوں میں تقسیم ہوگا اور باقی ایک تہائی دوسرے وارثوں میں جائے گا اور اگر اس کی صرف ایک ہی لڑکی ہو تو ترکہ کا آدھا حصہ اس کا ہے۔ اگر میت کے اولاد ہو تو اس کے والدین کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی دو تہائی میں میت کے دوسرے وارث شریک ہوں گے اور اگر میت کے اولاد نہ ہو تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا اور باقی دو تہائی باپ کو ملے گا جبکہ اور کوئی وارث نہ ہوں ورنہ اس میں دوسرے وارث بھی شریک ہوں گے اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا کیونکہ ماں کے حصہ کا دوسرا چھٹا حصہ باپ کے حصہ میں ڈالا جائے گا اس لئے کہ بھائی بہن ہونے کی صورت میں باپ کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر میت کے ماں باپ زندہ ہوں تو بھائی بہن کو حصہ نہیں پہنچتا بلکہ ذمہ داری باپ پر آتی ہے اور یہ سب حصے میت کی وصیت کو پوری کرنے کے بعد اور اس کے قرض کی ادائیگی کے بعد نکالے جائیں گے۔ وصیت وہ ایک تہائی تک کر سکتا ہے۔

پھر میاں بیوی کی میراث کا ذکر کیا گیا ہے۔ بیوی کے اگر اولاد نہ ہو اور جو کچھ انہوں نے چھوڑا ہے تو اس کے شوہر کو کل ترکہ کا آدھا حصہ ملے گا اور ان کے اولاد ہو تو شوہر کو چوتھا حصہ ملے گا۔ اسی طرح اگر شوہر کا انتقال ہو اور اس کے اولاد نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو چوتھا حصہ ملے گا اور اگر اولاد ہو تو اسے آٹھواں حصے ملے گا اور یہ حصے ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں سب میں برابر تقسیم ہو جائے گا اور یہ سب میت کی قرض کی ادائیگی اور وصیت پوری کرنے کے بعد ہوگا اور اگر مرد اور عورت بے اولاد ہوں اور ان کے ماں باپ بھی زندہ ہوں مگر اس کا ایک بھائی یا بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور بھائی بہن اگر ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کے تیسرے حصہ میں وہ سب شریک ہوں گے۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ قانون اخیافی بھائی اور بہن کے لئے ہے جو ماں کی طرف سے رشتہ رکھتے ہوں اور باپ ان کا دوسرا ہو۔ رہے سگے بھائی بہن اور وہ سوتیلے بھائی

بہن جو باپ کی طرف سے میت کے ساتھ رشتہ رکھتے ہوں تو میت اگر بے اولاد مرے اور اس کی صرف ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکہ میں سے نصف پائے گی اور اگر بہن بے اولاد مرے تو اس کا بھائی اس پورے مال کا وارث ہوگا جبکہ اور کوئی وارث نہ ہوں اور اگر کوئی اور وارث موجود ہو مثلاً شوہر تو اس کا حصہ ادا کرنے کے بعد باقی بھائی کو ملے گا اور اگر میت کی دو بہنیں ہوں تو وہ ترکہ میں سے دو تہائی کی حقدار ہوں گی اگر اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کا ایک اور مردوں کا دگنا حصہ ہوگا اور جو کوئی اللہ کے بنائے ہوئے قانون وراثت کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ کے لئے آگ میں ڈالے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے زنا کی سزا مقرر کی ہے کہ اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی بدکاری کر بیٹھے تو اس پر چار گواہ موجود ہونا چاہئیں تب ہی وہ سزا کے مستحق ہوں گی اور جب چار گواہوں سے ان کا جرم ثابت ہو جائے تو ان کو قید کرو یہاں تک کہ ان کو موت آ جائے یا پھر اللہ تعالیٰ ان کے لئے اور کوئی راستہ نکال دے جو کہ بعد میں سورہ نور میں سو سو کوڑے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ دراصل عورتوں پر اللہ کا سخت عتاب ہے کیونکہ ہر حال میں عورتوں کو اپنے ناجائز تعلقات سے پرہیز کرنا چاہیے ورنہ ساری کی ساری مسلم سوسائٹی برباد ہو جائے گی۔ اور اگر دونوں زانی مرد اور دونوں زانیہ عورتیں ایسا کام کریں (یعنی عمل لوط) تو ان کو خوب مارا پیٹا جائے پھر سزا کے بعد اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو انہیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت ہی توبہ قبول کرنے والا ہے اور توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو بار بار اپنے گناہوں کو دہراتے ہیں اور پھر بیٹھ کر توبہ کرتے ہیں یا پھر جب موت کا فرشتہ سامنے کھڑا ہو تو معافی مانگنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر نادانی سے غلطی ہو جائے اور پھر وہ نادم و شرمندہ ہو کر اللہ سے معافی مانگے اور پھر دوبارہ اس گناہ کے قریب پھٹکنے نہ پائے تب ہی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ یہ عارضی طور پر سزا رکھی گئی تھی۔ اس کے بعد سورہ نور آیت نمبر 2 میں زنا کی سزا بیان کی گئی جو کہ سو کوڑے ہیں۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ سزا غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے ہے اور حدیث میں ہے کہ شادی شدہ مرد اور عورت کی سزا نبی ﷺ کے قول کے مطابق سنگسار کرنا ہے جبکہ ان کے گناہ چار چشم دیدہ گواہوں سے ثابت ہو جائے یا پھر وہ خود اپنے منہ سے اقرار کرلیں تاکہ سنگسار کرنے پر ان کے گناہ دھل جائیں اور مسلم سوسائٹی میں ایک عبرت کی مثال قائم ہوتا کہ کوئی دوسرا اس طرح گندی حرکتیں کرنے سے باز رہے۔

عربی جاہلیت میں شوہر کے مرنے کے بعد اس کے خاندان والے اس کی بیوہ کو میت کی میراث سمجھ کر زبردستی اس کے مع اس کے مال کے وارث بن بیٹھتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس رسم کو توڑ کر فرمایا ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد عورت اپنی عدت گذار کر آزاد ہے۔ یا پھر پرانی جاہلیت میں

عورت کا مہر واپس لینے کے لئے اس کو تنگ کر کے خلع لینے پر مجبور کیا جاتا تھا جو کہ آج کل کے زمانے میں بھی زور و شور سے ہو رہا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ چاہے تم اسے کتنا ہی ڈھیر سارا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لینا۔ کیونکہ ایک عورت نکاح کر کے اپنے کو مرد کے حوالے کرتی ہے اور اگر مرد اپنی مرضی سے اس بندھن کو توڑتا ہے تو اسے حق نہیں ہے کہ مہر واپس لے جو کہ اس نے تحفہ کے طور پر دیا تھا۔ بیوی کے ساتھ صلح و محبت سے رہو اسے اس لئے مت تنگ کرو کہ وہ تمہیں ناپسند ہے۔ صبر سے کام لو۔ مثلاً اگر وہ خوبصورت نہ ہو اور تمہیں ناپسند ہو تو اس میں اللہ نے کوئی اور خوبی ضرور رکھ دی ہوگی اس لئے اسے الگ کرنے میں جلدی نہ کرو لیکن اگر واقعی وہ بدچلنی کی مرتکب ہو تو اسے تنگ کرنے کا حق ہے۔

پھر فرمایا ہے کہ جن عورتوں سے باپ نے نکاح کیا ہو تو بیٹا اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مرد پر حرام کیا ہے سگی یا سوتیلی ماں، اس کی بیٹیاں، پھوپھیاں، خالائیں، بھانجیاں، نانی، دادی، دودھ پلائی ہوئی مائیں اور دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیوی کی وہ لڑکیاں جو اپنے پہلے شوہر سے ہوں لیکن اب وہ تمہاری سرپرستی میں ہوں۔ یا پھر اگر ایسی بیوی سے صرف نکاح ہوا ہو لیکن ہم بستری نہ ہوئی ہو تو اسے چھوڑ کر اس کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہو۔ پھر تمہارے بیٹے کی بیوی بھی حرام ہے اور تمہاری ساس بھی حرام ہے۔ اور پھر دو بہنوں کو تم ایک ساتھ نکاح میں نہیں رکھ سکتے جبکہ دونوں زندہ ہوں ہاں اگر ایک مر جائے تو دوسری بہن سے نکاح کر سکتے ہو اور ایک شوہر والی عورت سے بھی تم نکاح نہیں کر سکتے کہ وہ تم پر حرام کی گئی ہے۔ یہ سب عورتیں جو اوپر بیان ہوئی ہیں مرد اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ باقی کی عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ مومن ہو اور اسے اس کا مہر بھی دو۔ اگر خاندانی عورت سے نکاح کرنا تمہارے لئے مشکل ہو کہ اس کی مانگ و مہر زیادہ ہے تو جنگ میں پکڑی ہوئی عورتوں سے آپس کی پسند سے تم نکاح کر سکتے ہو کہ ان کا مہر بھی آدھا ہے اور مانگ بھی زیادہ نہیں اور اگر وہ دوسروں کی سرپرستی میں ہوں تو ان کے سرپرست کی اجازت سے نکاح کر سکتے ہو تا کہ وہ چوری چھپے آشنائی کرنے سے اور شہوت رانی کرنے سے باز رہیں۔ لیکن اگر وہ بدچلنی کرنے لگیں تو ان کی سزا بھی آدھی ہے یعنی پچاس کوڑے۔ اور یہ لونڈی سے نکاح کی سہولت ان کے لئے ہے جنہیں گناہ کرنے کا خطرہ ہو۔ لیکن اگر وہ صبر کریں تو ان کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بڑے پیار سے فرماتا ہے کہ یہ سارے اصلاحی معاشرت کے قوانین تمہاری بہتری کے لئے ہے وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت کے ساتھ توجہ کرنا چاہتا ہے۔ عرب کے جہلا، یہودیوں اور منافقوں کو یہ سارے اصلاحی قوانین بہت ہی ناگوار گذرا۔ اس لئے انہوں نے ان دعوت حق کے خلاف مسلمانوں کو طرح

طرح سے بھڑ کانے لگے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے مومنوں کو ہوشیار کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ مگر تجارت کا لین دین کا معاملہ جائز قرار دیا کیونکہ وہ آپس کی رضامندی سے ہوتا ہے اور کسی دباؤ کا نتیجہ نہیں ہوتا اور نہ ہی فریب ودغا سے ہوتا ہے جیسا کے جوا، لاٹری، رشوت، سود وغیرہ ہوتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل مت کرو اور نہ ہی خودکشی کرو اور بڑے بڑے گناہوں سے اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنے آپ کو باز رکھو مثلاً اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک کرنا، والدین کے حق کو مارنا، شادی شدہ کا زنا کرنا، محرم مثلاً ماں، بیٹی، بہن سے زنا کرنا وغیرہ۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے چھوٹے موٹے قصوروں کو معاف کرے گا۔

اس سورہ میں ایک اور اخلاقی ہدایت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کسی کو زیادہ مال یا خوبصورتی یا جسمانی قوتیں وغیرہ دیتا ہے اور کسی کو کم سو جو فضل اس نے دوسروں کو دیا ہے اس کی تمنا مت کرو البتہ اللہ سے فضل کی دعائیں مانگتے رہو۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ معاشرتی اور خاندانی نظام مرد کے سپرد کی گئی ہے کہ وہ گھر کی اور بال بچوں کی حفاظت ونگرانی کرے اس لئے مرد کو عورتوں کی نسبت بعض قوتیں اور صلاحیتیں زیادہ دی گئی ہیں۔ بہترین بیوی وہ ہے جو مرد کی غیر حاضری میں اس کے مال کی اور اپنے نفس کی حفاظت کرے لیکن اگر تم کو اپنی بیویوں سے اپنے حق تلفی کا اندیشہ ہو تو انہیں پہلے سمجھاؤ اگر نہ مانیں تو ان کے ساتھ مت سوؤ اور پھر بھی نہ مانیں تو ظاہر ہے کہ ان پر سختی کی جائے جیسے کہ پہلے فرمایا جا چکا ہے۔ عورتوں پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد شوہر کی اطاعت ضروری ہے لیکن اگر شوہر اللہ کے عائد کئے ہوئے احکام سے عورت کو جبراً باز رکھنے کی کوشش کرے تو اس کی اس صورت میں اطاعت سے انکار کرنا عورت کا فرض ہے اور اگر میاں بیوی میں جھگڑا ہو جائے تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ دونوں اپنے ایک ایک گواہ اپنے رشتہ داروں میں سے لے آئیں تاکہ صلح کرائی جا سکے۔

پھر فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کبھی بھی کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرو۔ ماں باپ، رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اپنے ہمسایوں کے ساتھ، ہم سفروں کے ساتھ، ہم نشین دوستوں اور جاننے والوں کے ساتھ، لونڈی غلاموں کے ساتھ خوش اخلاقی برتو اور نیک سلوک کرو کہ اللہ تعالیٰ مغرور انسان کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو دیا ہے اس میں کنجوسی مت کرو۔ اچھا کھاؤ، پہنو اور رہو، بس فضول خرچی سے بچو اور جو بھی ہو اللہ کی راہ میں دے سکو تو دو ورنہ یہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری ہے کہ بینکوں میں ٹھونس ٹھونس کر جمع کرو اور وہاں اپنے بال بچوں کو اور خود کو بھی خستہ حال رکھو اور اللہ کی راہ میں دینے سے بھی

کنجوسی برتو اور اگر اللہ کی راہ میں دو تو اپنی بڑائیاں جتانے کے لئے نہ دو اور اگر اپنے اوپر بھی خرچ کرو تو اپنی بڑائی اور دوسروں پر دھاپ جمانے کے لئے مت کرو جو کہ اللہ کو سخت ناپسند ہے اور اگر تم اللہ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلو تو اللہ تم کو اس کا بہت زیادہ اجر دے گا اور یاد رکھو کہ ہر دور کا پیغمبر اللہ کی عدالت میں اپنی امت پر گواہی دے گا کہ اللہ کے بتائے ہوئے صحیح راستے ان تک پہنچا دیے گئے اور اسی طرح نبی ﷺ بھی اپنے دور کے لوگوں پر یعنی آپ کی بعثت سے لے کر تو قیامت تک کے لوگوں پر یہی گواہی دیں گے تو پھر اگر تم نے اپنے رسولوں کی بات نہ مانی اور اپنی اصلاح نہ کی تو قیامت میں سزا سے دو چار ہو گے۔ اس امت سے یہ بھی پوچھا جائے گا کہ انہوں نے اپنے نبی کی تعلیم کو کہاں تک آگے بڑھایا۔

شراب کے متعلق سورہ بقرہ میں اللہ نے فرمایا کہ شراب بری چیز ہے۔ چار ہجری میں یہ دوسرا حکم آیا کہ ہر نشہ آور چیز سے پرہیز کرو خصوصاً شراب کے نشے میں نماز بھی جائز نہیں ہے اور جنابت کی حالت میں بھی نماز نہیں پڑھ سکتے جب تک کہ غسل نہ کر لو اور اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی پر ہاتھ مار کر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مل لو۔ بیماری کی حالت میں کہ جس میں پانی لگنے سے خطرہ ہو یا پھر سفر میں پانی نہ ملے تو اس طرح مٹی سے تیمم کر سکتے ہو۔ بے شک اللہ نرمی سے کام لینے والا اور بخشش فرمانے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب کے بارے میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا جو حصہ انہیں دیا تھا تو اپنی لاپرواہی کی وجہ سے اور اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے انہوں نے اس میں تبدیلیاں کیں اور اللہ کی کتاب کے اصل مقصد اور اس کی اصل روح سے بیگانہ ہو گئے۔ پھر یہودیوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اہل کتاب کس طرح محمد ﷺ کی مجلس میں آکر آپ ﷺ کی باتیں سنتے ہیں اور اپنی شرارتوں سے ان باتوں کا کچھ سے کچھ بنا کر آپ ﷺ کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ دوسروں میں وہ آپ ﷺ کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کریں اور لوگوں کو اسلام میں آنے سے روکیں اور جب ان کو اللہ کے احکام سنائے جاتے ہیں تو زور سے کہتے ہیں سَمِعْنَا یعنی ہم نے سن لیا اور آہستہ سے کہتے ہیں عَصَیْنَا یعنی ہم نے قبول نہیں کیا اور جب وہ دورانِ گفتگو میں محمد ﷺ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں "اِسْمَعْ" یعنی سنئے اور پھر ساتھ ہی "غَیْرَ مُسْمَعٍ" کہتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تم سے کچھ پوچھا جائے یا پھر یہودیوں کی زبان میں اس کا ایک اور مطلب ہے کہ خدا کرے تم بہرے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ایسوں پر اپنی لعنت بھیجتا ہے اور دیکھو کہ کس طرح وہ اپنے آپ کو موسیٰ کی قوم سمجھ کر پاکیزہ قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کی اطاعت سے منہ موڑ کر اپنے فائدے کے

لئے اللہ کی کتاب میں ردوبدل کرتے ہیں۔ جادو ٹونے، فال گیری اور تعویز کا دھندا کرتے ہیں اور اوہام پرستی (Superstition) میں یقین رکھتے ہیں۔ اس طرح وہ اللہ کے دیئے ہوئے احکام سے بغاوت کرکے شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتے ہیں اور مزید یہ کہ شرک کو معمولی قرار دیتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ایمان لانے والوں سے زیادہ صحیح راستوں پر ہیں حالانکہ ان کو اچھی طرح پتہ ہے جو کہ خود ان کی کتاب میں لکھی گئی ہے کہ شرک کو اللہ تعالی معاف نہیں کرتا۔ اللہ تعالی ایسوں پر اپنی لعنت بھیجتا ہے۔ حالانکہ اگر وہ اللہ کی اطاعت کرکے پاکیزگی اختیار کرنا چاہتے تو ضرور ان کو اللہ کی رحمت ملتی۔ دراصل وہ مسلمانوں سے اس لئے حسد کرتے ہیں کہ وہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ اللہ تعالی ان میں سے نبی چنے گا اور جب اللہ تعالی نے عرب کے امیوں میں سے محمد ﷺ کو نبی چنا تو وہ جل بھن کر رہ گئے لیکن آخر یہ جلن کس لئے؟ آخر تم یہودی بھی تو ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔ تم نے تو اپنی دی ہوئی کتاب کی خلاف ورزی کی لیکن بنی اسماعیل کی خوش نصیبی ہے کہ وہ اس پر اور دوسری ہماری دی ہوئی ساری کتابوں پر ایمان لائے ہیں۔ یاد رکھو جن لوگوں نے ہمارے احکام کی خلاف ورزی کی تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ جہنم کی آگ میں بھر دیئے جائیں گے اور جنہوں نے اللہ کے احکام کو مان کر اس کے مطابق عمل کیا تو ان کو جنت کے بہترین باغوں سے نوازے جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔

پھر اللہ تعالی مسلمانوں کو حکم دیتا ہے اور نصیحت کرتا ہے کہ امانتوں کو اہل امانت کے سپرد کرو کہ اللہ تعالی کو خیانت کرنے والے لوگ پسند نہیں ایسے لوگ اپنے نفس کی خاطر اپنے ضمیر کی آواز کو بھی دبا کر رکھ دیتے ہیں جو نیکی اور بدی کی تمیز کیلئے عطا کی گئی ہے اور چاہے کسی سے دوستی ہو یا دشمنی جب بات کہو تو انصاف کی کہو اور فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو کیونکہ رسول ﷺ کی پیروی کرنے سے منہ موڑنا اللہ سے بغاوت ہے اور اس کے بعد مسلمان جماعتوں کے جو مسلمان سربراہ ہیں ان کی اطاعت ضروری ہے بشرطیکہ وہ اہل ایمان ہو اور مسلمانوں کے درمیان یا حکومت اور رعایا کے درمیان جو بھی نزاع ہو اس میں فیصلے کے لئے قرآن اور سنت کی طرف رُخ کرکے جو بھی فیصلہ وہاں سے ہو تو اس کے آگے سر تسلیم خم کرے۔ اور تمہارے ساتھ جو نیک سلوک کرے تو تم بھی اس کے ساتھ اس سے اچھا برتاؤ کرو اور اگر کوئی شخص کوئی برا فعل کرے اور اپنے نفس پر ظلم کر جائے پھر اسکا احساس ہو اور وہ اللہ کے آگے توبہ کرے تو اللہ تعالی معاف کرنے والا ہے بشرطیکہ وہ دوبارہ اس برائی کے نزدیک نہ جائے اور یاد رکھو کہ اپنا برا کیا ہوا اور دوسروں کے سر لگا کر اسے الزام نہ دو کیونکہ اللہ تعالی کو سب خبر ہے اور یہ گناہ کے کام ہیں اسلئے اللہ سے ڈرو۔ اس کے بعد اللہ تعالی منافقوں کا ذکر کرتا ہے

کہ وہ ایمان کا دعویٰ تو ضرور کرتے ہیں لیکن اپنے معاملات میں اللہ اور رسولؐ کے قانون کے مطابق چلنے کی بجائے اپنی من مانی کرتے ہیں۔ منافقوں کا یہ رویہ تھا کہ جب کسی مقدمہ میں ان کو یہ امید تھی کہ فیصلہ ان کے حق میں ہوگا تو اسے نبیؐ کے پاس لے جاتے تھے اور جب ان کو یہ ڈر ہوتا کہ فیصلہ ان کے خلاف ہوگا تو وہ اسے آپؐ کے پاس لانے سے کتراتے تھے۔ یہی حال اب بھی ان منافقوں کا ہے کہ اگر شریعت کا فیصلہ ان کے حق میں ہو تو جھومنے لگتے ہیں اور اگر نہ ہو تو ہر اس قانون، ہر اس عدالت کے دامن میں جا کر پناہ لیں گے جہاں انہیں اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ حاصل کرنے کی توقع ہو چاہے انہیں ناجائز رشوت ہی کیوں نہ دینی پڑے دراصل یہ شیطانی طریقہ ہے اور شیطان ہمیشہ اللہ سے بغاوت ہی سکھاتا ہے اور یہ منافق ڈرتے بھی ہیں کہ ان کی منافقانہ حرکتوں کا علم مسلمانوں کو نہ ہو جائے اور جب ان کو اس کا خوف ہوتا کہ اب تو مسلمانوں کو معلوم ہو گیا اور سزا ضرور ملے گی تو خوب قسمیں کھا کھا کر اپنے ایمان کا یقین دلاتے ہیں۔ یہ منافق ایسے ہیں کہ اسلامی شریعت کی پابندی کرنے میں ذرا سی تکلیف یا نقصان برداشت نہیں کر سکتے اگر اللہ کی راہ میں جان دینے یا گھر بار چھوڑنے کو کہا جائے تو فوراً بھاگ کر کافروں میں جا ملیں گے۔ اصل میں یہ منافق دو بیڑیوں پر پیر رکھے ہوئے ہیں اور خود ہی اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ اگر وہ اللہ اور رسول کی اطاعت کر کے مسلمانوں ہی کے گروپ میں رہتے تو ان کو اللہ کی طرف سے بہت اجر ملتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بھی ایمان و یقین کے ساتھ شک کو چھوڑ کر اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ بہت ہی خوش قسمت ہے کہ ان کا ساتھ انبیاء، شہدا، صالحین اور صدیقین ہوں گے۔ ان کو دنیا میں بھی نیک لوگوں کی سوسائٹی نصیب ہوگی اور آخرت میں بھی وہ نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ شہداء کا مطلب ہے ایسے مسلمان جو اپنے ایمان کی صداقت پر اپنی زندگی کے پورے طرزِ عمل سے شہادت دے۔ صالحین کا مطلب ہے وہ شخص جو اپنے ارادوں اور اقوال و اعمال میں سیدھے راستے پر قائم ہو اور اپنی زندگی میں نیک رویہ رکھتا ہو۔ صدیقین کا مطلب وہ شخص ہے جس کے اندر سچائی اور حق پرستی کمال درجے کی ہو۔

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کی شکست کی وجہ سے آس پاس کے قبیلوں کی ہمتیں بہت بڑھ گئی تھیں اور مسلمان ہر طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے تھے۔ مدینہ کی حدود سے باہر ان کے جان و مال کی سلامتی باقی نہیں رہی تھی۔ اور دوسری طرف مکہ میں اور عرب کے دوسرے قبائل میں مظلوم بچے، عورتیں اور بوڑھے مرد پھنسے ہوئے تھے کہ جنہوں نے اسلام تو قبول کیا تھا مگر ہجرت پر قادر نہ تھے اور ظلم و ستم سہے جا رہے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں جان کی بازی لگانے کی ترغیب دلاتا ہے اور منافقوں سے خبردار کرتا ہے کہ جب مسلمانوں پر مصیبت پڑتی تو کہتے ہیں کہ اچھا

ہوا کہ انہوں نے لڑائی میں حصہ نہ لیا اور گھر بیٹھے رہے اور اگر مسلمانوں کو فتح ہوتی تو اندر سے خوش نہیں ہوتے ہیں بلکہ پچھتاتے ہیں کہ کاش وہ بھی ان کے ساتھ ہوتے تاکہ جنگ میں کافروں کے ہاتھ آئے مال میں ان کا بھی حصہ ہوتا اصل میں وہ خود لڑائی سے جی چراتے ہیں اور جہاد سے روکنے کے لئے ایسی باتیں کرتے ہیں کہ ان کی ہمتیں پست ہوں اللہ تعالیٰ اپنا دوٹوک فیصلہ بیان کرتا ہے کہ جو اللہ کو راضی کرنے کے لئے اور اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لئے اپنے جان و مال کی بازی لگائے گا وہی اصل مومن ہے اور جو دنیا میں اس غرض سے رہے کہ شیطان اور اللہ کے باغیوں کا راج ہو تو وہ کٹر کافر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ خبردار کرتا ہے کہ شیطان اور اس کے ساتھی بڑی تیاری سے اٹھتے ہیں تاکہ اللہ کے دین کی شکست ہو لیکن اہل ایمان کو ان کی چالوں اور تیاریوں سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں لڑنے سے ڈرتے ہیں ان سے کہو کہ یہ دنیا کی زندگی تو بہت ہی تھوڑی ہے اور آخرت کا انعام تو ایک مومن کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ جو لوگ جہاد میں جا کر موت سے ڈرتے ہیں ان کو معلوم ہو کہ وہ چاہے کہیں بھی کتنی ہی محفوظ عمارتوں میں ہوں موت آنی ہو تو ضرور آئے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو دیکھو کہ جب لوٹ کھسوٹ کا زمانہ تھا تو یہ تلوار اٹھانے سے باز نہیں آتے تھے اب جب ان کو اللہ کی راہ میں لڑنے کا حکم دیا اور نماز اور زکواۃ سے نفس کی اصلاح کرنے کو کہا گیا تو ان پر لرزہ طاری ہو گیا اور اپنے آپ کو چھپانے لگے۔ جب ان کو کامیابی ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے ہے اور بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ فضل نبی ﷺ کے ذریعے فرمایا ہے اور اگر اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کے سبب سے شکست ہوتی ہے جیسے جنگ احد میں ہوا تو سارا الزام نبیؐ کے سر تھوپ دیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ضعیف الایمان اور منافق جو ہیں ان کو یقین نہیں آتا ہے کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہی نبی ﷺ پر وحی کے ذریعے اترتی ہے لیکن اگر وہ قرآن کے کلام پر ذرا غور کریں کہ سالہا سال تک مختلف حالات، مختلف مواقع پر اور مختلف مضامین پر تقریریں آتی رہی ہیں اور پھر ان تقریروں میں کتنی ہم آہنگی ہے تو کیا کوئی انسان ایسی تقریریں بیان کر سکتا ہے؟ پھر اپنے نبیؐ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کو ہماری ہدایات ان تک پہنچانے کا ذریعہ بنا کر ہم نے بھیجا ہے۔ اگر یہ لوگ آپؐ کی اطاعت نہ کریں تو آپؐ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ہاں یہ کہ اللہ کی راہ میں لڑو اور اہل ایمان کو بھی لڑنے کے لئے اکساؤ تو جو کوئی اللہ کے دین حق کو بلند کرنے کے لئے خود بھی اٹھے اور دوسروں کو بھی اکسائے تو ان کے لئے بہت ہی بڑا اجر اللہ کے پاس ہے اور جو بزدل بن کر بیٹھا رہے اور دوسروں کی ہمتوں کو بھی پست کرے تو اللہ کے ہاں اس کی سزا بہت ہی سخت ہے پھر جو راہ بھی اختیار کرنا چاہے کرے آخر کار اسے اللہ کے حضور میں آنا ہی ہوگا اور وہ اپنے اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھ

لے گا۔

جب نبیؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ دارالاسلام بنا تو عام حکم اہل ایمان کو دیا گیا کہ جو مسلمان بھی جہاں جہاں بھی کفار سے دبے ہوئے ہیں اور اسلامی زندگی بسر کرنے کی آزادی نہیں رکھتے تو وہ ہجرت کر کے اپنے دارالاسلام میں آ جائیں۔ تو جو مسلمان ہجرت کرنے کی قدرت تو رکھتے تھے لیکن پھر بھی کافروں میں رہنا بسنا پسند کیا کہ ان کو اپنا گھربار، عزیز واقربا اسلام سے زیادہ عزیز تھے تو ایسے لوگ منافق ٹھہرائے گئے لیکن جو لوگ ہجرت نہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے بلکہ مجبور تھے تو ان کو منافقوں میں شمار نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو منافق اسلامی حکومت کے خلاف کافروں کی مدد کرے ان کو کبھی اپنا دوست نہ بناؤ بلکہ ان سے جنگ کرو اور ان کو مارو۔ لیکن جو منافق کسی ایسی کافر قوم کے حدود میں جا کر پناہ لے جس کے ساتھ اسلامی حکومت کا معاہدہ ہو چکا ہو تو یہ جائز نہیں کہ اس کا تعاقب کر کے اسے مارے یا قتل کرے۔ اور کوئی مومن بھی اپنے دوسرے مومن کو قتل نہ کرے اور اگر قتل غلطی سے سرزد ہو جائے تو وہ اپنی غلطی کا کفارہ دے کہ ایک مومن غلام کو آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے جو کہ نبیؐ کے زمانے میں اس کی مقدار سو اونٹ یا دو سو گائیں یا دو ہزار بکریاں تھیں یا پھر خون بہا کی مقدار انہی جانوروں کی بازاری قیمت کے مطابق ہو اور اگر وہ مسلمان جو قتل ہوا کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمہاری دشمنی ہو تو کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور خون بہا نہیں ہے اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا جس سے کہ تمہارا معاہدہ ہوا ہو تو اس کا کفارہ اس کے وارثوں کو خون بہا دینا ہے اور ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور غلام آزاد کرنے کے لئے نہ ہو تو سراسر لگاتار دو مہینوں کے روزے رکھے۔ یہ سب اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے تا کہ اس کا نفس ایسی بڑی غلطیاں کرنے سے باز رہے اور جو شخص جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے گا تو اس کی سزا ہمیشہ کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔

ان دنوں عرب کے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان لباس، زبان وغیرہ میں کوئی خاص فرق نہ تھا اس لئے ”سلام“ کا لفظ مسلمانوں میں شعار (password) کے طور پر مقرر کیا گیا تھا تا کہ مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو پہچان سکیں لیکن لڑائیوں کے موقع ایک مشکل یہ پیش آئی تھی کہ دشمن پارٹی کے کسی مسلمان کا سامان اگر مخالف حملہ آور مسلمان کی زد میں آ جاتا اور وہ یہ لفظ اپنی پہچان کے لئے استعمال کرتا تو اسے کافر سمجھ کر اس کا مال لوٹنے کے لئے غلطی سے اسے قتل کیا جاتا کیونکہ آخر کافر بھی اپنی جان بچانے کے لئے یہ لفظ استعمال کر سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مسلمان اور کافر میں تمیز کرو۔ فوراً یہ خیال مت کرو کہ وہ سلام کرنے والا کافر ہے اور اپنی جان بچانے کے لئے سلام کہہ

رہا ہے ممکن ہے کہ وہ مسلمان ہو اور پھر وہ تمہارے ہاتھوں قتل ہو جائے تو بہتر ہے کافر کو چھوڑ دو تا کہ تمہارا اپنا مسلمان بھائی تو قتل نہ ہو۔

اور بعض مسلمان ایسے بھی تھے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی بغیر کسی مجبوری کے کافر قوم میں صرف اپنے ذاتی مفاد کے لئے رہنا پسند کرتے تھے حالانکہ ان کو دارالاسلام فراہم کر دیا گیا تھا لیکن وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے وہاں نہیں جانا چاہتے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسوں کا ٹھکانہ بھی جہنم ہے کیونکہ اگر ایک جگہ کافروں کا راج ہو اور اللہ کے قانون پر عمل کرنا مشکل ہو پھر بھی وہ مسلمان وہاں سے ہجرت نہیں کرتے تو اللہ ناراض ہوتا ہے۔ ہاں اگر مرد، عورت اور بچے مجبوری کی وجہ سے کافر ملک سے ہجرت نہ کریں تو اللہ درگذر کرتا ہے اور جو اللہ اور رسول کے فرمان کے مطابق ہجرت کرے اور پھر راستے میں اسے موت آ جائے تو اس کے لئے اللہ کے ہاں اجر موجود ہے۔ اور جو جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتے ہیں اور دوسرے جو بغیر مجبوری کے گھر بیٹھتے ہیں ان دونوں میں بہت ہی فرق ہے کہ پہلے گروہ کے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ اللہ کے ہاں بہت ہی بڑا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نماز کو قصر یعنی کم کرنے کا حکم دیتا ہے جبکہ تمہیں کافروں سے تم کو تنگ کرنے کا اندیشہ ہو جبکہ تم سفر میں ہو یا حالت جنگ میں ہو۔ حدیث میں نبی ﷺ نے امن اور خوف دونوں حالتوں کے سفر میں قصر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنگی حالات میں صلواۃ خوف کی ترکیب بتائی ہے۔ نبی ﷺ نے مختلف حالتوں میں مختلف طریقوں سے نماز پڑھائی ہے اور امام وقت جو بھی طریقہ جنگی صورت میں دے تو وہی طریقہ اختیار کرو اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کا خوب ذکر کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ بڑے پر جوش لفظوں میں فرماتا ہے کہ دیکھو ایسی جنگی حالتوں میں بھی نماز پڑھنا لازم کیا گیا ہے تو دیکھو نماز اہل ایمان کیلئے کتنا ضروری ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو نصیحت کرتا ہے کہ انصاف کے معاملے میں خواہ مخواہ قصوروار کی حمایت نہ کرو کیونکہ وہ اپنے ہی نفس کو دھوکہ دیتا ہے۔ اگر برائی کر کے تم معافی اللہ سے مانگ لو تو اللہ معاف کر دیتا ہے لیکن اگر تم اپنے گناہوں کو چھپانے کی کوشش کرو اور اللہ سے معافی نہ مانگو تو جان لو اللہ سے کوئی بھی چیز چھپی نہیں ہوئی ہے۔ اور جو خود گناہ کرتا ہے اور پھر اسے دوسرے کے سر جما دیتا ہے تو یہ سخت بہتان ہے اور گناہ کے کام ہیں اور یہ بھی کہ جو شخص حاکم وقت کو دھوکہ دے کر انصاف کے خلاف فیصلہ حاصل کرتا ہو کہ اس کی مرضی کے مطابق ہو مگر لیکن اللہ کے نزدیک تو حق جس کا ہو اسی کا رہتا ہے پس حاکم کو دھوکہ دے کر دینوی مفاد میں فیصلہ تو ہو گیا مگر آخرت کا ذرا سوچو کہ اللہ کو تو سب کچھ معلوم ہے اور وہاں کیسے بچ سکو گے۔ یہ آیتیں بشیر نامی ایک منافق کے معاملہ میں نازل ہوئیں جو بنو ابیرق خاندان سے تھا۔ اس نے حضرت

رفاعہ کے ہاں سے کچھ آٹا اور کچھ ہتھیار چرا لئے اور الزام ایک نیک بخت یہودی کے سر جوڑ دیا۔
حضرت رفاعہ کو شک بشیر پر ہوا تو وہ اور اسی کے خاندان کے لوگوں نے نبی کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت رفاعہ کی شکایت کی کہ وہ بغیر گواہ کے ایک دیندار مسلمان گھرانے پر چوری کا الزام لگاتے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ اس طرح نبی ﷺ ان ہی کے حق میں گواہی دیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا اور نبی ﷺ نے تفتیش کروائی تو مال بشیر کے ہاں سے برآمد ہوا اور حضرت رفاعہ کو لوٹایا گیا جو کہ اللہ کے بھروسے پر خاموش ہو گئے تھے۔ اس پر وہ منافق مسلمان بشیر مرتد ہو گیا اور مکہ جا کر مشرکوں میں جا ملا۔
جس پر کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ شخص غصہ میں آ کر صالحین کے گروہ سے الگ ہو کر جس شرک کی راہ پر گیا ہے تو اللہ ایسوں کو ایسی ہی راہ پر جانے کی توفیق دیتا ہے جو کہ سیدھی جہنم کی طرف لے جاتی ہے کیونکہ اللہ کے ہاں مشرک کی بخشش نہیں ہے کیونکہ یہ مشرک اللہ کو چھوڑ کر دیوں کو معبود بناتے ہیں اور شیطان کی اطاعت کرتے ہیں جسے اللہ نے لعنت زدہ کیا اور جس نے اللہ کو چیلنج کیا تھا کہ وہ اللہ کے بندوں کو گمراہ کرے گا اور ہر غلط راستوں کو چمکا کر ان سے اپنی اطاعت کروائیگا اور اسی کے حکم کے مطابق اللہ کی بنائی ہوئی پیدائشی بناوٹ میں ردوبدل کروائیگا مثلاً انسان کسی چیز سے وہ کام لے جس کے لئے اللہ نے اسے پیدا نہیں کیا ہے اور کسی چیز سے وہ کام نہ لے جس کے لئے اسے پیدا کیا ہے جیسے عمل قوم لوط، بچہ کشی، رہبانیت، مردوں اور عورتوں کو بانجھ بنانا، مردوں کو خواجہ سرا بنانا، عورتوں کو باہر کام کرنے پر مجبور کرنا جن کے لئے مرد پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ سب خالق کائنات کے قانون کے خلاف ہیں۔ شیطان تو سبز باغ دکھلا کر غلط راستے کی طرف لے جانا چاہتا ہے اور خواہ مخواہ جھوٹی امیدیں دلاتا ہے اور جو شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلے گا تو اس کا ٹھکانہ دائمی جہنم ہے جو کہ اسی کی برائیوں کا پھل ہے اور جو کوئی چاہے مرد ہو یا عورت اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کے لئے ہمیشہ کے رہنے کا ٹھکانہ جنت ہے۔ یاد رکھو اللہ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ دوبارہ یتیم لڑکیوں کے حق میں دہراتا ہے تاکہ لوگ ان یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف کریں نہ کہ ان کے مال و جمال پر لالچ کی بنا پر پھن پھیلا کر بیٹھے رہیں کہ دوسروں سے بھی ان کا نکاح نہ ہونے دیں اور وہ بچے جو یتیم ہو گئے اور تمہاری سرپرستی میں آئے تو ان کے ماں باپ کے چھوڑے ہوئے میراث کی دیکھ بھال کرو جیسے پہلے بیان کیا گیا ہے کیونکہ ذرا سوچو یہ وقت آخر تمہارے بچوں پر بھی تو آ سکتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر بیوی کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو ممکن ہے کہ وہ بیوی بانجھ ہو یا

پھر مریض ہو یا پھر کسی اور وجہ سے صحبت کے قابل نہ رہی ہو تو دونوں کو چاہیے کہ آپس میں فیصلہ کر لیں۔ بیوی کو چاہیے کہ اپنے اوپر صبر کرے اور اپنے شوہر کی مجبوری کو سمجھ کر اپنے کچھ حقوق سے دستبردار ہو جائے مثلاً اپنا کچھ مہر اسے چھوڑ دے یا پھر اگر وہ دوسری شادی کرنا چاہے تو جھگڑا فساد نہ کرے اور اپنے نفس کو قابو میں کرے تا کہ طلاق کی نوبت نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق قابل نفرت ہے کیونکہ اس سے نہ صرف میاں بیوی کی بلکہ بچوں کی بھی زندگی برباد ہو کر رہ جاتی ہے اور اگر اس طرح صلح ہو جائے اور تم ایک اور بیوی کر لو تو ایسا نہ ہو کہ بس اسی کے ہو کر رہو اور دوسری سے بالکل ہی بے تعلق ہو جاؤ کہ وہ بے شوہر ہو کر رہ جائے۔ آخر اس بیوی نے بھی تو اپنے اوپر صبر کیا تو تمہیں اس کا احساس ہونا چاہیے اور اس کی قدر کرنی چاہیے۔ انصاف سے اور خدا ترسی سے کام لو تا کہ اللہ تم پر رحم کرے۔ لیکن اگر معاملہ اس حد تک بڑھ جائے کہ طلاق کی نوبت آئے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی وسیع قدرت سے ایک دوسرے کی محتاجی سے بے نیاز کر دے گا کیونکہ قسمت کا بنانا اور بگاڑنا تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ اگر تم اس سے ہاتھ کھینچ لو گے تو اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا کیونکہ اس کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جان رکھو کہ اللہ کے پاس دنیا کا ثواب بھی ہے اور آخرت کا بھی اس لئے اللہ سے ڈرتے ہوئے اسکے احکام کی پابندی کرو۔

پھر فرمایا کہ انصاف کرنے کے معاملے میں سچائی سے کام لو اگر چہ اس میں تمہارے اپنے نفس والدین امیر کسی غریب یا اپنے ہی رشتہ دار کا فائدہ ہی کیوں نہ ہو بلکہ اللہ سے ڈرتے رہو سچی گواہی دو۔

اور دیکھو اللہ اور رسولؐ اور اس کی ساری بھیجی ہوئی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لے آؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جہاں مسلمان بن کر رہنے میں فائدہ نظر آئے تو مسلمان بن گئے ورنہ پھر کافر بن کر پوجا پاٹ کرنے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگو۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ کے پاس نہ ہدایت ہے اور نہ ہی مغفرت۔ اور کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور نہ ہی اسلام کے خلاف کافروں کی مدد کرو کہ کفر کا بول بالا ہو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کافروں اور منافقوں کو جہنم میں ایک جگہ جمع کرنے والا ہے۔ اور ایسی صحبتوں سے پرہیز کرو جہاں آیات الٰہی کا اور اللہ اور اس کے رسول کا مذاق اڑایا جا رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ پھر منافقوں کا ذکر کرتا ہے کہ کس طرح وہ دو بیڑیوں کے درمیان ڈانوڈول ہیں۔ نہ پورے مسلمان ہیں اور نہ ہی پورے کافر، جہاں، جدھر ان کو فائدہ نظر آتا ہے اسی طرف جھکتے ہیں۔ اور دیکھو کہ یہ منافق کیسے سستی سے اذان کی آواز پر نماز کے لئے آتے ہیں۔ اپنے دل پر صبر کر کے نماز میں شریک ہونے آتے ہیں یہ صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے کہ وہ مسلمان ہیں۔ اگر ان کے دل

میں جھانکو تو معلوم ہو کہ انہیں اللہ کے ذکر سے کوئی دلچسپی نہیں تو اللہ کو بھی ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دراصل انہوں نے خود ہی اپنے لئے ایسے منافقت کے راستے پسند کیے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے وہی راستے کھولتا جاتا ہے۔ جو جیسا چاہے تو اللہ تعالیٰ ویسا ہی اسے دیتا ہے۔ اللہ سے محبت کرو تو وہ بھی اس کی قدر کرتا ہے۔ اور منافقوں کو تو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ڈالے جائیں گے اور وہاں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا لیکن اگر جو توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرکے اپنی خواہشوں کو اللہ کو راضی کرنے کے لئے قربان کرے تو اللہ کے ہاں بہت بڑا انعام پائے گا کیونکہ خوانخواہ اللہ کسی کو سزا نہیں دیتا۔

پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایک زبردست اخلاقی تعلیم دیتا ہے کہ ظالم کے خلاف بدگوئی مت کرو۔ حالانکہ تم کو ایسا کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم مظلوم ہو لیکن تم ان کی برائیوں کو درگذر کرو اور ان کے ساتھ بھلائی کرو۔ دراصل ان دنوں منافق اور یہودی اور بت پرست سب ہی اکٹھے مسلمانوں کے خلاف تھے اور ان کو خوب ستاتے اور پریشان کرتے تھے تو مسلمانوں کے دلوں میں بھی ان کے خلاف نفرت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ بدگوئی پر زبان کھولنا اللہ کو ذرا بھی پسند نہیں کیونکہ اگر تم اچھا اخلاق رکھو گے تو تم اللہ کو قریب پاؤ گے۔ اگر اللہ چاہے تو ان کو سخت سزا دے سکتا ہے لیکن دیکھو برے سے برے کافر کو بھی اللہ تعالیٰ ضرور رزق دیتا ہے اس لئے ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم اپنے اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں۔

اور وہ لوگ کافر کہنے کے لائق ہیں جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے، یا پھر اللہ کو مانتے ہیں مگر رسولوں کو نہیں یا پھر کسی رسول کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں تو ایسے لوگوں کے لئے ذلیل و خوار کرنے والی سزا تیار کر رکھی ہے لیکن جو اللہ کو اپنا واحد معبود تسلیم کرنے اور اس کے بھیجے ہوئے سب رسولوں کی پیروی قبول کرے اور نماز اور زکواۃ کی پابندی کرے تو وہی اپنے نیک اعمال کے عوض بہترین انعام پائیں گے اور اللہ تعالیٰ حساب لیتے وقت ان پر سختی نہیں کرے گا۔

مدینہ کے یہودی نبی ﷺ سے کہتے تھے کہ ہم آپ ﷺ کو اس وقت اللہ کا نبی مانیں گے جب آسمان سے ایک کتاب ہماری آنکھوں کے سامنے نازل ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو یہودیوں کے جرائم گن کر بتاتا ہے کہ سب سے پہلے تو ان یہودیوں نے اپنے رسول موسیٰ سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کو علانیہ دکھا دو۔ سورہ بقرہ میں ذکر ہے کہ جب موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے فرمان عطا کیا اور انہوں نے اسے اپنے ستر نمائندوں کے آگے پیش کیا جو ان کے ساتھ تھے تو ان میں جو شریر تھے وہ کہنے لگے کہ محض موسیٰ کے کہنے پر وہ کیسے مان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا ہے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ کو کلام کرتے نہ دیکھ لیں تب ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے

ایک بچھڑے کو اپنا معبود مقرر کیا۔ تو کیا بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجوں سے اس بچھڑے نے چھڑایا تھا پھر بھی ہم نے انہیں معاف کیا۔ پھر ہم نے ان سے کہا کہ جب بستی میں داخل ہو تو اللہ سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے ہوئے اور لوٹ مار اور قتل عام کی بجائے اس بستی کے باشندوں میں معافی کا اعلان کرتے ہوئے داخل ہونا اور اکڑتے ہوئے نہ جانا لیکن انہوں نے ایک نہ مانی پھر اس پر مزید یہ کہ انہوں نے سبت کے قانون کو توڑا جبکہ سبت کا دن ان کے لئے مقدس دن رکھا گیا اور اس دن ان کو کسی بھی دینوی کام کرنے سے منع کیا تھا لیکن کھلم کھلا وہ ہر دینوی کام کرنے لگے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا۔ پھر پیغمبروں کو ناحق قتل کیا اور مزید یہ کہ حضرت عیسیٰؑ اور بی بی مریم پر بھی بہتان لگایا اور فخر سے کہنے لگے کہ حضرت عیسیٰؑ کو انہوں نے قتل کیا لیکن وہ کیا جانیں کہ اللہ نے ان کو اپنی طرف زندہ اٹھا لیا اور ان کو اسی ہی غلط فہمی میں رکھا جو کہ وہ آج تک یہی سمجھ رہے ہیں کہ صلیب پر انہوں نے جان دی۔ لیکن ان کو خود ہی پتہ چل جائے گا کہ وہ زندہ اٹھائے گئے تھے۔ حدیث میں ہے کہ قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ دنیا میں لے آئیں گے اور عام انسان کی طرح ان کی موت واقع ہوگی تب ان سب کی ہر طرح کی غلط فہمی دور ہوگی۔ مثلاً عیسائی جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے یا خود اللہ ہیں یا کہ وہ زندہ ابھی اس دنیا میں موجود ہیں۔ اور قیامت کے روز وہ یہودیوں اور خود عیسائیوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ کے لائے ہوئے پیغام کے متعلق کیا معاملہ کیا تھا۔

پھر فرمایا کہ ان یہودیوں کی نافرمانی اور ظالمانہ حرکتوں کے بدلے اور یہ کہ وہ سود لیتے تھے جبکہ ان کو اس سے سختی سے منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناحق کھاتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے چند پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو کہ پہلے حلال تھیں مثلاً گائے اور بکری کی چربی اور تمام ناخن والے جانور حرام کیے گئے۔

پھر فرمایا کہ محمد ﷺ کوئی انوکھی چیز لے کر تو نہیں آئے جو پہلے کبھی نہ آئی ہو۔ اس سے پہلے بھی کئی پیغمبر اللہ کی طرف سے ہدایت لے کر آئے تھے وہ وحی کے ذریعے سے ہی ہم ہی نے ہدایت بھیجی لیکن موسیٰ سے تو ہم نے خود گفتگو کی۔ اور ان میں پیغمبروں کا ایک ہی منشا تھا کہ اللہ کی بھیجی ہوئی تعلیم پر ایمان لائیں اور اپنی اصلاح کریں تو ان کو انعام کی خوشخبری سنا دو اور جو باغی بن کر رہنا پسند کریں اور غلط راستوں کو اپنائیں تو اللہ کی طرف سے ان کو سخت سزا کے انجام سے خبردار کر دو اور یہ قرآن جس کی اللہ خود گواہی دیتا ہے کہ یہ اس کی طرف سے بھیجی ہوئی ہدایت کی کتاب ہے۔ اگر جو نہ ماننا چاہیں تو نہ مانیں وہ خود گمراہی اور سزا کا شکار ہوں گے۔

پھر یہودیوں اور عیسائیوں کو کہا گیا ہے کہ اپنے جرائم سے باز آجاؤ مثلاً یہودیوں نے اللہ کے

بھیجے ہوئے رسول مسیح کا انکار کیا اور عیسائیوں نے ان کو اللہ یا اللہ کا بیٹا یا روح القدس (Holy Ghost) بنا ڈالا کہ وہ اللہ کی اپنی روح مقدس تھی جو مسیح کے اندر حلول کر گئی نہیں بلکہ اللہ نے پاک روح سے عیسیٰ کی مدد کی کہ وہ اللہ کی طرف سے پاک روح تھی جو بدی سے نا آشنا اور سراسر فضیلت تھی اور وہ صرف اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول تھے اور اللہ کی طرف سے ایک کلمہ تھا کہ اللہ نے کہا کہ ہو جا اور بی بی مریم حاملہ ہوئیں تو عیسائیوں کا یہ قیاس غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس ذاتی صفت نے مریم علیہ السلام کے بطن میں داخل ہو کر جسمانی شکل اختیار کی جو مسیح کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اسطرح عیسائیوں نے ان کو اللہ قرار دے دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان عیسائیوں کی غلط فہمیوں کو دور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان تین الٰہ کے عقیدوں کو چھوڑ دو۔ یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس (Holy Ghost)۔ اللہ تو بس ایک ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔ مسیح نے تو خود کو اللہ کا بندہ قرار دیا ہے لہذا اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک مت کرو کیونکہ آخرت میں ان میں سے کوئی بھی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا اور شریک کرنے والے کو سخت سزا دی جائے گی۔ اب یہ تمہاری طرف ہم نے ہدایت بھیج دی ہے لہذا اس کی پیروی کر کے اپنی اصلاح کرو۔

سورۃ المائدۃ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس میں ایک سو بیس آیتیں ہیں۔ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورہ صلح حدیبیہ کے بعد قریب چھ ہجری یا سات ہجری کے شروع میں نازل ہوئی ہوگی۔ ذی القعد چھ ہجری میں محمد ﷺ اپنے اصحاب کرام کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کیلئے مکہ روانہ ہوئے۔ جب مکہ کے قریب پہنچے تو کفار قریش نے اپنی سخت دشمنی کے جوش میں آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا۔ آخر بڑی کش مکش کے بعد دونوں کے درمیان یہ بات طے ہوئی کہ کفار قریش آئندہ سال آپ کو عمرہ کرنے دیں گے۔ اس لئے بادل ناخواستہ آپ کو واپس مدینہ لوٹنا پڑا۔ اس موقع پر یہ ضرورت پیش آئی کہ مسلمانوں کو تاکید کی جائے کہ کہیں وہ مسلمان اپنے انتقام کے جوش میں کفار قریش سے کوئی زیادتی نہ کر بیٹھیں چونکہ کافر قبیلوں کے حج کا راستہ اسلامی مقبوضات سے گذرتا تھا اس لئے یہ ممکن تھا کہ جس طرح انہوں نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روکا تو وہ بھی کافر قبیلوں کے لئے مشکلات پیدا کریں اور انہیں حج سے روک دیں۔ اس لئے مسلمانوں کو تاکید کی گئی اور پھر یہ بھی ضروری تھا کہ آئندہ سال کے لئے مسلمانوں کو عمرہ کرنے کے آداب بتائے جائیں تا کہ عمرہ کا سفر پوری اسلامی شان سے ہو سکے۔

جنگ اُحد میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی تھی ان کو صدمہ تو کافی پہنچا تھا لیکن ان کی ہمتیں اور مضبوط ہو گئیں اور وہ زخمی شیر کی طرح اٹھے اور ان کی مسلسل جدوجہد نے تین سال کے اندر مدینہ کے چاروں اطراف کے قبیلوں کا زور توڑ کر رکھ دیا۔ مدینہ کے آس پاس کے یہودیوں کا زور بھی ٹوٹ گیا۔ اسلام کو دبانے کے لئے کفار قریش نے بہت کوشش کی۔ ان کی آخری کوشش غزوہ خندق کے موقع پر ہوئی جس میں وہ سخت ناکام ہوئے۔ اس کے بعد سارے اہل عرب کو پتہ چل گیا کہ اب کوئی بھی اسلام کی تحریک کو نہیں مٹا سکتا۔ اب اسلام نہ صرف ایک عقیدہ تھا بلکہ وہ ایک ریاست بھی تھا۔ اب مسلمان ایک ایسی طاقت کے مالک ہو چکے تھے کہ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے ایمان کے مسلک کے مطابق زندگی بسر کریں۔ مسلمانوں کا اخلاق اور تہذیب وتمدن ایک امتیازی شان رکھتی تھی جو دوسرے غیر مسلمانوں سے بہت ہی اعلیٰ تھی۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے دیوانی اور فوجداری کے اسلامی قوانین تفصیل کے ساتھ بن چکے تھے۔ وراثت، نکاح اور طلاق کے قوانین، عورتوں کے لئے پردہ، زنا و قذف کی سزائیں، لین دین اور خرید وفروخت کے اصلاح شدہ طریقے، تمام اسلامی مقبوضات میں مسجدیں قائم ہونا اور نماز باجماعت کا نظم، پھر مسلمانوں کے اٹھنے بیٹھنے، بول چال، کھانے پینے اور رہنے سہنے کے طریقے، غرض اسلامی معاشرتی زندگی ایک خاص ڈھانچے میں ڈھل گئی تھی۔ جس سے

غیر مسلمانوں کی امیدیں ٹوٹ چکی تھیں کہ پھر کبھی یہ مسلمان ان میں آملیں گے۔
صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمانوں کے راستے میں کفار قریش کی رکاوٹ تھی جس کی وجہ سے وہ دعوت حق کو آگے اتنی آسانی سے نہیں پھیلا سکتے تھے لیکن صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو تازہ ترین وقت ہاتھ آ گیا کہ وہ اپنی اس دعوت حق کو آگے بڑھا سکیں۔ چنانچہ محمد ﷺ نے ایران، روم، مصر اور عرب کے بادشاہوں کو خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی اور ساتھ ہی مسلمانوں کے داعی حق دوسرے قبیلوں اور قوموں میں دین حق کی طرف بلانے کے لئے پھیل گئے۔ یہی حالات تھے جب سورہ مائدہ نازل ہوئی۔ اس سورہ میں مسلمانوں کو مذہبی، تمدنی اور سیاسی زندگی کے متعلق احکام وہدایات دی گئی ہیں۔
سب سے پہلے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تاکید کرتا ہے کہ اپنے حدود و قیود کی پابندی کرو جو اس سورہ میں تم پر عائد کی جارہی ہیں اور جو اس سے پہلے تم پر عائد کی گئی ہیں۔ اس صورت میں تمہارے ایمان کا دعویٰ یہ ہوا کہ اللہ اور رسول کے احکام کو بجالاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا احسان بجالاؤ کہ اس نے ہمیں سوچنے، سمجھنے، دیکھنے، سننے کی قوتیں عطا کیں۔ ہمیں اشرف المخلوقات بنایا۔ ہماری زندگی کی ہر ضروریات کو مدنظر رکھ کر اسے پورا کیا۔ قدرت کی نشانیوں کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنی توحید کا یقین دلوایا تا کہ وہ کسی اور کو اس اللہ کی عبادت میں شریک نہ کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پنی کتابوں اور نبیوں کے ذریعے ہماری جاہلیت دور کرنے اور ہماری ہدایت کا سامان کیا۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ اللہ واحد کا شکر یہ ادا کریں۔ پھر وہ سارے عہد جو ہم نے اللہ سے یا اللہ کے بندوں سے یا خود اپنے نفس سے کئے ہوں اس طرح پورا کریں کہ ہمارے مالک حقیقی کی وفاداری میں فرق نہ آئے۔
اس میں سفر حج کے آداب مقرر کئے۔ چونکہ کفار مکہ نے اس وقت مسلمانوں کو کعبہ کی زیارت سے روک دیا تھا اور عرب کے قدیم رسم کے مطابق مسلمانوں کو حج کرنے سے محروم کر دیا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جن کافر قبیلوں کے راستے اسلامی مقبوضات کے قریب سے گذرتے ہیں ان کو بھی ہم حج سے روک دیں۔ چونکہ عرب کے ہر حصے سے مشرک قبائل کے لوگ حج وزیارت کے لئے کعبہ کی طرف جاتے تھے اور بہت سے قبیلوں کے راستے مسلمانوں کی زد میں تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ یہ لوگ مشرک سہی اور تمہارے اور ان کے درمیان جنگ سہی مگر جب یہ خدا کے گھر کی طرف جاتے ہیں تو انہیں نہ چھیڑو۔ حج کے چار مہینوں (یعنی، رجب، محرم، ذی القعد، ذی الحج) میں ان پر حملے نہ کرو اور خدا کے دربار میں نذر کرنے کے لئے جو جانور یہ لے جارہے ہیں ان پر ہاتھ نہ ڈالو تا کہ ان کے بگڑے ہوئے مذہب میں خدا پرستی کا جتنا حصہ باقی ہے اس کی عزت کی جائے جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب کی مدد کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان سے

پرہیز کرو۔ اللہ سے ڈرو کہ اس کی سزا بہت سخت ہے۔ اور بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور وہ تمہارے بھلے کے لئے ہے لہذا اللہ کی حکم برداری کرو۔

اس میں شعائر اللہ کے احترام کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ تمام نشانیاں جو شرک و کفر اور جاہلیت کے مقابل خالص خدا پرستی کی نمائندگی کرتی ہیں۔ مثلاً وہ جانور جن کے گلے میں نذر خداوندی کے پٹے پڑے ہوں ان پر ہاتھ صاف نہ کرو، یا حج کے چار مہینوں میں جو سکون کے مہینے ہیں ان میں جنگ نہ کرو اور نہ کسی کو چھیڑو بلکہ ان مہینوں کی عزت کرو۔ احرام بھی ان نشانیوں میں سے ایک ہے۔ احرام اس فقیرانہ لباس کو کہتے ہیں جو کعبہ کی زیارت کے لئے پہنا جاتا ہے اسے باندھنے کے بعد بہت سی چیزیں آدمی پر حرام ہو جاتی ہیں جو کہ اس کے پہننے سے پہلے حلال تھیں۔ مثلاً حجامت، خوشبو کا استعمال، ہر قسم کی زینت و آرائش اور بیوی سے قربت وغیرہ۔ انہی پابندیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ احرام کی حالت میں کسی جاندار کو ہلاک نہ کیا جائے، نہ شکار کیا جائے اور نہ شکار کا پتہ بتایا جائے۔ اگر محرم کے لئے شکار مارا گیا تب بھی اس کا کھانا محرم کے لئے جائز نہیں البتہ اگر کسی شخص نے اپنے لئے شکار کیا ہو اور وہ محرم کو تحفہ کے طور پر کچھ اس میں سے دے دے تو وہ جائز ہے۔ احرام کی حالت میں موذی جانور مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ جو انسان کو نقصان پہنچانے والے ہیں مارے جا سکتے ہیں۔ سمندر کے سفر میں غذا کی فراہمی کے لئے جبکہ اور کوئی تدبیر ممکن نہیں ہوتی تو بحری شکار حلال کر دیا گیا۔ اس سورہ میں کھانے پینے کی چیزوں میں حرام و حلال کی قطعی حدود باندھ دی گئی ہے کیونکہ اس وقت لوگ پوچھتے تھے کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالٰی نے حرام چیزوں کی تفصیل بتا کر عام ہدایت دے دی کہ تمہارے لئے ساری پاک چیزیں حلال ہیں۔ اشیاء کے پاک ہونے کا تعین یہ ہے کہ جو چیزیں اصول شرع میں کسی اصل کے ماتحت ناپاک قرار پائیں مثلاً سور یا جن چیزوں سے انسان کی طبیعت کراہت کرے یا جنہیں انسان نے اپنے فطری احساس لطافت کے خلاف پایا ہو یا بعض غذا انسانی خون میں الرجی Allergy پیدا کرے۔ قدیم نظریہ یہ تھا کہ سب چیزیں حرام ہیں سوائے اس کے جسے حلال ٹھہرایا جائے۔ اللہ تعالٰی نے اس کے برعکس یہ حکم دیا کہ ہر چیز حلال ہے سوائے اس کے جسکے حرام ہونے کا اللہ تعالٰی حکم دیتا ہے یہ ایک بہت بڑی اصلاح تھی جس نے انسانی زندگی کو بندشوں سے آزاد کر دیا۔

اب جو چیزیں اللہ تعالٰی نے حرام کی ہیں وہ یہ ہیں--- مردار یعنی وہ جانور جو طبعی موت مر گیا ہو، یا جو گلا گھونٹ کر، یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا پھر جس جانور کو کسی درندے نے پھاڑا ہو۔ لیکن جو جانور کسی حادثے کا شکار ہو جانے کے باوجود مرا نہ ہو بلکہ اس میں کچھ زندگی کے

آثار باقی ہوں تو اللہ کا نام لے کر اگر اسے ذبح کیا جائے تو کھایا جا سکتا ہے۔ حلال جانور کا گوشت صرف ذبح کرنے سے ہی حلال ہوتا ہے کوئی دوسرا طریقہ اس کو ہلاک کرنے کا صحیح نہیں ہے۔ حلال کرنے میں حلق کا اتنا حصہ کاٹ دینا ہے جس سے کہ جسم کا خون اچھی طرح خارج ہو جائے کیونکہ جھٹکا کرنے یا کسی اور طریقے سے جانور کو ہلاک کرنے سے خون کا زیادہ حصہ جسم کے اندر ہی رک جاتا ہے اور وہ جگہ جگہ جم کر گوشت کے ساتھ چپٹ جاتا ہے۔ اس کے برعکس ذبح کرنے سے جسم کا تعلق دماغ سے کافی دیر تک رہتا ہے جس سے کہ رگ رگ کا خون کھینچ کر باہر آ جاتا ہے اور اسطرح گوشت خون سے پاک ہو جاتا ہے اور ذبح کرنے سے پہلے اللہ کا نام لینے سے مقصد یہ ہے کہ اس بات خیال رہے کہ جس جانور کو ہم ذبح کر رہے ہیں وہ صرف اللہ کے حکم سے صرف اپنی غذا کے لئے ذبح کر رہے ہیں نہ کہ اس جانور پر ظلم کرنے کے لئے۔ بہتا ہوا خون بھی حرام کیا گیا ہے اور سور کا گوشت بھی کہ وہ ناپاک ہے اور وہ جانور بھی حرام ہیں جو کسی خاص مقام پر غیر اللہ کی نذر و نیاز چڑھانے کے لئے لوگ لے جاتے ہیں۔ چاہے وہ دیوی دیوتاؤں کے لئے ہوں یا درگاہوں اور قبروں پر چڑھائے ہوئے نیاز ہوں۔ یہ سب مشرکانہ اعتقاد ہیں اور ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اس آیت میں تین اور بڑی چیزیں حرام کی گئی ہیں۔ ایک مشرکانہ فال گیری جس میں کسی دیوی دیوتا سے قسمت کا فیصلہ پوچھا جاتا ہے یا غیب کی خبر دریافت کی جاتی ہے۔ مشرکین مکہ نے اس کام کے لئے کعبہ کے اندر ہبل دیوتا کے بت رکھوا دیئے تھے۔ اس کے استھان میں سات تیر رکھے تھے جس پر مختلف الفاظ کندہ تھے۔ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہو یا خون کے مقدمہ کا فیصلہ کرنا ہو یا کوئی بھی کام ہو اس کے لئے ہبل کے پانسہ دار کو وہ نذرانہ پیش کرتے اور ہبل سے دعا مانگتے۔ پھر وہ پانسہ داران تیروں کے ذریعے سے فال نکالتا اور جو تیر بھی فال میں نکل آتا اس کے لکھے ہوئے الفاظ کو ہبل کا فیصلہ مانا جاتا تھا۔ دوسرے توہم پرستانہ فال گیری جس میں زندگی کے معاملات کا فیصلہ کسی وہمی خیال یا کسی اتفاقی چیز کے ذریعے سے کیا جاتا تھا مثلاً رمل، نجوم، جفر اور مختلف قسم کے شگون جیسے آنکھ کا پھڑکنا کسی خبر کی اطلاع دیتا ہے وغیرہ۔ تیسرا جوئے کی قسم کے وہ سارے کھیل اور کام جن میں اشیاء کی تقسیم کسی اتفاقی امر پر رکھ دیا جائے مثلاً لاٹری میں اتفاقاً فلاں شخص کا نام نکل آیا اور ہزاروں آدمیوں کی جیب سے نکلا ہوا روپیہ اس اکیلے شخص کی جیب میں چلا جائے۔ یا پھر رفل Raffle ٹکٹ خریدا جائے یا بنگو یا گھوڑے کی ریس وغیرہ سب حرام ہیں۔ صرف قرعہ اندازی کی سادہ صورت اسلام میں جائز قرار دیا گیا جس میں کہ دو برابر کے جائز کاموں یا دو برابر کے حقوق کے درمیان فیصلہ کرنا ہو یا پھر دو کام دونوں بھی درست ہیں اور فیصلہ صرف ایک کام کا کرنا ہے تو قرعہ اندازی جائز ہے۔

اب اللہ تعالیٰ لوگوں کے سوال کا جواب دیتا ہے کہ تمہارے لئے سب پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں۔ مویشی کی قسم کے چرنے والے چوپائے تم پر حلال کئے گئے یعنی جو کچلیاں نہ رکھتے ہوں اور حیوانی غذا کے بجائے نباتی غذا کھاتے ہوں۔ جو چوپائے کچلیاں رکھتے ہیں اور دوسرے جانوروں کو مار کر کھاتے ہیں مثلاً درندے وہ حرام ہیں۔ وہ پرندے بھی حرام ہیں جن کے پنجے ہوتے ہیں اور جو دوسرے جانوروں کا شکار کر کے کھاتے ہیں یا مردار خور کھاتے ہیں۔ جس شکاری جانور نے جس کو تم نے شکار پکڑنے کی تعلیم دی ہے اگر شکار پکڑ لائے تو وہ تمہارے لئے حلال ہے لیکن اگر وہ شکاری جانور خود اس میں سے کھالے تو وہ حلال نہیں ہوتا کیونکہ تمہارے اس شکاری جانور نے اپنے لئے شکار کیا تھا۔ لیکن سدھایا ہوا جانور اکثر اپنے مالک کے لئے شکار کو پکڑتا ہے۔ عام درندوں کی طرح پھاڑ نہیں کھاتا الا کہ وہ بہت سخت بھوکا ہو۔ ایسی حالت میں اگر وہ شکار میں سے کھالے تو اس شکار کو اسی کا حق سمجھنا چاہیے۔ اور شکاری جانور کو شکار چھوڑتے وقت اللہ کا نام لینا بہت ہی ضروری ہے۔ تب ہی اس کا پکڑا ہوا شکار حلال ہوسکتا ہے اور اگر وہ شکار کو زندہ پکڑ لائے تو اللہ کا نام لے کر اسے ذبح کرنا چاہیے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب اگر پاکی کے ان قوانین کی پابندی نہ کریں جو شریعت کے نقطہ نظر سے ضروری ہیں یا اگر ان کے کھانے میں حرام چیزیں شامل ہوں تو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اور اہلِ کتاب کی پارسا اور پاک دامن عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں۔ یعنی تم ان سے شادی بیاہ کر سکتے ہو۔ اس میں شرط یہ ہے کہ ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ بنو۔ نہ کہ چوری چھپی آشنائی کرو یا آزادانہ شہوت رانی کرنے لگو۔ اور اہل کتاب کی پاک دامن عورتیں خصوصاً جو مسلمان ملکوں میں ہوں تو ظاہر ہے کہ وہ ایمان لانے میں چون و چرا نہیں کرینگی بلکہ اپنی اولاد کو ایمان کے ہی راستے پر لگا ئینگی اسطرح ان کی نسل ایمان پر ہی قائم رہے گی۔ لیکن اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ممکن ہے کہ ان کی اولاد بھی ماں کے قدموں پر چلے اور پھر ایمان مٹنے لگے۔ لہذا سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔ یہ سب ایمان کے راستے ہیں اور جو ان پر چلنے سے انکار کرے گا آخرت میں وہ سخت نقصان اٹھائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کے لئے اٹھو تو وضو کر لیا کرو اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کر لو اور اگر کوئی بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا کوئی رفع حاجت کر کے آئے یا بیویوں سے قربت کی ہو اور تم کو پانی نہ ملے تو تیمم کر لو یعنی پاک مٹی پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لو۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی اطاعت کرو۔ پھر کہا ہے کہ ہمیشہ سچ بولو اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی گروپ سے تمہاری دشمنی ہو اور تم اس کے خلاف جھوٹی گواہی دے دو۔ ہمیشہ انصاف کرو

اور اللہ سے ڈر کر کام کرو کہ اسے تمہاری ہر حرکت کا پتہ ہے۔ جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل بھی کریں تو ان کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ اجر دے گا اور جو کفر کریں وہ سخت نقصان اٹھائیں گے اور دوزخ میں ان کا ٹھکانہ ہوگا۔ شراب اور جوئے کو قطعاً حرام قرار دیا۔ اللہ اور رسول ﷺ کے نظام صالح کے خلاف بغاوت کی سزا مقرر کی گئی کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا پھر وہ جلاوطن کئے جائیں اور پھر یہ تو دنیا کی سزا ہوئی اور آخرت کی سزا تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ لیکن جو کوئی توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو وہ اللہ کے غضب سے بچ جائے گا اور اللہ اس کے دامن سے اس کے داغ کو دھو دے گا۔ قسم توڑنے کا کفارہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا۔ اگر جان بوجھ کر کسی نے قسم کھائی تو اس کے توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو جو کھانا تم کھاتے ہو وہ کھلا دیا انہیں اسی کے مطابق کپڑے پہنا دیا پھر ایک غلام آزاد کرو اور اگر یہ سب کرنے کی تم میں طاقت نہ ہو تو پھر تین دن کے لگاتار روزے رکھو۔ فضول باتوں اور گناہ کے کاموں میں قسم کو استعمال نہ کیا جائے۔ اگر آدمی قسم کھالے تو پھر اسے یاد رکھے یہ نہ ہو کہ اپنی غفلت کی وجہ سے وہ اسے بھول جائے اور توڑ دے اور کفارہ بھی نہ دے اور ہاں احرام کی حالت میں بھی شکار نہ مارو اور جو جان بوجھ کر اللہ کا قانون توڑے گا تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے اللہ کے لئے نذرانہ دینا ہوگا جس کا فیصلہ دو عادل آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا۔ یا پھر اس گناہ کے کفارہ میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا یا پھر اس کے بقدر روزے رکھنے ہوں گے اور ان امور کا فیصلہ بھی دو عادل کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حلال اور حرام میں بہت فرق ہے۔ مثلاً اگر پانچ روپے اللہ کی فرمانبرداری کر کے نیک نیتی سے کمائے ہوں تو وہ حرام کے سو روپے سے لاکھ درجے بہتر ہے اور اس میں کافی برکت ہے۔ (یہ میرا ذاتی تجربہ بھی ہے) حرام جو اللہ کی نافرمانی کر کے حاصل کیا ہو وہ چاہے مقدار میں کتنا ہی زیادہ ہو اور شاندار نظر آتا ہو اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھانا چاہیے۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ ہر برے کام کی طرف تمہیں دعوت دے اور تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے اس لئے تم سب اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لئے تمہاری جماعت میں سے دو آدمی جو دیندار اور راست باز ہو گواہ بنالو اور اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت آجائے تو غیر مسلموں میں سے گواہ بنالو اور ان سے ان کی صحیح گواہ بننے کی

قسم لے لو اور اگر پتہ لگے کہ ان دونوں نے اپنے کو گناہ میں مبتلا کیا ہے تو دوسرے دو شخص شہادت دینے کے لئے ان میں سے لو جن کی حق تلفی ہوئی ہے اور ان سے بھی اپنی شہادت کی قسم لے لو۔

اس سورہ میں جاہلیت کے زمانے کی خودساختہ رسموں کو بھی توڑ دیا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب بھی مختلف طریقوں سے جانوروں کو پن کر کے اپنے دیوی دیوتاؤں یا اپنے بزرگوں کے ارواح کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کو ذبح کرنا یا ان سے کوئی فائدہ اٹھانا حرام سمجھتے تھے اور ان طریقوں سے چھوڑے ہوئے جانوروں کے الگ الگ نام رکھتے تھے۔

مثلاً بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جو پانچ دفعہ بچے جن چکی ہو اور آخری بار اس کے ہاں نر بچہ پیدا ہوتو اس کا کان چیر کر اسے آزاد چھوڑ دیتے تھے پھر نہ کوئی اس پر سوار ہوتا نہ اس کا دودھ پیتا نہ اسے ذبح کر سکتا تھا اور وہ کسی بھی کھیت میں یا چراگاہ میں چرتی پھرے یا کسی بھی گھاٹ سے پانی پیئے کوئی منع نہیں کر سکتا تھا۔

سائبہ: اس اونٹ یا اونٹنی کو کہتے تھے جسے کسی منت کے پورا ہونے یا کسی بیماری سے شفا پانے یا کسی خطرے سے بچ جانے پر شکرانہ کے طور پر پن کر دیا گیا ہو اور جس اونٹنی نے دس مرتبہ بچے دیئے ہوں اور ہر بار مادہ ہی جنی ہو اسے بھی آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔

وصیلہ: اگر بکری کا پہلا بچہ نر ہوتا تو وہ خداؤں کے نام پر ذبح کر دیا جاتا اور اگر وہ پہلی بار مادہ جنتی تو اسے اپنے لئے رکھ لیا جاتا۔ لیکن اگر نر اور مادہ ایک ساتھ پیدا ہوتے تو نر کو ذبح کرنے کے بجائے یونہی خداؤں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا اور اس کا نام وصیلہ تھا۔

حام: اگر کسی اونٹ کا پوتا سواری دینے کے قابل ہوتا تو اس بوڑھے اونٹ کو آزاد چھوڑ دیا جاتا اور اگر کسی اونٹنی کے دس بچے پیدا ہوتے تو اسے بھی آزادی مل جاتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے ہیں اور اللہ پر جھوٹا تہمت باندھتے ہیں کہ یہ سب اللہ نے مقرر کئے ہیں۔

پھر اللہ فرماتا ہے اپنے مسلمانوں سے کہ اگر کوئی گمراہ ہوتو اس سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا جبکہ تم خود سیدھے راستے پر ہو۔ یعنی ہر آدمی کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ خود کیا کر رہا ہے اسے فکر اپنے خیالات کی، اپنے اخلاق کی اور اپنے اعمال کی ہونی چاہیے نہ کہ دوسرے کے اعمال کی برائی نکالتا پھرے اور اس کی عیب جوئی کرتا پھرے۔ ہاں نصیحت ضرور کرے۔

اس سورہ میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ ہمیشہ سچائی اور انصاف پر قائم رہیں اور اپنے آس پاس کے اہل کتاب کے روش سے اپنے کو بچائیں۔ اللہ کی اطاعت اور فرمانرداری کا جو عہد انہوں نے

کیا ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہیں اور یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے عہدوں کو توڑ کر ان کے انجام سے دوچار نہ ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ یہ منافق جو آپ کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں آپ ﷺ کے لئے رنج کا باعث نہ بنیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو منہ سے کہتے ہیں کہ ایمان لائے مگر دل سے ایمان نہیں لائے ہیں۔ یا پھر وہ لوگ ہیں جو یہودی بن گئے ہیں جو جاسوس بن کر آپ کی مجلسوں میں آتے ہیں کہ کوئی راز کی بات کان میں پڑے تو اسے آپ ﷺ کے دشمنوں تک پہنچائیں۔ یا آپ ﷺ پر جھوٹے الزامات لگا کر آپ ﷺ کو بدنام کریں اور لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلائیں تاکہ لوگ اسلام سے ہٹ جائیں اور مسلمانوں کی دشمنی ان کے دل میں بڑھ جائیں یہ لوگ دراصل جھوٹ سننے اور بولنے کے عادی ہیں۔ حرام کھانے والے ہیں۔ یہ ان کے قاضیوں اور مفتیوں کی طرف اشارہ ہے جو جھوٹی شہادتیں لے کر ان لوگوں کے حق میں انصاف کے خلاف فیصلے کیا کرتے تھے جن سے انہیں رشوت پہنچ جاتی تھی۔ جسے اللہ ہی نے فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہو تو انہیں اللہ کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اللہ کی طرف سے کسی کے فتنے میں ڈالے جانے کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے اندر اللہ تعالیٰ کسی قسم کی برائی پرورش پاتے دیکھتا ہے تو اس کے سامنے ایک کے بعد ایک ایسے برائیوں کی لائن لگ جاتی ہے جو کہ اس کی آزمائش ہے اگر وہ شخص اس برائی کی طرف پوری طرح نہیں جھکا تو اس کے اندر نیکی اس بدی کا مقابلہ کرنے ابھر آتی ہے اور بدی کو شکست دیتی ہے۔ یاد رہے کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ضمیر بھی رکھا ہے اگر اس نے اپنے ضمیر کی آواز سن لی اور برائی سے بچ گیا تو ٹھیک ہے نہیں تو اس کی برائی اور پھیلنے لگتی ہے۔ ایک برائی کو سنبھالتے دوسرے برائی گلے پڑتی ہے اور اسی طرح انسان برائیوں کے پھندے میں جکڑ کر رہ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں ذلت کا عذاب ہے۔

اس میں چوری کی سزا چاہے وہ مرد ہو یا عورت مقرر کی گئی ہے کہ اسکا بایاں ہاتھ کاٹا جائے پھر اگر وہ توبہ کرے اور اپنے نفس کو چوری کرنے سے پاک کرے تو وہ اللہ کے غضب سے بچ جائیگا کیونکہ نفس کی پاکی توبہ اور اللہ کی طرف رجوع کرنے سے ہوتی ہے۔

یہودی اس وقت تک اسلامی حکومت کی باقاعدہ رعایا نہیں بنے تھے اس لئے ان یہودیوں کو اپنے اندرونی معاملات کو طے کرنے کی پوری آزادی حاصل تھی۔ اور ان کے مقدمات کے فیصلے ان کے جج کرتے تھے۔ جن معاملات میں وہ خود اپنے مذہبی قانون کے مطابق فیصلہ کرنا نہیں چاہتے تھے تو ان کا فیصلہ کرانے کے لئے نبی ﷺ کے پاس اس امید پر آتے تھے کہ شاید آپ ﷺ کی شریعت میں ان کا کوئی دوسرا حکم ہو اور آپ ان سے کچھ رعایت کریں۔ وہ اپنے تورات کے قوانین کو اپنے مفاد

کے لئے موڑ توڑ لیتے تھے۔ مثلاً زنا کی سزا سنگسار کرنا ہے۔ لیکن جب زنا کی کثرت ہوئی تو جو بڑے لوگ زنا کرتے انہیں چھوڑ دیا جاتا اور چھوٹے لوگوں کو رجم کر لیتے۔ اس سے جب عوام میں ناراضگی پیدا ہونے لگی تو ان کے علماء نے توراۃ کے قانون کو بدل کر یہ قاعدہ بنالیا کہ زانی اور زانیہ کو کوڑے لگائے جائیں اور انہیں منہ کالا کر کے گدھے پر الٹے منہ سوار کیا جائے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بددیانتی کو بالکل بے نقاب کر دیا کہ یہ مذہبی لوگ جنہوں نے تمام عرب پر اپنی دینداری اور اپنے علم کا سکہ جما رکھا تھا خود جو اپنی کتاب کو کتاب اللہ مانتے تھے اس کے حکم کو چھوڑ کر آپؐ کے پاس اپنے مقدمات لاتے تھے جبکہ آپؐ کے پیغمبر ہونے سے ان کو سخت انکار تھا۔ دراصل وہ کسی چیز پر بھی ایمان نہیں رکھتے ان کا ایمان تو صرف ان کا نفس اور ان کی خواہشات ہے۔ اس لئے نبی ﷺ کو ہدایت کی ہے کہ جا ہو تو ان کا فیصلہ کرو بالکل سچائی کے ساتھ یا پھر انکار کر دو وہ یہودی تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اور پھر یہودیوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ ان کو ایک روشن کتاب جو کہ سراسر ہدایت ہے وہ توراۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دی ہے اب اپنی نفسانی خواہشوں کو چھوڑ دو اور اللہ کی آیات کو تھوڑے سے معاوضے لے کر بیچنا چھوڑ دو۔ صرف اللہ سے ہی ڈرو اور اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ کرو ورنہ کافر کہلاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ قرآن بالکل حق لے کر آئی ہے جو دوسری کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور سراسر ہدایت ہے۔ ان ساری کتابوں کا مصنف ایک ہے۔ ان کا مدعا اور مقصد ایک ہے۔ تعلیم ایک ہے صرف فرق عبارات کا ہے۔ ان کتابوں کے اندر اللہ کا کلام جس حد تک موجود ہے قرآن سے اس کی تصدیق ہوتی ہے اور وہ ان پر گواہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی تو ہم سب کو ایک ہی امت پیدا کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ لوگوں کی آزمائش کرے۔ جو لوگ اصل دین کی روح اور حقیقت کو سمجھتے ہیں تو حق جس صورت میں اور جس نبی کے ذریعے آئے وہ اسے پہچان لیں گے اور قبول کریں گے اور جنہوں نے اللہ کی طرف سے آئی ہوئی چیزوں پر اپنے نفس کے مطابق رنگ چڑھا دیئے وہ ہر ہدایت کو اور نبی کو جو اللہ کی طرف سے آئے رد کرتے چلے جائیں گے جو کہ یہ ان کی آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ وہ خود آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ وہ اپنی آسمانی کتابوں میں ردوبدل کرتے ہیں۔ اگر تم ان کو دوست بناؤ گے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان ہی راستوں پر چلنے لگو۔ اس لئے تم صرف اللہ اور رسول اور اپنے مومنوں کو دوست بناؤ جو نماز قائم کرتے ہیں، زکواۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں اپنا جان و مال خرچ کرتے ہیں اور اللہ کو اس طرح اچھا

قرض دیتے ہیں۔ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے ایمان لانے والوں سے فرماتا ہے کہ ان اہل کتاب سے کہو جن میں سے بعض تمہارے دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اور اذان کی آواز سن کر اس کی نقلیں اتارتے ہیں کہ وہ جس بات پر بگڑے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ مسلمان اللہ اور قرآن پر ایمان لائے ہیں اور ان سارے انبیاء اور اللہ کی سب کتابوں کو قبول کرتے ہیں اور یہ اہل کتاب آپ ﷺ اور کتاب کا انکار کرتے ہیں۔ یہ دراصل وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی۔ خود یہودیوں کی تاریخ یہ کہتی ہے کہ بارہا وہ اللہ کے غضب اور اس کی لعنت میں مبتلا ہوئے۔ سبت کا قانون توڑنے پر ان کی قوم کے بہت سے لوگوں کی صورتیں مسخ ہوئیں۔ یہاں تک کہ وہ طاغوت کی بندگی کرنے لگے۔ ان کی مجرمانہ بے باکی کی کوئی حد ہی نہیں وہ اپنے اخلاقی تنزل کے خود ذمہ دار ہیں۔ ان کی گذشتہ عظمت ختم ہو چکی ہے اور دوبارہ واپس آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس لئے اپنی مصیبتوں کا ماتم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر فقرے کستے ہیں کہ اللہ بخیل ہے اور اس کے خزانے کا منہ بند ہے۔ اس قسم کی گستاخیاں کر کے وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ ان پر مہربان ہو جائے گا نہیں بلکہ یہ لوگ اللہ کی نظر عنایت سے بہت دور ہو گئے ہیں اور ان میں قیامت تک عداوت اور دشمنی رہے گی اور وہ اسی طرح فساد پھیلاتے رہیں گے۔ ان میں کچھ لوگ راہ راست پر چلنیوالے ہیں مگر زیادہ تر بدعمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان کے بارہ قبیلوں کے لئے بارہ سردار مقرر کئے تھے تاکہ وہ ان کے حالات پر نظر رکھیں اور انہیں بے دینی اور بداخلاقی سے بچاتے رہیں اللہ ان کے ساتھ ہے اور اگر انہوں نے اپنی نماز قائم رکھی اور زکواۃ دی اور اللہ کے سارے رسولوں کو مانا اور ان کی مدد کی اور اپنے اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرتے رہے تو اللہ ان سے بہت سی برائیوں کو دور کر دے گا اور ان کو جنت کے باغوں میں داخل کرے گا۔ لیکن انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا جس کی وجہ سے وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے اور ان کے دل سخت ہو گئے۔ جو تعلیم انہیں دی گئی تھی اس کا بڑا حصہ بھول چکے۔ وہ الفاظ بدل کر کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں اور خیانت کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان سے یہی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ نت نئی شرارتیں کریں لہذا اے نبی ﷺ انہیں معاف کر دو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کیجئے۔ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور وہ ہی ان کو دیکھ لے گا۔

بنی اسرائیل جب مصر سے نکل آئے تو اللہ تعالیٰ نے فلسطین کی سرزمین کو جو حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا مسکن رہ چکی تھی ان کے لئے نامزد کر دیا اور حکم دیا کہ جا کر اسے فتح کر لو۔ تب حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں کو فلسطین کے دورے پر بھیجا۔ انہوں نے

چالیس دن وہاں رہنے کے بعد یہ رپورٹ پیش کی کہ ملک تو سرسبز ہے لیکن وہاں کے لوگ کافی طاقتور ہیں۔ یہ سن کر بنی اسرائیل کے لوگ چیخ اٹھے اور وہاں جانے سے انکار کیا۔ انمیں دو سردار یوشع اور کالب نے کہا کہ خدا سے بغاوت نہ کرو یہ خدا کا حکم ہے۔ اس ملک کے لوگوں سے نہ ڈرو کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تب قوم نے جواب دیا کہ انہیں سنگسار کر دیا جائے۔ جس سے اللہ کا غضب بھڑکا اور وہ قوم چالیس برس تک صحرا میں بھٹکتی رہی۔ جوانی کی عمر میں مصر سے نکلے ہوئے لوگ اس دوران میں مر گئے۔ اس کے بعد موسیٰ کا بھی انتقال ہوا اور حضرت یوشع کے عہد خلافت میں بنی اسرائیل اس قابل ہوئے کہ فلسطین فتح کر سکیں۔ اس قصے کو کہنے کا مقصد بنی اسرائیل کو یہ جتانا تھا کہ موسیٰ کے زمانے میں جو بغاوت اور نافرمانی اللہ سے کی تھی اور جو سزا انہوں نے پائی تھی اب اگر محمد ﷺ سے بغاوت کی جو اللہ کے رسول ہیں تو اور بھی سخت سزا پائیں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا قصہ بیان کرتا ہے۔ قابیل جو بڑا تھا اور برا تھا اس نے اپنے چھوٹے بھائی ہابیل کو جو بہت ہی نیک تھا مار ڈالا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کے ذریعے اسے جتایا کہ کس طرح زمین کھود کر اپنے بھائی کی لاش کو چھپائے۔ جس پر وہ سخت شرمندہ ہوا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہودیوں کو ان کی سازش پر ملامت کرنا ہے جو انہوں نے نبی ﷺ اور ان کے اصحابؓ کو قتل کرنے کے لئے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے عرب کے امیوں کو مقبولیت کا درجہ دیا وہ اس لئے کہ ان میں اللہ کا ڈر یعنی تقویٰ تھا اور پرانے اہل کتاب کو اس لئے رد کیا کہ ان میں آدمؑ کے اس ظالم بیٹے قابیل کے صفات پائے جاتے تھے جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا اور مردودوں میں شمار ہو گیا۔ اس لئے بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان لکھ دیا کہ جس نے کسی بھی انسان کو خون کے بدلے یا ملک میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا۔ جو شخص ناحق کسی کی جان لیتا ہے وہ صرف ایک فرد پر ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا دل انسانوں کی جان کے احترام سے خالی ہے لہذا وہ پوری انسانیت کا دشمن ہے اس کے برعکس اگر کسی نے ایک انسان کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف بہت سے رسول بھیجے مگر جب کبھی کوئی رسول ان کے پاس ان کی خواہش نفس کے خلاف کچھ لے آیا تو انہوں نے کسی کو جھٹلایا اور کسی کو قتل کیا پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کیا لیکن وہ ہیں کہ اپنی نت نئی شرارتوں سے باز نہیں آتے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی ہر حرکت کو نوٹ کر رہا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے سراسر کفر کیا جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو اللہ بنا دیا اور

اسکی عبادت کرنے لگے حالانکہ حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔لیکن انہوں نے اللہ کا شریک مسیح ابن مریم کو بنا ڈالا اور جس نے بھی اللہ کا شریک مقرر کیا اس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور جہنم کو اس کا ٹھکانہ بنایا کیونکہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ پھر انہوں نے بھی کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے۔یعنی اللہ، روح القدس اور مسیح۔ حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں اور مسیح ابن مریم تو بس ایک رسول تھے جس طرح کہ دوسرے رسول اللہ تعالیٰ نے اپنی نوع انسانی کی اصلاح کے لئے بھیجے تھے۔ وہ تو ایک انسان تھے جو کھاتے تھے، سوتے تھے، سردی اور گرمی محسوس کرتے تھے۔ دراصل انہوں نے اپنے وہم وگمان سے ایک حقیقی مسیح کو خدا کا بیٹا یا خدا بنا دیا اور پھر ان کی ماں جو ایک نیک عورت تھی ان کو بھی اللہ کا درجہ دے دیا۔دراصل عیسائیوں نے فلسفہ یونان کے تخیلات سے متاثر ہو کر غلط عقیدے اور باطل طریقے اخذ کر لئے اور اس صراط مستقیم سے ہٹ گئے جس کی طرف شروع میں ان کی رہنمائی ہوئی تھی۔ اس طرح عیسائیوں نے اپنے اصل دین سے ہٹ کر، ہمسایہ قوموں کے اوہام اور فلسفوں سے متاثر ہو کر ایک بالکل ہی نیا مذہب تیار کر لیا جس کو عیسیٰؑ کی اصل تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔ دراصل جس چیز نے مسیحیوں کو گمراہ کیا تھا وہ عیسیٰؑ کی محبت اور عقیدت کا غلو تھا۔

اہل ایمان کی دشمنی میں زیادہ تر یہود اور مشرکین ملیں گے اور ایمان لانے والوں کے لئے دوستی میں نصاریٰ کو پاؤ گے وہ اس لئے کہ ان میں عبادت گذار عالم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور ان میں نفس کا غرور نہیں۔اور جب وہ قرآن کے کلام کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھیں بھر آتی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔اس وجہ سے اللہ نے ان کے لئے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو اپنے احسانات یاد دلا کر فرمائے گا اور جبکہ حواریوں نے آسمان سے ایک خوان اتارنے کی درخواست کی تھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو خدا بنا ڈالو۔تو وہ عرض کرے گا کہ یہ میرا کام نہ تھا مجھے کیا حق تھا کہ ایسی غلط بات کہتا اور پھر تُو تو ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔مَیں نے صرف تیرا پیغام ان تک پہنچایا کہ صرف اسی اللہ کی عبادت کرو جو تیرا اور میرا رب ہے اور مَیں صرف اس وقت تک ان کا نگراں تھا جب تک میں ان میں تھا اس کے بعد تو نے مجھے بلا لیا تو تو ہی ان پر نگراں رہا۔اور اب تو انہیں سزا دے یا معاف کردے تو ہی غالب اور دانا ہے۔تب اللہ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دیتی ہے۔اللہ ان سے راضی ہوا اور ان کے لئے جنت کے دروازے کھول

دیئے جوان کے لئے بڑی کامیابی ہے اور زمین اور آسمانوں کی بادشاہی صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے فرماتا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جاتا ہے اور ہر وہ کام کرتا ہے جس کی اس نے ممانعت فرمائی ہے تو اس سے اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ کے احکامات کی پیروی میں لوگوں ہی کی بھلائی ہے ورنہ اللہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ تم کو مٹا کر دوسری قوم پیدا کرے جو اللہ سے محبت کرے اور اللہ ان سے محبت کرے اور وہ لوگ اللہ کے احکام کی پابندی کریں گے اور کفار کے طریقوں سے دور رہیں گے۔

سورۃ الانعام

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:۔ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں۔ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ زمانہ مکی دور کا آخری زمانہ ہوگا۔ اس وقت محمد ﷺ کو اسلام کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہوئے کچھ بارہ سال گذر چکے تھے۔ قریش کے ظلم وستم اسلام قبول کرنے والوں پر انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ کئی مسلمان جنہوں نے اپنے آبائی مذہب کو ترک کر کے اسلام میں داخل ہوئے تھے ان کے ظلم وستم سے عاجز آ کر ملک مکہ کو چھوڑنا پڑا اور انہوں نے حبش کی راہ لی تھی۔ جہاں ان کو پناہ ملی تھی۔ حضرت محمد ﷺ کی زوجہ بی بی خدیجہؑ اور ان کے چچا ابو طالب جو اسلام کے لئے ان کی حمایت کرتے تھے وہ اب اس دنیا سے فوت ہو چکے تھے۔ اس لئے ان کے سہارے سے محروم ہو کر رسول ﷺ کو اپنی رسالت تبلیغ میں کافی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ مکہ کے اردگرد کے ہر قبیلے کا کوئی نہ کوئی فرد اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔ باقی کے سارے حق کو نہ ماننے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ جہاں کسی کو بھی وہ اسلام کے اثر میں آتا دیکھتے تو وہ ان کو طعنے ملامت کرتے، جسمانی تکلیفیں پہنچاتے۔ کسی کو یہ یقین ہی نہ تھا کہ اسلام ایک دن کامیابی کی منزل کو پہنچے گا۔ خود مسلمان بھی کفار کی سخت اذیتوں سے تھک ہارنے لگے تھے۔ بظاہر لوگوں کو یہی نظر آتا تھا کہ اسلام ایک بہت ہی کمزوری تحریک ہے اور اس کو قبول کرنے والے بھی چند مٹھی بھر غریب، مسکین اور غلاموں کے سوا کوئی نہیں اور ان کو یقین تھا کہ ان مٹھی بھر مسلمانوں کو شدت سے عذاب دے کر اور ان کو بے بس کر کے وہ پھر اپنے آبائی مذہب پر لے آئیں گے اور یہ اسلام کی تحریک جلد ہی ختم ہو جائے گی کہ اس تاریک ماحول میں ایک چھوٹی سی روشنی یثرب یعنی مدینہ کی طرف سے نمودار ہوئی جہاں سے اوس اور خزرج قبیلے کے بااثر لوگوں نے آ کر نبی ﷺ

کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسلام پھیلنا شروع ہوا۔ ان حالات میں یہ سورہ نازل ہوئی۔ جس میں شرک کو باطل قرار دیا اور لوگوں کو عقیدہ توحید کی طرف دعوت دی گئی۔ اس سورہ میں عقیدہ آخرت کی بھی تبلیغ ہے اور لوگوں کے اس غلط خیال کو رد کیا گیا ہے کہ صرف یہی دنیا کی زندگی ہے اور اس کے ختم ہونے کے بعد کچھ نہیں ہے۔ اس میں جاہل عربوں کے جاہلیت کے توہمات کو بھی رد کیا گیا ہے۔ اس میں نبی ﷺ کی دعوت حق کے خلاف کفار مکہ کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ پھر اس میں نبی ﷺ اور مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے۔ کیونکہ اتنی زیادہ کوششوں کے بعد بھی کوئی کامیابی نظر نہیں آرہی تھی جس سے وہ سب دل شکستہ ہو رہے تھے اور اس میں منکرین اور مخالفین حق کو ان کی غفلت اور غرور پر خبردار کیا گیا ہے۔ یہ سارے مضامین مختلف طریقوں سے بار بار اس سورہ میں چھیڑے گئے ہیں۔

کلام کا آغاز اس طرح ہوا ہے کہ سب تعریف صرف ایک ہی اللہ کے لئے ہے جس نے زمین و آسمان بنائے، روشنی اور تاریکیاں پیدا کیں۔ پھر بھی یہ لوگ دعوت حق کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا یعنی اگر دیکھا جائے تو ہمارے جسم کے سارے اجزاء زمین سے جو رزق ہمیں ملتا ہے اسی سے حاصل ہوتے ہیں۔ پھر جس اللہ نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا اور تمہیں بھی پیدا کیا تو ظاہر ہے کہ صرف اسی ایک اللہ واحد کی ہی ہمیں عبادت کرنی چاہئے جس کی تعلیم نبی ﷺ دے رہے تھے۔ لیکن یہ لوگ پھر بھی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہ مشرکین عرب کو اللہ تعالیٰ خطاب کر کے فرما رہا ہے چونکہ وہ اس بات کو وہ ضرور تسلیم کرتے تھے کہ آسمان و زمین کا بنانے والا، رات اور دن کا نکالنے والا اور سورج اور چاند کو وجود میں لانے والا اللہ ہی ہے تو پھر کیوں تم لوگ دوسروں کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہو۔ ان کے آگے سجدے کرتے ہو، نذریں اور نیازیں چڑھاتے ہو، ان شریکوں سے دعائیں مانگتے ہو اور ان کے آگے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہو۔ حالانکہ وہی ایک اللہ واحد ہی ہے جو تم لوگوں کو رزق دیتا ہے۔ مشرکوں نے اللہ کے سوا جن جن کو اپنا خدا بنا رکھا ہے وہ سب ان کو رزق دینے کی بجائے ان سے رزق پانے کے محتاج ہیں۔ وہ خود تو اپنی مورتیاں نہیں بنا سکتے بلکہ وہ اس کے لئے پوجنے والوں کے محتاج ہیں۔ قبر میں جو صاحب لیٹے ہوئے ہیں۔ جن سے وہ اپنی حاجتیں مانگتے ہیں اور اس پر چادر چڑھاتے ہیں تو اس کی شان معبودیت قائم نہیں ہو سکتی ہے جب تک کہ اس کے پرستار ایک شاندار مقبرہ اس کے لئے تعمیر کریں اور اپنی دکان چمکائیں۔ کسی دیوتا کا دربار خداوندی سج نہیں سکتا جب تک کہ اس کے پجاری اس کا مجسمہ بنا کر کسی عالی شان مندر میں نہ رکھیں۔ اسطرح یہ سارے بناوٹی خدا خود اپنے بندوں کے محتاج ہیں۔

وہی اللہ تو ہے جس کے پاس سارے غیب کے علم کی کنجیاں ہیں۔ جو کچھ بھی خشکی اور تری میں

ہے وہ سب سے واقف ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔ زمین کی تاریکی میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے کہ وہ باخبر نہ ہو اور پھر صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون ہے جو تمہیں خطرات سے بچاتا ہے۔ جس کو تم مصیبت میں پھنسنے یا طوفان میں جکڑ جانے کے بعد پکارتے ہو؟ صرف ایک اللہ ہی ہے جو تمام اختیارات کا مالک ہے اور تمہاری بھلائی برائی سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی ہے جو بے جان سے جاندار کو نکالتا ہے (جیسے انڈے سے مرغی) اور وہی ہے جو جاندار سے بے جان کو نکالتا ہے (جیسے مرغی سے انڈا) اور پھر دیکھو تو اسی بے جان انڈے سے جاندار مرغی نکلتی ہے اب اتنی ساری کھلی نشانیوں کے باوجود تم نے اس کی خدائی میں دوسرو کو شریک کیا ہے۔ پلتے ہو تم اس اللہ واحد کے رزق پر اور رزق دینے والا تم کسی اور کو بناتے ہو؟ جب برے

وقت میں وہ تمہاری تکلیفوں کو دور کرتا ہے اور تمہیں نجات دیتا ہے تو پھر تمہارے مشکل کشا کوئی اور کیوں بن جاتے ہیں اور ان دوسروں کے نام نذر و نیاز چڑھنے لگتی ہیں۔ حالانکہ تم لوگوں کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ تمہارے یہ بنائے ہوئے خدا اسی اللہ واحد ہی کی طرح اوصاف رکھتے ہوں اگر تم سچے ہو تو ثبوت لے آؤ۔ جن کو آسمانی کتابیں دی گئی ہیں یعنی یہود و نصاریٰ وہ اس حق کو اچھی طرح جانتے ہیں کیونکہ ان کے پیغمبر بھی یہی دعوت حق لے کر آئے تھے۔ تو وہ اللہ واحد کو تو ٹھکرا نہیں سکتے اور ان کو یہ اچھی طرح پتہ ہے کہ خدائی میں کسی اور کا کوئی حصہ نہیں۔ اگر یہ لوگ واقعی مانتے ہیں کہ اللہ واحد کے ساتھ اس کی خدائی میں دوسری ہستیاں بھی شریک ہیں اور خداوندا اختیارات رکھتی ہیں اور ان ہی ہستیوں کو عبادت کا حق پہنچتا ہے یا کوئی یہ کہے کہ اللہ نے فلاں فلاں ہستیوں کو جیسے کہ دیوی / دیوتا یا قبر میں لیٹے ہوئے پیر صاحب کو اپنے بہت ہی قریب اور خاص قرار دیا ہے لہذا ان سے اپنی حاجت روائی کی جائے تو وہ اس چیز کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ یہ سب اللہ پر بہت زیادتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق یہ لوگ دوسروں کو دیتے ہیں۔ جان لو کہ عبادت اور نذر و نیاز کا حق صرف اللہ واحد ہی کو پہنچتا ہے کیونکہ ہمیں بھی اور دنیا کی تمام چیزوں کو اسی نے بنایا ہے۔ دوسرے بناوٹی خداؤں کے پاس تو یہ طاقت ہی نہیں ہے۔ جن کو وہ پکارتے ہیں وہ ان کو نہ تو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔

مشرکین محمد ﷺ سے نشانی مانگتے تھے کہ جس چیز کی طرف وہ بلا رہے ہیں وہ امر حق ہے یا نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے چاروں طرف نشانیاں ہی نشانیاں ہیں۔ زمین کے جانوروں اور ہوا کے پرندوں کی کسی ایک قسم کو لے کر اس کی زندگی پر غور کرو کہ کس طرح اس کی ساخت بالکل ٹھیک بنائی گئی ہے۔ کس طرح اس کی تخلیق ہو رہی ہے اور پھر کس طرح اس کو رزق پہنچانے کا انتظام ہو رہا ہے کس طرح ان میں سے ایک ایک جانور اور ایک ایک چھوٹے سے چھوٹے کیڑے کی جہاں بھی وہ ہے

خبر گیری، نگرانی اور حفاظت کی جا رہی ہے۔ کس طرح وہ کھاتے پیتے ہیں اور کس طرح ان کی موت کا دن بھی مقرر ہے بالکل تمہاری طرح اور پھر ذرا غور کرو کہ جس اللہ واحد اور اس کی صفات کو محمد ﷺ تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ بالکل حق ہے۔ لیکن تم لوگ نہ خود آنکھیں کھول کر دیکھتے ہو اور عقل ہونے کے باوجود نہ کسی سمجھانے والے کی بات سنتے ہو۔ تم لوگ جہالت کی تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہو تو پڑے رہو خود اپنا نقصان کرو گے۔ اس کے بعد ان کی توجہ ایک دوسری نشانی کی طرف دلائی گئی ہے کہ جب انسان پر کوئی بڑی آفت آتی ہے مثلاً طوفان، زلزلہ یا ان کی کشتی طوفان میں پھنس کر ڈوبنے کو آتی ہے تو اس وقت لوگوں کو اللہ کے آگے دامن پھیلانے کے سوا کوئی پناہ کا راستہ نظر نہیں آتا۔ اپنی اپنی زبانوں میں وہ صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ بڑے بڑے مشرک ایسے موقع پر اپنے معبودوں کو بھول کر خدائے واحد کو پکارنے لگتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ سخت مشرک تھا۔ جب مکہ نبی ﷺ کے ہاتھ پر فتح ہوا تو وہ جدہ کی طرف بھاگے اور ایک کشتی میں سوار ہو کر حبش کی راہ لی۔ راستے میں سخت طوفان آیا۔ انہوں نے خوب اپنے دیوی دیوتاؤں کو پکارا مگر کشتی طوفان کی زد میں آ کر ڈوبنے کو آئی تو سب کہنے لگے کہ یہ وقت اب صرف اللہ واحد کو پکارنے کا ہے وہی چاہے تو بچا سکتا ہے۔ تب عکرمہؓ کی آنکھیں کھلیں کہ یہی بات تو اللہ کا نیک بندے حضرت محمد ﷺ ہمیں کئی سالوں سے بتا رہے ہیں اور ہم ہیں کہ ان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس لئے اس نے اللہ سے دعا کی کہ اگر وہ طوفان سے بچ گیا تو وہ ایمان لے آئے گا اور پھر ایسا ہی ہوا اور اس نے اپنی باقی عمر اسلام کے لئے جہاد کرتے گذاری۔

اب تیسری نشانی اللہ تعالیٰ یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر اللہ تمہاری آنکھوں کی بینائی چھین کر اندھا، کان سے سننے کی طاقت چھین کر تمہیں بہرا بنا دے یا پھر تمہارے سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں چھین لے تو اللہ کے سوا کون سا خدا ہے جو یہ قوتیں تمہیں واپس لے دے۔ پھر اگر اللہ چاہے تو تم پر عذاب اوپر سے طوفان و آندھی کی شکل میں لے آئے یا نیچے سے زمین کے زلزلے سے لے آئے اور پوری زمین ہلا دے اور تم کو ہلاک کر دے تو وہ یہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اس پر قادر ہے۔ تمہارے جو شریک ہیں وہ اسے روک نہیں سکتے اور اگر اوپر سے بارش ہی تیز برسے تو ذرا اپنے معبودوں سے کہو کہ اسے کم کر دے یا بند کر دے نہیں تو ہماری کھیتیاں برباد ہو جائیں گے دیکھو وہ تمہاری مدد کرتے ہیں۔ لیکن صرف اللہ چاہے تو ایسے ہوگا۔ تو سن لو وہی اللہ اپنی پیدا کی ہوئی کائنات میں حکمرانی کرتا ہے اور صرف اسی کا حکم چلتا ہے۔ دوسروں کا حکم اگر بظاہر چلتا نظر بھی آتا ہو تو اس سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو صرف اللہ واحد کی مرضی سے ہوتا ہے۔ وہی ہے جو جانتا ہے کہ اس کی مخلوق کے لئے بہتر

کیا ہے کہ اس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور وہ اسے اپنا فرض سمجھتا ہے۔ وہ کسی کو بھی نہیں بھولتا۔ سب کا حاجت روا ہے۔ اگر کبھی حاجت پوری ہوتے نظر نہ آتی ہو تو غلط فہمی میں پڑ کر دوسرے ولی کی قبر پر نہ پہنچو اور چادریں نہ چڑھاؤ۔ بلکہ اگر وہ حاجت تمہارے حق میں بہتر ہو تب ہی اللہ اسے پوری کرے گا اور اس کا بھی ایک وقت ہے۔ چاہے تم دیوی دیوتاؤں کی نذریں مانگو یا ولی کی قبر کے پھیرے لگاؤ۔ کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مُردے تو خود قبر میں بے حس لیٹے ہوئے اپنے حساب کا انتظار کرتے ہیں۔ ان کو تو یہ پتہ بھی نہیں کہ ان کی قبر کے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے۔ وہ کیا تمہاری مدد کریں گے اور پھر دیوی دیوتا تو وہ بھی صرف مجسمہ ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی سن سکتے ہیں تو وہ تمہاری کیا مدد کریں گے جبکہ ان کو تم ہی نے بنایا ہے۔ ذرا سوچو۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ درج کیا ہے کہ کس طرح وہ شرک سے بیزار تھے اور انہوں نے کس طرح اپنے باپ سے کہا کہ کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے اور وہ کس طرح اپنی قوم کو کھلی گمراہی میں پاتے تھے۔ یہاں پر ابراہیمؑ کا ذکر یاد دلانے کا مقصد یہ ہے کہ عرب کے لوگ حضرت ابراہیمؑ کو اپنا پیشوا مانتے تھے اور قریش کو تو اس چیز پر فخر تھا کہ وہ ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں اور ان کے بنائے ہوئے خانہ کعبہ کے رکھوالے ہیں۔ ان کو دراصل یہ بتانا ہے کہ مسلمان اس مقام پر ہیں جس پر حضرت ابراہیمؑ تھے اور تمہاری حیثیت صرف ابراہیمؑ سے لڑنے والی جاہل قوم کی تھی اور انہوں نے انہی گمراہ لوگوں کی راہ اختیار کی ہے جن کے خلاف ان کے پیشوا ساری عمر جہاد کرتے رہے۔ ان کو یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح تم لوگوں کے سامنے کائنات کے آثار کھلم کھلا نمایاں ہیں اور ان میں اللہ واحد کی نشانیاں تم دیکھ رہے ہو اسی طرح تمہارے پیشوا ابراہیمؑ کے سامنے بھی یہی نشانیاں تھیں۔ مگر تم لوگ صرف اندھے بنے ہوئے ہو کہ کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ ابراہیمؑ کا زمانہ 2100 قبل مسیح کے لگ بھگ تھا۔ جدید تحقیقات کی بنا پر ذرا تھوڑی سی نظر اس پر ڈالنی چاہیے ان کا شہر اُر تھا۔ وہاں کے لوگ بہت ہی تجارت پیشہ تھے اور ان کی زندگی کا مقصد زیادہ سے زیادہ دولت کمانا اور آرام کی زندگی بسر کرنا تھا۔ ان کے تقریباً پانچ ہزار خدا تھے۔ ملک کے مختلف شہروں کے الگ الگ خدا تھے۔ ہر شہر کا ایک خاص محافظ خدا ہوتا تھا۔ اُر کا محافظ خدا ننار (چاند دیوتا) تھا۔ ان بڑے خداؤں کے ماتحت بہت سے چھوٹے خدا بھی تھے جو زیادہ تر آسمانی تاروں اور کم تر زمین سے چن لئے گئے تھے اور ان کی شکلیں بتوں کی شکل میں بنائی گئی تھیں اور عبادت کے سارے رسم انہی کے آگے بجالاتے تھے۔ اصل بادشاہ تو ننار تھا اور اس کی پشت میں ملک کا فرمانروا حکومت کرتا تھا اس لئے بادشاہ خود بھی معبودوں میں شمار ہو جاتا تھا اور خداؤں کی مانند اس کی پرستش کی جاتی تھی۔ اس کی خواب گاہ میں روزانہ ایک پجارن اس

کی دلہن بنتی تھی۔ یہ حالات تھے جس میں ابراہیمؑ نے آنکھیں کھولیں اوران مشرکوں کے دین سے بلا خوف وخطر بغاوت کر بیٹھے۔ جب وہ توحید کی دعوت حق لے کر اٹھے تو اس کا اثر صرف بتوں کی پرستش پر ہی نہیں بلکہ شاہی خاندان کی معبودیت اور حاکمیت، پجاریوں اوراونچے طبقے کی معاشرتی اور سیاسی حیثیت اس کی زد میں آئی تھی۔ یہ ایک بہت بڑی بغاوت تھی۔ اس لئے ابراہیمؑ کی آواز بلند ہوتے ہی شاہی خاندان پجاری، عوام سب ہی اس کو دبانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اورانہوں نے پوری طاقت سے ان سب کا مقابلہ کیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو ان چاند تاروں وغیرہ میں رب ہونے کا کوئی ثبوت نہ ملا وہ پکار اٹھے کہ رب وہی ایک ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا۔ انہوں نے اپنی قوم کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے دست برداری کا اعلان کیا اوران کو نصیحت کی کہ اس سے باز آئے اور ہوش میں آئے اور اللہ کے عذاب سے ڈرے۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم تو اللہ واحد کے ساتھ ان ہستیوں کو شریک کرتے ہوئے نہیں ڈرتے ہو تو پھر میں کیوں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے ڈروں۔ میں صرف اللہ واحد سے ڈرتا ہوں کیونکہ سب کچھ اس کے علم میں ہے جو ہم سب کا بنانے والا ہے۔ ابراہیمؑ اکیلے تھے اور پوری قوم ان کے خلاف ہوگئی تھی۔ دیکھو وہ کتنے نڈر تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے ابراہیمؑ کو بلند مرتبہ عطا کیا اوران کی اولاد میں سے کافی انبیاؤں سے ان کو نوازا۔ جن کو ہدایت اوررسالت دی اوراپنی خدمت کے لئے چن لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے کہتا ہے کہ آپ ﷺ بھی انہی کے راستوں پر چلو اوراپنی قوم کو بھی گمراہی سے نکال کر صحیح راستے پر لگاؤ۔ اپنی قوم سے کہو کہ میں تم سے اپنے کام کے لئے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ یہ تو ایک نصیحت ہے جو میں تم لوگوں کو دے رہا ہوں۔ اگر ماننا ہو تو مانو اور نہ مانو گے تو اپنا ہی نقصان کروگے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ چونکہ یہ کفار ومشرک آپ کا مذاق اڑاتے ہیں تو آپ دل تنگ نہ ہوں اورذرا بھی ان کی پرواہ نہ کریں۔ اپنی دعوت حق کی تبلیغ کئے جاؤ۔ ہر نبی کے دور میں اسی طرح مذاق وطعن لعن ہوتا چلا آیا ہے۔ ان سے کہو کہ اپنے ملک میں چل پھر کر دیکھو کہ اللہ کی دعوت حق کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ آخر کار وہ نیست ونابود ہوئے۔ یہ عاد وثمود کی قوم تھی جن کے کھنڈرات مکہ والوں کو ان کے تجارتی سفر میں ملتے تھے۔ ان سے کہو کہ میں اگر اللہ واحد کی نافرمانی کروں اوراس کے ساتھ دوسری بیکار ہستیوں کو شریک کروں تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اگر اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے۔ اور پھر اس بڑے قیامت کے دن سوائے اللہ کے کوئی بھی ان کے کام نہیں آئے گا۔ کوئی بھی ان کی سفارش کو آگے نہیں بڑھے گا۔ ان کے سارے معبود و اولیاء جن کی دنیا میں وہ بھینٹ چڑھاتے

آئے ہیں ان سے بیزار بیٹھے خود اپنا حساب دینے کے منتظر ہوں گے۔ وہ تو یہ سمجھتے رہے کہ آخرت میں کوئی ان کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا کیونکہ ہم ساری عمر فلاں کے نذر و نیاز کرتے تھے اب وہ ہی ہمارے لئے کفارہ بنیں گے اور اللہ کے ہاں ہماری سفارش کے لئے جم کر بیٹھ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کو ان کی بات سننی ہی پڑے گی۔ افسوس ان کی دنیا میں کی ہوئی ساری محنت برباد جائے گی۔ انہوں نے نصیحت کو قبول نہیں کیا اور اندھوں کی طرح اپنے بڑوں کے پیچھے چلتے رہے۔ وہاں کسی کی بھی سفارش قبول نہیں ہوگی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ دنیا میں وہ جو بھی چاہیں کریں وہاں ان کے سفارشی انہیں بچالیں گے۔ کتنا غلط خیال تھا۔ لہذا آپ ﷺ ایسے لوگوں کو نصیحت کرو جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور جھوٹے بھروسوں پر پھولے ہوئے نہیں ہیں آپ ﷺ کی نصیحت کا اثر صرف انہی لوگوں پر ہی ہو سکتا ہے۔ ان سے کہو کہ تم لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہو ان کی بندگی کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے اور میں تمہارے راستوں پر چل کر گمراہ نہیں ہونا چاہتا۔ قریش کے بڑے بڑے سرداران ادنیٰ مسلمانوں کی خستہ حالی اور اخلاقی کمزوری جو ان سے زمانہ جاہلیت میں ایمان لانے سے پہلے سرزد ہوئی تھیں کی وجہ سے ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں پر خاص توجہ دو اور ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے رحم و کرم کرنا اپنے اوپر ضروری قرار دیا ہے۔ اگر کوئی نادانی کے ساتھ کوئی برائی کرے اور پھر توبہ کر لے اور اس برائی کے پاس پھر نہ جائے تو وہ اسے معاوف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غریبوں اور مفلسوں کو سب سے پہلے ایمان کی دولت سے نواز کر ہم نے دولت اور عزت کا گھمنڈ رکھنے والوں کو آزمائش میں ڈالا ہے۔

پھر اپنے نبی ﷺ کو ایک اور نصیحت اللہ تعالیٰ کرتا ہے کہ اگر کوئی ہماری آیات پر نکتہ چینی کرے تو ان کے پاس سے ہٹ جاؤ جب تک کہ گفتگو کا موضوع بدل جائے۔ ان کے حساب میں سے کسی چیز کی ذمہ داری آپؐ پر نہیں ہے۔ ہاں انہیں نصیحت کئے جاؤ شاید وہ سیدھی راہ اختیار کریں۔ ان نادانوں اور کم عقلوں کو چھوڑو جنہوں نے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور اس دنیا کی زندگی میں مگن ہیں۔ ایسے لوگ خود اپنی کمائی کے نتیجے میں پکڑے جائیں گے اور ان کو کھولتا ہوا پانی پینے کو اور دردناک عذاب بھگتنے کو ملے گا۔ اور پھر یہ لوگ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو گالیاں نہ دو ورنہ وہ تمہارے اللہ واحد کو گالیاں دینے لگیں گے۔ ان کے معبودوں کو گالیاں دینے سے وہ حق سے اور بھی دور ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق صرف کھیل کے طور پر نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ ایک نہایت سنجیدہ کام ہے۔ جو کسی خاص حکمت کے بنا پر کیا گیا ہے۔ انسانوں کو جانوروں کے مقابلے میں عقل دے کر بھیجا گیا اور اسے اس کے اندر کی ضمیر کے ذریعے اچھے برے کی تمیز بھی دی اور

ان کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے اور کتابیں دے کر انہیں اچھے بری راہوں کے چننے کی آزادی بھی دے دی گئی ہے۔ پھر وہ خود اپنے کئے کا ذمہ دار ہے اور اپنے اپنے اعمال کا حساب دے گا۔ کوئی اگر چاہے بھی تو کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ آخرت کے دن سب اپنے اپنے بوجھ لئے ہوئے حاضر ہوں گے۔

پھر آخرت کے بارے میں ہی کہا ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ سب آسمان و زمین کے نظام کو درہم برہم کرے گا یہ پہلا صور ہوگا اور سب ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر نہ معلوم کتنی مدت بعد جو صرف اللہ ہی جانتا ہے دوسرا صور پھونکا جائے گا اور اوّل سے آخر سب زندہ ہو کر اپنے آپ کو میدان حشر میں پائیں گے۔ یہ قیامت کا دن ہوگا۔ اس دن بادشاہی صرف اللہ کی ہوگی اور اپنے اس بڑے محکمے میں وہی سب سے بڑا جج ہوگا اور سب اپنا اپنا حساب و کتاب کے لئے اس کے آگے بڑھیں گے۔ اس وقت ان کا کوئی سفارشی، یار و مددگار نہ ہوگا۔ جیسے اکیلے دنیا میں آئے تھے ویسے اکیلے ہی ہوں گے۔ پھر ان کو یقین آئیگا کہ رسول ﷺ کی دعوت حق کتنی سچی تھی۔ ان کو ان کے کئے کے مطابق جزا یا سزا ہوگی۔ نیکی کے بدلے دس گنا زیادہ انعام ملے گا اور گناہوں کے بدلے اتنا ہی ملے گا جتنا کہ انہوں نے کیا تھا۔

مکہ کے کفار و مشرک نبی ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بھلا یہ کیسا رسول ہے اور کھاتا پیتا اور بیوی بچے رکھتا ہے۔ اگر اللہ کو اپنا رسول ہی بھیجنا تھا تو ساز و باز اور ڈنکے بجا کر بھیجتا۔ کسی فرشتے کو ان کی نگرانی کے لئے مقرر کر کے بھیجتا۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ ہم تو مزے میں ہیں اور جو اپنے کو اللہ کا رسول کہتا ہے وہ تو پتھر اور دھکے کھا رہا ہے۔ غرض وہ اللہ کے رسول کو ماننے کے لئے تیار ہی نہ تھے۔ ان کو تو نشانی چاہیے تھی۔ کہ اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو بتاؤ قیامت کب ہوگی۔ یا فلاں دن کیا ہونے والا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے کہتا ہے کہ ان بیوقوفوں سے کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں۔ صرف تمہاری نصیحت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میرے پاس کوئی غیب کے خزانے تھوڑی ہیں وہ تو سب اللہ کے پاس ہیں۔ میں تو صرف ایک نصیحت کرنے والا ہوں تاکہ تم لوگوں کو اللہ کے عذاب سے بچا سکوں۔ اگر تم نہیں مانتے ہو تو نہ مانو۔ قیامت کی بات سچ ہی ہونے والی ہے تب تم اپنا ہی نقصان کرو گے اور آگ میں بھرتی کئے جاؤ گے اب تمہاری مرضی۔

کبھی کبھار مسلمانوں کی ہمت جواب دینے لگتی تھی اور اللہ تعالیٰ سے کچھ ایسی نشانی مانگتے تھے جس سے کہ کفار جھٹ پٹ ایمان قبول کرلیں۔ تب اللہ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ اگر ان کو ہدایات دینی تھی تو میں اکیلے دے سکتا تھا اور سب کو ہدایت پر ہی پیدا کرتا۔ بھلا آپ ﷺ کو بھیجنے کی مجھے کیا ضرورت تھی۔ لیکن یہ مشیت الٰہی کے خلاف ہے۔ اللہ کا مقصد انسان کو دنیا میں لانے کا یہ ہے

کہ ان کو حق و باطل کے انتخاب کی آزادی دی جائے اور پھر حق کی روشنی اس کے سامنے پیش کر کے اس کی آزمائش کی جائے۔ پس اگر آپ ﷺ کوئی ایسی ہی نشانی چاہتے ہیں تو زور لگا کر آسمان پر خود ہی چڑھ جاؤ اور نشانی لے آؤ اگر آپ ﷺ میں اتنی ہمت ہے تو کرو۔ پس یہی آپؐ کے لئے سیدھا طریقہ ہے کہ جو ہدایت آپ ﷺ کو ملی ہے اس پر خود بھی چلو اور دوسروں کو بھی چلنے کی ہدایت کرو۔ جو لوگ اس دعوت کو قبول کریں چاہے وہ دنیا میں کتنے ہی ادنیٰ طبقے کے ہوں ان کو گلے سے لگالو۔ اور جو قبول نہ کرنا چاہیں ان کو خود ان کے حال پر چھوڑ دو۔

نبی ﷺ کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان پر کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو اللہ واحد کا کلام ہے۔ اس لئے کفار اور مشرکین عرب اس دعوے کی جانچ پڑتال کے لئے یہودیوں کے پاس جا کر پوچھتے تھے کہ آیا یہ سچ ہے کیونکہ ان کو بھی کتاب ملی تھی پھر جو وہ جواب دیتے تھے اسے وہ جگہ جگہ بیان کر کے لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے تھے اس لئے اس سورہ میں یہودیوں کو اس قول کا جواب دیا جا رہا ہے کہ لوگوں نے بہت غلط اندازہ لگایا کہ کسی بشر پر اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا تو پھر وہ کیا تھی جو ان کے پیغمبر موسیٰ لے کر آئے تھے۔ جس کے ذریعے سے ان کو وہ علم دیا گیا جو نہ ان کو اور ان کے باپ دادوں کو حاصل تھا۔ یہ لوگ دراصل محمد ﷺ کی نبوت کو رد کرنے پر تلے ہوئے تھے اور حد سے گذر کر خود اپنے رسول حضرت موسیٰ کی رسالت کو بھی رد کر جاتے تھے۔ انہوں نے دراصل یہ کہہ کر اللہ کی قدرت اور حکمت کا غلط اندازہ لگایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں پیدا کر کے بس یونہی چھوڑ دیا اور ان کی ہدایت کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ چاہے وہ جو بھی کچھ دنیا میں کریں ان کوئی پکڑ یا سزا نہیں۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے اس نے تو اپنی مہربانی سے اپنی کتابوں اور رسولوں کے ذریعے سے اپنے مخلوق کی رہنمائی کا انتظام کیا ہے پھر جو اس کے باوجود غلط راہ اختیار کرے تو پھر ضرور وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

کفار و مشرکین کہتے تھے کہ اللہ کی طرف سے زبردست نشانی لے آؤ تو ہم آپ ﷺ کی صداقت کو مانیں گے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ اگر ہم ان کی تسلی کے لئے فرشتے بھیجیں اور ظاہر ہے کہ فرشتے انسان کے ہی روپ میں آئے گا اور پھر ساری غیب کی چیزیں بھی ان کے سامنے لایا جائے اور پھر مردے بھی نکل کر ان سے باتیں کرنے لگے تب بھی وہ حق کو نہیں مانیں گے۔

اگر اللہ چاہے تو ان کو پہلے سے ہی راہ راست پر لگا دیتا۔ لیکن یہ اللہ کے خلاف قانون بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس طرح ہر نبی کے لئے امتحان کے طور پر بہت سے شیطان پیدا کئے کچھ آدمی اور کچھ جن جو لوگوں کے دلوں میں شک و شبہات نبی کے خلاف پیدا کرتے ہیں تاکہ ان کی

دعوت حق کو نا کام کریں اور یہ ہر نبی کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کا رب چاہتا تو ایسا نہ ہوتا۔ یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس دھوکہ میں آگے بڑھتے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر اور شر میں سے کسی ایک چننے کی آزادی دی ہے۔ دونوں قسم کے کام کرنے والوں کو اللہ کی مدد ضرور ملتی ہے۔ چور کو چوری کرنے میں بھی ملتی ہے اور نیک کو نیکی کرنے میں۔ لیکن اللہ صرف اس سے خوش ہے جو شر کو چھوڑ کر خیر کی طرف بڑھے۔ اس لئے گمراہوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو لیکن حق کی تبلیغ ضرور کئے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ بار بار اپنی مشیت کا حوالہ اس لئے دیتا ہے کہ نبی ﷺ اور اہل ایمان کو یہ سمجھانا ہے کہ آپ کے کام کی نوعیت فرشتوں کے کام جیسی نہیں ہے کہ وہ کسی تکلیف کے بغیر اللہ کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں بلکہ آپ کا کام باغیوں سے جدوجہد کر کے اللہ کے طریقے کو غالب کرنا ہے۔ لیکن آپ ﷺ یہ توقع نہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ زبردستی باغیوں اور شیاطین کو آپ ﷺ کے راستے سے ہٹا دے گا۔ بلکہ آپ ﷺ کو بہت ہی زیادہ کوشش کر کے باطل پرستوں کو زیر کرنا ہے اور حق پرستی کا ثبوت دینا ہے۔ اگر ہمیں معجزوں کے ذریعے سے باطل کو مٹانا ہوتا تو آپ ﷺ کی پھر کیا ضرورت تھی۔ اور پھر سب سے بڑی نشانی جو اللہ نے عطا کی ہے وہ یہ قرآن ہے جو اللہ کا کلام ہے اور پوری کی پوری ہدایت ہے اور جن جن کو پہلے آسمانی کتابیں دی گئی ہیں وہ اچھی طرح اس کتاب کو پہچانتے ہیں اور یہ لوگوں کی آزمائش کے لئے کافی ہے بعض اس کلام کو سن کر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اسی کے مطابق چلتے ہیں اور بعض ہیں کہ اس کلام کو پڑھنے کے بعد اس ٹٹول میں لگ جاتے ہیں کہ آخر نبی ﷺ تو ان پڑھ ہیں تو وہ ایسا کلام کہاں سے لے آئے اور لوگوں کو شکوک میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دراصل اس کلام سے کھوٹے اور کھرے انسان پہچانے جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھاؤ چونکہ مختلف قوم کے لوگوں نے بعض چیزوں کو آپ ہی حلال قرار دیا تھا حالانکہ اللہ کی نظر میں وہ حرام ہیں اور بعض چیزوں کو حرام ٹھہرایا تھا حالانکہ اللہ نے انہیں حلال کیا تھا۔ مثلاً بعض چیزیں ایسی تھیں جنہیں توراۃ کے نازل کئے جانے سے پہلے اسرائیل نے خود اپنے اوپر حرام کیا تھا جیسے اونٹ کا گوشت اس لئے یہاں پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر واقعی تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو حرام صرف اسی چیز کو سمجھو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور حلال اسی کو ٹھہراؤ جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہے۔ جس جانور کو اللہ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا گوشت نہ کھاؤ۔ مردار کا گوشت اور بہتا ہوا خون اور سور کا گوشت حرام کیا گیا ہے۔ پھر اگر مجبوری کی حالت میں کوئی اسے کھالے تو تمہارا رب درگذر کرنے والا ہے۔ یہودیوں پر سب ناخن والے جانور، گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی وہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی شریعت سے

بغاوت کی اور یہ ان کو سزا دی گئی۔

مشرکین عرب اس بات کے قائل تھے کہ زمین اللہ کی ہے، کھیتیاں وہی اگاتا ہے، بارش وہی برساتا ہے اور جانوروں کو بھی اسی اللہ نے پیدا کیا ہے لیکن ان کا خیال یہ تھا کہ یہ فضل ان دیویوں، دیوتاؤں، فرشتوں اور جنات، آسمانی ستاروں، بڑے بزرگان کی ارواح کے توسط اور برکت سے ہے۔ اس لئے وہ اپنے کھیتوں کی پیداوار اور جانوروں میں سے ایک حصہ اللہ کے لئے نکالتے تھے اور دوسرا حصہ اپنے سرپرست معبودوں کی نذر و نیاز کے لئے تاکہ ان کی مہربانیاں ہمیشہ ان کیساتھ رہیں۔ اور یہ ان کے معبودوں کا حصہ مذہبی طبقوں اور پجاریوں کے پیٹ میں جاتا تھا۔ اور اللہ کا حصہ غریبوں، مسکینوں کو دیا جاتا تھا۔ پھر اگر اللہ کے حصے سے کچھ گر جاتا تو وہ اسے اپنے معبودوں کے حصہ میں ڈال دیتے تھے اور اگر معبودوں کے حصے میں سے اللہ کے حصے میں چلا جاتا تو فوراً نکال لیتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی نمک حرامی پر گرفت کی ہے۔

ان دنوں عرب کے جاہل اپنی اولاد کو قتل کرتے تھے۔ لڑکیوں کو اس لئے قتل کرتے تھے کہ کوئی ان کا داماد نہ بنے یا قبائلی لڑائیوں میں دشمن کے ہاتھ نہ چڑھیں۔ بچوں کا قتل اس لئے تھا کہ ان کی پرورش کا بوجھ نہ اٹھایا جا سکے اور وہ لوگ بچوں کو اپنے معبودوں کو خوش کرنے کے لئے ان پر بھینٹ چڑھاتے تھے۔ یہ دراصل یہ شیطان ہے جس نے قتل اولاد کو ان کی نگاہ میں ایک جائز اور پسندیدہ فعل بنا دیا تھا۔ عرب کے جاہل اپنے آپ کو تو حضرت ابراہیمؑ کے پیرو ضرور سمجھتے تھے لیکن جو دین انہوں نے ابراہیمؑ اور اسماعیل سے سیکھا تھا اس کے اندر آنے والے زمانے کے مذہبی پیشوا، قبائلی سردار اور خاندان کے بڑے بوڑھوں نے اپنی طرف سے بہت کچھ اضافہ کیا اور کئی چیزوں کو اپنی طرف سے حرام و حلال کیا۔ جس سے کہ آنے والی نسلوں نے اسے اصل مذہب کا جز سمجھا اور عقیدت مندی کے ساتھ ان کی پیروی کی۔ اور پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کیں جو کہ سب غلط طریقے ہیں۔ اپنے نبی ﷺ سے کہتا ہے کہ ان کو سناو کہ جو پابندیاں تمہارے رب نے عائد کی ہیں وہ یہ ہیں

(1) اللہ صرف ایک ہے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ (2) اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ (3) اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل مت کرو کیونکہ تم دونوں کو اللہ ہی رزق دیتا ہے۔

(4) بے شرمی کی باتوں کے قریب نہ جاؤ کھلے اور چھپے مثلاً زنا، عمل قوم لوط، ننگا پن، جھوٹی تہمت، چوری، شراب نوشی باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا وغیرہ، اگر دیکھا جائے تو نکاح متعہ بھی آ گیا جو کہ قیامت تک کیلئے حرام قرار دیا گیا۔

(5) کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ یعنی مثلاً جو کسی دوسرے انسان کے قتل کا مجرم ہو اور یہ ثابت ہو چکا ہے تو اسے قتل کیا جا سکتا ہے یا پھر اگر کوئی اللہ کے دین حق کی راہ میں روڑے اٹکانے لگے اور بدامنی پھیلانے لگے اور اسلامی نظام حکومت کو الٹنے کی کوشش کرے تو ان سے جنگ کی جائے اور اگر وہ قتل ہو جائیں تو اس پر گرفت نہیں۔

(6) یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے کہ اس کے لئے بہتر ہو۔ مثلاً اسے کسی اچھے سے کامیاب بزنس میں لگاؤ یہ نہ کہ خواہ مخواہ اپنے اوپر ان پیسوں کو خرچ کرو۔

(7) ناپ اور تول میں پورا انصاف رکھو۔

(8) اور جب بات کرو تو انصاف سے کرو ہمیشہ سچ بولو چاہے معاملہ تمہارے اپنے رشتہ دار کا ہی کیوں نہ ہو۔

(9) اور اللہ کے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرو۔ اللہ کا حق ادا کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ڈھیر ساری نعمتوں سے نوازا، لہذا اسی کے آگے سجدے کرو نماز پڑھو اور اس کی بندگی بجالاؤ۔

(10) یہی سیدھا راستہ ہے اور آپ ﷺ اسی پر چلو اور دوسروں کو بھی اس پر چلنے کی ہدایت دو۔

جن لوگوں نے اپنے مذہب کے ٹکڑے کئے۔ جنہوں نے مختلف زمانے میں اپنی نفس کی خواہشوں پر چل کر اپنے دین کو بدل ڈالا اور اس میں نئی نئی باتیں ملا دیں ان سے آپ ﷺ کا کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور وہی ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کچھ اپنے سات لائے ہیں اور اسی حساب سے ان کی دعوت ہوگی۔ بہر حال ایک روز مقرر ہے کہ ہم سب کو جمع کریں گے اور سب اپنے اپنے کئے کا حساب دیں گے۔ یہ دنیا تو صرف ایک کھیل اور تماشہ ہے جو ایک دن ختم ہو جائے گا اور آخرت کی زندگی ہمیشہ کے لئے نہ ختم ہونے والی ہے۔ اس لئے اپنے اخرت کا سوچو اور ایمان لا کر اللہ سے ڈر کر سیدھا راستہ اختیار کرو۔ قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ سب سفارشی ان کے حق میں کچھ بھی نہ بول سکیں گے اور قیامت لانے کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس کی جلدی نہ مچاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی مہربانی سے مہلت دیتا ہے کہ شاید تم سیدھا راستہ اختیار کرو اور آگ میں جانے سے بچ جاؤ۔ اس لئے اے حضرت محمد ﷺ ان سے کہو کہ میرے رب نے مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ ہے کہ وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ کہو کہ میری نماز، میری عبادت میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ میرے اللہ کے لئے ہے جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے اسی کے اگے میں اپنا سر جھکا دوں۔

سورۃ الاعراف

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:۔ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور اسکا زمانہ نزول بھی وہی ہے جو سورہ انعام کا ہے یعنی مکہ کے دور کا چوتھا زمانہ جبکہ نبی ﷺ کو حق کی دعوت دیتے بارہ سال گذر چکے تھے۔ مکہ کے کفار نے مسلمانوں پر ظلم وتشدد کی انتہا کر دی تھی۔ مسلمانوں کے لئے یہ زمانہ بہت ہی سخت مصیبت کا زمانہ تھا۔ کفار مکہ کی یہی کوشش تھی کہ اس اسلامی تحریک کو ختم کر دے لیکن وہ اسلام کے مستقبل سے بالکل ہی نا آشنا تھے۔

اس سورہ میں دوسو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں۔

اس سورہ کا مضمون نبی ﷺ کی رسالت کی دعوت ہے۔ یعنی کہ مکہ کے لوگوں کو اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر کی پیروی کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ انسان کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے ہدایت اور رہنمائی کی ضرورت ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی کتابوں کو اور انبیاء کو بھیجتا ہے تاکہ اپنی مخلوق کو ان کا بھولا ہوا سبق اور وعدہ یاد دلائے اور یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساری نوع انسانی نے کیا تھا کہ اللہ ہی ہم سب کا رب العالمین ہے اور اس کی بندگی اور اطاعت کرنی چاہئے اور کسی اور کو اس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے اور ایک روز تم سے اس کا جواب طلب کیا جائے گا کہ کہاں تک تم سب نے اس وعدے کو نبھایا۔ یہ معاملہ آدمؑ کی تخلیق کے موقع پر پیش آیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کر کے سب فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا اور زمین پر انسان کی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا اسی طرح پوری نسل آدم کو بھی جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں وجود میں لا کر اپنے سامنے حاظر کیا اور ان سب سے اپنے رب اور مستحق عبادت ہونے کی شہادت لی تھی اور یہ بار بار اپنی کتابوں اور اپنے انبیاؤں کے ذریعے سے انسانوں کو یہ سبق یاد دلاتا رہا تاکہ قیامت میں وہ نہ کہہ سکے کہ انہیں یہ معلوم نہ تھا۔ اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی رہنمائی کی طرف رجوع کرنے اور اسے اپنا ولی اور سرپرست بنانے کا نتیجہ ہمیشہ تباہی کی صورت میں نکلا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری عبرت کے لئے ان قوموں کی مثالیں موجود ہیں مثلاً عاد اور ثمود کی قومیں جنہوں نے اللہ کی ہدایت سے منہ موڑ کر شیطانوں کی رہنمائی پر چلیں اور اس قدر بگڑیں کہ زمین پر ان کا وجود نا قابل برداشت ہو گیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب لا کر دنیا کو ان کی نجاست سے پاک کر دیا اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو سنبھلنے کا وقت دیتا ہے مگر وقت گزر جانے کے بعد جبکہ موت سر پر منڈلا رہی ہو اور وہ ہوش میں آئے اور اپنی غلطی کو مانے تو کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے اللہ کی دی ہوئی مہلت کو غفلت اور دنیا کے مزے لوٹنے میں نہ برباد کیا جائے۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ ایک وقت مقرر ہے جب ایک بڑی عدالت قائم ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کا سپریم جج ہوگا اور سب سے ان کے اعمال کی باز پرس ہوگی اور اسی کے مطابق جزا یا سزا مقرر کی جائے گی اور یہ کہ پیغمبروں سے اور پھر ہم سے بھی پوچھا جائے گا کہ اس پیغام کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور انہوں نے بھی اسے آگے پہنچایا یا نہیں۔ یہ ایک نعمت ہے ہمیں بھی چاہئے کہ اس پیغام کی خود بھی پیروی کریں اور دوسروں تک بھی پہنچائیں۔ اس قیامت کے روز جس کے ساتھ جتنا حق ہوگا اور نیک اعمال ہوگا اس کا ترازو اتنا ہی وزنی ہوگا اور جن لوگوں نے یہ سمجھتے ہوئے دنیا میں زندگی گزاری کہ کوئی آخرت ہے ہی نہیں اور نہ ہی کسی کو حساب دینا ہے تو اس کی نیکیوں کا کوئی وزن نہیں ہوگا اس کا ترازو بے وزن قرار پائے گا اور دوزخ ان کا ٹھکانہ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ حضرت آدمؑ کو انسان بنا کر اپنے پورے انسانی شعور کے ساتھ پوری روشنی میں اس دنیا کی زندگی کی ابتداء کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا تو ابلیس جو جنوں میں سے تھا حسد کے مارے بل کھا کر رہ گیا اور آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اللہ کی اس نافرمانی کے سبب اللہ نے اسے لعنت کیا اور اسے جنت سے نکل جانے کا حکم دیا۔ تب شیطان نے قیامت تک اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی کہ وہ اللہ کو یہ ثابت کردے گا کہ انسان کو جو اللہ نے فضیلت بخشی ہے وہ اس کا مستحق نہیں ہے اور یہ ثابت کرے گا کہ انسان کتنا نمک حرام، ناشکرا اور احسان فراموش ہے۔ یعنی کہ وہ انسان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اسے گمراہ کرکے یہ ثابت کرے گا کہ وہ کتنا ناکارہ ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت دی لیکن یہ طاقت نہیں دی کہ وہ زبردستی اسے اپنے راستے پر کھینچ لائے۔ شیطان نے سب سے پہلے حضرت آدمؑ کو حوا کے ذریعے پھانسنے کی کوشش کی کہ انہوں نے اللہ کے منع کرنے کے باوجود شیطان کے بہکاوے میں آکر یہ پھل کھالیا۔ جس سے ان دونوں کے ستر کھل گئے۔ یہ شیطان کی پہلی چال تھی کہ جذبہ شرم وحیا پر ضرب لگائے۔ دراصل شرم وحیا کا جذبہ انسان کی فطرت میں پہلے دن سے ہی موجود ہے۔ لیکن ان کا ستر کھلنے پر ان کا پردہ کھل گیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں خود اپنے نفس کے حوالے کردیا کہ اپنی پردہ پوشی کا خود انتظام کریں اور اگر نہ کرنا چاہیں تو اللہ کو اس کی کوئی پردہ نہیں ہے۔ پھر حضرت آدمؑ وحوا اپنی غلطی پر نادم ہوئے اور اللہ سے معافی مانگی۔ اس قصے سے یہ سبق ملتا ہے کہ شیطان کی سب سے کارگر چال یہ ہے کہ وہ آدمی کو بلندی پر لے جانے کی امید دلاتا ہے اور ہر برائی کو رنگین بنا کر انسان کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح اسے بلندی کی بجائے پستی کی طرف لیجاتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ شیطانی چال کا مقابلہ کرے اور اگر کبھی اس کا قدم بندگی اور اطاعت کی راہ سے ہٹ بھی جائے تو اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی فوراً توبہ کرے اور اس غلطی کے نزدیک

دوبارہ نہ جائے۔ حضرت آدمؑ کے قصے سے اہلِ عرب کی اپنی زندگی میں ننگے پن کی جو شیطانیت پائی جاتی تھی اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ لباس کو وہ صرف بدن کی زینت اور موسمی اثرات کے لئے استعمال کرتے تھے۔ ان میں ننگا پن کوئی بری بات نہیں تھی۔ حتیٰ کہ وہ کعبہ کے گرد طواف بھی ننگے ہو کر کرتے تھے اور اس کو مذہبی فعل سمجھتے تھے۔ عورتیں اور مرد دونوں ہی بے حیا تھے اور ظاہر ہے کہ یہ شیطانی چال تھی کہ ننگے پن کے راستے سے ان کے لئے فواحش کا دروازہ کھول دے اور ان کو بدراہ کر دے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کو بھلائی تک پہنچنے کے لئے اس کا لباس تقویٰ کا لباس ہو۔ جو سیدھا سادھا ہو اور آدمی کی حیثیت سے گرا ہوا نہ ہو۔ فخر و تکبر و شان لئے ہوئے بھی نہ ہو اور ایسا بھی نہ ہو کہ مرد زنانہ پن اختیار کرے اور عورت مردانہ پن جو کہ آج کل بہت ہی عام ہے۔ اہلِ عرب اپنی جاہلانہ عقیدے کے مطابق کعبہ کے گرد ننگا طواف کرتے تھے اور اس رسم کو اللہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اس لئے اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کو بھلا ان کے جاہل رسموں سے کیا واسطہ۔ اللہ کے دین کی اصل تعلیم تو یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو انصاف اور سچائی کی بنیاد پر قائم کرے۔ عبادت میں اپنا رخ ٹھیک اللہ کے لئے ہی رکھے اور کسی اور کی بندگی اس میں شامل نہ ہو اور اپنے ایمان کو مضبوط کر کے ہر مدد اللہ ہی سے مانگی جائے اور آخرت کے حساب و کتاب پر یقین رکھ کر اپنے آپ کی اصلاح کرے اور دوسروں کو بھی نیکی کی نصیحت کرے اور بدن کا لباس وہ ہے جو صحیح طریقے سے بدن کو ڈھانکے اور یہ کہ تمام دنیا کی زینتیں اور پاکیزہ چیزیں اللہ نے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں لیکن اس کا اصل حق تو ایمان والوں کو پہنچتا ہے اور آخرت میں تو سب کچھ اللہ کے فرمبرداروں کو ملے گا اور وہ جنھوں نے اپنے رب کے رزق پر پلنے کے بعد اپنے رب ہی کے خلاف سر اٹھایا اور دوسرے کی بندگی کی تو آخرت میں ان کا کچھ بھی حصہ نہیں اور تقویٰ یہ بھی ہے کہ وہ بے شرمی کے کام چاہے کھلے ہوں یا چھپے اس کے نزدیک نہ جاؤ۔ اپنے رب کی فرمانبرداری میں سستی نہ دکھاؤ اور اللہ کے بندوں کے حقوق پر دست درازی نہ کرو۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ ہر قوم کو دنیا میں کام کرنے کا جو موقع دیا جاتا ہے اس کی ایک اخلاقی حد مقرر کی جاتی ہے۔ لیکن جب اس قوم کی برائیاں اتنی بڑھ جاتی ہیں کہ ساری اچھائیاں دب کر رہ جاتی ہیں پھر اس قوم کی مہلت ختم ہو جاتی ہے اور وہ عذاب کا مستحق ہوتی ہے اور پھر ایسے سرکشوں کے لئے تو دوزخ کا عذاب بتایا گیا ہے۔ قیامت میں وہ سب ایک دوسرے کو الزام دیں گے لیکن ان گمراہوں کے لئے وہاں دگنا عذاب ہے ایک خود گمراہی اختیار کرنے کا اور دوسرا عذاب دوسروں کو گمراہ کرنے کا۔ مثلاً جو شخص دنیا میں کوئی بھی برائی کی بنیاد چھوڑ جاتا ہے اور قیامت تک جتنے بھی اس برائی سے متاثر ہو کر اس کا ارتکاب کرتے ہیں تو اس کا ایک حصہ اس شخص کے حساب میں بھی لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح

نیکی کا اجر کم از کم دس گناہ زیادہ ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اہلِ دوزخ آپس میں تکرار کریں گے۔ چیلے اپنے گروؤں جن وانس کو الزام دیں گے کہ انہوں نے بہکایا۔ تب وہ کہیں گے کہ ہم نے تمہیں مجبور تو نہیں کیا تم خود چاہتے تھے کہ تمہیں خشک و بے مزہ دینداری کی بجائے اور کوئی مزیدار راستہ بتایا جائے تو ہم نے تمہارے اپنے نفس کی لذتوں کو ہی خوبصورت کر کے تمہیں بتایا اس لئے اب تم اپنے آپ کو الزام دو اور اہلِ جنت مزے میں اور راحت میں ہوں گے اور اہلِ دوزخ اور اہلِ جنت کے درمیان اصحاب الاعراف ہوں گے جن کی اچھائیوں اور برائیوں کے ترازو برابر ہوں گے تو وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک سرحد پر ہوں گے اور اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔

پھر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور دنیا کو وجود میں لانے کے بعد وہ اس سے بے تعلق نہیں ہو گیا بلکہ وہ اس کے سارے انتظام کے اختیارات ہاتھ میں لے کر حکمرانی کر رہا ہے۔ اس نے اپنی خلق کو پیدا کر کے دوسروں کے حوالے نہیں کر دیا کہ وہ اس میں حکم چلائیں۔ سورج، چاند اور تارے سب اللہ ہی کے پیدا کردہ ہیں اور اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ مطلب یہ کہ تم جو ان کو پوجتے ہو وہ تو اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ کائنات کا سارا نظام اور تدبیر صرف اسی کے ہاتھ میں ہے اس لئے اللہ کو اچھے اچھے نام سے پکارو۔ اسی کو ہر وقت یاد کرو اور اسی سے مدد مانگو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ اللہ کی بندگی کو چھوڑ کر اپنے نفس کی بندگی مت اختیار کرو۔ یہ اللہ سے بغاوت ہے اس لئے تم خود اپنے اس جرم کے ذمہ دار ٹھہرائے جاؤ گے۔

اس میں ایک مرد و عورت کا قصہ بیان کیا ہے کہ کس طرح انہوں نے اللہ سے ایک صحیح و سالم اولاد کی دعا کی اور جب ان کو اللہ نے اس سے نوازا تو انہوں نے دوسروں کو اس عطیے کا حقدار ٹھہرایا کہ فلاں کے نذرانے سے ہوا یا فلاں دیوی کی برکت سے یا فلاں بزرگ پر چادر ڈالنے سے ان کی مراد بر آئی۔ یاد رہے یہ سخت شرک ہے۔

پھر بارش اور اس کی برکتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس طرح بارش پڑنے سے مردہ پڑی زمین میں جان آ جاتی ہے اسی طرح نبی کی تعلیم و تربیت سے مردہ پڑی انسانیت جاگ اٹھتی ہے اور رسول کی رسالت سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں جو صالح ہوتے ہیں اس لئے یہاں پر انہیں زرخیز زمین سے تشبیح دی گئی ہے اور جو شرارت پسند اور نفس کے پٹھو ہوتے ہیں وہ کھاری زمین کی طرح بارانِ رحمت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس کے بعد مختلف انبیاؤں کی قوموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم شعیب، جن کو اللہ کے وجود سے اور اس کی عبادت سے انکار نہ تھا لیکن وہ دوسری ہستیوں کو خدائی میں شریک اور عبادت کا حقدار بناتے تھے اور شرک کی گمراہی میں بری طرح سے پھنسے ہوئے

تھے۔ انہوں نے اپنے بنائے ہوئے خدا ٹھہرا لئے اور ان کو خدائی میں شریک کیا اور ان کو عبادت میں بھی شریک کرتے تھے۔ مشرکانہ مذہب میں تین چیزیں الگ الگ پائی جاتی ہیں۔ ایک تو وہ اصنام بُت وتصاویر جو پرستش کے لئے مشرکوں نے خاص کیا ہے۔ دوسرے اشخاص یا ارواح جن کو معبود قرار دیتے ہیں اور تیسرے وہ اعتقادات جو ان مشرکانہ عبادات و اعمال کی تہہ میں مان کر کی جاتی ہیں۔ قرآن مختلف طریقوں سے ان تینوں پر ضرب لگاتا ہے۔ یہاں پر بت کا خاص ذکر ہے جن کے سامنے مشرکین رسم عبادات اور عرضیاں اور نذرانے پیش کرتے تھے۔ ان کو بتایا گیا ہے کہ نہ تو وہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ چل سکتے ہیں تو ایسوں سے مدد اور رہنمائی کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔ ذرا عقل سے کام لے کر تو دیکھو کہ عقل کیا جواب دیتی ہے۔ ان بتوں کی رہنمائی تو الٹے تم خود کرتے ہو۔ وہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے۔ آخر جب ان قوموں کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو اللہ نے مختلف عذاب لا کر انہیں ختم کر دیا اور یہ سارے معاملے محمد ﷺ کی قوم کے درمیان پیش آ رہا تھا اس لئے ان کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر تم نے بھی اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ﷺ کی بات نہ مانی اور اپنی اصلاح نہ کی تو تم بھی اپنی اس اندھی ضد کے بدلے تباہی اور بربادی سے دوچار ہو گے جیسے کہ پہلی قوموں کے ساتھ ہوا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی قوم پر جب نبی بھیجا گیا تو پہلے انہیں چھوٹے موٹے عذاب سے دوچار کیا جاتا ہے کہ ان کی اکڑی ہوئی گردنیں ذرا جھکیں اور جانیں کہ اوپر بھی کوئی طاقت ہے اور جب وہ نہیں مانتے تو ان پر خوشحالی لے آتا ہے تب وہ اپنے برے دن بھول جاتی ہیں اور اس کو حالات کے اتار چڑھاؤ میں گن لیتی ہے اور اگر تب بھی نہ مانیں اور اپنی اصلاح نہ کریں اور گمراہیوں میں آگے بڑھتے جائیں تو ان پر اللہ کی حجت تمام ہوتی ہے اور وہ قوم عذاب میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ یہی معاملہ نبی ﷺ کے زمانے میں بھی تھا۔ جب قریش نے آپ ﷺ کی دعوت کے خلاف سخت رویہ اختیار کرنا شروع کیا تو نبی ﷺ کی دعا سے ان پر ایک سخت قحط آیا آخر مکہ کے سرداروں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اللہ سے دعا کرے کہ یہ قحط ٹل جائے۔ اس وقت ان کی گردنیں تھوڑی جھکیں لیکن جب قحط دور ہو گیا تو وہ اور زیادہ اکڑ گئے۔ اس کے بعد موسیٰ اور فرعون کا قصہ بیان کیا ہے کہ کس طرح وہ بے سروسامان فرعون کو نصیحت کرنے اور بنی اسرائیل کو چھڑانے گئے۔ فرعون کے لوگوں کو بھی اسی طرح قحط میں مبتلا کیا مگر وہ اور اکڑ گئے تو اللہ نے ان پر طوفان بھیجا۔ جوؤں اور مچھروں نے آدمیوں پر اور گھن کے کیڑوں نے ان کے ذخیروں کو برباد کیا۔ ان کے پانی کے ذخیروں میں خون نکالا۔ آخر فرعون کی قوم برباد ہو گئی۔

پھر بنی اسرائیل پر اپنے احسانات کا ذکر کیا لیکن وہ پھر بھی اللہ کے احکام کو توڑتے چلے گئے۔

حالانکہ ان کو پتہ ہے کہ گناہ کیا ہے پھر بھی وہ اپنے نفس کے غلام رہے اور اس غلط فہمی میں رہے کہ وہ بخشے ہوئے ہیں اور یہ غلط ہے۔ اس مین اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی دعا کا جواب دیا ہے جبکہ انھوں نے اپنی قوم کی گائے پرستش کے جرم کی معافی کی درخواست اللہ تعالیٰ سے کی۔ دراصل گائے پرستی اللہ کی طرف سے ایک آمائش تھی جو اچھوں کو برے لوگوں سے چھانٹ کر الگ کرتی ہے۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی کہ اے اللہ ہمارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی لکھ دے کے ہم نے صرف تیری طرف رجوع کیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کے ہماری رحمت تو سب پر چھائی ہوئی ہے جو کہ سارے نظام عالم پر قائم ہے لیکن اللہ کا غضب صرف اس وقت نازل ہوتا ہے جب بندے حد سے گزر جاتے ہیں ہم اپنی رحمت صرف ان لوگوں کے حق میں لکھے گے جو ہماری نافرمانی سے پرہیز کرینگے، زکوٰۃ دینگے اور ہماری آیات پر ایمان لائنگے۔ لہذا بنی اسرائیل سے فرمایا گیا کے اللہ کی آیات جو محمدﷺ پر نازل ہو رہی ہیں ان کو مانو اور انھیں کے مطابق عمل کرو تب ہی تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہو گے۔

پھر بتایا گیا ہے کہ جب اللہ کا کلام سنایا جارہا ہو تو ادب سے سنو۔ نبیﷺ کو تاکید کی گئی ہے کہ اپنی تبلیغ جاری رکھو۔ جاہلوں سے نہ الجھو۔ اپنی تبلیغ میں نرم الفاظ استعمال کرو اور اگر ان کے طعن وتشدد پر غصہ آئے تو فوراً اللہ کی پناہ مانگو اور سمجھ جاؤ کہ شیطان تمہیں جھگڑے پر اکساتا ہے۔ دعوت حق کو ٹھنڈے دل سے بیان کرو اور صبر سے کام لو اور صبح و شام نماز پڑھو اور اللہ کا ہر وقت ذکر کرو کہ کہیں آپ کا حال غافلوں کا سا نہ ہو جائے۔

سورۃ الانفال

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں پچھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں۔ یہ سورہ تمام تر غزوہ بدر اور اس کے متعلق ہے۔ غزوہ کا مطلب ہے وہ مہم جس کی قیادت حضرت محمد ﷺ فرماتے تھے اور بدر کی جنگ اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برداری کا سنگِ بنیاد ہے۔ بدر کی فتح نے اسلام کو قابلِ لحاظ طاقت بنا دیا۔ اس فتح سے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کر دیا کہ اس میں تائیدالٰہی کا کتنا بڑا حصہ تھا تاکہ اہلِ ایمان اللہ پر توکل کریں اور اللہ اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔

اب ذرا تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ ایک بلند سیرت اور دانشمند انسان تھے اور دعوت حق کے علمبردار تھے۔ ان کی دعوت کو مکہ کے دس بارہ سال کی مدت میں ترقی ہی مل رہی تھی۔ اس دعوت اور حضرت محمد ﷺ کی تبلیغ میں اتنی کشش تھی کہ وہ دلوں اور دماغوں میں سرایت کرتی چلی جارہی تھی جس سے کہ مکہ کے کفار و قریش کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں ان کا آبائی دین جو خالص شرک تھا ختم نہ ہو جائے۔ وہ لوگ اللہ کو تو مانتے تھے لیکن اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک کیا ہوا تھا اور ان کو واسطہ ٹھہرایا ہوا تھا اور انہیں کی عبادت اور نذر و نیاز کرتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی تعلیم صرف ایک ہی اللہ کی عبادت اور آخرت کا عقیدہ تھی۔ مکہ کے کفار اس کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ نبی ﷺ کی یہ دعوت حق اگر چہ سارے ملک میں پھیلی جا رہی تھی لیکن کسی خاص جگہ جڑ نہیں پکڑی تھی۔ اس وقت تک اس دعوتِ حق کو عملی زندگی کے معاملات اپنے ہاتھ میں لے کر چلانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ بعد کے واقعات نے یہ کمی دور کردی۔

مکی دور کے آخری چند سالوں میں یثرب (مدینہ) میں اسلام کی شعاعیں تیزی سے پہنچ رہی تھیں اور وہاں کے لوگ آسانی سے اسلام قبول کر رہے تھے۔ آخر کار نبوت کے بارھویں سال حج کے موقع پر مدینہ کے پچھتر آدمیوں کا ایک گروپ جس میں زیادہ تر مدینہ کے اوس اور خزرج قوم کے لوگ تھے، نبی ﷺ سے ایک رات کی تاریکی میں ملا۔ انہوں نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو مدینے شہر میں رہنے کی اور اسلام کی تبلیغ کرنے کی دعوت دی جسے ''بیعت عقبہ'' کہتے ہیں۔ اہلِ مدینہ محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے نائب اور امام کی حیثیت سے دعوت دی تاکہ عرب میں جو مسلمان بکھرے ہوئے تھے وہ سب مدینہ میں جمع ہو کر اور وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک منظم معاشرہ بنالیں۔ اس طرح اللہ کی مرضی سے مسلمانوں کا پہلا دارالاسلام مدینے میں قائم ہوا۔ مسلمانوں کی طاقت مدینے میں جمع ہونے سے قریش مکہ کو خطرہ لاحق ہوا کیونکہ یمن سے شام کی

طرف جو تجارتی شاہراہ ساحل بحراحمر کے کنارے جاتی تھی اور جس پر قریش اور دوسرے مشرک قبائل کے تجارتی قافلے گزرتے تھے وہ مسلمانوں کی زد میں آجاتی تھی اس طرح ان پر چھاپے مارنے کا خطرہ تھا۔ انہوں نے اہلِ مدینہ کو نبیؐ کے خلاف کرنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہے اور آہستہ آہستہ مسلمان ہجرت کر کے مدینہ پہنچنے لگے۔ پھر انھوں نے حضرت محمدﷺ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا مگر بروقت اللہ تعالیٰ نے ان کو ہوشیار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نبی بھی مدینہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد مدینہ کا رئیس عمرہ کے لئے گئے تو ابوجہل نے ان کو روکا تو اس کا جواب انہوں نے دیا کہ وہ شامی تجارت کا راستہ ان پر بند کر دیں گے۔ تجارتی شاہراہ پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لئے نبیؐ نے مدینہ اور ساحل بحراحمر کے درمیان جو قبائل آباد تھے ان سے اور یہودی قبیلوں کے ساتھ بھی دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔

شعبان سن ۲ ہجری (فروری یا مارچ سن 623ء) میں قریش کا ایک بہت بڑا قافلہ کافی مال سمیت شام سے مکہ کی طرف لوٹنے لگا ان کے سردار ابوسفیان کو مسلمانوں سے کافی خطرہ تھا کیونکہ اس کے پاس قافلے کی حفاظت کرنے والے کم تھے۔ اس لئے انہوں نے ایک شخص کو مکہ بھیجا تاکہ مدد لے آئے۔ اس شخص نے کفارِ مکہ کو محمدﷺ اور مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکایا۔ اس لئے قریش کے بڑے بڑے سردار جنگ کے لئے تیار ہو گئے تاکہ نہ صرف اپنے قافلے کی حفاظت کی جائے بلکہ اس نئی طاقت کا بھی ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دے۔ آخر نبی تو پیچھے رہ جانے والوں میں نہ تھے اس لئے جو بھی طاقت ان کو میسر تھی جو کہ کفار کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑی اور بے سروسامان تھی، اس کو لے کر ان کے مقابلے کو نکلے۔ مسلمانوں کا ارادہ تھا کہ قافلہ پر حملہ کیا جائے لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کا ارادہ جنگ کا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد تین سو کے لگ بھگ تھی اور قریش کے ایک ہزار فوجی پورے سازوسامان کے ساتھ تھے۔ وہ بہت بڑی شان سے لڑنے آئے تھے۔ مسلمانوں میں چند فدائیوں کے سوا اکثر کے دل لرز رہے تھے کہ جانتے بوجھتے موت کے منہ میں جا رہے ہیں اور شیطان ان کو خوف سے اور اکسا رہا تھا لیکن حضرت محمدﷺ اور مومنین صادقین سمجھ گئے تھے کہ یہ وقت اب جان کی بازی لگانے کا ہے۔ 17 رمضان کو بدر کے مقام پر ان دونوں کا مقابلہ ہوا۔ یہ مہاجرین مکہ کے سخت امتحان کا وقت تھا کہ ان کے اپنے بھائی اور رشتہ داران کے مقابل تھے اور اس میں مدینہ کے انصار کا بھی جنہوں نے نبیؐ سے بیعت عقبہ کی تھی۔ جس صبح کو بدر کی لڑائی پیش آئی اس رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوب بارش ہوئی اور چونکہ مسلمان وادی کے اوپری حصے میں تھے اس لئے بارش کی وجہ سے ریت جم گئی اور مسلمانوں کے قدم اچھی طرح جم گئے۔ کفار نچلے حصے میں تھے جس سے کہ ان کے پیر کیچڑ زیادہ ہونے کی وجہ سے پھسلے جا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس رات مسلمانوں پر غنودگی بھی طاری کی تاکہ وہ جنگ

سے گھبرا نہ جائیں۔ پھر نبی کو خواب میں کفار کی تعداد کم کر کے بتایا جس سے کہ ان کو خوب اطمینان ہو گیا اور ان کا ڈر جاتا رہا۔ اللہ تعالی نے فرشتوں کی فوج سے مسلمانوں کی مدد کی اور آخر کار اہل ایمان کی فتح ہوئی۔ کفار بری طرح شکست کھا گئے ان کے ستر سردار مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ اس طرح مسلمانوں کے ہاتھوں ان کا کافی مال غنیمت آیا اور مسلمانوں کی طاقت کا سکہ بیٹھ گیا۔ اس سورہ میں ان کو کافی نصیحتیں دی گئی ہیں۔

اس سورہ کی ابتدا ہی اسی مال غنیمت سے ہوئی۔ اللہ تعالی نے ان کو نصیحت دی کہ سارا مال ایک جگہ جمع کیا جائے اور اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالی اور رسولؐ کے کام کے لئے اور نبیؐ کے رشتہ داروں کے لئے وقف کیا جائے اور باقی کے چار حصے فوجیوں میں بانٹا جائے تا کہ ان کی تکرار ختم ہو۔ دوسری نصیحت یہ کہ جب کفار سے مقابلہ ہو تو کبھی پیٹھ پھر کر نہ بھاگو۔ کیونکہ ایک کے بھاگنے سے سب میں افراتفری پھیل سکتی ہے اور مسلمانوں کو شکست ہو سکتی ہے اس لئے اللہ کی راہ میں جان کی بازی لگاؤ۔ حدیث میں ہے کہ میدان قتال فی سبیل اللہ سے بھاگنا بڑا بھاری گناہوں میں سے ہے۔ پھر یہ فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی جنگ اللہ کی راہ میں فتنہ کو ختم کرنے کی نیت سے ہو جب تک کہ دین صرف اللہ ہی کے لئے خالص ہو جائے اور ہمیشہ اللہ سے امید رکھو کہ وہی ہے جو فتح دیتا ہے۔ اور یہ کبھی نہ سوچو کہ مال غنیمت پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے حملہ کیا جائے۔ جب کسی گروہ سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو یاد کرو۔ اللہ کی راہ میں اگر خطرات اور مشکلات آئیں تو گھبراؤ نہیں۔ اپنے جذبات اور نفس کو قابو میں رکھو۔ آپس میں اتحاد برتو اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اللہ کی راہ میں صرف حق اور انصاف کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے لڑو۔ جس میں کہ تمہارا اخلاق بھی پاکیزہ ہو اور تمہارا مقصد جنگ بھی اپنی جنگی قوت کو بڑھاؤ۔ پھر فرمایا ہے کہ اگر کسی ملک، یا شخص یا فریق سے تمہارا معاہدہ ہو اور تمہیں یہ پتہ چل جائے کہ وہ معاہدہ توڑ کر تمہارے ساتھ خیانت کر رہا ہے تو چوری چھپے ان پر حملہ مت کرو بلکہ اپنا معاہدہ ان سے توڑ کر پھر حملہ کرنا جائز ہے ممکن ہے کہ وہ اپنی غلطی مان کر پھر دوبارہ خیانت نہ کرے۔ صلح کے لئے بڑھنے والے ہاتھ کی طرف ہاتھ بڑھاؤ تا کہ تمہاری اخلاقی برتری ثابت ہو اور لڑائی کے لئے اٹھنے والے ہاتھ کو اپنی قوت بازو سے توڑ پھینک دو تا کہ کوئی غدار قوم تمہیں کمزور نہ سمجھے۔ جو شخص اپنے مقصد کا صحیح علم رکھتا ہو اور یہ سوچ کر اللہ کی راہ میں لڑتا ہو کہ جس حق کے لئے وہ جان کی بازی لگا رہا ہے وہ اس کی زندگی سے زیادہ قیمتی ہے اور بہر حال جانا تو اللہ ہی کے پاس ہے جہاں اس کے لئے بہت ہی بڑا اجر ہے تو اس کی طاقت میں اللہ اور اضافہ کرتا ہے۔ اس لئے اپنے سے دگنی طاقت سے لڑنے میں تمہیں تامل نہ ہو۔ پھر فرمایا ہے کہ پہلے دشمن کی طاقت کو اچھی طرح کچل دو پھر قیدیوں سے فدیہ لینے کی

سوچتا کہ مشرکین دوبارہ سر نہ اٹھا سکے۔

اس سورہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب بھی حکم اللہ کی طرف سے آئے تو مسلمانوں کو اس کی تعمیل کرنی چاہئے اس سے اللہ تعالیٰ اس کے ایمان میں اضافہ کرتا ہے اور یہ بندگی کی شرط ہے کہ وہ جان و مال سے اللہ پر اعتماد کر کے اللہ کی راہ میں لڑے اور ہجرت کر کے آئے ہوئے مسلمانوں کو جو پناہ دے اور اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹے موٹے گناہ معاف کرے گا اور اسے بہت اچھا صلہ دے گا۔ اس میں منافقین کا بھی ذکر ہے جن کے کان اور منہ حق کے لئے بہرے اور گونگے ہیں ان کے اندر حق پرستی اور حق کے لئے کام کرنے کا جذبہ ہی نہیں ہے اور اگر ان کو جنگ میں شامل ہونے کا حکم دیا بھی جاتا تو وہ بھاگ کھڑے ہوتے اور اس طرح ان کا ساتھ مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا۔ اس نفاق سے بچنے کے دو راستے ہیں۔ ایک یہ کہ عقیدہ دل میں ٹھان لو کہ یہ معاملہ اس اللہ کے ساتھ ہے جو دل کے ہر حال کو جانتا ہے دوسرا یہ کہ جانا بہر حال اللہ ہی کے پاس ہے اور اس سے بچ کر کہیں بھاگ نہیں سکتے اور جزا اور سزا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر بتایا ہے کہ جس گناہگار سوسائٹی میں کچھ اچھے لوگ بھی ہوں اور وہ دوسروں کو نصیحت کرنے کی بجائے خاموشی سے تماشا دیکھتے رہیں تو جب اللہ تعالیٰ کا عذاب وبائے عالم کی طرح آئے گا تو اس میں اچھے لوگ بھی برباد ہو جائیں گے۔ اس لئے چاہئے کہ نصیحت کر کے دوسروں کو گناہوں سے پاک کرنے کی کوشش کریں اور یہ بھی بتایا ہے کہ اگر تم دنیا میں اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرو کہ وہ تمہارے ہر اعمال کو دیکھ کر نوٹ کر رہا ہے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں اچھے برے کی تمیز ہونے لگے گی اور شیطان کی راہوں پر چلنے سے بچ جاؤ گے۔ کفار کا یہ چیلنج بتایا گیا ہے کہ حق کو جھٹلانے کے باوجود ان پر اللہ کا عذاب نہیں آ رہا تو اس کا جواب دیا گیا ہے کہ جب تک کسی قوم میں نبی موجود ہوں تو عذاب لا کر ان سے اپنی اصلاح کرنے کا حق نہیں چھینتا بلکہ ان کو وقت دیا جا رہا ہے۔ اس کے آخر میں بتایا ہے کہ جو مسلمان کافروں کے ملک میں ہی رہنا پسند کریں اور ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہ آئیں تو ان کی رفاقت اور دوستی کی ذمہ داری دارالاسلام کے مسلمانوں پر نہیں ہے ہاں اگر وہ ان کی دینی مدد کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

اگر مشرکین کے خلاف ان کو ہماری مدد کی ضرورت پڑے تو کر سکتے ہو لیکن اگر وہ تم سے ایسی قوم کے خلاف مدد مانگیں جن سے تمہارا صلح کا معاہدہ ہو تو تم کو اپنے معاہدے کا پاس کرنا چاہیے۔ جس طرح کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں تو تم مسلمانوں کو بھی چاہیے کے ایک دوسرے کی مدد کریں اور حتی الامکان ان کو اپنے دارالاسلام میں لے آئیں تاکہ مومن اور کافر کے باہمی ملنے جلنے سے فتنہ برپا نہ ہو۔ ہماری نسل کافروں میں مل کر اپنا سچا دین بھی نہ کھو بیٹھیں۔

پہلے مسلمان بھائی چارے کی بنا پر صرف عارضی طور پر ایک دوسرے کے وارث بنا دیئے گئے تھے اب یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اور میراث صرف رشتہ داری تعلق کی بنیاد پر رکھی گئی۔
آخر میں کہا گیا کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنا گھر بار چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر دارالاسلام میں آئے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے اپنے مال و جان سے جہاد کیا اور وہ بھی جنہوں نے ان مسلمانوں کو پناہ دی اور ان کی ہر ممکن مدد کی اور وہ بھی جو بعد میں ایمان لا کر ہجرت کر گئے تو وہی سچے مومن ہیں ان کیلئے خطاؤں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔ اس میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ مسلمان کو چاہیے کے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کریں ان میں سے اگر ایک بھی ترک کیا تو وہ مسلمان نہیں رہے گا۔

سورۃ التوبہ

خلاصہ: اس سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھا گیا۔ ممکن ہے اس لئے کہ یہ ایک مشکل سورہ ہے جو پچھلی سورہ الانفال سے چلی آ رہی ہے۔ اس سورہ میں ایک سو انتیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں۔ یہ سورہ دو ناموں سے مشہور ہے ایک توبہ کیونکہ اس میں ایک جگہ بعض اہلِ ایمان کے قصوروں کی معافی کا ذکر ہے اور دوسرے براۃ کہ اس سورہ کے شروع میں مشرکین سے بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے۔
پہلی تقریر کا زمانہ نزول ذی القعد 9 ھ یا اس کے لگ بھگ ہے کیونکہ حضرت محمد ﷺ اس سال حضرت ابوبکرؓ کو امیر الحاج مقرر کر کے مکہ روانہ کر چکے تھے پھر یہ تقریر نازل ہوئی۔ یہ اس سورہ کے شروع سے پانچویں رکوع کے آخر تک چلی ہے۔ تب حضورؐ نے فوراً حضرت علیؑ کو ان کے پیچھے بھیجا تا کہ حج کے موقع پر تمام لوگوں کو بھرے مجمع میں سنائیں اور اس کے مطابق جو طرزِ عمل کیا گیا اس کا اعلان کریں۔
دوسری تقریر رکوع چھ کی ابتداء سے رکوع نو کے آخر تک چلتی ہے اور یہ رجب 9 ھ یا اس سے کچھ پہلے نازل ہوئی ہوگی جبکہ نبیؐ غزوہ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔ اس میں اہلِ ایمان کو جہاد پر اکسایا گیا ہے اور ان لوگوں کو سختی سے ملامت کی گئی ہے جو نفاق یا ایمان کی کمزوری یا سستی یا کاہلی کی وجہ سے راہ خدا میں جان و مال کا نقصان کرنے سے جی چرا رہے تھے۔
تیسری تقریر رکوع دس سے شروع ہو کر اس سورہ کے آخر تک ہے اور غزوہ تبوک سے واپسی پر نازل ہوئی۔ اس میں منافقین کی حرکات پر ہوشیاری اور ان صادق الایمان لوگوں پر ملامت کے ساتھ معافی کا اعلان ہے جو کہ اپنے ایمان میں سچے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے باز رہے اور

غزوہ تبوک میں شامل نہ ہونے والوں پر اللہ کی ناراضگی بتائی گئی ہے۔

تاریخی پس منظر: تاریخ پر ایک نظر ڈالی جائے تو اس سورہ کے مضمونوں کے واقعات کی ابتداء صلح حدیبیہ سے ہوتی ہے۔ صلح حدیبیہ کا واقعہ یوں ہے کہ 6 ھ کے شروع میں نبیؐ اپنے خواب کے مطابق چودہ سو صحابی کے ساتھ عمرہ کے لئے پہلی بار مکہ روانہ ہوئے۔ قریش نے ہر طرح کی چالوں سے انہیں روکنے کی کوششیں کیں لیکن نبیؐ کا قافلہ آگے ہی بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ قریش کے آدمیوں نے نبیؐ کے خیموں پر بھی چھاپے مارے تا کہ ان سے لڑائی مول لے کر مومنوں کو بدنام کریں لیکن وہ پکڑے گئے۔ قریش چاہتے تھے کہ آس پاس کے عربوں میں ان کو یہ کہہ کر بدنام کریں کہ مسلمان عمرہ کے لئے نہیں بلکہ لڑنے کے لئے آئے تھے۔ لیکن وہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر نبیؐ اور قریش کے سرداروں کے درمیان معاہدہ طے پایا کہ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال عمرہ کے لئے واپس آ کر تین دن مکہ میں رہیں گے اور دس سال تک ان دونوں کے درمیان جنگ بند رہے گی۔ اس کا قصہ سورہ مائدہ اور آگے سورہ فتح میں درج ہے۔ چنانچہ اس طرح اسلام کو امن وسکون ملا اور دو سال کے اندر ہی انہوں نے عرب کے تمام اطراف میں پھیل کر تیزی سے اسلام کو پھیلانا شروع کیا اور اس دوران اتنے زیادہ لوگ اسلام لے آئے کہ پہلے انیس سالوں میں نہ لائے تھے اور چند سالوں کی جدوجہد کے بعد عرب کے تقریباً ایک تہائی حصہ میں اسلام ایک منظم سوسائٹی کا دین، ایک مکمل تہذیب وتمدن ریاست بن گیا اور اسلام کی طاقت اتنی زبردست ہوگئی کہ پرانی جاہلیت اس کے سامنے بالکل بے بس ہو کر رہ گئی۔ آخر کار قریش کے سرداروں سے نہ رہا گیا اور انہوں نے حدیبیہ کے صلح کے معاہدے کو توڑ ڈالا لیکن نبیؐ بھی کچھ غافل نہ تھے۔ انہوں نے ان کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا اور اچانک مکہ پر حملہ کر کے 8 ھ میں اسے فتح کر لیا۔ پھر مشرکین مکہ نے آخری بازی حُنین کے میدان میں کی جہاں پر کہ جہالت پرست قبیلوں نے اپنی ساری طاقت لا کر انڈیل دی تا کہ نبیؐ کے دینِ حق کے انقلاب کو روکیں جو فتح مکہ کے بعد مکمل ہونے لگی تھی لیکن وہ سخت مایوس ہوئے اور حُنین کی شکست کے ساتھ عرب کو دارالسلام بن کر رہنا پڑا اور کم مدت میں عرب کا زیادہ حصہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

غزوہ تبوک: اب ذرا غزوہ تبوک پر غور کریں جو کہ اس سورہ کا اہم مضمون ہے۔ یہ محاذ نبیؐ کی قیادت میں ہوئی۔ یہ جنگ اسلام اور روم کے زبردست طاقت کے درمیان ہوئی اور یہ اسلام اور کفر کی کسوٹی تھی۔ جس میں لوگوں کے دعویٰ اسلام کو پرکھا گیا۔ اس وقت دنیا میں ایران اور روم کی دو بڑی طاقتیں تھیں۔ ایرانیوں کو شکست دینے کے بعد قیصر روم کی طاقت کا سکہ ساری دنیا پر بیٹھ گیا تھا اور زیادہ تر رومی سلطنت کے زیر اثر ہو گئے۔ اب اس کی تفصیل درج ہے۔

نبی کو حدیبیہ کی صلح میں جو امن نصیب ہوا اس سے انہوں نے اسلام کی دعوت کو پھیلانے کے لئے عرب کے مختلف حصوں میں اسلامی وفد بھیجے۔ ان میں سے ایک شام کے قبائل میں گیا جو کہ زیادہ تر عیسائی تھے اور رومی سلطنت کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے اس وفد کے پندرہ آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اسی زمانہ میں نبیؐ نے بصریٰ کے عیسائی رئیس کے نام بھی جو روم کے زیر اثر تھا دعوتِ اسلام کا پیغام بھیجا مگر اس نے آپؐ کے ایلچی کو قتل کر دیا۔ چنانچہ نبیؐ نے تین ہزار مجاہدین کی ایک فوج سرحد شام کی طرف بھیجی تا کہ وہاں کے لوگ مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر ان پر زیادتی کرنے کی جرات نہ کریں۔ جب اسلامی فوج معان کے قریب پہنچی تو معلوم ہوا کہ قیصرِ روم نے اپنے بھائی تھیوڈر کی قیادت میں ایک لاکھ کی فوج روانہ کی ہے۔ لیکن مسلمان اس سے ذرا بھی نہیں گھبرائے اور آگے بڑھتے گئے اور روم کی ایک لاکھ فوج سے جا ٹکرائے اور مسلمانوں کی جیت ہوئی جس سے کہ شام اور عراق کے آس پاس کے کافی قبائل مسلمان ہوئے۔ اسی زمانہ میں سلطنتِ روم کی فوجوں کے کمانڈر نے مسلمان ہو کر اپنے ایمان کا ایسا ثبوت دیا کہ قیصر کے حکم سے قتل ہو جانا خوشی سے منظور کیا۔ جس سے گردو پیش کے سارے لوگ دنگ رہ گئے۔ دوسرے سال قیصرِ روم نے اپنے بھائی کا بدلہ لینے اور مسلمانوں کو سزا دینے کے لئے شام کی سرحد پر فوجی تیاریاں شروع کر دیں۔ نبیؐ نے قیصرِ روم کی عظیم طاقت سے ٹکرانے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت دعوتِ حق کے لئے زندگی اور موت کی گھڑی تھی۔ سروسامان فراہم کرنے کے لئے ہر ایک مسلمان نے اپنی ذات سے بڑھ کر حصہ لیا۔ حتیٰ کہ غریب مومنوں نے راتوں کو باغوں میں محنت مزدوری کر کے اپنے حصے کے کھجور تک نبیؐ کے آگے لا جمع کیے۔ گرمی بڑی زور پر تھی اور پانی اور غلہ کی قلت تھی۔ سواری بھی کم تھی کہ ایک ایک اونٹ پر باری باری کئی کئی مجاہدین سوار ہوتے تھے۔ اسلحہ بھی پورا نہیں تھا پھر بھی مسلمانوں نے اپنے پکے ارادے اپنے سچے ایمان کا ثبوت دیا۔ رجب 9ھ میں نبیؐ تیس ہزار مجاہدین کے ساتھ اتنی بڑی مہم کے لئے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس موقع پر ذرا بھر بھی کمزوری دکھائی جاتی تو خدانخواستہ اسلام مٹ کر رہ جاتا۔ اس جنگ میں مدینہ کے منافقین جن کا رجحان صرف ظاہری تھا اور ابو عامر نامی مدینہ کے عیسائی درویش کا ہاتھ تھا۔ جو قیصرِ روم کے ساتھ اندرونی سازباز رکھتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف چپکے چپکے کارروائی کرتے تھے اور اپنے مکروفریب پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک مسجد "ضرار" تعمیر کی تھی۔ جہاں سے ابو عامر کے ایجنٹ اس تک خبریں پہنچاتے تھے۔ غرض اسلام کو مٹانے کے لئے اس نے کافی کوششیں کیں تا کہ اسی کی ہی شخصیت چلے اور تمام جنگوں میں جو مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان ہوئیں یہ صاحب اسلام کے خلاف حصہ لیتا رہا۔ جب مسلمانوں کا لشکر تبوک پہنچا تو معلوم ہوا کہ قیصرِ روم نے اپنی فوجی تیاریں مکمل ہونے سے پہلے ہی

سرحد سے ہٹالی ہیں۔ ممکن ہے کہ اسے معلوم ہوا ہو کہ اب کی بار تو مجاہدین تیس ہزار کی تعداد میں کٹ مرنے کے لئے آئے ہیں۔ جبکہ پہلے صرف تین ہزار ہی تھے اور ان کی ایک لاکھ کی فوج کو مات دے گئے۔ ممکن ہے اسی لئے اس نے جنگ کا ارادہ بدل دیا ہو۔ بہر حال نبیؐ نے بیس دن تبوک میں ان کا انتظار کیا اور اسی دوران میں بہت سی چھوٹی ریاستوں کو جو پہلے روم کے زیر اثر تھیں اب سلطنت اسلامی کا باجگوار اور تابع بنادیا اور کافی قبائل جو پہلے مسلمانوں کے خلاف تھے اب ان کے دوست بن گئے اور شرک و جہالت کا دباؤ کم ہوا اور مسلمانوں کا دبدبہ سب پر چھا گیا اور اسلامی حدود رومی سلطنت کی سرحد تک پہنچ گئیں۔ زیادہ تر قبائل اسلام کے دامن میں پناہ لینے پر راضی ہوئے۔ اس جنگ میں جو منافق تھے وہ پیچھے رہ گئے اور جن کا نہ جانا ہی بہتر ثابت ہوا ورنہ وہ مسلمانوں کی ہمت توڑ دیتے۔ لیکن چند مومنین بھی اس میں اپنی سستی کی وجہ سے شامل نہ ہوئے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے سخت ملامت کی اور سخت ناراض ہوئے اور ان کو سزا دینے کے بعد معافی دی گئی۔ کیونکہ وہ پچھلی جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے چکے تھے۔ ان تینوں کی سزا یہ تھی کہ پچاس دن تک کوئی مسلمان ان سے بات چیت نہ کرے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول ہونے کا اعلان قرآن کریم میں کیا۔

اب چونکہ عرب کا نظام مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا اس لئے عرب کو مکمل دار السلام بنانے کے لئے چند ایک پالیسیاں اختیار کرنی پڑیں۔

(۱) عرب سے شرک کو اور ان کے مشرکانہ نظام کو بالکل ختم کیا جائے اسی لئے اس سورہ میں مشرکین سے برات اور ان کے معاہدوں کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

(۲) کعبہ کا انتظام اہلِ ایمان کے ہاتھ آ جانے سے بیت اللہ کے حدود میں شرک و جاہلیت کی رسموں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا اور مشرکین کو اس کے قریب جانے سے باز رکھا گیا۔

(۳) جاہلیت کی رسموں کو ختم کرنے کا حکم دیا گیا خصوصاً نسی کا قاعدہ ان رسوم میں سب سے برا تھا جسے مٹا دیا گیا۔ عرب میں نسی دو طرح کی تھی ایک صورت یہ تھی کہ جنگ اور غارت گری کا انتقام لینے کی خاطر مشرکین عرب کسی حرام مہینے کو حلال قرار دے لیتے تھے۔ دوسری صورت یہ کہ قمری سال کو شمسی سال کے مطابق اس میں ایک مہینے بڑھا دیتے تا کہ حج ہمیشہ ایک ہی موسم میں آتا رہے۔

(۴) عرب کے باہر دینِ حق کو قائم کرنا بہت ضروری تھا لیکن ایران اور روم کی سیاسی قوت اس کام میں روڑے اٹکاتی اس لئے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ عرب کے باہر جو لوگ دینِ حق پر چلنے والے نہیں ہیں ان کی خودمختارانہ فرمانروائی کو شمشیر کے زور سے ختم کر دو تا کہ وہ اسلامی حکومت کے زیر اثر تابع بن کر رہنا قبول کریں اگر وہ دینِ حق پر ایمان نہ لانا چاہیں تو ان کو اختیار ہے لیکن کم سے کم ان کو

یہ حق نہیں ہے کہ اللہ تعالی کی زمین پر اپنی گمراہیوں کا حکم جاری کر کے اللہ تعالی کے بندوں اور ان کی آنے والی نسلوں کو گمراہ کرے۔ اگر وہ خود گمراہ رہنا چاہیں تو رہیں لیکن جزیہ دے کر اسلامی نظام کے تابعدار بنیں۔

(۵) سب سے اہم مسئلہ منافقین کا تھا جن کے ساتھ اب تک درگذر اور معافی کا معاملہ ہوتا چلا آیا ہے۔ چونکہ پہلے اسلام اتنا طاقتور نہ تھا کہ ان منافقوں کے سات الجھتے جو کہ صرف اپنے دینوی مفاد کی خاطر ظاہر میں تو مسلمان تھے مگر اندر سخت کافر اور اسلام کے دشمن تھے۔ اگر ان سے الجھا جائے تو وہ مسلمانوں کے اندر اور خرابیاں پیدا کرتے۔ اس لئے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ لیکن اب ان کے لئے حکم دیا گیا کہ ان کے ساتھ ذرا بھی نرمی نہ کی جائے۔ بلکہ چھپے منکرین حق کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جائے۔ اسی وجہ سے نبیؐ نے تبوک کی تیاری کے زمانے میں ایک شخص کے گھر میں آگ لگوا دی جہاں منافقین اس وجہ سے جمع ہوتے تھے کہ مسلمانوں کو جنگ میں شرکت کرنے سے روکنے کا پلان بنایا جائے اور دوسرا کام نبیؐ نے یہ کیا کہ تبوک سے واپس آکر جو مسجد ضرار منافقوں نے بنوائی تھی اس کو گرا دیا۔

(۶) اب صادق مومنین کی کمزوریوں پر بھی نظر کرنی تھی کیونکہ اسلام کو ایک عالمگیر مرحلہ میں داخل ہونا تھا جبکہ ان کو پورے غیر مسلم طاقت سے ٹکرانا تھا اس لئے مومنین کے ایمان کی کمزوری کو دور کرنا ضروری تھا۔ اس لئے جن مومنوں نے تبوک کی جنگ میں جانے سے سستی دکھائی ان کو سختی سے ملامت کی گئی اور سزا دی گئی اور اللہ تعالی اور رسولؐ کی خفگی ان پر ظاہر کی گئی اور آئندہ کے لئے یہ بات اچھی طرح ظاہر کی گئی کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد اور کفر و اسلام کی کشمکش ہی وہ اصلی کسوٹی ہے جن پر کہ مومن کا دعویٰ ایمان رکھا جائے گا اور یہی بہت بڑی کسوٹی ہے۔ اب ہم ان تقریروں پر غور کرتے ہیں۔ پہلی تقریر اعلان برات ہے جبکہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت علیؑ کو روانہ کیا تا کہ بھرے مجمع میں حاجیوں کو سنائے اور ساتھ ہی ان چار باتوں کا اعلان بھی کریں۔

(۱) جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہوگا جو دین اسلام کو قبول نہ کرے۔

(۲) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لئے نہ آئے اور نہ ہی خانہ کعبہ کے قریب بھٹکے۔

(۳) بیت اللہ کے گرد برہنہ یعنی ننگا ہو کر طواف کرنا منع ہے جو کہ اس زمانے کے جاہل عرب حج کے موقع پر کرتے تھے۔

(۴) جن لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا معاہدہ باقی ہے اور انہوں نے اپنے عہد کو توڑ کر ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش نہ کی ہو تو ان کے ساتھ معاہدہ کی مدت تک اس کا پاس کیا جائے گا۔

سورہ انفال میں بیان ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کو اگر کسی قوم سے اپنے عہد کی خیانت اور غداری کا اندیشہ ہو تو اعلان کر کے اس کا معاہدہ اسے واپس کر دو اور اسے اچھی طرح خبر دار کر دو کہ اب تم سے کوئی معاہدہ نہیں۔ اس اعلان کے بغیر کسی معاہد قوم کے خلاف جنگی کارروائی کرنا منع ہے۔ یہ اعلان ذی الحج 9ھ کو ہوا اور ان کو چار مہینوں کی مہلت دی گئی کہ اس پر اچھی طرح غور کرو۔ اگر لڑنا ہو تو لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ اور ملک چھوڑنا ہو تو اپنا ٹھکانہ کہیں اور کر و یا پھر سوچ سمجھ کر اسلام قبول کرو۔ اس قانون سے شرک اور مشرکین کا وجود خلاف قانون ہو گیا۔ اب ان کے لئے سارے ملک میں کوئی جگہ نہ رہی کیونکہ ملک کی اکثریت اسلام کے دائرے میں آ چکی تھی۔ دراصل یہ منافقین و مشرکین اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ تبوک میں رومی سلطنت میں مسلمان پیٹ کر آئیں یا پھر حضرت محمدﷺ وفات ہی پا جائیں تو وہ یکا یک اپنے عہد کو توڑ کر اسلام کا تختہ الٹ دیں لیکن ان کو سخت ناکامی ہوئی۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے یہاں پر یہ ہدایت دی کہ اگر کوئی تم سے اپنے عہد کو نہ توڑے تو تم بلا وجہ ان سے عہد مت توڑ دیا اگر ان سے غداری کی امید ہو تب ہی تم اپنا عہد واپس لے سکتے ہو ورنہ یہ بات تقویٰ کے خلاف ہو گی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی مومن پسندیدہ ہے جو ہر حال میں تقویٰ پر قائم رہے۔ یہ بھی حکم دیا ہے کہ کافروں کو صرف کفر و شرک سے توبہ ہی کافی نہیں ہے بلکہ انہیں ایمان لا کر باقاعدہ نماز پڑھنی ہو گی اور زکوٰۃ دینی ہو گی۔ دوران جنگ میں اگر کوئی دشمن ان کے پاس آ کر اسلام کو سمجھنا چاہے تو اسے حفاظت سے اپنے ہاں آنے دیں اور اسے سمجھائیں اور حفاظت سے اس کو اپنے ٹھکانے پر چھوڑ کر آئیں۔

یہاں سے دوسری تقریر شروع ہوتی ہے۔ مومن کی قدر و منزلت صرف چند مذہبی اعمال کے پورا کرنے اور زیارت گاہ کی سجادہ نشینی کرنے میں نہیں ہے بلکہ اصلی قدر روز آخرت پر ایمان اور راہ خدا میں قربانی ہے اور وہی شخص اللہ کی نظر میں قیمتی ہے اور ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے جو سونے چاندی، روپیہ، جائیداد خوب ٹھونس ٹھونس کر جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا دل نہیں ہوتا ہے اور قیامت کے دن ایسے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو داغا جائے گا اور پھر یہ ساری چیزیں تمہارے ساتھ تو جانے والی نہیں ہیں۔ اور جب تم آخرت کے انعامات کو دیکھو گے تب پچھتاؤ گے کہ ان چیزوں کے لئے تم نے جان ماری جو ساتھ بھی نہ جا سکیں کیا یہ ہی اچھا ہوتا کہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے! دراصل یہ تو اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ ہمیں دین کی خدمت کرنے کا موقع دیتا ہے اور ہم ایسے زریں وقت کو کھو دیتے ہیں۔

اب منافقوں کا ذکر ہے کہ ظاہری مسلمان بنے بیٹھے تھے کیونکہ ہر منافق کے گھر کا کوئی نہ کوئی

فرد اسلام لا چکا تھا۔ اگر وہ کفر پر ہی قائم رہتے تو اپنی برادری اور شان و شوکت کھو دیتے۔ تو انہوں نے بہتر یہی سمجھا کہ ایمان کا ڈھونگ تو رچاؤ لیکن اندر کفر پر ہی قائم رہو کہ دونوں طرف سے فائدے ہوں اس لئے وہ اسلام و کفر کے بیچ میں ڈانوا ڈول تھے۔ جب تبوک کی جنگ پر جانے کی تیاریاں ہونے لگیں تو دل میں وہ بہت خوش ہوئے کہ مسلمان رومیوں کے ہاتھوں پیسے جائیں گے اور ان کی جان عذاب سے چھوٹے گی کہ خواہ مخواہ ظاہراً ان کو نماز بھی پڑھنی پڑتی ہے اور زکوۃ کو تو وہ ایک جرمانہ سمجھ کر دیتے تھے۔ اب وہ منافق جنگ میں نہ جانے کے لئے بہانے ڈھونڈنے لگے اور نبیؐ نے اپنی نرم طبیعت کی بناء پر انہیں اجازت دے دی۔ دراصل یہ جنگ کفر و اسلام کی کشمکش کی ایک کسوٹی تھی جس میں کہ سچے مومن اور کھوٹے ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کا راز فاش ہو کر رہ گیا۔ یہ منافق دنیا پرست تھے۔ انہیں صرف دنیا حاصل کرنے اور اپنے نفس کی خوشی حاصل کرنے کی فکر تھی لیکن جو خدا پرست ہوتا ہے وہ سب کچھ اللہ کو راضی کرنے کے لئے کرتا ہے۔ راہ حق میں کام کرنے کے لئے اس پر تکلیفیں آئیں یا فتح نصیب ہو تو وہ اسے اللہ کی مرضی سمجھتا ہے اور ہر حال میں اللہ سے صبر عطا کرنے کی التجا کرتا ہے اور شکر ادا کرتا ہے۔ اسے صرف یہی فکر ہوتی ہے کہ ہر حال میں اللہ کی ڈالی ہوئی آزمائش سے گزر جائے۔ اس کا صرف یہی مقصد ہوتا ہے کہ کسی طرح اپنا جان و مال اللہ کی راہ میں صرف کرے اور اپنے خالق و مالک کو راضی کر لے۔ سچا مومن تو وہ ہے جو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے اپنے دل و دماغ اور جسم و جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ جسے جہاد کہتے ہیں اب ان میں بعض منافق ایسے تھے جو جنگ پر جانے سے تو گھبرا کر بہانے ڈھونڈ رہے تھے لیکن پیسوں سے مدد کرنے کے لئے راضی تھے۔ یہ سب منافق مدینہ کے مالدار اور سن رسیدہ لوگ تھے۔ اندر سے مسلمانوں سے کینہ رکھتے تھے۔ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے حتیٰ کہ نبیؐ کے بارے میں بھی یہ کہتے ہوئے نہیں ڈرتے تھے کہ وہ کانوں کے کچے ہیں۔ جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ فساد اور شر کی باتیں سننے والے نہیں ہیں صرف خیر و بھلائی کی باتوں پر توجہ دینے والے ہیں اور یہ ان کا صبر ہی تو ہے کہ تمہارے حیلے بہانے کو صبر سے برداشت کیا اور تمہیں پیچھے رہ جانے کی اجازت دی۔ وہ لوگ مسلمانوں کا مذاق اڑا کر ان کی ہمتیں پست کرنے کی کوششیں کرتے تا کہ وہ بھی جہاد میں نہ جائیں۔

اب تیسری تقریر شروع ہوتی ہے۔ جو غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی۔ اب تک منافقوں کے ساتھ بہت ہی درگذر اور چشم پوشی کا معاملہ ہو رہا تھا لیکن اب اسلام طاقت میں آ چکا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں سے سختی کے برتاؤ کی ہدایت دی ہے تا کہ وہ ملک میں فتنہ کھڑا نہ کر سکیں۔ جو شخص بھی مسلمانوں میں رہ کر منافقانہ روش اختیار کرے اور جس کے طرزِ عمل سے یہ ظاہر ہو کہ وہ اللہ اور

رسولؐ اور اہلِ ایمان کا دوست نہیں ہے تو اسے کھلم کھلا بے نقاب کیا جائے اور علانیہ اسے ملامت کی جائے۔ اس کو کوئی عزت نہ دی جائے اور اگر وہ جرم کرے تو اسے سزا دی جائے۔ اس میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ نفاق اعتقادی اور فاسق لوگوں کے لئے مسلمانوں کے امام کو نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہئے۔ نفاق اعتقادی سے مراد وہ لوگ جن کو اللہ اور رسول ﷺ سے کوئی واسطہ نہیں اور فاسق سے مراد بے نمازی ہیں جن کے لیے عام آدمیوں میں سے ایک آدمی آگے ہو کر نماز جنازہ ادا کرے۔ تندرست اور صاحب مقدرت لوگ ایمان کا دعویٰ رکھنے کے باوجود کام کا وقت آنے پر میدان میں نکلنے کی بجائے عورتوں کی طرح گھر میں گھس کر بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں نے خود ہی اپنے لئے یہ رویہ پسند کیا تو ان کے وہ پاکیزہ احساسات ان سے چھین لئے گئے جن کی بدولت آدمی ذلیل و خوار ہونے میں شرم محسوس کرتا ہے۔ جو شخص ایمان کا دعویٰ کرتا ہے مگر اللہ اور اس کے دین اور اہلِ ایمان کے ساتھ کوئی خلوص نہیں رکھتا اور یہ اس کے عمل سے ثابت ہو جائے وہ اللہ کی راہ میں کوئی مال پیش کرے تو اسے رد کیا جانا چاہئے۔ وہ اس کا کوئی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جو مومن ہو اور ان سے کوئی غیر مخلصانہ عمل سرزد ہوا ہو جیسے کہ کچھ مومنین اپنی سستی کی وجہ سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے لیکن چونکہ انہوں نے کافی جہادوں میں اپنے مسلمانوں کا ساتھ دیا تھا تو اگر وہ اپنے قصوروں کو مان کر معافی مانگ کر توبہ کریں تو معاف کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن دل کی توبہ کے ساتھ ساتھ عملی توبہ بھی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ نیکی کریں اور اللہ اور اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلیں۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی کتابوں اور اپنے رسولوں کے ذریعے یہ واضح کر دیتا ہے کہ انہیں کن کن خیالات، کن اعمال اور کن طریقوں سے بچنا چاہئے۔ پھر جب وہ باز نہیں آتے اور آخرت و سزا کی فکر کو چھوڑ کر اپنے ضمیر کی آواز پر کان بند کرتے ہیں اور اپنے غلط طریقوں پر ہی جمے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور اسی غلط راہ پر انہیں دھکیل دیتا ہے جس پر وہ خود جانا چاہتے ہیں۔

اس میں ابولبابہ اور ان کے چھ ساتھیوں کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے کہ جو مومن تھے لیکن اپنی کاہلی کی وجہ سے جنگ تبوک میں شامل نہیں ہوئے اور جب ان کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ان پر سخت ناراض ہیں اور وہ منافقوں کی فہرست میں گنے جائیں گے تو انہوں نے نادم ہو کر اور توبہ کر کے اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ دیا اور کئی دنوں تک بے آب و دانہ و خواب اسی طرح بندھے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا اور انہوں نے اپنی ساری پونجی اللہ کی راہ میں دینے کو راضی ہو گئے مگر نبیؐ نے صرف ایک تہائی حصہ قبول کیا۔ پھر اس میں دوسرے تین مومنوں کا بھی ذکر

ہے جنہوں نے اسی طرح اپنی سستی دکھائی تھی اور جنگ سے دور رہے۔ تب ان پر اللہ کے حکم سے پچاس روز تک مسلمانوں کے بائیکاٹ کا حکم ہوا جس سے کہ وہ اپنے آپ سے بھی بیزار ہوئے اور اللہ اور رسولؐ کے آگے بہت گریہ وزاری کی تب جا کر ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اس سے یہ واضح کیا گیا کہ مسلمانوں کو ہر وقت ایک ہو کر رہنا چاہیے۔ اتحاد کا یہ ایک بہت ہی اہم سبق ہے۔ عرب میں یہ پہلا موقع تھا کہ ملک کے تمام باشندوں پر زکوٰۃ لازم کی گئی جو ایک مقدار سے زیادہ مال رکھتے تھے۔ اتنی ساری دولت نبیؐ اپنے ہاتھوں خرچ کرتے تھے۔ جس سے کہ دنیا پرست منافقین بہت جلتے تھے اور نبیؐ پر صدقات کی صحیح تقسیم نہ ہونے کا الزام دیتے تھے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان صدقات سے حاجتمند فقیروں کی مدد کی جائے مثلاً یتیم بچے، بیوہ عورتیں، بے روزگار لوگ اور وہ لوگ جو وقتی حوادث کا شکار ہوئے ہیں اگر ان کی مدد کریں تو امید ہے وہ اپنے پاؤں پر پھر سے کھڑے ہو جائیں۔ اس میں مدینہ کے دیہاتی بدو منافقوں کا بھی ذکر ہے جنہوں نے اپنے لئے بہتر یہی سمجھا کہ اسلام قبول کریں مگر وہ سچے دل سے ایمان نہیں لائے۔ انہیں صرف اپنے معاشی فائدے، اپنی آسائش، اپنی زمینوں اور بھیڑ بکریوں سے دلچسپی تھی۔ اسلام کے لئے اپنے جان و مال کی قربانی ان کو شدت سے کھٹکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ بھی بتائی ہے کہ وہ بدو دیہاتی منافق چونکہ ساری عمر اپنے رزق کے پیچھے دن رات لگے رہتے ہیں اور اہلِ علم نہ ہونے کی وجہ سے کم عقل ہوتے ہیں اس لئے وہ منافقانہ رویہ رکھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو تعلیم یافتہ بنانے کا حکم دیتا ہے کہ شہر کے کچھ علم والے دیہاتوں میں جا کر ان کو علم سکھائیں۔

اس میں جھوٹے ایمان کا دعویٰ کرنے والے اور گنہگار مومن کا فرق بتایا ہے جو شخص ایمان کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر وہ اللہ اور اس کے رسول اور اہلِ ایمان کے ساتھ دل خلوص نہیں رکھتا اور اگر اس کے کسی بھی عمل سے یہ ظاہر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جائے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے نہ ہی اس کا مال قبول کیا جائے اور وہ مر جائے تو نہ ہی مسلمان اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ لیکن ایک گنہگار مومن نے اگر کوئی قصور کیا ہے اور سخت نادم ہے اور اپنے قصور کو مان کر توبہ کرتا ہے تو اس کو معاف کیا جائے اور یہ کہ وہ اپنے قصور کو دوبارہ نہ دہرائے۔

پھر آخر میں اللہ تعالیٰ بڑے پیار سے اپنے بندوں کو سمجھاتا ہے کہ ہم نے نبی ﷺ تمہاری طرف اسی لئے بھیجا کہ تمہاری اصلاح کرے اور تمہیں آخرت کے نقصان سے بچائے اب اگر تم نہیں مانتے تو نہ مانو اور اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ کر کہہ دو کہ میرے لئے تو صرف اللہ ہی کافی ہے اور میں صرف اسی کی عبادت اور حکم کی تعمیل کر کے اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔

سورۃ یونس

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ: اس سورہ کا موضوع بحث حضرت یونسؑ کا قصہ نہیں ہے بلکہ اس میں اشارۃً یونسؑ کا ذکر آیا ہے۔ یہ سورہ مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہو گی کیونکہ اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کی دعوت حق کی مخالفت بہت ہی زور پکڑ چکی تھی۔ اہلِ مکہ سے یہ امید ہی باقی نہیں رہی تھی کہ اس قدر سمجھانے پر بھی وہ راہ راست پر آ ئیں گے۔ اب انہیں ان کے انجام سے خبردار کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ اس سورہ میں ایک سونو آیتیں اور دس رکوع ہیں اور اس کی تقریر میں دعوتِ حق، فہمائش اور انجام کی خبرداری ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ کفارِ مکہ سے فرماتا ہے کہ یہ جو وہ چاہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے کلام میں کچھ کمی بیشی کریں تو یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ ماننا ہو تو مانو ورنہ سزا کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چونکہ اللہ کے کلام میں زبردست تاثیر تھی اس لئے وقت کے نادان لوگ یہی خیال کرتے تھے کہ یہ کلام حضرت محمد ﷺ کی زبان کی جادوگری ہے اور شاعرانہ تخیل ہے اور کچھ کاہنوں کی طرح عالم بالا کی گفتگو ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ اس سورہ کے شروع میں انہیں خبردار کرتا ہے کہ یہ صرف اللہ کا کلام ہے اور یہ کتاب پوری ہدایت ہے اگر اس پر توجہ نہیں کرو گے تو ہدایت سے محروم رہ جاؤ گے۔ ایک انسان یعنی حضرت محمد ﷺ کو ہم نے نبوت کے رتبہ پر معمور کیا تاکہ تم لوگوں کو تمہارے اچھے برے انجام سے خبردار کرے اور تمہیں نیکی کی طرف بلائے تو بھلا اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ حالانکہ جو بات وہ کہہ رہے ہیں اس میں کچھ بھی جادوگری یا کہانت نہیں ہے۔ وہ تو صرف دو حقیقتوں سے تم لوگوں کو آگاہ کر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ صرف ایک اللہ واحد ہی تمہارا اور ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور وہی ہے جو سارا نظام چلا رہا ہے لہٰذا اسی ایک اللہ ہی کی عبادت کی جائے۔ دوسری یہ کہ تم سب دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے اور اپنی اس موجودہ زندگی کے پورے کارناموں کا حساب دو گے کہ کہاں تک تم نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کی اور اسی کے احکام کے مطابق کہاں تک عمل کیا اور اسی کے مطابق تم سزا یا انعام پاؤ گے۔ وہ تمہیں نیکی کی طرف بلاتے ہیں اور برائیوں سے پرہیز کرنے کو کہتے ہیں جس پر وہ تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے۔ ان کے برعکس جادوگر وہ ہے جو صرف اپنی ہی بھلائی سوچتا ہے وہ اپنا سکہ جمانے کے لئے زبان درازی میں بہت دور تک نکل جاتا ہے۔ اسے تو دنیاوی فائدے چاہئیں تو پھر تم لوگ اپنی عقل سے کام لے کر ہمارے رسول اور ایک جادوگر میں اتنا فرق بھی نہیں سمجھتے؟

اور حضرت محمد ﷺ کے ذریعے جو اللہ کا کلام تم لوگوں کو سنایا جاتا ہے تو تم لوگ کہتے ہو کہ انہوں نے اپنی طرف سے اسے گھڑ لیا ہے۔ آخر تم لوگ انہیں بچپن سے جانتے ہو کہ وہ کتنے امین اور راستباز

ہیں تو بھلا وہ اتنا بڑا جھوٹ اپنے خالق و مالک کے بارے میں کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ اس الزام کے جواب میں ان سے کہو کہ اگر یہ آیات اللہ کی نہیں ہیں اور میں اسے خود تصنیف کر کے اللہ کی طرف منسوب کرتا ہوں تو واقعی مجھ سے بڑا ظالم کوئی نہیں اور اگر تم اللہ کی آیات کو جھٹلا رہے ہو تو پھر تم سے بڑا ظالم بھی کوئی نہیں۔ تم اللہ کی آیتوں کا اور اللہ کے سچے نبی ﷺ کو جھٹلانے کا جو جرم کر رہے ہو تو اچھی طرح سوچ لو تمہاری کبھی خلاصی نہیں ہوگی۔

اس سورہ میں اللہ کی یکتائی کے ثبوت دیئے گئے ہیں جو کہ ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہی ہے جس نے تمہیں اور ساری کائنات کو پیدا کیا اور خود اکیلا ہی اس کا انتظام چلا رہا ہے۔ لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔ یہ شریک جو تم نے اللہ کے ساتھ ٹھہرائے ہیں وہ تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کریں گے بلکہ تمہارے خلاف ہو جائیں گے۔ اپنی ساری زندگی جو تم نے ان دیوی دیوتاؤں اور قبر میں لیٹے ہوئے پیروں کی نذریں کرتے رہے آخرت میں وہ تم کو پہچاننے سے بھی انکار کریں گے۔ یہ کہہ کر کے وہ تو بے جان پڑے ہوئے تھے ان کو کیا پتا کہ تم ان کے لئے کیا کرتے رہے اس لئے صرف اللہ کی طرف ہی رجوع کرو اور صرف اسی سے اپنی حاجتیں مانگو جو کوئی اللہ کی یکتائی کو دل سے قبول کرتا ہے اور اس کے سامنے جواب دینے سے ڈرتا ہے تو وہ ہر کام اللہ کے قانون کے مطابق اللہ سے ڈرتے ہوئے کرتا ہے اور اس طرح وہ برائیوں سے بچتا ہے اور نیکی کی طرف بڑھتا ہے۔ جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں جنت کے علاوہ اور بہت کچھ انعام میں دے گا۔ اس کے برخلاف جو آخرت کے حساب کا یقین نہیں رکھتا تو وہ برائیوں پر برائیاں کئے جاتا ہے کیونکہ اسے کسی کا ڈر ہی نہیں تو اس کو اس کی برائی کے برابر ہی بدلہ ملے گا اور اس کے لئے آخرت میں ہمیشہ کا عذاب ہے۔

اللہ کا یہ پکا وعدہ ہے کہ تم کو وہ دوبارہ پیدا کرے گا اور دنیا میں کئے کا حساب لے گا اور وہ پورا پورا انصاف کرے گا۔ تم یہ سوچتے ہو کہ سفارشی دیوی، دیوتا اور پیر وغیرہ جو تم نے بنائے ہیں اور ان کی نذر و نیاز کرتے ہو کہ چاہئے کہ تم دنیا میں کتنے ہی دندناتے پھرو لیکن وہ تمہاری اس خدمت کے بدلے جو تم نے دنیا میں ان کے لئے کی تھی وہ اللہ کے آگے جم کر بیٹھ جائیں گے اور تمہاری نجات کا بندوبست کریں گے تو یہ صرف تمہاری غلط فہمی ہے اور تمہارے بڑوں کی اندھی تقلید ہے۔ یہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے تو تمہاری کیا مدد کریں گے۔ اچھی طرح جان لو کہ اللہ کی خدائی میں کوئی نہیں جو اللہ سے اپنی بات منوا کر رہے۔ سب اللہ کی مرضی سے ہی ہوتا ہے اور پھر تمہیں یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ جب تم پر کوئی برا وقت آتا ہے جیسا کہ حال ہی میں سخت قحط تم پر گزرا ہے تو تم صرف اللہ سے ہی مدد مانگتے ہو اور جب

خوشحالی آتی ہے تو تمہارے دیوی وغیرہ کی نذریں کی جاتی ہیں۔ یہ دنیا تو صرف امتحان کی جگہ ہے اور اس زندگی میں تمہارے پاس صرف اتنا ہی وقت ہے جتنا کہ تم سانس لے رہے ہو اس لئے اس وقت سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے امتحان کی کامیابی کا سامان کر کے نبیؐ کی ہدایت کو قبول کرو تا کہ آخرت کی زندگی میں تمہیں پچھتانا نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ اس زندگی میں تمہیں سنبھلنے کا موقع دیتا ہے اور نبیؐ جو تمہیں عذاب سے ڈراتے ہیں تو وہ دھمکی نہیں ہے اور نہ ہی ان کے اختیار میں ہے کہ وہ عذاب تم پر لے آئے۔ یہ تو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اس لئے عذاب کی جلدی مت مچاؤ۔ سنبھل جاؤ اور برے کاموں سے توبہ کر کے نیکی کی طرف بڑھو تا کہ بعد میں سزا سے بچ جاؤ۔ یہ ایک نصیحت ہے تو جو اسے قبول کرے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اسے چھوڑ کر غلط راستوں پر بھٹکے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اور اگر تم نے اپنے اس دنیا کے قیمتی وقت کو ضائع کیا اور فرعون کی طرح اللہ کی پکڑ میں آنے کے بعد توبہ کی تو یاد رکھو معاف نہیں کیے جاؤ گے۔ ابھی بھی وقت ہے اور اللہ کے توبہ کا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہے پس توبہ کر کے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور اس ساری کائنات کو کوئی کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ اس دنیا میں تمہیں خلافت دی۔ اس لئے نہیں کہ جو تم چاہے کرو اور تم سے حساب نہ لیا جائے۔ مثلاً ایک انسان نے ساری زندگی چوری، سینہ زوری اور قتل وغارت میں صرف کر دی تو کیا وہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے۔ اور ایک آدمی نے ہمیشہ سے اللہ کی فرمانبرداری کر کے نیکی کی طرف چلتا رہا تو کیا وہ انعام کا مستحق نہیں؟ اگر اللہ کی مرضی یہ ہوتی کہ اس دنیا میں اس کے سارے بندے اس کی فرمانبرداری کرتے تو اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل نہ تھا۔ لیکن اللہ نے انسان کو اسی مصلحت کے لئے پیدا کیا کہ اسے ایمان لانے اور نہ لانے میں آزاد رکھا جائے اور اسی کے مطابق اسے دوبارہ پیدا کر کے سزا یا جزا دے اور پھر یہ کہ تم لوگ نبی ﷺ کے اللہ کے برحق رسول ہونے کی نشانی مانگتے ہو تو صرف یہ ایک بہانہ ہے کہ تم لوگ ایمان نہیں لانا چاہتے کیونکہ ایمان لانے سے تم کو اپنے نفس کی لذتوں کو چھوڑنا پڑے گا اور تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ غیب سے فرشتوں کو اتار کر تمہیں یقین دلائے یا پھر خود آ کر تمہارے سامنے کھڑا ہو جائے تو یہ نہیں ہو سکتا ہے۔ ماننا ہے تو مانو نہیں تو اپنا نقصان کرو۔ اور پھر جو تم لوگ کہتے ہو کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ بھلا اس کو بیٹے کی کیا ضرورت پڑی۔ تم یہ تو مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ فانی نہیں ہے اور بیٹے کی ضرورت تو فانی انسانوں کو ہوتی ہے تو سوچو کہ یہ تمہارا کتنا غلط خیال ہے۔

اس میں حضرت یونسؑ کے قصے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان کا زمانہ 860 سے 784 قبل مسیح بتایا گیا ہے۔ ان کو اسیر یا قوم کی ہدایت کے لیے عراق بھیجا گیا تھا۔ ان کی قوم اپنے نبی کے لائے

ہوئے حق کا اور اپنے نبی کا انکار ہی کرتی چلی گئی تو ان کو اللہ تعالی کے عذاب کی خبر ان کے نبی یونس نے دی لیکن عذاب کے آنے سے پہلے بغیر اللہ تعالی کے حکم کے خود ہی اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کی قوم نے جب عذاب کے آثار دیکھے تو فوراً توبہ کر لی چونکہ ان کے نبی نے آخر وقت تک ہدایت کا سلسلہ جاری نہیں رکھا اور ان کو چھوڑ کر چلے گئے اس لیے اللہ تعالی کے انصاف نے ان کو عذاب دینا گوارا نہیں کیا اور ان کو اور مہلت دی گئی۔

اس میں نوحؑ موسیٰؑ کا قصہ بیان کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کو یہ بات ذہن نشین ہو کہ حضرت محمدﷺ جو تعلیم اپنی قوم کو دے رہے ہیں وہی تعلیم ان نبیوں کی بھی تھی اور جو رویہ تم لوگوں نے محمدﷺ کے لئے اختیار کیا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ وہ نوحؑ اور موسیٰؑ کے ساتھ بھی ہوا ہے اور ان کے قوم کا جو انجام ہوا تو پھر سوچ لو تمہارا بھی ویسا ہی انجام ہونا ہے۔ نبیؐ اور ان کے ساتھیوں کو تم لوگ آج کمزور سمجھ رہے ہو لیکن یہ حالت ہمیشہ نہیں رہے گی کیونکہ وہی اللہ جو ان نبیوں کی مدد کر سکتا ہے وہ محمدﷺ اور ان کے ساتھیوں کی بھی مدد کرے گا۔ اور پھر تم لوگوں کو تو مہلت دی جا رہی ہے کہ اپنے آپ کو سدھار لو اس سے پہلے کہ تم اللہ کی پکڑ میں آ ؤ اور برا انجام تمہارے سامنے آئے۔ پھر مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ کفار مکہ کے ظلم کے تشدد سے نہ گھبرائیں اللہ تعالی اپنے ان نیک بندوں کو ضرور نجات دے گا اور کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مسلمان بھی اس روش پر چلو جس پر بنی اسرائیل مصر سے نجات ملنے پر چلی تھی کہ انھوں نے اپنے نفس کی شرارتوں سے اور اللہ کے احکامات کی نافرمانی کر کے گمراہی میں پڑے اور ذلت و رسوائی کے مستحق ہوئے۔

اس سورہ میں اللہ تعالی اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ اپنی قوم سے کہہ دو کہ حق ان کے پاس آ گیا ہے اور اچھے برے کی تمیز اور اس کا انجام کھول کر بتا دیا گیا ہے اب جو اسے مان کر اپنے آپ کو سدھارے لے گا تو اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو نہ مانے تو اس کی گمراہی اسی کے لئے تباہ کن ہے۔ پھر اللہ تعالی اپنے نبی کو صبر اور اپنی ہدایت کی پیروی کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

سورۃ ھود

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی اور اس کے نزول کا زمانہ بھی مکہ کے دور کا آخری زمانہ ہے جو کہ نبی ﷺ کے لئے بہت ہی سخت زمانہ تھا۔ ایک طرف کفار قریش اپنی پوری طاقتوں سے نبی کی دعوت حق کو مٹانے کی کوشش کر رہے تھے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ ایک کے بعد اپنے نبیؐ پر تنبیہات نازل فرما رہا تھا۔ ان حالات میں آپ کو ہر وقت یہ فکر لگی رہتی تھی کہ کہیں اللہ کی دی ہوئی مہلت ان کی قوم پر ختم نہ ہو جائے اور وہ آخری فیصلہ اللہ کی طرف سے آ جائے جبکہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب میں پکڑ لینے کا فیصلہ فرما دیتا ہے۔ اس سورہ میں ایک سو تیئیس آیتیں اور دس رکوع ہیں۔

اس سورہ کا موضوع وہی ہے جو سورہ یونس کا تھا یعنی دعوت، فہمائش اور تنبیہ لیکن اس سورہ میں وعظ و نصیحت زیادہ ہے۔ اس میں مکہ کے کفار کو یہ دعوت حق دی گئی ہے کہ پیغمبر ﷺ کی بات مانو اور دوسرے سب مصنوعی خداؤں کی بندگی چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور دنیا میں اس طرح زندگی گذارو کہ آخر کار ہر چیز کا جواب اللہ کو آخرت میں دینا ہے تاکہ تم سیدھے رستے پر رہو۔ فہمائش یعنی یاددھانی یہ ہے کہ جن قوموں نے دنیا کی مستی میں ٹھوکر رسولوں کی دعوت کو ٹھکرایا تو وہ برے انجام سے دوچار ہو کر تباہ ہوئے تو کیا اب تم لوگ بھی چاہتے ہو کہ انہی غلط راہوں پر چلیں اور پھر برے انجام سے دوچار ہوں۔ پھر اس سورہ میں ان کو خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ کے عذاب آنے میں اس لئے دیر ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہیں سنبھلنے کا موقع دیتا ہے اور اگر اس مہلت کے اندر تم نہ سنبھلے تو پھر عذاب آ کر رہے گا جیسے قوم عاد، ثمود، لوط اور فرعون وغیرہ پر آیا تھا چونکہ ان قوموں نے اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا اور پھر جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو کسی پیغمبر کے بیٹے یا بیوی سے کوئی رعایت نہیں کی جاتی جبکہ وہ کفر و شرک کی راہ پر ہوں۔

سب سے پہلے اس سورہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور لوگوں کے ذہن نشین کرتا ہے کہ اس فرمان میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ پختہ اور اٹل ہیں خوب نپی تلی ہیں۔ کوئی خطابت کی ساحری اور شاعری تخیل نہیں ہے جیسا کہ لوگ سمجھتے تھے۔ جو کوئی اللہ اور آخرت کا یقین رکھے گا تو وہ اللہ کی طرف سے سیدھے راستے پر ہوگا اور وہ نیک عمل بھی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں سے سرفراز کرے گا۔ ایسے شخص کو آخرت میں بھی بہت اجر ملے گا اور دنیا بھی اسکی سنور جائے گی کہ اللہ تعالیٰ اسے پاکیزہ اخلاق اور صالح زندگی اور دنیا میں حقیقی عزت و کامیابی دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کو اللہ نے چھ دنوں میں پیدا کیا۔ اس سے پہلے اللہ کی سلطنت پانی پر تھا اور پھر اللہ نے زمین و آسمان کو اس لئے پیدا کیا کہ تم کو انسان پیدا کرنا اس کا مقصد تھا اور انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ اس کو عقل دے کر اخلاقی ذمہ داری کا بوجھ اس پر ڈالا جائے اور اس کو خلافت دی جائے تاکہ یہ دیکھا جائے کہ اس میں سے کون اپنے اختیارات کو صحیح استعمال کرتا ہے اور پھر ایسے انسان پر چاہے اللہ کی آزمائش خوشحالی اور فراوانی نعمت کی صورت میں ہو یا پھر بیماری اور مصیبت کی صورت میں ہو، تو وہ ان دونوں صورتوں میں بردبار رہے یعنی نعمت کی زیادتی سے اس کی گردن نہیں اکڑے گی بلکہ وہ اسے اللہ کی راہ میں استعمال کرنے کی کوشش کرے گا اور مصیبت میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے گا تو ایسے نیک انسانوں کے لئے اس کے ہاں بہت ہی اجر ہے اور اللہ اس کے قصور بھی معاف کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو صبر کی تلقین فرماتا ہے اور نصیحت کرتا ہے کہ اپنی قوم کے مسخروں کی پرواہ نہ کرو بلکہ جو کچھ بھی آپ پر اللہ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اسے ویسے کے ویسے ہی ان کو سنا دو یہ نہ سوچو کہ وہ آپ کا مذاق اڑائیں گے اور پھر وہ جو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے وحی نہیں ہے تو ان کو کہو کہ اپنے معبودوں سے کہہ کر اسی طرح کا کوئی کلام لے آؤ تو پھر دیکھو اگر وہ نہ لا سکیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سارے ان کے معبود بناوٹی ہیں اور ان میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان کا انکار صرف اس لئے ہے کہ وہ دینوی فائدوں میں مگن ہیں اور اپنے نفس کو ٹھکرانا نہیں چاہتے تو ان سے کہو کہ جو اپنی دنیا بنانے کی کوشش کرے گا تو ضرور اسے دنیا ملے گی لیکن جان لو کہ اس کے موت کی آخری ہچکی کے ساتھ وہ سب کچھ چھوڑ کر تنہا ہی جائے گا اور پھر جن طریقوں سے اس نے اپنی دنیا بنائی اور دولت سمیٹی وہاں اس کو حساب دینا ہوگا تو آخرت کی دنیا میں اسے محل کے بجائے کبھی نہ ختم ہونے والا آگ کا الاؤ ملے گا جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر اس کی خدائی میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں ان دیوی دیوتاؤں، پیر بزرگوں کی نذر و نیازیں کرتے ہیں تو وہ صرف اپنے بڑوں کی تقلید میں کرتے ہیں۔ ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت بھی تو نہیں ہے اور اللہ کی کتاب کو اور اس کے نبی کو نہیں مانتے ہیں، خود بھی غلط راستوں پر چلتے ہیں اور دوسروں کو بھی غلط راستوں پر چلاتے ہیں اور نہ ہی وہ آخرت کے جزا و سزا کو مانتے ہیں تو ایسے لوگ سخت ظالم ہیں۔ ایسے لوگوں کو ایک عذاب خود گمراہ ہونے کا اور دوسرا عذاب دوسروں کو گمراہ کرنے کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایک وقت تک ڈھیل دیتا ہے اور دنیا میں آزاد چھوڑتا ہے کہ جو راستہ چاہے اختیار کرو جبکہ ان کو کتابوں اور انبیاء کے ذریعے اچھے برے کی تمیز سکھا دی گئی ہے تو اگر وہ نہ سنبھلیں اور ان میں کوئی ایسا باقی نہ رہ جائے کہ جو خود بھی صحیح راستہ پر چلے اور دوسروں کو بھی نصیحت

کرے تو ان کی حجت تمام ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی گرفت میں آ جاتا ہے۔ اسی طرح کتنی ہی قومیں انھیں اور اللہ کی نعمتوں سے سرفراز ہو کر ان کی گردنیں اکڑی رہیں اور اللہ واحد کے آگے ان کے انبیاء کی نصیحت کے باوجود نہیں جھکیں جیسے قوم نوحؑ، عاد، ثمود، لوط اور فرعون کی قومیں تو وہ اللہ کے عذاب میں بری طرح تباہ ہو گئے تو پھر کیا تم مکہ والے بھی وہی راہ اختیار کر کے تباہ ہو جانا چاہتے ہو اور پھر جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو کسی کے ٹالے نہیں ٹلتا اور کسی کی سفارش کام نہیں دیتی۔ حتیٰ کہ کسی پیغمبر کی بات بھی ان کے بیٹے یا بیوی کے حق میں نہیں سنی جاتی اگر وہ کفر کے راستوں پر ہوں۔

پھر نوحؑ کا قصہ محمد ﷺ کی زبان سے بیان کر کے یہ بات واضح کر دی گئی کہ ان کے قوم کے نبی کا پیغام ان کی قوم تک پہنچا دیا گیا لیکن ان کی قوم نے گمراہی کو پسند کیا تو آخر ان کی دی ہوئی مہلت ختم ہوئی اور وہ اللہ کے عذاب میں آ گئے اور یہ بھی ظاہر کر دیا گیا کہ اللہ کا فیصلہ کیسا دوٹوک ہوتا ہے۔ یہ بات دراصل مکہ کے مشرکین کو سنائی جا رہی ہے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد اور فلاں دیوی دیوتاؤں کے ماننے والے ہیں اور اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں کے بھی کچھ ایسے گمان تھے اور اسی طرح ہمارے کچھ مسلمان بھی اس قسم کے جھوٹے بھروسوں پر جی رہے ہیں کہ فلاں حضرت کے قبروں پر ساری زندگی چادریں چڑھاتے رہے تو وہ ضرور ان کی سفارش کر کے ان کو اللہ کے عذاب سے بچا لیں گے لیکن نوحؑ کے قصے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آتی ہے کہ ایک جلیل القدر پیغمبر اپنے بیٹے کو اپنی آنکھوں کے سامنے ڈوبتا دیکھ رہے ہیں اور باپ تڑپ کر اپنے بیٹے کے لئے بچاؤ کی درخواست کرتے ہیں لیکن پھر بھی اللہ کے دربار میں ان کی ایک نہیں سنی جاتی۔ دیکھو کہ باپ کی پیغمبری اپنے بیٹے کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی تو پھر یہ مصنوعی معبود کس گنتی میں ہیں۔ اسی طرح قوم عاد، ثمود، لوط اور فرعون کے قصے بیان کر کے یہ بتایا گیا کہ جو قوم دنیا کی خوشحالی سے دھوکہ کھا کر ظلم اور گناہ کے راہوں پر چل نکلتی ہے تو اس کا انجام بربادی ہے لیکن اگر اسے غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ نافرمانی چھوڑ کر اللہ کی بندگی کی طرف پلٹ آئے تو اس کی دی ہوئی مہلت میں اضافہ کیا جاتا ہے اور مستقبل میں اس کے لئے عذاب کے بجائے انعام اور سرفرازی کا فیصلہ لکھ دیا جاتا ہے۔ اس میں قوم ثمود کے نبی حضرت صالحؑ کے ذریعے جاہلیت کی ایک بہت بڑی غلط فہمی کو دور کیا جس کی وجہ سے ہر زمانے میں انسان شرک میں مبتلا ہوتا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ پچھلی قوم کے لوگوں میں اور آج کل کے بھی بعض لوگوں میں یہ غلط خیال پایا گیا ہے کہ ان کی رسائی اللہ کے دربار تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ کسی دیوی دیوتا یا پیر بزرگ کا دامن نہ تھام لیں یا پاک روحوں کا وسیلہ نہ ڈھونڈا جائے اور ان کے مذہبی منصب داروں کی دوکانیں ان کو خوش اور راضی کرنے کے لئے نہ چمکائی جائیں۔ انہی انسانوں کے

اپنے بنائے ہوئے غلط فہمی نے اللہ اور بندے کے درمیان بہت سے چھوٹے بڑے معبود اور سفارشیوں کو لا کھڑا کیا۔ اس کا جواب اللہ تعالی نے حضرت صالحؑ کی زبان سے دیا کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اللہ تعالی تم سے دور ہے اور تم براہ راست اس کو پکار کر اپنی دعاؤں کا جواب حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ اللہ اگرچہ بہت ہی بالاتر ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنے ہر ایک بندے کے بہت ہی قریب ہے اور براہ راست وہ اپنے ہر بندے کی دعاؤں کا جواب دیتا ہے۔ جب سلطان کائنات کا دربار ہر وقت ہر شخص کے لئے کھلا ہے تو پھر تم یہ کس حماقت میں پڑے ہو کہ واسطے اور وسیلے ڈھونڈتے پھرتے ہو۔

حضرت شعیبؑ کا قصہ بیان کر کے یہ بتایا گیا کہ بالکل اسی طرح مکہ کے قریش بھی محمد ﷺ کے جانی دشمن تھے لیکن وہ صرف بنی ہاشم کے خوف سے ان پر ہاتھ صاف کرتے ڈرتے تھے۔ اسی طرح شعیبؑ کی قوم بھی اللہ اور اس کے نبی کی نافرمانی کر کے برباد ہوئی۔

پھر فرعون کا قصہ بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ جو لوگ دنیا میں کسی قوم یا جماعت کے رہنما ہوتے ہیں وہی قیامت کے روز بھی اس کے رہنما ہوں گے اگر دنیا میں نیکی اور سچائی کی طرف رہنمائی کی اور جنھوں نے ان کی پیروی کی تو قیامت کے روز وہ انہی کے جھنڈے تلے جمع ہو کر بڑی شان سے جنت کی طرف جائیں گے۔ اسی طرح جنھوں نے ایسے پیشوا کی پیروی کی جو دنیا میں انہیں برائی کی طرف ہی بلاتے رہے اور دین حق سے دور کیا اور گمراہ کیا تو وہ قیامت میں بھی انہی کے پیچھے جہنم کا رخ کریں گے اور وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ یہ ظلم ان کو کس خوفناک انجام کی طرف کھینچ لائے۔ ان کے پیشوا ان کے آگے آگے دوزخ کی راہ پر رواں ہوں گے اور ان کے پیرو ان کے پیچھے پیچھے ان پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتے جا رہے ہوں گے۔

ان تاریخی واقعات میں ایک ایسی نشانی ہے جس پر انسان اگر غور کرے تو اسے یقین آ جائے گا کہ عذاب آخرت میں ضرور پیش آنے والا ہے اور اس کے متعلق پیغمبروں کی دی ہوئی خبریں بالکل سچی ہیں اور یہ عذاب کتنا سخت ہوگا اور یہ علم ضرور اس کے دل میں خوف پیدا کر کے اسے سیدھے راستے پر ڈالے گا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ میں قوموں کے اٹھنے اور گرنے میں کچھ اخلاقی اسباب کارفرما ہیں۔ جن عبرت ناک صورتوں سے قومیں گزری ہیں وہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اللہ کی اس کائنات میں ایک اخلاقی قانون کارفرما ہے۔ جس کے مطابق وہ اخلاق کی ایک خاص حد سے اوپر رہنے والوں کو جزا سے نوازتی ہے اور اس سے نیچے اترنے والوں کو کچھ مدت تک ڈھیل دیتی ہے تاکہ وہ سنبھل جائیں لیکن جب وہ سنبھلنے نہیں پاتی تو ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔

آخرت کے برپا ہونے کا یہ ثبوت دیا گیا ہے کہ مثلاً دنیا میں جو عذاب آیا تو اس نے صرف اسی نسل کو پکڑا جو اس وقت موجود تھی۔ تو وہ نسلیں جنہوں نے شرارتوں کا بیج بو کر اور ظلم و فساد کی فصلیں تیار کر کے کمائی سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئی اور ان کے گندے کرتوتوں کا خمیازہ بعد کی نسلوں کو بھگتنا پڑا تو کیا وہ سزا سے بچ گذرے؟ نہیں بلکہ اسی لئے ایک دوسری دنیا کا برپا ہونا ضروری ہے جہاں تمام ظالموں کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ ملے گا جو اس دنیا کے عذابوں سے بھی سخت ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ نبی ﷺ اور اہل ایمان کو مطمئن کرنے اور صبر دلانے کے لئے فرماتا ہے کہ آپؐ اس بات کے لئے بے چین نہ ہوں کہ جو لوگ قرآن کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں تو جھٹ ان پر عذاب بھیجا جائے۔ فیصلہ کا ایک خاص وقت مقرر ہے جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے میں جلد بازی نہیں کرتا بلکہ انسان کو اصلاح کی مہلت دیتا ہے۔ اللہ کو شوق نہیں ہے کہ خواہ مخواہ اپنی بنائی ہوئی مخلوق کو پکڑ کر سزا دے اور آگ میں جھونک دے۔ اپنے نبی ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جو برائیاں دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور جو برائیاں آپؐ کے ساتھ آپ کی دعوت حق کی دشمنی میں کی جا رہی ہیں ان سب کو دفع کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپؐ خود زیادہ سے زیادہ نیک بنیں اور اپنی نیکی سے بدی کو شکست دو اور آپ کو نیک بنانے کا بہترین ذریعہ نماز ہے جو اللہ کی یاد کو تازہ کرتی ہے اور صبر کا سبق سکھاتی ہے۔

پھر آخر میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نباتات اور حیوانات کی طرح ایک لگے بندھے راستے کا پابند نہیں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اسکیم کے مطابق حیوانات اور نباتات کے برخلاف انسان کو عقل اور دنیا میں خلافت عطا کی اور اپنے انبیاء اور کتابوں کے ذریعے اچھے برے راستوں کا فرق بتا کر اس کو آزاد چھوڑا تا کہ وہ اپنی کمائی جزا و سزا کو خود کمائے۔ اگر وہ چاہتا تو سرے سے سب کو مسلم و مومن پیدا کرتا جہاں کہ کفر و عصیان کا سرے سے نام ہی نہ ہوتا لیکن اللہ کی مشیت انسان کو پیدا کرنے کا یہی ہے کہ اسے انتخاب و اختیار میں آزاد رکھا جائے اور جنت و دوزخ کی راہیں بتا دی جائیں۔ اب اسے جو پسند کرتا ہو اپنے لئے کر لے اور اسی کے مطابق جزا و سزا پائے۔

آخر میں نبی کو نصیحت کی ہے کہ صرف اللہ واحد کی بندگی پر لگے رہو اور اسی پر بھروسہ کرو۔ جو لوگ اصلاح کی کوشش کریں گے تو ان کی محنت ضائع نہیں جائے گی اور جو ظلم کریں گے تو وہ ضرور سزا پائیں گے۔

سورۃ یوسف

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی جبکہ قریش کے لوگ اس فکر میں لگے ہوئے تھے کہ نبی ﷺ کو قتل کریں یا جلاوطن کریں یا قید کردیں۔ اس سورہ میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں۔

کفار مکہ میں نبی ﷺ کو اپنی ہر ممکن کوشش سے جھوٹا ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ اللہ کے رسول نہیں ہیں اور نہ ہی ان پر کوئی وحی اللہ کی طرف سے آتی ہے بلکہ وہ اپنے دل سے کہے کر لوگوں کو سناتے ہیں۔ اس لئے وہ طرح طرح کے سوال کرکے ان کو اور ان کے دین کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے تھے۔ اسی مقصد کے لئے انہوں نے ممکن ہے کہ یہودیوں کے اشارے پر نبیؐ سے یوسف کے قصہ کے بارے میں دریافت کیا۔ چونکہ اس وقت تک اہل مکہ اس قصے سے بالکل ہی ناواقف تھے اس لئے انہیں یہ پورا یقین تھا کہ نبیؐ اس کا جواب نہ دے پائیں گے اور اس طرح ان کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً یوسف علیہ السلام کا قصہ آپؐ کی زبان مبارک پر وحی کے ذریعے جاری کر دیا اور اس قصے سے قریش کو یہ ثابت کر دیا کہ جو ظلم کا طریقہ انہوں نے محمد ﷺ کے لئے پسند کیا ہے اسی طرح یوسف کے بھائیوں نے بھی ان کے لئے کیا تھا لیکن آخر کار جیسے یوسفؑ کے بھائیوں کی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے آگے ایک نہ چلی اور خود ان کو ہی ذلیل ہونا پڑا بالکل یہی قصہ تم قریش والوں کا ہے۔ تمہاری چالیں بھی اللہ کی تدبیر کے آگے نہیں چل سکیں گے اور تمہیں بھی ذلت اٹھانی پڑے گی۔ آخر کار وہی ہوا کہ اس سورہ کے نزول کے ڈیڑھ دو سال بعد قریش نے بھی یوسفؑ کے بھائیوں کی طرح محمد ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ آخر نبیؐ وہاں سے مدینہ ہجرت کر گئے اور وہاں پر ان کو اقتدار حاصل ہوا اور کامیابی ان کے قدموں میں رہی اور جلد ہی پورا مکہ فتح ہو گیا اور کفار مکہ کی چالیں ناکامیاب رہیں۔ آخر کار ان کی حالت پر رحم کر کے نبیؐ نے ان کو معاف کر دیا جس طرح یوسف نے اپنے بھائیوں کو معاف کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے تھے۔ حضرت یعقوبؑ کے چار بیویوں سے بارہ بیٹے تھے۔ حضرت یوسفؑ اور اس کے بھائی بن یامین ایک بیوی سے اور باقی دس دوسری بیویوں سے تھے۔ فلسطین میں حضرت یعقوبؑ کی جائے قیام حبرون (موجودہ الخلیل) کی وادی میں تھی جہاں حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے والد حضرت

ابراہیم علیہ السلام رہا کرتے تھے۔ بائبل کے تحت یوسف کی پیدائش 1906 قبل مسیح کے لگ بھگ تھی اور 1890 قبل مسیح کے لگ بھگ وہ واقعہ پیش آیا جس سے یوسف کے قصے کی ابتدا ہوتی ہے اس وقت اس کی عمر سترہ سال کی تھی۔ اس وقت تک ان کی تربیت صحرا میں نیم خانہ بدوشی کے ماحول میں ہوئی تھی لیکن ان کی تعلیم وتربیت میں ان کے پردادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی خدا پرستی اور دینداری ضرور شامل تھی۔ اللہ تعالیٰ یوسف کو نبی بنا کر اپنی تبلیغ کا کام لینا چاہتا تھا اس لئے اللہ نے اپنی قدرت سے ان کے لئے راستے ہموار کئے اور انھیں ترقی یافتہ ملک مصر کے ایک بڑے عہدہ دار کے ہاں پہنچا دیا اور انہوں نے ان کی عمدہ صلاحیتوں سے متاثر ہو کر اسے اپنے جاگیر کا مختار کل بنا دیا۔ دو ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ سفر میں خانہ جنگی کی وجہ سے مصریوں کی طاقت کمزور ہوگئی تو فلسطین اور شام کے عربی نسل کے چرواہے بادشاہوں نے جنہیں ''عمالیق'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے مصر پر قابض ہوئے اور پندرھویں صدی قبل مسیح کے آخر تک حکومت کی۔ یوسف کو بھی انہوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا کیونکہ وہ ان کے ہم عصر اور ہم ملک تھے۔ اس کے زمانے میں ملک کا سارا اقتدار بنی اسرائیل کے ہاتھ میں رہا۔ یہ چرواہے بادشاہوں نے مصری دیوتاؤں کو قبول نہیں کیا بلکہ اپنے دیوتا اپنے ساتھ ہی لائے۔

یوسف سترہ سال کی عمر میں ممفس پہنچے جو قاہرہ کے جنوب میں واقع ہے۔ دو تین سال عزیز مصر کے پاس رہے۔ آٹھ سال جیل میں گذارے۔ تیس سال کی عمر میں مصر کے بادشاہ بنے اور اسی سال تک مصر پر حکومت کی۔ اپنی حکومت کے دسویں سال اپنے والد حضرت یعقوبؑ اور اپنے بھائیوں کو فلسطین سے مصر بلا لیا۔ حضرت موسیٰ کے زمانے تک بنی اسرائیل وہیں آباد رہے اس کے بعد مصر میں ایک زبردست قوم پرستانہ تحریک اٹھی جس نے ان چرواہے بادشاہوں کا تختہ الٹ دیا۔ اور کافی تعداد میں عمالیق مصر سے نکالے گئے اور ایک مغرور قبطی خاندان کا عروج ہوا اور یہاں سے بنی اسرائیل کے مظالم کا دور شروع ہوا۔

اس سورہ کا آغاز اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کتاب یعنی قرآن کو عربی زبان میں عربوں پر نازل کیا تاکہ وہ اسے کثرت سے پڑھیں اور سمجھیں اور آگے اس کی تعلیم کو بڑھائیں۔ پھر یہ بات واضح کی گئی ہے کہ محمد ﷺ جو دین کفار مکہ کو پیش کر رہے ہیں وہی دین یوسف علیہ السلام کا بھی تھا جو دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جو خالص توحید اور آخرت ہے۔

اس قصہ سے اللہ تعالیٰ یہ حقیقت کھول کر رکھتا ہے کہ اللہ جو کام کرنا چاہتا ہے وہ پورا کر کے ہی رہتا ہے اور انسان اس کی تدبیروں میں اور اس کے کام میں دخل اندازی کر کے اس کو بدل نہیں سکتا۔

ایک انسان اپنی پوری تدبیروں اور کوششوں سے دوسرے کو گرانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ یہی سمجھتا ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا لیکن اللہ کی مرضی کچھ اور ہوتی ہے۔ جس انسان نے دوسرے کو گرانے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ اس تدبیر کو الٹ کر گرنے والے انسان کو گرنے نہیں دیتا بلکہ اٹھا کر بلند کرتا ہے اور گرانے والے کو رسوا کرتا ہے جیسے کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے اسے کنویں میں پھینک کر یہ سوچا کہ چلو راستے کے کانٹے کو دور کر دیا۔ لیکن اللہ یوسف کو بلند کرنا چاہتا تھا اور اس بلندی کی پہلی منزل کا کام خود یوسفؑ کے بھائیوں کے ہاتھوں لیا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ انھیں نبی بنانا چاہتا تھا تو انھیں مختلف امتحانات سے گذار کر اسے نکھارتا گیا۔ مثلاً اس کا کنوئیں میں پھینکا جانا، عزیز کی بیوی کے ہاتھوں اس پر غلط الزام لگایا جانا، جیل کی طویل مدت گذارنا وغیرہ اور پھر نبی کو تسلی دیتا ہے کہ چاہے کتنی بھی تکلیفیں آئیں اللہ واحد پر بھروسہ کر کے صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو آخر کار کامیابی آپ کے قدم چومے گی اور پھر جو اللہ تکلیفیں دیتا ہے وہی اللہ اسے دور بھی کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ جو لوگ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اور اپنے سارے معاملات اللہ کے حوالے کرتے ہیں وہ مخالف طاقتوں کی تدبیروں سے گھبراتے نہیں ہیں بلکہ حق وصداقت کا دامن مضبوطی سے ہر حال میں پکڑ کر اللہ پر بھروسہ کر کے نتیجہ کو اللہ پر چھوڑتے ہیں۔ اس سے ایک بڑا سبق یہ بھی ملتا ہے کہ ایک مرد مومن اپنی صداقت اور حق کے سچے سیرت و اخلاق سے پورے ملک کو فتح کر سکتا ہے۔

اس سورہ میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ نبی بھی انسان ہوتے ہیں اور ان سے بھی گناہ اور لغزش سرزد ہو سکتی ہے لیکن وہ ایک ایسے نیک نفس اور خدا ترس ہوتے ہیں کہ جان بوجھ کر کبھی گناہ کا قصد نہیں کرتے۔ وہ اپنے ضمیر کی آواز کو سن کر اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھتے ہیں جیسے کہ یوسفؑ کو اپنی بھری جوانی میں عزیز کی بیوی اور دوسرے سرداروں کے بیگمات سے دوچار ہونا پڑا لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف نے ان کو گناہ کرنے سے بچا لیا۔ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی تربیت کی منزل تھی کہ اسے ایسے نفس کے بڑے امتحان سے گذارا جائے تا کہ وہ اپنے صداقت کے راستوں پر ثابت قدم رہے کیونکہ انھیں بگڑے ہوئے لوگوں کا فرمانروا بنانا مقصود تھا۔ اس لئے اللہ نے اسے ایسے آزمائشوں سے گذار کر پختہ کر دیا اور بیگمات مصر کو مایوس کر کے رسوا کیا۔

یوسفؑ نے جیل میں ہی تبلیغ کرنا شروع کیا جبکہ دو آدمی اپنا خواب بیان کرتے ہیں۔ تو تعبیر دینے سے پہلے وہ اپنی تبلیغ شروع کرتے ہیں۔ وہ موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً یہ ظاہر کر دیتے ہیں کہ اہل حق کا راستہ اہل باطل کے راستے سے الگ ہے یعنی توحید اور شرک۔ کہ اللہ تعالیٰ کو تو اپنا آقا مانتے ہیں لیکن اس کی بندگی میں دوسروں کو شریک کرنا کتنا غلط ہے۔ کیونکہ جن کو وہ تبلیغ کر رہے تھے وہ خود اپنے

آ قا کے غلام تھے تو یہ بات ان کے اچھی طرح ذہن نشین ہوگئی ہوگی۔ ان کو بالکل صحیح طریقے سے یہ بتایا کہ اللہ کا کتنا بڑا فضل ہے کہ ہم کو کسی اور کا بندہ نہیں بنایا مگر لوگ اس کا شکر ادا کرنے کی بجائے اپنے بڑوں کی تقلید کرکے اپنے لئے نئے نئے رب گھڑا کرتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے۔

پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نبی کو مخاطب کرکے دراصل کفار مکہ کو یہ فرما رہا ہے کہ محمد ﷺ بھی دوسرے پیغمبروں کی طرح ایک انسان ہیں اور ان کے اپنی ہی قوم کے ایک نیک اور سچے آدمی کو ہی ان کی اصلاح کے لئے چنا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ ایک اجنبی کسی شہر میں آئے جسے کہ کوئی نہیں جانتا ہو اور وہ اعلان کرے کہ اسے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے اور پھر پچھلے پیغمبروں کی قوم نے اپنے پیغمبروں کی بات نہیں مانی اور اپنی اصلاح نہیں کی بلکہ کفر اور شرک پر جمے رہے تو پھر آخر تم اپنے سفر میں ان کے برباد شدہ کھنڈروں کو دیکھتے ہی ہو۔ دیکھ لو کہ ان کا انجام کیا ہوا اور پھر آخرت میں تو ان کے لئے اور بھی زیادہ عذاب ہے۔ اب یہ قرآن تم پر نازل کیا جارہا ہے تو اس پر یقین کرو اور اپنی اصلاح کرو، اب بھی وقت ہے کہ تم دونوں جہانوں کے عذاب سے بچ جاؤ۔ یہ قرآن جو ہدایت اور رہنمائی کی پوری تفصیلی کتاب ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ تاکہ تم دونوں جہانوں میں فائدے میں رہو۔

سورۃ الرّعد

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی۔ اس میں تراسی آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔ اس وقت تک حضرت محمد ﷺ کو دعوت حق دیتے ایک طویل مدت گذر چکی تھی لیکن مشرکین مکہ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کسی صورت بھی نبی ﷺ کی دعوت حق کو قبول نہیں کر رہے تھے اور اپنی طرح طرح کی چالوں سے اور ظلم و ستم سے ان کی دعوت حق کو ناکام کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ کفار مکہ کہتے تھے کہ نبی نہ تو اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور نہ ہی ان پر کوئی وحی آتی ہے بلکہ وہ اپنے دل سے گھڑ کر لوگوں کو سناتے ہیں۔ اس کے لئے شروع سے ہی اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے بڑے زوردار لفظوں میں واضح کر دیتا ہے کہ یہ جو نبی ﷺ سنا رہے ہیں وہ اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے ان پر نازل کیا جاتا ہے تاکہ تم لوگوں کو سنائیں اور یہ بالکل حق ہے اور اس پر اچھی طرح غور کرو اور اگر تم کو ماننا ہے تو مانو، کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اس کے بعد اصلی تقریر شروع ہوتی ہے جس میں منکرین حق کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ تعلیم کیوں حق ہے اور اس کے بارے میں مشرکین کا رویہ کتنا غلط ہے۔

نبی ﷺ اس وقت تین باتوں کی تعلیم دے رہے تھے۔ ایک یہ کہ اللہ صرف ایک ہے اور اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں ہے۔ وہی اکیلا تمام کائنات کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا ہے لہٰذا وہی اکیلا بندگی اور عبادت کے لائق ہے اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کو پکارتے ہیں اور اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں تو وہ صرف نام ہی نام ہیں۔ دوسرا یہ کہ یہ دنیا فانی ہے اور ہر ایک کو مرنا ہے اور پھر دوبارہ اٹھائے جائے گے تاکہ ان سے دنیا میں کئے کا حساب لیا جائے اور جو جنت تمہارے بابا آدمؑ سے چھین لی گئی تھی اب تم اپنے ایمان اور عمل سے اسے واپس لو اور جو ظالم رہے ہیں اور یہی سمجھتے رہے کہ جو چاہے کرو، کوئی حساب نہیں دینا ہے تو ان کے لئے عذاب کی خبر ہے۔ اور تیسرا یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور جو وہ پیش کر رہے ہیں وہ اپنے دل سے نہیں گھڑتے بلکہ اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے ان پر نازل کیا جاتا ہے۔ یہی تین باتیں ہیں جنہیں ان کی قوم ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ اس سورہ میں طرح طرح کے ثبوت دے کر یہ بات بڑے شفقت کے انداز میں ان کے ذہن میں بٹھائی جارہی ہے کہ کفر ایک حماقت ہے اور جہالت ہے تاکہ نادان لوگ اپنی گمراہی اور ہٹ دھرمی سے باز آجائیں اور اللہ کے آگے جھک جائیں۔

شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ رسول خدا جن حقیقتوں کی خبر دے رہے ہیں وہ بالکل سچ ہیں۔ کائنات میں ہر طرف ان پر گواہی دینے والے آثار موجود ہیں۔ زمین سے لے کر تو آسمانوں تک یہ ساری کائنات ایک مکمل نظام اور قانون کے تحت چل رہا ہے۔ ایک ہمہ گیر طاقت اس پر فرمانروا ہے اور ایک زبردست حکمت اس میں کام کر رہی ہے جو کہ پکار پکار کر یہ گواہی دے رہی ہے کہ تخلیق کا یہ نقشہ بنانے والا الکمال درجے کا حکیم ہے اور اس نظام میں ساری قوتیں اس بات پر بھی گواہ ہیں کہ اس نظام کی کوئی چیز غیر فانی نہیں ہے۔ ہر چیز کے لئے ایک وقت مقرر ہے جس کے اختتام تک وہ چلتی ہے اور جب اس کا وقت آن پورا ہوتا ہے تو مٹ جاتی ہے۔ اس سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ کوئی کھلنڈرے کا کھیل نہیں ہے بلکہ کسی زبردست حکیم نے ایک بہت بڑی اسکیم کے تحت اس کائنات کی ابتدا کی ہے۔ اس میں آسمانوں کی ساخت اور سورج اور چاند کی تسخیر کا مشاہدہ کیا گیا ہے جو کہ اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ تخلیق کا یہ نقشہ بنانے والا الکمال درجے کا حکیم ہوگا ورنہ یہ نظام اتنے اچھے باقاعدگی سے نہ چلے ہوتے۔ اگر ایک سے زیادہ چلانے والا ہوتا تو سارا نظام ہی اتھل پتھل ہو جاتا۔ اور پھر جس نے شروع میں ہی اتنی بڑی کائنات پیدا کی اور ساتھ ہی ہمیں بھی پیدا کیا تو پھر اس کے لئے ہمیں دوبارہ پیدا کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ انسان کو عقل دے کر، صاحب اختیار بنا کر اپنی زمین کی بے شمار چیزوں پر تصرف کی قدرت عطا کرنے کے بعد کیا اس نے انسان کو یونہی چھوڑ دیا کہ جو چاہے کرو کہ اس سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا؟ ظالموں سے باز پرس اور اس کے مظلوموں کی دادرسی نہ ہوگی؟ اس کے نیکوکاروں کو انعام اور بدکاروں کو سزا نہ ہوگی؟ کیا اس سے یہ کبھی نہیں پوچھا جائے گا کہ تم کو اتنی قیمتی نعمتیں عطا کیں تو تم نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ یہ سب آخرت کے واقع ہونے کا یقین دلاتی ہیں۔

اجرام فلکی کے ساتھ زمین کا تعلق، زمین کے ساتھ چاند اور سورج کا تعلق، زمین کی بے شمار مخلوقات کی ضرورتوں سے پہاڑوں اور دریاؤں کا تعلق اور ان سب چیزوں میں اتنی مناسبت اور زبردست نظام اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ یہ بہت سے خداؤں کا کام نہیں ہے بلکہ صرف ایک واحد اللہ اور اسی ایک کے ہی نظام کے تحت چل رہے ہیں۔ اور پھر جب وہ اتنی ساری چیزوں کو وجود میں لا کر فرمانروائی کر رہا ہے تو اس کے لئے ہمیں حساب لینے کے لئے دوبارہ اٹھانا کونسا مشکل ہے۔ جو کہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ہم ضرور ضرور دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے۔ جس کو بنانے کے طریقے آتے ہیں تو اس کو مٹانے کے اور دوبارہ بنانے کے طریقے بھی آتے ہیں پھر زمین کی طرف غور کرو اسکی سطح پر اتنے بڑے بڑے پہاڑوں کا ابھرنا، اس میں زبردست

دریاؤں کا جاری ہونا، درختوں کا پھلنا اور باقاعدگی سے دن اور رات کا آنا۔ پھر آسمان کی طرف دیکھو کہ کیسے بغیر ستون کے کھڑا ہے اور پھر وہ کونسی طاقت ہے جو ان چاند تاروں اور سیاروں، سورج کو تھامے ہوئے ہے۔ ان کو زمین پر یا ایک دوسرے پر گرنے نہیں دیتی۔ یہ سب اللہ کے کمال درجے کی تخلیق کی گواہی دیتی ہے۔ اب خود سوچو کہ اللہ نے انسان کو پیدا کر کے اس کی ضرورتوں کو پوری کر کے اسے ہر چیز کا اختیار دے کر مرنے کے بعد خاک میں یونہی ملا دے گا۔ کیا اسے دوبارہ اٹھا کر نہیں پوچھے گا کہ تم نے زمین پر کیا کیا گل کھلائے۔ پھر بادلوں کی گرج کی مثال دی گئی ہے کہ جس اللہ نے یہ ہوائیں چلائیں اور بھاپیں اٹھائیں، پھر بادل جمع کئے اور بجلی کو بارش کا ذریعہ بنایا اور اپنی مخلوقات کے لئے پانی کا انتظام کیا جو کہ بہت ہی ضروری ہے تو وہ اللہ اپنی حکمت اور قدرت میں کامل ہے، اپنی صفات میں بے عیب ہے اور وہ اپنی خدائی میں لاشریک ہے۔ جانوروں کی طرح سننے والے تو ان بادلوں میں صرف گرج کی اواز سنتے ہیں اور اللہ کی خدائی پر ذرا بھی غور نہیں کرتے لیکن جو عقل سے کام لیتے ہیں وہ ان ہی بادلوں میں اللہ کے واحد ہونے کا اعلان سنتے ہیں۔

پھر بتایا گیا ہے کہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا کتنا غلط ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر جن جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں۔ فرشتوں کو دیوتا اور معبود قرار دیتے ہیں اور ان سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں تو ذرا سوچو کہ ان ہستیوں کا پیدا کرنے والا بھی تو اللہ ہی ہے کیونکہ مشرکین یہ ضرور مانتے تھے کہ سب کا پیدا کرنے والا اللہ ہے تو پھر الٹے کدھر جا رہے ہو؟ جو خود مخلوق ہے ان سے تم کیا حاجتیں مانگتے ہو۔ دعاؤں کا سننے والا تو وہ ہی ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے نہ کہ جو خود پیدا کئے گئے ہیں اور پھر فرشتے تو خود اللہ کے پیدا کئے ہوئے فرمانبردار خادم ہیں اور اپنے آقا کے جلال سے کانپتے ہوئے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اس لئے اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ اللہ کے ہاں کوئی پیر وفقیر، بزرگوں کی ارواح یا جن یا فرشتے ایسے زور آور ہیں کہ جا ہے تم کچھ بھی کرو وہ تمہاری نذر ونیازوں کی رشوتیں لے کر تمہیں عذاب سے بچالیں گے۔ اللہ کی مرضی اور اس کے انصاف میں کوئی دخالت اور کسی کی سفارش نہیں چلتی۔ کفار مکہ نبیؐ سے نشانی مانگتے تھے کہ کوئی زبردست ثبوت لے آؤ جس سے کہ ان کو یقین ہو جائے کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ان کو کوئی کرشمہ دکھانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ آپؐ کا کام ہے۔ آپؐ صرف ان غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو بیدار کریں اور ان کو اپنے غلط روش کے انجام سے خبردار کریں۔ اب جس کا جی چاہے آنکھیں کھولے اور اپنے آپ کو صحیح کرے اور جس کی مرضی ہو غفلت میں پڑا رہے۔ خود ہی اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ کیونکہ ان کا واسطہ ایک ایسے اللہ سے ہے جو ایک ایک کو ان کی ماؤں کے پیٹ میں بننے سے جانتا ہے اور زندگی بھر ان کی

ہر حرکت پر نظر رکھتا ہے اور اللہ کے مقرر کیے ہوئے فرشتے ان کے کارنامہ حیات کو نوٹ کرتے جاتے ہیں تاکہ ان کو آخرت میں جزا ملے یا سزا۔ اور پھر یہ لوگ جو نشانی مانگتے ہیں تو پھر سن لو کہ اگر قبر سے مردے نکل کر ان کے سامنے کھڑے ہو کر گواہی دیں تو پھر بھی یہ لوگ اتنے ڈھیٹ ہیں کہ نہیں مانیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے منکرین اور مخالفین کے اسلامی تحریک کو نیچا دکھانے کی چالوں کو جھاگ اور خس وخاشاک سے تشبیہ دی ہے جو ہمیشہ سیلاب کے اٹھتے ہی سطح پر اوچھلنے کودنے لگتے ہیں لیکن جلد ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کی تحریک بھی جلد ختم ہو جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور مومنین کو بھی تسلی دی ہے کیونکہ کافروں کی فرمائش پر مومنین بار بار تمنائیں کرتے تھے کہ کاش کوئی ایسا معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجائے کہ وہ جھٹ پٹ ایمان لے آئیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھا رہا ہے کہ اللہ کے ہاں ایمان کی راہ دکھانے کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ اگر کفار کو ڈھیل دی جا رہی ہے تو تم اس سے مت گھبراؤ۔ چاہے ان کے لئے کیسی بھی نشانی لے آؤ وہ نہیں مانیں گے۔ ان کو یہ بتا دو کہ وہ صرف اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو سب کو مومن ہی بناتا لیکن یہ اللہ کی اسکیم شروع سے ہی نہیں تھی۔ اسکیم تو یہ ہے کہ ان کو جزا و سزا سے خبردار کر کے اپنی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ نیکیاں بھر کر لے آؤ گے تو انعام میں جنت ملے گی اور کفر و شرک اور بداعمالیاں لے آؤ گے تو سدا کے لئے جہنم کے عذاب میں ٹھونس دیئے جاؤ گے۔ اب جو راستہ اختیار کرنا ہے کرو تمہاری مرضی، کوئی زبردستی نہیں ہے۔

سورۃ ابراہیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ کے آخری دور میں مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں باون آیتیں اور سات رکوع ہیں۔ محمد ﷺ کو حق کی دعوت دیتے ایک طویل مدت گذر چکی تھی لیکن کفار و مشرکین مکہ اپنی ہٹ دھری اور ضد کی وجہ سے حق کو قبول کرنے سے انکار کرتے جا رہے تھے اور ظلم و تشدد سے ایمان لانے والوں کو اپنی ملت میں واپس آنے یا پھر ملک سے نکالنے پر تلے ہوئے تھے اس لئے پچھلی ظالم قوموں کی طرح ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی ہے کہ وہ ظالموں کو ضرور ہلاک کرے گا اور آخرت میں ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ شروع میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول محمد ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ قرآن جو سراسر ہدایت سے بھرپور ہے جو آپؐ پر نازل کی گئی ہے تاکہ آپؐ اپنی قوم کے لوگوں کو جہالت اور گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر صحیح راستے کی طرف اپنے رب کی توفیق سے لے آئیں کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر

مہربان ہے اور اللہ کی طرف سے ہدایت کی توفیق صرف اسی کو مل سکتی ہے جو ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے جو اپنی خواہشات کا غلام نہیں ہے اور ضد اور ہٹ دھرمی سے پاک ہے اور پھر اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کرکے یونہی نہیں چھوڑ دیا کہ بس ایک کھیل تھا ختم ہو گیا بلکہ اس نے انسان کی ہدایت کے لئے رسول اور کتابیں نازل کیں تا کہ اس کو اچھے اور برے کی تمیز بتا دی جائے اور آخرت کے جزا اور سزا کو اس کے آگے کھول کر رکھ دی جائے لیکن وہ کہاں صحیح راستے پر آنے والے ہیں۔ وہ دنیا کی لذتوں اور فائدوں کو آخرت کی کامیابی کے لئے نہیں چھوڑنا چاہتے۔ حالانکہ اللہ تعالی ان کی اپنی زبان میں ان کو پیغام دیتا ہے تا کہ پھر ان کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ ان کی سمجھ میں بات نہیں آئی تو وہ کیسے ایمان لاتے۔ لیکن وہ ہیں کہ اپنی ہٹ دھرمی اور تعصب پر اڑے ہوئے ہیں اور یہی چاہتے ہیں کہ اللہ کا دین ان کی مرضی کے مطابق ہوتا کہ ان کی عیاش زندگی میں کمی نہ ہو۔ پھر ہدایت پانا یا بھٹک جانا بھی اللہ کی مرضی پر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی اس کو ہدایت بخشتا ہے جو اپنے نفس کا غلام نہ ہو اور جو ہدایت پانے کا خواہشمند ہو اور جو گمراہی کو پسند کرتا ہے تو وہ اس کو راہ راست سے محروم کر کے بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے تو وہ شخص خود اپنی گمراہی کا ذمہ دار ہے کیونکہ وہ گمراہی کو پسند کرتا ہے۔ پھر بھی اللہ تعالی گمراہوں کو اسی وقت ہلاک نہیں کرتا بلکہ مہلت دیتا ہے کہ شاید وہ دعوت حق کو مان کر سیدھا راستہ اختیار کریں۔ پھر جو بھی دعوت حق کو ماننے سے انکار کرے اس کے دنیا میں کئے ہوئے نیک اعمال راکھ کی طرح اڑ جائیں گے اور دنیا ہی میں رہ جائیں گے۔ آخرت میں ان کے لئے کوئی انعام نہیں۔ پھر اللہ تعالی ان کو یاد دلاتا ہے کہ تم مانتے تو ہو کہ سب کا پیدا کرنیوالا اللہ ہے تو اس کے آگے جھکنے میں تمہیں کیا تکلیف ہے کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کر کے اللہ کا حق دوسروں کو دیتے ہو جس پر کہ اللہ سخت ناراض ہوتا ہے پھر وہ اللہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے تمہارے ہر حال کی باریکی سے واقف ہے۔ تمہارا دل کے کونے میں چھپا ہوا کوئی خیال تک اس سے چھپا نہیں اور یہ سب آخرت میں کھول دی جائیں گے۔ پھر جو لوگ دنیا میں آنکھیں بند کر کے دوسروں کے پیچھے چلتے رہے ان کے یہ لیڈر اور پیشوا آخرت میں ان کے کام نہیں آئیں گے۔ ان کو اللہ تعالی خبردار کرتا ہے کہ دینوی زندگی میں جنہوں نے شیطان کی اطاعت قبول کی اور اس کے غلط راستوں پر چلتے رہے اور ایک اللہ کو چھوڑ کر دیوی دیوتاؤں، پیروں اور بزرگوں کی قبروں کے چکر کاٹتے رہے ہو کہ شاید وہ ان کی نجات کے لئے واسطہ بنیں گے تو سن لو کہ جس شکل میں وہ عذاب کو دیکھیں گے تو وہ خود اپنی نجات کی فکر میں لرز رہے ہوں گے تو وہ تمہاری کیا مدد کریں گے۔ یہ دیوی دیوتاؤں کے پجاری اور پیر بزرگوں کی آڑ میں اپنی دکانیں چمکانے والے خود گمراہ تھے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ قیامت کے دن عذاب کو دیکھ کر یہ ایک

دوسرے کو الزام دیں گے اور دونوں جہنم کے عذاب میں جھونکے جائیں گے۔
پھر اس سورہ کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ جس عقیدہ صالحہ اور قول حق پر یہ مبنی ہے وہ صرف توحید، آخرت، آسمانی کتابوں اور انبیاء کو ماننے سے حاصل ہوتی ہے جس سے کہ انسان کی دنیا اور آخرت سنور جاتی ہے۔ اس کی سیرت میں مضبوطی، اخلاق میں پاکیزگی، معاملات اور کلام میں سچائی پیدا ہوتی ہے جس کے لئے دونوں جہاں میں انعام ہے اور کلمہ خبیثہ جو کلمہ طیبہ کی ضد ہے اور جس کا تعلق باطل عقیدہ سے ہے جس میں زندگی کے سب غلط طریقے شامل ہیں مثلاً شرک و بت پرستی، جادو، اوہام وغیرہ جو انسان کو غلط راستے پر ڈالتی ہے اور گمراہ کر کے چھوڑتی ہے اور پھر عذاب کے گھڑے میں ڈھکیل دیتے ہیں۔

اس سورہ میں ابراہیم علیہ السلام کے دعا کا ذکر ہے کہ جس کی برکت سے آج ساری دنیا کے مسلمان مع رزق کے حج وعمرہ کے لئے مکہ میں کھینچے چلے آتے ہیں۔ اس سورہ میں منکرین حق کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور اہل ایمان کو نماز کی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تاکید کی گئی ہے تاکہ ان کے اجر میں اضافہ ہو۔ پھر نبی ﷺ کے مخالفین کو سنایا جا رہا ہے کہ اللہ اپنے رسولوں سے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرتا ہے اور جو محمد ﷺ کی مخالفت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے برباد کر کے چھوڑے گا۔

سورۃ الحجر

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی۔ اس میں ننانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔
حضرت محمد ﷺ کو دعوت حق دیتے ایک مدت گذر چکی تھی لیکن وہ قوم اپنی ضد، ہٹ دھرمی، حسد اور تکبر کی وجہ سے کان نہیں دھرتے تھے اور ایمان لانے والوں پر بہت ہی ظلم و تشدد کرتے تھے اور ان کو ہر جگہ ذلیل کرتے تھے۔ اب ان کو سمجھانا بے فائدہ ہی نظر آ رہا تھا اس لئے اس سورہ میں تختی سے ان کے انجام پر خبردار کیا جا رہا ہے۔

کفار مکہ اور سرداران قریش اہلِ ایمان کا مذاق اڑاتے تھے کہ بچارے کتنے کنگال ہیں اور خود کتنے مالدار ہیں اور دندناتے پھر رہے ہیں۔ اور ہمیں عذاب کی دھمکی دی جا رہی ہے لیکن کہاں ہے وہ عذاب۔ اگر واقعی وہ نبی ہوتے اور اللہ کی طرف سے بھیجے ہوتے تو لازم فرشتوں کی ایک ٹولی ان کی حفاظت کے لئے موجود رہتی۔ یہ تو بچارے دھکے اور پتھروں کی مار کھا رہے ہیں اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آتا۔ اللہ کی طرف سے اگر بھیجا گیا ہوتا تو عذاب کا لفظ منہ سے نکلتے ہی جھٹ پٹ ان پر اللہ

عذاب بھیجتا۔ تب اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ اللہ کا یہ قاعدہ نہیں ہے کہ کسی بھی قوم کو ان کے کفر کی وجہ سے جھٹ پٹ ہلاک کر دے بلکہ ان کو مہلت دی جاتی ہے کہ اس مہلت میں توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے اور اگر وہ بگڑی قوم اپنی اصلاح کر لیتی ہے تو ان کو یہ مہلت اور بڑھا دی جاتی ہے ورنہ گھٹ جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو پچھلی قوموں کی مثال دے کر خبردار کرتا ہے کہ کسی طرح ان کو ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ہلاک کیا کفار مکہ برباد شدہ بستیوں پر سے گذرتے رہتے ہیں تو پھر بھی سبق کیوں نہیں لیتے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ اگر یہ نہیں مانتے تو نہ ماننے دو۔ ایک وقت آئے گا جب ان کو خود ہی معلوم ہوگا کہ وہ دنیا میں کس قدر غلطی پر تھے۔ ان کو دنیا کے خوب مزے لوٹنے دو کیونکہ یہی ہماری اسکیم ہے کہ جو نہ مانے اور جیسا کرنا چاہے تو اسے اسی راستے پر ہی چھوٹ دی جائے۔ پھر یہ مجرم بن کر جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے اور یہ پچھتا کر کہیں گے کہ کاش ہم نے نبی کی بات مانی ہوتی۔ یہ لوگ تو خالی ہاتھ ہی سب چھوڑ کر ہمارے پاس آئیں گے۔

پھر یہ ساری کائنات کو ہم نے ہی بنایا ہے۔ یہ زمین ہم نے پھیلائی ہے اور تمہیں رزق بھی ہم ہی دیتے ہیں اور پھر اس کلام کو بھی ہم ہی آپؐ پر نازل کرتے ہیں اور اگر تم لوگ نبی کو مجنون کہتے ہو تو یہ برا بھلا ہمیں کہا جا رہا ہے تو جان لو کہ تم لوگ اس کلام الٰہی کو مٹا نہیں سکتے۔ یہ اللہ کا کلام کفار کے دل میں گرم سلاخ کی طرح اترتا ہے اور ان کی حسد کی آگ کو اور بھڑکاتا ہے لیکن اہل ایمان کے دلوں میں ٹھنڈک اور روح کی غذا بن کر اترتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں میں اللہ نے کتنے مضبوط خطے بنائے ہیں اور مضبوط سرحدوں نے ایک خطے کو دوسرے خطے سے جدا کر رکھا ہے اور ہر خطے میں کوئی نہ کوئی سیارہ یا ستارہ رکھ دیا اور بہت ہی خوبصورت بنایا اور یہی ستارے آگ کے شعلوں کی طرح شیطان کا پیچھا کرتے ہیں جب کہ وہ عالم بالا کی خبر لینے کے لئے اوپر کی طرف پرواز کرتے ہیں لیکن وہ پہنچنے نہیں پاتے اور ان شعلوں سے ہلاک کئے جاتے ہیں جبکہ ہم دیکھ کر کہتے ہیں کہ دیکھو تارا ٹوٹا۔

پھر ابلیس کا قصہ بیان کر کے بتایا ہے کہ کس طرح وہ حسد اور تکبر میں آ کر آدم کو سجدہ نہیں کیا اور اللہ کی لعنت کا مستحق ہوا اور اس نے اللہ کو چیلنج کیا کہ وہ اللہ کے بندوں کو گمراہ کرے گا لیکن جنہوں نے اللہ کی بندگی کی اور اللہ کے آگے ہی سر جھکایا تو ان پر ان شیطانوں کا بس نہیں چلے گا۔ جو خود بہکا ہوگا وہی شیطان کے پنجے میں آئے گا۔ اس قصہ سے کفار کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ وہ بھی اسی طرح اپنے حسد اور تکبر سے شیطان کے پھندے میں پھنس گئے ہیں اور اللہ اور رسول ان کو ان پھندوں سے نجات دلانے آئے ہیں۔ لیکن تم لوگ اپنے خیر خواہ کو دشمن سمجھتے ہو۔ اس سے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ نجات کا راستہ صرف اللہ واحد کی بندگی ہے اور شیطان کا راستہ سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے اور پھر تم خود اپنی

غلطی کے ذمہ دار ہو۔ شیطان تو صرف دنیا کی دکان چمکا کر تمہیں دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ آخر تم عقل رکھتے ہو اس لئے دھوکہ نہ کھاؤ۔

پھر حضرت ابراہیمؑ اور قوم لوط کا قصہ بیان کرکے فرمایا ہے کہ ہمارے فرشتے حق لے کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ باطل کو کبھی جیتنے نہیں دیتا۔ اور فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا ہمیشہ غیر معمولی حالات میں ہی ہوا کرتا ہے اور کسی بڑی مہم پر ہی وہ بھیجے جاتے ہیں۔ اور لوط کی قوم حد سے زیادہ بدمعاشی میں بڑھے ہوئے تھے اور ان کے نبی ان کو مردوں سے ہم بستری سے روکتے تھے لیکن ان پر اثر ہی نہ ہوا تو وہ ہلاک کردیئے گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور اہل ایمان کو تسلی دیتا ہے کیونکہ وہ سب کے سب بہت ہی خستہ حالی میں مبتلا تھے اور ظلم و ستم کا شکار ہو رہے تھے۔ ہر طرف سے ذلیل و خوار کئے جا رہے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ ان کفار کی دولت اور عیش کی زندگی پر رشک نہ کرو۔ یہ لوگ خستہ حال آخر کار ہمارے پاس آئیں گے لیکن اہل ایمان کو تو ایمان کی علمی و اخلاقی دولت ملی ہے اور ہمارے پاس ان سب کے لئے تو بہترین نہ ختم ہونے والے انعامات ہیں۔ اس لئے ان کی سختیوں سے نہ گھبراؤ۔ وہ لوگ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور صبر سے کام لو جو نماز سے مل سکتا ہے اور تمہارا حوصلہ بڑھاتی ہے۔ اس لئے اللہ کی بندگی پر اپنے تبلیغ دعوت حق پر جمے رہو۔ تم ہی دونوں جہان میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

سورۃ النحل

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ میں اس کے آخری دور میں نازل ہوئی جبکہ مسلمانوں پر ظلم و ستم پوری شدت سے برپا تھا اس میں ایک سو اٹھائیں آیتیں اور سولہ رکوع ہیں۔

اس سورہ میں بڑے زور و شور سے اللہ کے ساتھ شرک کرنے کو باطل قرار دیا ہے اور اس کے برے نتائج سے خبردار کیا گیا ہے۔ توحید کو حق قرار دے کر اس پر پُرزور طریقے سے روشنی ڈالی گئی ہے اور ایک واحد اللہ کو عبادت کا حق دیا گیا ہے۔ پیغمبر ﷺ کی دعوت حق کو جھٹلانے اور نہ ماننے پر کفار مکہ کو برے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو کفار مکہ کی زیادتیوں پر صبر کی تلقین کی گئی ہے اور اچھے اخلاق اور اپنے باندھے ہوئے عہد کی پابندی اور اپنے قسموں کو محض دینوی فائدے کے بدلے نہ توڑنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ نبی ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کی ہمت بندھائی گئی ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ کفار کے ظلم کے مقابلے میں ان کا کیا رویہ ہونا چاہیے۔

شروع میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو ان کے مظالم اور ہٹ دھرمی پر خبردار کیا ہے کہ ان کے فیصلے

کا وقت اب بہت قریب آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سنبھلنے کا کافی وقت دیا۔ ان کے لئے اپنے نبی کو بھیجا جو ان کے ہر ظلم و ستم کا شکار بنتے رہے لیکن پھر بھی وہ انہیں اللہ کے سیدھے راستے کی طرف دعوت دیتے رہے۔ قرآن جیسی کتاب جو عربی زبان میں اور پوری ہدایت سے بھری ہوئی ان کے لئے بھیجی تا کہ وہ اسے سمجھ کر اپنی اصلاح کر لیں اور آخرت کے سوال و جواب اور جزا و سزا سے ان کو خبردار کیا۔ لیکن پھر بھی وہ مشرکین مکہ اپنی ضد سے باز نہیں آ رہے اور بس ایک ہی رٹ لگا رہے ہیں کہ اگر نبیؐ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور جس عذاب کی دھمکی دے رہے ہیں تو پھر عذاب لے کر اپنے آپ کو ثابت کر دو۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان کو خبردار کرتا ہے کہ ان کی دی ہوئی سنبھلنے کی مہلت تمام ہونے کو ہے۔ اب جو وقت ان کفار کو دیا جا رہا ہے اور اللہ کا عذاب جلد ہی نہیں آتا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو بھی شرک اور برے کام یہ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کو منظور ہیں۔ نہیں بلکہ ان کو اپنی اصلاح کرنے کا وقت دیا جا رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو ان سب کا خالق و مالک ہے اور ان سے کوئی دشمنی نہیں ہے وہ ان کی بھلائی چاہتا ہے لیکن وہ مشرکین ایسے ہیں کہ بس عذاب کے آنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے آپ کو سدھار لو کیونکہ اللہ کے فیصلے کا وقت اب دور نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سدھارنے کے لئے اپنا رسول بھیجتا ہے اور وہ قوم اپنے کو نہیں سدھارتی اور انکار پر ہی جمی رہتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کی قسمت کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ یا تو ان پر تباہ کن عذاب لے آتا ہے یا پھر نبی اور ان کے ماننے والوں کے ہاتھوں اس قوم کی جڑ کاٹ دی جاتی ہے۔ چنانچہ آٹھ دس سال کے اندر ہی مکہ اور پوری عرب کی سرزمین سے کفر شرک کی جڑ کاٹ دی گئی جو کہ ساری دنیا کے سامنے ظاہر ہے۔

کفار مکہ نبیؐ کی نبوت کا بھی انکار کرتے تھے اور اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی کتاب قرآن کو بھی جھٹلاتے تھے کہ نبیؐ خود اپنی طرف سے اسے گھڑتے ہیں اور قرآن کی تعلیم ایک یہودی عجمی غلام دیتا ہے جن سے نبیؐ کی دوستی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس شخص کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان میں ہے اور اس کلام کو تو ایک پاک روح (جو کہ جبرئیل ہیں اور جس کو پاکیزگی کی روح کہا گیا ہے) لے آتی ہے جو کہ ہر انسانی کمزوریوں سے پاک ہے اور وہ خائن بھی نہیں ہے کہ اللہ کچھ اس کے ہاتھوں بھیجے اور وہ اپنی طرف سے اس میں تھوڑا بہت اضافہ کر دے اور نہ ہی وہ جھوٹا ہے کہ خود بات بنا کر اللہ کی طرف جوڑ دے اور اپنی نفسانی غرض کی خاطر دھوکے اور فریب سے کام لے۔ یہ سب تو انسانی کمزوریاں ہیں اور وہ پاک روح انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے جو اللہ کے حکم کا تابعدار ہے اور وہ اس کلام کو تھوڑا تھوڑا کر کے لے آتا ہے تا کہ اسے اچھی طرح ذہن میں بٹھا دے

اور بھول چوک نہ ہونے پائے۔ اگر وہ ایک وقت میں ہی سارا کلام لے آتا تو اس کو سمجھنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اور پھر کفار مکہ اعتراض کرتے تھے کہ اگر اللہ کو نبی بھیجنا تھا تو ضروری تو نہیں کہ محمد ﷺ کو ہی چنتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے جواب فرمایا ہے کہ اللہ اپنے کام کو خود جانتا ہے اسے کسی سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جس کو مناسب سمجھتا ہے اپنے کام کے لئے چنتا ہے۔ اور پھر انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کر کے یونہی نہیں چھوڑ دیا۔ اگر وہ اس کی آسائش کے لئے سب کچھ انتظام کر سکتا ہے تو پھر لازم ہے کہ اسکو سیدھے راستے کی تعلیم بھی دی جائے اور ایک صحیح انسان کو اس کام پر معمور کیا جائے ورنہ وہ انسان تو بھٹک جائے گا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کا انتظام کیا ہے اور تمہارے لئے اپنے رسول کو بھیجا ہے مگر تم لوگ ہو کہ ان کی بات پر غور و عمل کرنے کی بجائے الٹے ان کے دشمن بن گئے ہو اور ان کو اور ان کے ماننے والوں پر ظلم ڈھا رہے ہو۔ اب اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کو ایک ہی صحیح راستے پہ لگا دیتا لیکن یہ اللہ کی اسکیم شروع سے ہی نہ تھی۔ بلکہ اس کی اسکیم یہ ہے کہ انسان کو عقل و شعور دے کر اچھے برے کی تعلیم دے کر اپنے ارادوں میں آزاد رکھا جائے۔ جو راستہ چاہے اختیار کرے جبکہ اس کو اللہ نے اپنے انبیاء اور کتابوں کے ذریعے خبردار کیا گیا ہے کہ اچھے کاموں اور ایمان کے نتیجے میں ان کو انعام ملے گا اور برے کاموں اور شرک کے بدلے ان کو سخت سزا ہوگی۔ اب یہ انسان پر ہے کہ وہ کونسا راستہ اختیار کرے۔ اس پر کوئی زبردستی نہیں ہے کیونکہ وہ جانوروں کے مقابلے میں عقل رکھتا ہے۔ اب اگر تم لوگ نبی کو اللہ کا رسول نہیں مانتے ہو تو پھر آخری وقت آنے پر نہ کہنا کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کا کوئی انتظام نہیں کیا جب تمہاری موت کے وقت تمہاری روحیں قبض کی جائیں گے تب تمہیں پتہ چلے گا۔ اس وقت تم کچھ بھی بہانہ نہیں کر سکتے۔ ہر پیغمبر کی آمد کے بعد اسکی قوم دو حصوں میں بٹ گئی۔ بعض نے اس کی بات مانی اور انعام کے مستحق ہوئے اور بعض نے اس کو جھٹلایا اور اللہ کے عذاب میں آ گئے اور قیامت کے روز ہر قوم کے لئے ان کے نبی کو شہادت کے لئے حاضر کیا جائے گا۔

اب توحید پر زور دیا گیا ہے کہ ساری کائنات کا خالق و مالک اللہ ہی ہے اور وہ اکیلا عبادت کا مستحق ہے اور اس ایک اللہ کی شہادت زمین و آسمان کا پورا کارخانہ تخلیق دے رہا ہے جو کہ ایک لگا بندھا نظام ہے اور اس کو چلانے والا صرف ایک اللہ ہی ہے۔ اب دیکھو اللہ نے ایک بے حقیر پانی سے کیسے انسان کو پیدا کیا۔ اسے بڑا کیا۔ چلنے پھرنے کی سوچنے سمجھنے کی طاقت دی اور اب یہ وہی ناچیز پانی سے بنا ہوا انسان اللہ کے بارے میں بحث کرنے لگا اور اس کی خدائی میں دوسرے کو شریک کر دیا۔ وہ بھول گیا کہ وہ کس شکل میں کہاں سے نکل کر تو کہاں پہنچا اور اس کو وہاں تک پہنچانے والا اور اس کا پیدا

کرنے والا اللہ ہی تھا۔ اگر کوئی عقل رکھنے والا اس ساری کائنات کے نظام پر غور کرے تو اسے کہیں بھی دوسرے کسی کی خدائی اس میں چلتی نظر نہیں آئے گی تو پھر تم کہاں بھٹک رہے ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کے احسانات کو دیکھو کہ اس نے انسانوں کو اشرف المخلوقات بنا کر دنیا کی ہر چیز کو جانور سے لے کر، سمندر اور دریاؤں سے لے کر تو زمین تک اس کے تابع کر دیا۔ آسمان سے بارش کے پانی کا بھی انتظام کیا۔ سورج اور چاند کو بھی اسی کے کام پر معمور کیا۔ یہ ساری چیزیں شہادت دیتی ہیں کہ ایک ہی ہستی نے یہ سارا منصوبہ سوچ سمجھ کر بنایا ہے۔ اگر اس نظام میں اللہ کے سوا کسی اور کا دخل ہوتا تو ظاہر ہے کہ کہیں نہ کہیں تو یہ نظام درہم برہم ہوتا۔ پھر وہی اللہ جو انسان کو پیدا کر کے اس کیلئے یہ سارے انتظامات کئے تو وہ اسے کیا گمراہی میں بھٹکنے کے لئے یونہی چھوڑ دیتا۔ اسی لئے تو اس نے اپنے انبیاء اور کتابیں بھیجیں تا کہ انسان کو سیدھے راستے پر چلنے کی بھی تعلیم دی جائے۔

مشرکین مکہ ایک اللہ کو ضرور مانتے تھے لیکن بہت سے دوسرے بناوٹی معبودوں کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے تھے عرب کے زیادہ تر قبیلوں میں زیادہ تر عیسائی اور یہودی پائے جاتے تھے جو کہ انبیاء، اولیاء اور شہداء کی پرستش کرتے تھے پھر مشرکین عرب کے بہت سے معبود وہ گذرے ہوئے انسان ہی تھے جنہیں بعد کی نسلوں نے خدا بنالیا۔ روایت میں ہے کہ ود، سواع، یغوث، نسر، لات، مناۃ اور عزیٰ یہ سب اچھے انسان گذرے ہیں جنہیں بعد کی نسلوں نے ان کے بت بنا کر انہیں پوجنے شروع کیا۔ اور فرشتوں کو بھی وہ اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور ان کو دیوی مان کر ان کی پوجا کرتے تھے اور اپنی حاجت کے لئے پکارتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کے یہ معبود اللہ اور ان کے درمیان واسطے ہیں۔ اور ان ہی کے ذریعے سے اللہ تک ان کی رسائی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ان کو داتا، مشکل کشا، غریب نواز، گنج بخش اور نہ جانے کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجت روائی کا ذریعہ بناتے رہے ہیں اور ان کا عقیدہ بھی رہا ہے کہ وہ ہی اللہ کو راضی کر سکتے ہیں اس لئے اس شکریے کے لئے وہ ان کی نذر و نیاز بھی کرتے رہے ہیں تا کہ وہ ان سے راضی رہیں اور ہر وقت ان کے کام بناتے رہیں لیکن یاد رہے کہ آخرت کے حساب کتاب کے دن یہ سب تمہارے خلاف ہوں گے اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کا دربار دنیا کے راجا مہاراجوں کے دربار کا سا نہیں کہ ان کو واسطوں کی ضرورت پڑے۔ وہ ہر ایک کی پکار سنتا ہے اور یہ شریک جو یہ اللہ کے ساتھ ٹھہرا رہے ہیں ان سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ حتیٰ کہ تمام جسمانی سائے بھی چاہے پہاڑ، درخت، جانور یا انسان کے ہوں سب اسی کی نشان دہی کرتے ہیں کہ یہ سب کے سب ایک زبردست قانون کے تحت ہیں۔ سایہ پڑنا اشیاء کے مادی ہونے کی علامت ہے اور مادی ہونا بندہ و مخلوق ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ سب کے سب

ایک اللہ ہی کے پیدا کیے ہوئے غلام ہیں اور بندگی میں یا ان کے پیدا کرنے میں کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہیں۔ آیت نمبر 49 سے ایک اشارہ نکلتا ہے کہ جاندار مخلوقات صرف زمین ہی میں نہیں بلکہ آسمان کے سیاروں میں بھی ہیں۔

اللہ تعالٰی ایک غلام اور ایک آقا کی مثال دیتا ہے کہ کس طرح غلام اپنے مالک کا تابعدار ہے اور اس کو اپنے مالک کا ہر حکم بجالانا پڑتا ہے تو پھر یہ دونوں برابر تو نہیں ہو سکتے۔ اور پھر ایک اور مثال دیتا ہے کہ دو آدمی ہیں ایک گونگا بہرا ہے اور اپنے آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے اور دوسرا صحیح ہے سب کام ٹھیک کر سکتا ہے تو یہ دونوں برابر تو نہیں ہو سکتے۔ مطلب یہ کہ اللہ اور ان بناوٹی معبودوں کے درمیان فرق صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ ایک پورے اختیار کا مالک ہے اور دوسرا غلام جس کے پاس کوئی اختیار نہیں اور اس پر یہ فرق بھی ہے کہ غلام نہ سن سکتا ہے اور نہ جواب دے سکتا ہے اور نہ کوئی کام اپنے آقا کے لئے ٹھیک سے کر سکتا ہے۔ یعنی یہ اصحاب قبور جن کو تم پکارتے ہو جو اللہ ہی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اب وہ نہ کچھ سن سکتے ہیں اور نہ ہی تم کو جواب دے سکتے ہے تو پھر تم اتنا فرق بھی نہیں سمجھتے کہ انہیں اللہ کے سوا پکارتے ہو۔

پھر اللہ تعالٰی ''وحی'' کو واضح کرتا ہے جس کے معنی ہیں خفیہ اور لطیف اشارے کے جسے اشارہ کرنے والے اور اشارہ پانے والے کے سوا کوئی اور محسوس نہ کر سکے۔ اس کیلئے شہد کی مکھی کی مثال دی گئی ہے کہ کس طرح شہد کی مکھی کو اس کا پورا کام سپرد کیا گیا ہے کہ پھولوں اور پھلوں کے رس چوسے اور چھتے بنائے اور شہد تیار کرے۔ یہ بھی اللہ تعالٰی کی ایک وحی (یعنی فطری تعلیم) ہے جو ان کو سکھایا گیا ہے اور اس نظام کے لئے شہد کی مکھیوں کا ایک گروہ کام کرتا ہے اور ان کے گروہ کا انتظام اور ان کے مختلف کارکنوں کی تقسیم اور پھولوں اور پھلوں کے رس چوسنے کے لیے وہ بہت دور نکل جاتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے بنائے ہوئے چھتے کو نہیں بھولتے اور وہیں پلٹ کر آتے ہیں۔ کس طرح وہ شہد بنا بنا کر ذخیرہ کرتی ہیں اور یہ شہد انسان کے لئے کتنی مفید شے ہے اور شفا بھی ہے۔ اب یہ تعلیم ظاہر ہے کہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ مچھلی کو تیرنا، پرندے کو اڑنا اور ابھی پیدا ہوئے بچے کو دودھ پینا کون سکھاتا ہے۔ وہی اللہ ہے۔ میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ میرے خرگوش کے بچے کے کان پر زخم ہوا تو اس خرگوش کی ماں میرے باغ کے کسی پتے کو دانتوں میں چبا کر اس کے کان پر لگاتی رہی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔ اب یہ ڈاکٹری تعلیم بھلا خرگوش کو کہاں سے ملی۔

کفار و مشرکین نبی ﷺ کی دعوت کا انکار کرتے تھے کہ وہ ایک تو آخرت کی زندگی کے بارے میں بتاتے تھے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہے اور اپنے دنیا میں کیے کا حساب دینا ہے جس کے تحت کہ اللہ

نے انسان کو پیدا کر کے اور اسے عقل و شعور دے کر اور اچھے برے کی تمیز بھی سکھلا دی اور یہی اللہ تعالیٰ کی اسکیم ہے۔ اب یہ آخرت کا تصور کفار کی زندگی کے نظام کا نقشہ بدلتا تھا اور دوسرے وہ صرف ایک اللہ کی عبادت پر ہی زور دیتے تھے اور ان کے دوسرے سارے معبودوں کو غلط قرار دیتے تھے جن سے ان کی پوری زندگی کا نظام غلط قرار پاتا تھا۔ اس لئے ان دونوں اجزاء کو برحق ثابت کرنے کے لئے آثار کائنات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ کس طرح بارش کا انتظام کیا گیا ہے اور پھر اس کی بوند پڑتے ہی مردہ زمین میں جان آتی ہے اور درختوں کی ہریالی واپس آتی ہے اور پھر مویشیوں کی ساخت اور ان کے جسم کے اجزاء کے کتنے سارے فوائد جو تمہارے لئے رکھے گئے ہیں، انگوروں کی بناوٹ اور شہد کی مکھیوں کا نظام اور شہد کا بننا، پھولوں کے رس وغیرہ یہ سب ایک حکیم و دانا اللہ کی طرف ہی اشارہ کرتی ہے کہ ساری نعمتیں اس کی دی ہوئی ہیں کسی دیوی دیوتا نے تمہارے لئے یہ سب نہیں بنائے ہیں اور جس طرح تمہاری پرورش اور رزق رسانی صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اسی طرح تمہاری زندگی اور موت بھی اللہ ہی کے قبضے میں ہے کوئی دوسرا نہ زندگی بخشنے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ ہی موت دینے کا۔ تو پھر تمہیں یہ سن کر کیوں تعجب ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کو مرنے کے بعد اللہ پھر زندہ کرے گا اور حساب لے گا جو کہ بہت ضروری ہے۔ دنیا میں جب سے انسان پیدا ہوا ہے حقیقت کے بارے میں ڈھیر سارے اختلافات پیدا ہوئے ہیں اور اسی بناء پر الگ الگ مذاہب بنے ہیں۔ ایک نے دوسرے کو مٹانے کے لئے جان کی بازی لگا دی ہے۔ خاندانوں میں پھوٹ پڑی ہے تو پھر ایسے ضروری اور سنجیدہ اختلافات کے متعلق صحیح طور پر معلوم تو ہو کہ حق کیا تھا اور باطل کیا جس کے لئے ظاہر ہے کہ ایک دوسرا عالم درکار ہے جہاں برابر انصاف ہو کیونکہ دنیا میں تو اس سے پردہ اٹھنا ممکن نہیں۔ کیونکہ کسی نے ظلم کیا ہے تو کسی نے سہا ہے۔ کسی نے قتل کیا ہے تو قتل کرنے کا پتہ نہیں چلا اس لئے کوئی وقت تو ہونا چاہیے کہ ان سب کا نتیجہ سزا کی شکل میں ہو؟ کیونکہ دنیا کی زندگی نے اور شیطان کے غلبے نے انہیں غیر ذمہ دار، بے فکر اور مست بنا دیا ہے۔ وہ اپنے نفس کی برتری چاہتے ہیں دوسرا شخص جو اپنے نفس کو دباتا اور اللہ کے نیک راستہ پر مضبوطی سے چلتا ہے تو کیا وہ اللہ کے انعام کا مستحق نہ ہوگا۔ اس لئے موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور حساب و کتاب ضروری ہے۔

اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر تم کسی وقت ظلم سے مجبور ہو کر محض اپنی جان بچانے کی خاطر کفر کا کلمہ کہہ دو تو اس پر اللہ کی پکڑ نہیں لیکن اگر دل سے تم نے کفر کو قبول کیا تو دنیا میں چاہے تم بچ نکلو مگر آخرت میں اللہ کے عذاب سے نہیں بچ نکلو گے۔ اس میں کفار مکہ اعتراض کرتے تھے کہ محمد ﷺ کا کہنا تھا کہ بنی اسرائیل اور ان کی شریعت ایک ہے لیکن وہ کہتے تھے کہ اگر ایک ہے تو پھر کیوں بنی اسرائیل

پر جو چیزیں حرام تھیں مثلاً اونٹ اور خرگوش کا گوشت وغیرہ۔ وہ مسلمانوں پر حرام کیوں نہیں۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ کی شریعت ایک ہی ہے لیکن یہودیوں کو ان کی نافرمانیوں کی سزا میں چند نعمتوں سے محروم کیا گیا تھا اور حضرت محمد ﷺ کی پیروی کا طریقہ خاص حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ ہے اور ملت ابراہیمی میں وہ سب چیزیں حلال تھیں اور کفار مکہ کو خبردار کیا گیا کہ نہ تم کو ابراہیمؑ سے کوئی واسطہ ہے اور نہ یہودیوں کو کیونکہ تم دونوں شرک کررہے ہیں۔ اور سبت کا قانون بھی صرف یہودیوں کے لئے تھا ان کی شرارتوں کی پاداش میں اور ملت ابراہیمی میں نہ تھا۔ اور ابراہیمؑ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ جب ساری دنیا میں کفر کا ڈنکا بجا ہوا تھا تو وہ اکیلے ہی مسلمان تھے اور کفر کا مقابلہ کررہے تھے وہ ایک شخص نہ تھا بلکہ ایک پورا ادارہ تھے۔

پھر نبیؐ اور مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے اور قرآن پڑھتے وقت غلط وسوسوں اور شکوک میں اپنے کو مبتلا نہ کرو کیونکہ شیطان یہی سب کچھ چاہتا ہے کہ تم بہک جاؤ اور قرآن کو نہ سمجھو اس لئے اس کتاب کو پڑھتے وقت بہت ہی ہوشیار رہنا چاہیے اور ہر وقت اللہ سے مدد طلب کرنا چاہیے اور شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لئے اللہ سے پناہ مانگنا چاہیے کیونکہ شیطان ہر وقت انسانوں کی تاک میں لگا ہے کہ اسے گمراہ کرے۔

پھر کہا گیا ہے کہ جو وعدہ کرو اسے پورا کرو اور اللہ کے نام پر جو بھی قسم کھائی گئی ہو اسے دنیا کے تھوڑے فائدے کے بدلے نہ توڑو کیونکہ دنیا کے یہ فائدے دنیا ہی میں رہ جائیں گے اور اگر اپنے عہد اور قسموں کو نبھاؤ گے تو اس کا اجر اللہ کے پاس جمع ہوگا۔ یہاں پر تین چیزوں کا حکم دیا گیا ہے جن پر پورے انسانی معاشرے کا دارومدار ہے۔ پہلی چیز عدل ہے یعنی انصاف جو کہ ہر موڑ پر ہو۔ ہر کسی کا حق اسے دیا جائے۔ دوسری چیز احسان ہے یعنی نیک برتاؤ، ہمدردانہ رویہ، خوش خلقی، باہمی معاملات میں معاف کرنا، ایک دوسرے کا لحاظ کرنا، دوسرے کو حق سے زیادہ دینا، سب سے محبت وغیرہ۔

تیسری چیز صلہ رحمی ہے کہ سب سے پہلے تو اپنے رشتہ داروں سے نیک برتاؤ کرے۔ ہر صاحب استطاعت اپنے مال پر اپنی ذات اور بال بچوں کے علاوہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق بھی تسلیم کرے۔ پہلے غریب رشتہ دار کا حق ہے پھر دوسروں کے حق ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ برائیوں سے روکتا ہے۔ پہلے بیہودہ اور شرمناک کام مثلاً بخل، زنا، ننگا پن، عمل قوم لوط، محرمات سے نکاح، چوری، شراب نوشی، بھیک مانگنا، گالیاں دینا، بدکلامی وغیرہ، برائیوں کو پھیلانا بھی منع ہے۔ دوسرے ہر برے کام سے محفوظ رہنا جس سے کہ اسلامی شریعت نے منع کیا ہے۔ تیسرے حد سے تجاوز کرنا اور خالق کے حقوق دوسرے معبودوں کو دینا یعنی شرک سختی سے منع ہے۔

آخر میں نبیؐ اور ان کے ساتھیوں کو کفار مکہ کے مظالم پر صبر کی تلقین کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ ہمیشہ ان متقیوں کے ساتھ ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ کے آخری دور میں مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں۔ شروع کی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورہ معراج کے موقع پر نازل ہوئی جو اکثر روایات کے مطابق ہجرت سے ایک سال پہلے ستائیس رجب کو پیش آیا تھا جبکہ محمدﷺ کی عمر اس وقت باون برس کی تھی۔ حدیث کی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک رات جبرئیل محمدﷺ کو اٹھا کر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک براق پر لے گئے۔ ممکن ہے براق سے مراد برق یعنی بجلی کی رفتار سے جو کہ 186,182 میل فی سیکنڈ کے حساب سے گئے ہوں گے۔ وہاں پر آپؐ نے انبیاء علیہ السلام کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس کے بعد مسجد اقصا سے آپ کو عالم بالا کی سیر کرائی۔ وہاں پر جلیل القدر انبیاء سے ملاقات کی۔ پھر ساتویں آسمان کی بلندیوں پر پہنچ کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوئے اور اس موقع پر کئی ضروری ہدایات کے ساتھ پانچ وقت کی نماز کا حکم ہوا۔ یہ ملاقات ہم ہر وقت ہر نماز میں تشہید کے طور پر دہراتے ہیں او رپڑھتے ہیں اَلتَّحِيَاتُ لِلّٰہِ وَاصَّلوٰۃُ .... اَللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی ..... کہتے ہیں۔ وہاں آپ کو جنت اور دوزخ بھی دکھائی گئی اور پھر واپس مسجد حرام پہنچا دیئے گئے۔ روایت یہ بھی بتاتی ہے کہ جب آپؐ نے اس واقعہ کا ذکر کفار سے کیا تو انہوں نے خوب آپؐ کا مذاق اڑایا اور جب صحابہ کرام کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے ہماری زمین کے بارے میں دریافت کیا کہ اوپر سے زمین کیسے نظر آتی ہے تو آپؐ نے جواب دیا کہ زمین گویا ریگستان کے سمندر میں ایک سکہ کی طرح گھومتا نظر آئی۔

اس وقت تک نبی کو دعوت حق کی تبلیغ کرتے بارہ سال گذر گئے تھے اور مکہ کے کفار آپ کو اللہ کے دین اور اس کی تبلیغ سے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ کفار مکہ اور مشرکین اپنے اس مشن میں کبھی آپؐ پر الزامات دیتے، کبھی آپ کی دعوت حق کا مذاق اڑاتے۔ کبھی آپ کو لالچ دیتے۔ حتیٰ کہ آپ کو قتل کرنے کی بھی سازش کی۔ یہ آواز حق مدینہ تک بھی پہنچ چکی تھی اور اسلام پھیلنے لگا تھا۔ مدینہ کے اوس اور خزرج کے کافی لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ ان حالات میں معراج کا واقعہ پیش آیا۔ اس سورہ میں تنبیہ، تعلیم اور تفہیم کو جمع کر کے ان پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کفار مکہ کو خبردار کیا ہے کہ بنی اسرائیل اور دوسری تباہ شدہ قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کرو اور حضرت محمدﷺ کو رسول مانو اور جو تعلیم وہ

قرآن کے ذریعے سے پیش کر رہے ہیں اسے قبول کر واور اپنے آپ کو سدھار لو ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا اور تم اسی انجام سے دوچار ہو گے جو پچھلی قوموں کے ساتھ ہوا تھا اور پھر آخرت میں تو اور بھی زیادہ سخت عذاب ہے۔ اگر اس دعوت حق کو مان لو گے تو ظاہر ہے کہ تمہاری دنیا بھی اچھی ہو گی چاہے کسی کو اس کی اچھائیاں نظر نہ آئے لیکن ماننا پڑے گا کہ سچائی کی ہمیشہ جیت ہوتی ہے اور پھر آخرت میں تو اس کا بہت ہی اچھا انعام ہے۔ اب جو اللہ تعالیٰ نے تم کو سنبھلنے کی مہلت دی ہے اور تمہارے مانگنے پر بھی وہ تم کو فوراً سزا نہیں دے رہا تو اس اپنی مہلت سے فائدہ اٹھاؤ اور سنبھل جاؤ ورنہ تم مٹا دیئے جاؤ گے۔ پھر بنی اسرائیل کو خبردار کیا گیا ہے کہ ان کی شرارتوں پر دو مرتبہ وہ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوئے ہیں تو اس سے نصیحت لو اور محمد ﷺ کی دعوت حق کو قبول کر کے فائدہ مند ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سورہ میں فرماتا ہے کہ اللہ بندوں کو یونہی پکڑ کر سزا نہیں دیتا کہ خوانخواہ اللہ کو اپنے بندوں سے کوئی دشمنی ہے۔ نہیں بلکہ وہ اپنے بندوں کو گمراہی سے نکالنے کے لئے اپنے رسول بھیجتا ہے تاکہ ان کو اچھے برے کا فرق اور اس کے نتائج سے خبردار کرے۔ اب اگر جو آخرت کو نہ مان کر دنیا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی مرضی کے مطابق دیگا۔ لیکن یہ دنیا کے فائدے عارضی ہیں اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ میں کوئی حصہ نہیں اور جو آخرت کے فائدے کا طالب ہو جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور وہ ایمان لا کر نیک عمل کرتا ہو تو اسے بے انتہا انعام سے نوازے گا۔ اس طرح ہر انسان اپنے اچھائی اور برائی کا خود ذمہ دار ہے جو اس کے نامہ اعمال میں درج ہو رہے ہیں اور اللہ کے میزان عدل میں یہ نہ ہو گا کہ کوئی اور گناہ کرے اور اس کا بوجھ دوسرا اٹھائے۔ بلکہ ہر کوئی اپنے نامہ اعمال کے مطابق جزا یا سزا پائے گا۔ اب جو مہلت تمہیں مل رہی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور دعوت حق کو قبول کر کے اپنے آپ کو سدھار لو۔ کیونکہ جو بھی آخرت پر یقین رکھتا ہو تو ظاہر ہے کہ اللہ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے گا اور اپنی دنیا کی زندگی میں الٹے پلٹے کام کرنے سے بچے گا۔ اب ذرا بنی اسرائیل کی تاریخ کو سمجھنا چاہیے کہ ان کو جو سزا دی گئی وہ ان کی شرارتوں کی وجہ سے تھی نہ کہ اللہ کو ان سے کوئی دشمنی تھی۔ اس سورہ میں ان کے دو فساد کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن پر ان کو سزا ملی۔ پہلے فساد پر اور اس کے برے نتائج پر بنی اسرائیل کو داؤد۔ یسعیاء نبی۔ یرمیاہ نبی اور حزقیل نبی نے ان کو ان کی گمراہی سے اور اللہ کے عذاب سے خبردار کیا تھا۔

پہلا فساد۔ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے تو وہاں کی مختلف قومیں سخت گمراہ تھیں اور مشرک تھیں۔ ان کی کئی قسم کے دیوی دیوتا تھے۔ کوئی موت کا دیوتا تھا تو کوئی صحت و دولت کی دیوی تھی۔ ان کو خوش کرنے کے لئے بچوں کی قربانی دی جاتی تھی۔ ان کے عبادت خانے زنا کاری کے اڈے تھے۔ عورتوں کو دیوداسیاں بنا کر ان سے بدکاری کرنا ان کی عبادت میں

شامل تھا۔ حالانکہ تورات میں بنی اسرائیل کو ہدایت دی گئی تھی کہ جب فلسطین میں داخل ہو گئے تو ان سے گھل مل مت جانا بلکہ ان قوموں کو زیر کرنا اور ان کی گمراہیوں سے دور رہنا لیکن بنی اسرائیل نے اس نصیحت کو بھلا دیا اور ان قوموں کے گندے رنگ میں رنگے گئے۔ ان میں شرک اور بد اخلاقیاں بری طرح گھس آئیں۔ یہ ان کی بڑی تباہی تھی اور دوسری تباہی ان پر یہ آئی کہ فلسطین میں جا کر انہوں نے اپنے کو متحد نہیں کیا بلکہ الگ الگ قبیلوں میں بٹ گئے۔ پھر مشرک قوموں نے متحد ہو کر بنی اسرائیل کو فلسطین سے نکال دیا اور ان کے خداوند کے عہد کا صندوق (تابوت سکینہ) بھی چھین لیا۔ آخر حضرت سموئیل نبی نے ان کو متحد کر کے 1020 قبل مسیح میں طالوت کو ان کا بادشاہ بنایا اس متحدہ سلطنت کے یکے بعد دیگرے 1020 قبل مسیح سے تو 926 ق م تک تین فرمانروا ہوئے، طالوت، حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد بنی اسرائیل پھر دنیا پرستی میں مبتلا ہو گئی اور آپس میں لڑ کر دو ریاستوں میں بٹ گئے شمالی فلسطین اور مشرق اردن میں سلطنت اسرائیل جس کا پایہ تخت سامریہ قرار پایا اور جنوبی فلسطین اور ادوم میں سلطنت یہودیہ جس کا پایہ تخت یروشلم رہا۔ ان دونوں سلطنتوں میں رقابت و کشمکش شروع سے تو آخر تک رہی۔ اسرائیلی ریاست کے فرمانروا اور باشندے مشرک قوموں کے عقائد اور اخلاقی گندگیوں سے سب سے پہلے متاثر ہوئے خصوصاً جب اس ریاست کے فرمانروا اخی اب نے صیدا کی مشرک شہزادی ایزبل سے شادی کر لی تو شرک اور بد اخلاقیاں تیزی سے ان میں گھستی چلی گئیں۔ ان کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاسؑ اور حضرت یسعؑ نبی بھیجے لیکن یہ قوم باز نہ آئی۔ آخر کار اللہ کا عذاب آیا اور آشوریوں نے حملے کر کے اسرائیلی سلطنت کا خاتمہ کیا۔ بہت سے اسرائیلی مارے گئے اور کافی ملک چھوڑ کر چلے گئے اور جو رہ گئے وہ اپنی اسرائیلی تہذیب بھی بھول گئے۔

بنی اسرائیل کی دوسری ریاست جو جنوبی فلسطین میں یہودیہ کے نام سے تھی وہ بھی حضرت سلیمانؑ کے بعد شرک اور اخلاقی گندگیوں میں مبتلا ہوئی۔ ان پر اللہ نے حضرت یسعیاہ اور حضرت یرمیاہ نبی بھیجے تا کہ ان کی اصلاح کریں لیکن وہ اپنی گمراہی میں ہی رہنا پسند کرتے تھے تو اللہ کا عذاب آیا کہ آشوریوں نے ان پر کئی حملے کر کے ان کے شہروں کو تباہ کیا۔ آخر 598 قبل مسیح بابل کے بادشاہ بخت نصر نے پوری دولت یہودیہ پر قبضہ کیا۔ بہت سے یہودی ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور جو باقی رہ گئے وہ بری طرح ذلیل ہوئے۔ سامریہ اور اسرائیل کے لوگ اپنی اخلاقی پستیوں میں گر کر پھر نہ اٹھ سکے۔ مگر یہودیہ کے لوگوں میں کچھ نیک لوگ باقی تھے۔ انہوں نے اپنی اصلاح کے کام کو جاری رکھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی۔ ایران کے بادشاہ خسرو نے بابل کو فتح کیا اور بنی اسرائیل کو اپنے وطن یہودیہ جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت عزیر بھی اپنی جلاوطنی سے یہودیہ پہنچے اور انہوں نے بھی موسیٰ کے

دین کی تجدید شروع کی۔ بیت المقدس کو پھر سے آباد کیا اور بائبل کے کتب خمسہ جس میں توراۃ تھی ترتیب کرکے شائع کیا اور ہر طرح سے ان کی اخلاقی برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن شمال فلسطین اور سامریہ کے اسرائیلوں نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ بیت المقدس کے مقابلے میں ایک مذہبی مرکز تعمیر کرکے اس کو اہل کتاب کے لئے قبلہ بنانے کی کوشش کی۔ جس سے کہ یہودیوں اور سامریوں کے درمیان کشمکش اور بڑھ گئی۔ اس کے بعد یونانیوں نے ایران کو شکست دی۔ یونانی فاتح سخت مشرک تھے اور یہودیوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ انہوں نے یہودیوں پر اپنا مشرکانہ دباؤ ڈالا۔ یہودی قوم دو حصوں میں بٹ گئی ایک حصے نے یونانی تہذیب کو اپنایا اور یونانیوں کا ساتھ دیا اور دوسرا گروہ اپنی تہذیب پر سختی سے قائم رہا۔ یونانی بادشاہ اینٹوکس چہارم نے سختی سے کام لے کر یہودی مذہب کو جبراً ختم کرنے کی کوشش کی۔ آخر یہودیوں میں ایک زبردست تحریک اٹھی جو مکابی کے نام سے مشہور ہے۔ جو یہودی حضرت عزیر کی تعلیم سے متاثر ہوئے تھے انہوں نے مکابیوں کا ساتھ دیا اور انہوں نے یونانیوں کو نکال کر اپنی ایک آزاد ریاست قائم کی۔

دوسرا فساد:- مکابیوں کا جوش وخروش جلد ختم ہوا اور وہ پھر دنیا پرستی اور بداخلاقیوں میں گھر گئے آخر کار ان میں زبردست پھوٹ پڑ گئی اور انہوں نے خود رومی فاتح پومپی کو فلسطین آنے کی دعوت دی۔ اس نے بیت المقدس پر قبضہ کرکے یہودیوں کی آزادی کا خاتمہ کیا۔ انہوں نے فلسطین میں 40 ق م میں ایک ہوشیار یہودی جس کا نام ہیرودتھا روم کے زیر سایہ فرمانروا مقرر کیا۔ اس زمانے میں یہودیوں کی دینی اور اخلاقی حالت بہت زیادہ گر چکی تھی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سامریہ جنوبی فلسطین کا فرمانروا ہوا لیکن روم کے قیصر نے اسکو ہٹا کر اپنے ایک گورنر کے حوالے پوری ریاست کردی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت عیسیٰ یہودیوں کی اصلاح کے لئے اٹھے لیکن یہودیوں کے سارے مذہبی پیشواؤں نے مل کر رومی گورنر کے ہاتھوں انہیں سزائے موت دلوانے کی کوشش کی۔ ہیرودکا دوسرا بیٹا شمالی فلسطین کا مالک ہوا اور انہوں نے ایک رقاصہ کی فرمائش پر حضرت یحییٰ کا سر قلم کرکے اس کو نظر کیا۔ مگر یہودی خاموش رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہودیوں کی حجت تمام ہوئی۔ یہودیوں اور رومیوں کے درمیان کش مکش شروع ہوئی۔ آخر کار 70 ع میں قیصر روم کے بیٹے ٹیٹس نے یہودیوں کی بغاوت کو کچلنے کے لئے ان کا قتل عام کیا اور یروشلم کو فتح کرکے اس کو بالکل برباد کردیا۔ زیادہ تر یہودی مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہوکر غلام بنائے گئے۔ ہزاروں کو پکڑ کر مختلف شہروں میں بھیجا تا کہ رومیوں کو تھیٹروں میں جانوروں سے پھڑوانے کے کھیل میں استعمال کیا جائے۔ ان کی حسین لڑکیوں کو فاتحین کے لئے چن لیا۔ اس کے بعد فلسطین سے یہودیوں کا اثر واقتدار ایسا مٹا کہ دو ہزار برس تک وہ اپنا سر نہ اٹھا سکے۔ یہ اللہ کی

طرف سے زبردست سزا تھی جوان کے دوسرے فساد پر ان کو ملی۔

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار سے سمجھایا ہے کہ انسانی سعادت کا فائدہ اور نقصان کن چیزوں پر ہے اور اس میں اخلاق وتمدن کے بڑے بڑے اصول بیان کئے ہیں جو انسانی زندگی کی تعمیر کے لئے بہت ضروری ہے۔

سب سے پہلے فرمایا ہے کہ اللہ صرف ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس لئے صرف اسی کی عبادت کرو اور اسی کی اطاعت کرو۔ پھر یہ کہ اللہ کے بعد انسانوں میں سب سے مقدم والدین کا حق ہے۔ اولاد کو والدین کا فرمانبردار، خدمت گذار اور ادب شناس ہونا چاہیے اور ہمیشہ ان کے لئے دعائے خیر کرو۔ تیسرا یہ کہ آدمی کو اپنے مال میں خود غرض نہیں ہونا چاہیے کہ اپنی دولت کو گانٹھ مار کر صرف اپنے لئے رکھے بلکہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد اپنے رشتہ داروں، ہمسایوں اور حاجت مند لوگوں کو ان کا حق سمجھ کر دے نہ کہ احسان کا بوجھ سمجھ کر اور اگر کوئی مسافر تمہاری بستی میں آئے تو اس کی بھی مدد کرو۔ اور اگر یہ سب کرنے کی تھوڑی بہت بھی اس کی طاقت نہ ہو تو انہیں نرمی سے جواب دو اور اللہ سے فضل مانگو تا کہ تمہیں اللہ کے بندوں کی خدمت کرنے کے قابل بنائے۔ فضول خرچی مت کرو کیونکہ جو اپنی دولت کو ٹھیک جگہ استعمال کرنے کی بجائے فضول خرچوں میں اڑاتا ہے اور اپنی دولت کو غلط راستوں میں بہاتا ہے تو دراصل یہ اللہ کی نعمت کا کفران ہے اور اس طرح وہ شیطان کا بھائی ہے پھر کہا گیا ہے کہ کنجوسی بھی نہ کرو کہ اپنی ضروریات کو بھی پوری نہ کرو بلکہ اعتدال پر رہو کہ اپنی ضروریات کو پوری کرنے کے بعد بچ جائے تو اس سے دوسروں کی مدد کرو۔ جس سے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور یہ کم و زیادہ رزق کا فرق بھی اللہ تعالیٰ کی مصلحت کی بنا پر ہے کہ یہ نیکی کا راستہ انسان کے لئے ہموار کرتا ہے اور جنت کی سٹرٹیفکیٹ کی ترغیب دیتا ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل مت کرو کیونکہ جس اللہ نے ہم سب کو پیدا کیا ہے وہی رزق بھی دے گا۔ اس میں بچہ کشی بھی شامل ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ زنا کے قریب نہ بھٹکو کہ یہ بہت ہی برا راستہ ہے اور گناہ کبیرہ میں گنا جاتا ہے اور معاشرہ کا بھی فرض بنتا ہے کہ ہر ممکن کوشش سے زنا کو ختم کرے۔ فواحش کی اشاعت کو بھی ختم کرے جو زنا کو ترقی دیتی ہے۔ شراب اور موسیقی، اور ننگے تصاویر جو زنا کے لئے راستے ہموار کرتے ہیں سختی سے روک دیا جائے تا کہ زنا کی ترقی نہ ہو۔ شراب اور موسیقی اور ننگے تصاویر جو زنا کے لئے راستے ہموار کرتے ہیں سختی سے روک دیا جائے تا کہ زنا کی جڑ کٹ جائے۔ پھر کہا ہے کہ خواہ مخواہ کسی کو قتل مت کرو۔ جیسے کہ وہ لوگ کرتے تھے کہ انسان کی زندگی کی ان جاہلوں کے پاس کوئی قدر نہ تھی۔ بلکہ وہ اپنے غصہ کی آگ کو بجھانے پورے کے پورے خاندان کا قتل عام کرتے تھے۔ اور یہ بھی کہ خودکشی مت کرو۔ حالات سے گھبرا کر اپنی جان لینا

گناہ کبیرہ ہے۔ یہ جان اللہ کی دی ہوئی ہے اور اسی کی امانت ہے وہ جب چاہے اسے لے لے۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ کی اس امانت کی دیکھ بھال کرے۔ برا وقت تو سب پر آتا ہے اور یہ امتحان ہے اور برا وقت آخر گذر ہی جاتا ہے تو پھر اپنی زندگی کی دی ہوئی مہلت کو جان بوجھ کر ختم کر کے اپنے امتحان گاہ سے نکل بھاگنا ٹھیک نہیں ہے دنیا کی تکلیف کو تو تم ختم کرو گے لیکن برزخ اور آخرت کی تکلیف سے جو کہ ابدی ہے۔ بھاگ کر کہاں جاؤ گے اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا تو اسلامی قانون کا یہ اصول ہے کہ مقتول کے رشتہ داروں کو حق ہے کہ وہ قاتل کو معاف کرے یا قصاص لے یا قصاص کے بدلے خون بہا لینے پر راضی ہو پھر قتل میں حد سے نہ گزرو کہ مجرم کو عذاب دے دے کر مارو یا مجرم کے علاوہ دوسروں کو بھی قتل کر دیا خون بہا لینے کے بعد پھر اسے قتل کرو اور کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ قتل کا انتقام لے بلکہ یہ انصاف اسلامی حکومت کے زیر رکھا گیا ہے۔

پھر فرمایا ہے کہ یتیم کا مال جسے اس کے ماں باپ چھوڑ کر تمہارے ذمہ کر گئے ہیں تو اسے اپنی آرائشوں پر خرچ نہ کرو بلکہ اس مال کی دیکھ بھال کرو یا پھر اگر کسی اچھے بزنس میں ان کے لئے صرف کرو یہاں تک کہ وہ جب جوان ہو جائیں تو ان کے حوالے کر دو۔ پھر کہا ہے کہ جو وعدہ کسی سے کیا ہے اسے پورا کرو۔ کیونکہ عہد کر کے توڑنا تمہارے اخلاق کی پستی میں داخل ہے اور اس کا اللہ کے ہاں جواب ہے اور پھر ناپ تول میں دھوکہ نہ کرو بلکہ ٹھیک ٹھیک تولو جو کہ تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کے لئے بہتر ہے۔ دنیا میں اس سے تمہاری ایمانداری کی تعریف ہوتی ہے تم پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں ایک دوسرے پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس طرح تجارت میں ترقی ہوتی ہے اور پھر یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے تو ظاہر ہے اس شخص کی آخرت بھی اچھی ہوگی اور ہدایت کی گئی ہے کہ خواہ مخواہ شک وشبہات سے بچو۔ کسی شخص یا گروہ پر بلا تحقیق کے الزام نہ لگاؤ اور نہ ہی جھوٹی افواہیں اڑاتے پھرو۔ آخر میں کہا ہے کہ جباروں اور متکبروں کی روش پر چلنے سے بچو۔ فخر وغرور کو نہ اپناؤ۔ بلکہ اپنے اخلاق میں انکساری اور تواضع پیدا کرو۔ یہ ساری ہدایتوں کی پیروی کرو۔ ان کا ارتکاب کرنا اللہ کو ناراض کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے یہ بھی فرماتا ہے کہ ہمیشہ اپنی زبان سے اچھی بات کہو، تیز کلامی اور بدکلامی سے پرہیز کرو تا کہ مسلمان کفار ومشرکین سے بات کرتے وقت اور بحث کرتے وقت ان کی ناگوار باتوں کا جواب صبر سے دیں اور خلاف حق کوئی بات نہ کہیں۔ اور یہ بھی مسلمانوں کو نصیحت کر کے فرمایا ہے کہ کسی کو جنت یا دوزخ میں بھیجنے کا فیصلہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ممکن ہے کہ مسلمان کفار کی زیادتیوں سے تنگ آ کر ان کی زبان سے ایسی بات نکل جاتی ہوگی کہ تم لوگ دوزخی ہو تو اس پر کہا گیا ہو۔

پچھلے دس بارہ سال جب سے نبی ﷺ نے دعوت حق دینا شروع کیا تھا تو مکہ کے کفار کی زیادہ سے زیادہ کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ان کو اس دعوت سے ہٹا دیں اور آپ کو مجبور کریں کہ ان کے شرک اور رسوم جاہلیت میں تھوڑا بہت ان کا ساتھ ضرور دیں۔ اس غرض کے لئے انہوں نے آپ کو لالچ دی، دھمکیاں دیں، جھوٹی افواہیں اڑائیں، ظلم وستم کیا، معاشرتی مقاطعہ کیا، معاشی دباؤ ڈالا، حتیٰ کہ آپ کو قتل کرنے کی بھی سازش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نبی کی دعوت کے پیچھے اللہ کا ہاتھ کام کر رہا ہے اور صریح وعدہ کیا ہے کہ کفار کامیاب نہ ہوں گے بلکہ ان پر جلدی مسلمانوں کا غلبہ ہوگا چنانچہ یہ بات ثابت ہو کر رہی۔ پھر وہ قرآن کو بھی جھٹلاتے تھے اور ان کا سوال تھا کہ یہ قرآن آپ کہاں سے لاتے ہیں۔ اس کا جواب دیا ہے کہ یہ روح یعنی وحی اللہ کے حکم سے آتی ہے اور ایک پاک فرشتہ اسے لے کر آتا ہے لہذا اس کتاب کو اپنا رہنما مان لو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ تم اپنی گمراہی میں رہنا پسند کرتے ہو تو اللہ کو اور اس کے نبی کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں زبردستی راہ پر لے آئے۔ نبی کا کام تو اللہ کا پیغام پہنچانا ہے کہ تم اپنی اصلاح کر لو اور پھر نبی بھی ایک عام انسان نہیں۔ لیکن تم لوگ چاہتے ہو کہ وہ آسمان کو گرا کر اور زمین کو پھاڑ کر اپنی نبوت کا ثبوت دیں۔ یاد رہے کہ اس کا سخت جواب ہے۔

اور دیکھو اللہ کے ساتھ اس کی خدائی میں کسی کو شریک نہ کرو۔ کیونکہ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتو ظاہر ہے کہ ان کے دل میں ایک دوسرے کے لئے حسد ضرور ہوا اور کبھی نہ کبھی ان میں سے کوئی اپنے کو اللہ کے عرش کا مالک بنانے کی کوشش کرے جس سے کائنات کا نظام الٹ جائے اور غیر اللہ کو کبھی بھی سجدہ مت کرو، تم تو اپنی حاجت کے لئے ان کو وسیلہ بناتے ہو لیکن وہ خود اللہ کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ اس میں ابلیس کا بھی ذکر کیا ہے کہ اس نے اللہ کو چیلنج کیا ہے کہ وہ اس کے بندوں کو رنگینیاں بتا کر گمراہ کرے گا۔ اس پر اللہ خبردار کرتا ہے کہ شیطان کے نقشِ قدم پر چلنے سے بچو۔ پھر اس میں آخرت کا نقشہ کھینچا ہے اور یقین سے کہا ہے کہ اللہ ایک بڑے دن ضرور سب کو جمع کر کے حساب لے گا۔ اس کے بعد محمد ﷺ اور اہل ایمان کو نصیحت کی گئی ہے کہ کفار کے مظالم اور اپنے مشکلات کے اس طوفان میں مضبوطی کے ساتھ حق پر قائم رہو اور نماز کی مدد لو۔ روایت میں ہے کہ یہ پہلا موقع ہے کہ پنج وقتہ نماز پابندی کے ساتھ فرض کی گئی اور تہجد نماز کی فضیلت بیان کی گئی۔

سورۃ الکھف

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ کے تیسرے دور میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو دس آیتیں اور بارہ رکوع ہیں۔ مکہ کا تیسرا دور تقریباً پانچ نبوی کے آغاز سے تو تقریباً دس نبوی تک تھا اس دور میں کفار قریش نے اسلام قبول کرنے والوں پر ظلم وستم، مار پیٹ اور معاشی دباؤ سے کام لیا تھا جس سے کہ کافی مسلمان مکہ چھوڑ کر حبش کی طرف ہجرت کر گئے اور جو بچے رہے تو ان کو اور محمد ﷺ کو اور ان کے خاندان کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا اور ان کا ہر طرف سے بائیکاٹ کر دیا گیا۔ اس دور میں آپ کی زوجہ مبارک ام المومنین حضرت خدیجہؑ اور آپؐ کے چچا ابو طالب آپ کا پورا ساتھ دے رہے تھے۔ لیکن دس نبوی میں وہ دونوں بھی اللہ کو پیارے ہو گئے جس سے کہ قریش کا راستہ بالکل صاف ہو گیا۔ یہاں سے مکہ کا چوتھا دور شروع ہوا جس میں کہ مکہ میں مسلمانوں کی زندگی بہت تنگ ہو گئی اور آخر کار نبی ﷺ سمیت مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت کرنی پڑی۔

کفار مکہ نے یہودیوں کے مشورے سے یہ تین سوالات محمد ﷺ سے کیے تا کہ جواب نہ ملنے پر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول نہیں ہیں اور ان کا مشن ناکام ہو جائے۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وحی کے ذریعے ان تینوں سوالوں کا جواب بہم پہنچایا ہے اور اپنے نبی ﷺ کی زبان سے ان تینوں سوالوں کا جواب دیا ہے۔ (1) اصحاب کہف کون تھے؟ (2) یاجوج ماجوج کی حقیقت کیا ہے؟ (3) ذوالقرنین کا قصہ کیا ہے؟

اس تیسرے دور میں مسلمانوں پر ظلم وستم تو بے حد ہو رہے تھے لیکن ابھی انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت نہیں کی تھیں۔ اس وقت مسلمانوں کو اصحاب کہف کا قصہ سنایا گیا تاکہ ان کی ہمت بندھے اور انہیں معلوم ہو کہ اہل ایمان اپنا ایمان بچانے کے لئے کسی بھی حد کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ روم کے بادشاہ قیصر ڈیسیس یا دقیانوس جس نے 249ء سے 251ء تک روم کی سلطنت پر بادشاہی کی تھی اور اس کے دور میں حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں پر بڑے سخت ظلم وستم ہوئے اور رعایا کو شرک کی طرف زبردستی لایا جاتا تھا۔ اسی زمانے میں سات نوجوان تھے جن کے دل میں ایمان تھا وہ حق کے خلاف باطل کے آگے سر نہیں جھکانا چاہتے تھے اس لئے وہ اپنے کتے سمیت ایک غار میں چھپ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک لمبی مدت کے لئے سلا دیا۔ تقریباً دو سو سال ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو جگایا۔ جبکہ قیصر تھیوڈوسیس کی بادشاہی میں پورا روم مسیحؑ کے پیرو بن چکے تھے۔ اس سورہ میں یہ بھی بتایا گیا کہ وہ گنتی میں کتنے تھے اور کتنے سال سوئے رہے۔ اس کو گننے کی

ضرورت نہیں بلکہ اصل قصہ کی طرف دھیان دو۔ اس میں اصحاب کہف کے متعلق بتایا کہ وہ بھی توحید کے ماننے والے تھے اور ان کے زمانے میں بھی حق کے ماننے والوں پر وہی ظلم و ستم ہوتا تھا جو آج مکہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس میں اہل ایمان کو یہ سبق دیا ہے کہ چاہے جو بھی ہو باطل کے آگے کبھی بھی اپنا سر نہ جھکاؤ بلکہ اللہ کے بھروسے پر نکل پڑو۔ اور کفار مکہ کو یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح اصحاب کہف کو ایک مدت سلانے دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر زندہ اٹھایا۔ اسی طرح آخرت میں تم بھی دوبارہ زندہ اٹھائے جاؤ گے جس کا تم انکار کرتے ہو۔ دراصل اس وقت تک تو پورا روم مسیحت قبول کر چکا تھا لیکن پھر بھی وہاں یہودیوں کا ایک گروہ تھا جو آخرت کے نہ آنے میں اور دوبارہ زندہ نہ ہونے کے ثبوت پیش کرتا تھا اس لئے لوگ کچھ شک میں مبتلا ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان غار میں سونے والوں کو ایک لمبی مدت تک سونے کے بعد جگا اٹھا کر آخرت میں دوبارہ زندہ اٹھانے کا ٹھوس ثبوت دیا۔ جس زمانے میں ان خدا پرست نوجوانوں کو آبادیوں سے بھاگ کر غار میں پناہ لینی پڑی تھی اس وقت ایشیائے کوچک میں شہر افسس بت پرستی اور جادوگری کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ وہاں ڈائنا دیوی کا ایک بہت بڑا مندر تھا اور دور دور سے لوگ اس دیوی کی پوجا کرنے آتے تھے اور ان کا یہ کاروبار شام و فلسطین اور مصر تک پھیلا ہوا تھا۔ لیکن ایک لمبی مدت سونے کے بعد جب وہ جاگے اور اپنا وہی دوسو سال پرانا سکہ لے کر بازار میں ان کا ایک شخص گیا تو لوگوں کو بڑا ہی تعجب ہوا۔ وہ تو ڈر رہے تھے کہ کہیں ان کو زبردستی کافر نہ بنا دیں کیونکہ ان کو یہ نہیں پتہ تھا کہ پورا روم عیسائیت قبول کر چکا ہے۔

حضرت محمد ﷺ اپنی قوم کو گمراہی اور اخلاقی پستی سے نکالنا چاہتے تھے مگر وہ کسی بھی طرح اپنے باپ دادا کے پرانے عقیدوں اور گمراہیوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے جس کا نبی ﷺ کو بہت ہی دکھ تھا۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ ان کے سیدھے راستے پر آنے کی ذمہ داری آپؐ پر نہیں ہے۔ اسلئے خواہ مخواہ اپنی جان کو نہ گھلاؤ۔ اگر وہ حق کو مانیں تو ان کو اچھے انعام کی خوشخبری سناؤ اور اگر نہ مانیں تو ان کو برے انجام سے خبردار کرو۔ پھر ان کو اپنی مرضی پر چھوڑ دو۔ اس سورہ میں نبی ﷺ سے خطاب کر کے دراصل کفار مکہ کو سنایا جاتا ہے کہ نبی ﷺ اللہ کے کلام میں کمی زیادہ نہیں کر سکتے۔ جو کلام بھی ان پر وحی کے ذریعے اتارا جاتا ہے وہ ویسے ہی تم لوگوں کو سناتے ہیں۔ کیونکہ کفار مکہ نبی ﷺ سے کہتے تھے کہ اس کلام میں کچھ تھوڑی بہت تبدیلی کرو اور ہمارے عقائد کا کچھ اضافہ کر دو تو ہم تمہاری مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے کلام کو بدلنا یا کمی زیادہ کر دینا آپ کا کام نہیں ہے اور نہ ہی کبھی ہوگا۔ اگر اللہ کے کلام کو ماننا ہے تو مانو اور نہ مانو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔

قریش کے سردار نبیؐ سے کہتے تھے کہ یہ غریب مسکین لوگ جو آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھتے ہیں تو ان کے ساتھ بیٹھنا ہماری شان کے خلاف ہے اس لئے اگر آپؐ ان کو روکیں تو ہم آپ کی مجلس میں شامل ہوں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو ہدایت فرماتا ہے کہ جو لوگ دن رات اللہ کو یاد کرتے ہیں چاہے وہ غریب ہوں تو کبھی ان سے نگاہ مت پھیرو۔ کفار قریش کو سنایا جا رہا ہے کہ تمہاری یہ دکھاوے کی شان جس پر تم اس قدر پھول رہے ہو اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں کوئی قیمت نہیں رکھتی اور ایک دن یہ تمہاری شان وشوکت ختم ہو جائے گی اس لئے بھلائی کے پیچھے دوڑو جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔

اس میں حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کا قصہ بیان کیا ہے اور کفار و مومنین کو ایک حقیقت سے آگاہ کیا ہے کہ جو کام بھی ہوتا ہے وہ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے اور اس میں اللہ کی مصلحت ہوتی ہے۔ جس چیز میں ہمیں برائی نظر آتی ہے وہ ہماری بھلائی کے لئے ہے۔ ظالموں کا اس دنیا میں پھلنا پھولنا اور بے گناہوں کا اور اہل ایمان کا تکلیف میں مبتلا ہونا۔ اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کی شان وشوکت اور اللہ کی فرمانبرداری کرنے والوں کی خستہ حالی غرض ہر ایک میں اللہ کی مصلحت شامل ہے اس لئے ہمت مت ہارو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔

اس کے بعد ذوالقرنین کا قصہ بیان کیا ہے۔ جو سکندر اعظم کے نام سے مشہور ہے جس نے ساری دنیا پر حکومت کی تھیں۔ قریش کے سرداروں کی طرف اشارہ ہے کہ تم اپنی شان وشوکت پر اتنے مغرور ہو کہ جس اللہ نے تم کو یہ سب عطا کیا ہے اس کے آگے تم نہیں جھکتے۔ ذوالقرنین کو دیکھو کہ وہ اتنا بڑا فاتح تھا کہ اس کے فتوحات مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی تھی۔ پھر بھی وہ اللہ کا احسان مند تھا۔ وہ اتنی بڑی دیوار بنا کر بھی اللہ کی مرضی کا قائل تھا۔ اس میں یاجوج ماجوج کا ذکر کیا ہے ممکن ہے ان سے مراد روس اور شالی چین کے وہ قبائل ہوں جو تاتاری، منگولی وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں جو قدیم زمانے سے متعدد ممالک پر حملے کرتے رہے ہیں۔ روایت میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ قیامت کے قریب دنیا میں واپس آئیں گے اور جب دجال نمودار ہوگا اور عیسیٰؑ دجال کو قتل کریں گے تو یاجوج ماجوج ذوالقرنین کی بنائی ہوئی مضبوط دیوار کو پھلان کر دنیا پر خروج کرے گی۔

آخر میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ یہ توحید اور آخرت سراسر حق ہے اور تمہاری اپنی بھلائی اسی میں ہے کہ اسے مان لو اور اللہ کے آگے جواب دینے کا خیال کر کے اپنے آپ کو سدھارو اور سیدھے راستے پر چلو اور نیکی کی طرف بڑھو اور ظلم اور گناہوں سے پرہیز کرو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے اور تمہارا سب کچھ جمع کیا ہوا بیکار جائے گا۔ وہاں پر جو چیز باقی رہے گی وہ تمہارے

نیک اعمال ہوں گے۔ اب اگر کسی کو اپنے نیک کاموں کے اچھے نتائج دنیا ہی میں چاہئیں اور ان کے خیال کے مطابق ان کی زندگی صرف یہی دنیا ہے اور وہ شخص آخرت اور اس کے حساب وکتاب کا یقین نہیں رکھتا تو ٹھیک ہے اسے بدلہ دنیا ہی میں دیا جاتا ہے لیکن ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اس کا سارا کیا کرایا دنیائے فانی کے ساتھ برباد ہو گیا اگر اس نے کوئی کام اللہ کو خوش کرنے کے لئے نہیں کیا اور اللہ کے احکام کے مطابق نہیں کیا اور دعوت حق کو بھی نہ مانا تو اس کا نتیجہ آخرت میں بہت ہی برا نکلنا ہے اور اس کو ضرور سزا ملے گی۔ برخلاف اس کے جس نے اللہ کو خوش کرنے کے لئے ہی زندگی گذاری ہو اور شیطان کے بہکاوے میں نہ آ کر اپنے نفس کو قابو میں کیا ہو اور ایمان لے آیا ہو اور نیک عمل بھی کرتا رہا ہو تو لازم ہے اسے بہترین انعام آخرت میں دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اپنی جنت میں رہے گا جو کبھی فنا نہیں ہوگی اور نہ ہی چھین لی جائے گی۔

سورۃ مریم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ کے تیسرے دور میں مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کا زمانہ نزول ہجرت حبشہ سے پہلے کا ہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے مہاجرین جب حبش کے بادشاہ کے دربار میں بلائے گئے اس وقت حضرت جعفرؓ نے یہی سورہ بھرے دربار میں تلاوت کی تھی۔ اس سورہ میں اٹھانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔ مکہ کے اس تیسرے دور میں مسلمانوں پر ظلم وستم شروع ہو گئے تھے۔ ان کو خوب مار پیٹا جانے لگا۔ گرم ریت پر ان کو سلاتے تھے اور ان کے سینوں پر بھاری پتھر رکھے جاتے تھے۔ مزدوروں کو مزدوری نہ دی جاتی تاکہ ان پر فاقے پڑیں۔ تجارتی مسلمانوں کے کاروبار کو ہر طرح سے برباد کرنے کی کوشش کی جاتی۔ اگر مسلمان بازار میں سودا لینے جاتے تو کوئی ان پر سودا بیچنے کو تیار نہ تھا اور جو غلام تھے مثلاً بلالؓ تو وہ اپنے آقا کے ہاتھوں بہت ہی پس گئے تھے اس لئے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان کو ہر طرح سے مجبور کیا جاتا تھا تاکہ وہ اسلام چھوڑ کر اپنے آبائی کافر مذہب میں واپس آجائیں۔ یہ حالات جب ناقابل برداشت ہو گئے تو حضورؐ نے ان کو حبش کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا چونکہ وہاں کا عیسائی بادشاہ نجاشی کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا تھا۔ اس حکم کے تحت گیارہ مرد، چار خواتین نے حبش کی راہ لی۔ پھر چند مہینوں کے اندر اور تراسی (83) مرد اور گیارہ عورتیں اور سات غیر قریشی مسلمان حبش پہنچ گئے۔ قریش والوں نے ان کا پیچھا کیا۔ اس ہجرت سے سب کے گھروں میں واویلا مچ گیا۔ کسی کی بہن گئی تو کسی کا بھائی تو کسی کا بیٹا یا کسی کی بیوی۔ غرض ہر گھر سے کوئی نہ کوئی مسلمان ہو کر اپنا گھر اور وطن چھوڑ گیا۔

ہجرت کے بعد قریش نے دو سرداروں کو حبش کے بادشاہ کے پاس بہت سارے تحفے تحائف دے کر بھیجا۔ انہوں نے سب سے پہلے حبش پہنچ کر تحفے لوگوں میں بانٹنے شروع کئے پھر وہ دربار میں حاضر ہوئے اور بادشاہ سے کہا کہ ہمارے کچھ لوگ اپنا آبائی دین اور وطن چھوڑ کر آپ کے ملک میں پناہ لینے آئے ہیں۔ انہوں نے آپ کا دین قبول نہیں کیا ہے بلکہ وہ کچھ اور ایک نئے دین کے ماننے والے ہیں۔ اس لئے آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں۔ لیکن بادشاہ کا جواب یہ تھا کہ جنہوں نے مجھ پر اور میرے ملک پر بھروسہ کر کے پناہ لی ان کو بغیر جانچ پڑتال کئے نہیں لوٹایا جا سکتا۔ نجاشی بادشاہ کا پیغام پا کر سب مہاجرین جمع ہوئے اور انہوں نے یہی طے کیا کہ جو تعلیم نبیؐ نے ان کو دی ہے وہی ان کے سامنے پیش کریں گے۔ جب وہ سارے دربار میں پہنچے تو نجاشی نے سوال کیا کہ یہ تم کونسا دین لائے ہو۔ اس پر حضرتؓ ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک زبردست تقریر کی

جس میں انہوں نے عربوں کی دینی، اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں کو بیان کیا۔ پھر محمدؐ کی بعثت کا اور ان کی تعلیمات کا ذکر کیا پھر انہوں نے یہ بات کہی کہ ہم نے آپ کے ملک کا رخ اس امید پر کیا کہ ہم پر ظلم نہ ہوں اور انصاف ہوں۔ اس پر بادشاہ نہ کہا کہ ذرا وہ کلام تو سناؤ جو تم کہتے ہو کہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اسکے جواب میں جعفرؓ نے سورہ مریم کا شروع کا حصہ سنایا جو حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تھا۔ یہ سن کر نجاشی بادشاہ روتا رہا اور اس کے اختتام پر کہا کہ واقعی یہ کلام اور جو عیسیٰؑ لائے تھے دونوں ایک ہی خزانے سے نکلے ہوئے ہیں اور پھر انہوں نے ان اسلام کے مہاجرین کو لوٹانے سے انکار کر دیا۔ دوسرے دن قریش کے ایک سردار نے فتنہ کرنے کی خاطر بادشاہ سے کہا کہ یہ مہاجرین عیسیٰؑ کے بارے میں غلط بات کہتے ہیں۔ مہاجرین پھر بلائے گئے اور انہوں نے یہی عزم کیا کہ جو اللہ نے فرمایا ہے اور جو نبی ﷺ نے ان کو سکھایا ہے وہی کچھ کہیں گے چاہے ان کے ساتھ جو بھی ہوتا ہو۔ بادشاہ نے جب عیسیٰؑ کے بارے میں پوچھا تو جعفرؓ نے جواب دیا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اللہ کی طرف سے ایک روح اور کلمہ ہیں جنہیں اللہ نے کنواری مریم پر بھیجا جب کہ وہ اپنے پیدا شدہ بچے کو جو حضرت تھے لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں تو ان کی قوم نے ان پر ملامت وتہمت کی جس پر اللہ کے حکم سے بچے نے بولنا شروع کیا کہ وہ اللہ کی طرف سے نبی بنائے گئے ہیں اور ان کو کتاب دی اور نماز، روزے اور اللہ کی پابندی کا حکم دیا اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰؑ کے باپ نہیں تھے بلکہ وہ اللہ کا ایک کلام تھے اسطرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے شک کو دور کیا کہ اللہ کا کام یہ نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے اس طرح اللہ تعالیٰ نے چلتے وقت یہ سورہ ان کے ساتھ کر دی تھی تا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی صحیح حقیقت ان عیسائیوں کو بتائیں اور ان کے اللہ کا بیٹا ہونے سے انکار کر دیں۔ نجاشی بادشاہ نے قریش کے سارے بھیجے ہوئے تحائف واپس کر دیے جو کہ رشوت کے طور پر تھے اور ان مہاجرین کو لوٹانے سے صاف انکار کر دیا۔

اس سورہ میں حضرت ابراہیمؑ کا قصہ بھی سنایا گیا کیونکہ انہوں نے بھی اپنے باپ اور ملک کے لوگوں سے تنگ آ کر اپنا وطن چھوڑا تھا۔ اس قصے سے کفار قریش کو یہ سبق دیا کہ تم لوگ بالکل ویسے ہو جیسے کہ ابراہیمؑ کے لوگ تھے جنہوں نے ان کو ظلم وستم کر کے ملک سے نکالا تھا۔ دوسری طرف مسلمانوں کو خوشخبری سنا دی گئی کہ جس طرح ابراہیمؑ ملک چھوڑ کر برباد نہیں ہوئے بلکہ اپنے ملت ابراہیمی کو آگے ہی بڑھایا اسی طرح کا نیک انجام تمہارا بھی ہوگا۔ اس میں نبی ﷺ کو نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ کی بندگی کے راستے پر مضبوطی کے ساتھ چلو اور جو بھی مصیبتیں آئیں اس کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرو اگر اللہ کی مدد اور اس کی تسلی میں دیر لگ جائے تو گھبراؤ نہیں بلکہ پورے عزم کیساتھ اپنا مشن جاری رکھو جو کہ ایک

رسول کی حیثیت سے آپ کو سونپا گیا ہے۔
اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ دوسرے انبیاء بھی وہی ایک دین لے کر آئے تھے جو نبی ﷺ پیش کر رہے ہیں مگر انبیاء کے گذر جانے کے بعد زمانہ بد سے بدتر ہوتا گیا اور امتیں بگڑتی گئیں اور گمراہ ہوتی رہیں اور ان کی یہ گمراہی بھی اسی کا نتیجہ ہے اور اہل ایمان کو یہ خوشخبری دی گئی کہ آخرکار ایمان لانے ولوں کی ہی جیت ہوگی۔
اس میں نماز کا بھی ذکر کیا ہے کہ کس طرح لوگوں نے اپنے پیغمبروں کے بعد نماز پڑھنی چھوڑ دی اور نماز سے غفلت اور لاپرواہی برتنے لگے اور یہی غفلت ہرامت کے زوال کا پہلا قدم ہے کیونکہ یہی نماز مومن کا تعلق اس کے خالق و مالک (اللہ تعالی) سے جوڑے رکھتا ہے اور یہی نماز اس کے مالک کی عبادت اور شکر گذاری کا پہلا اور بہت ہی اہم قدم ہے۔ اس کے چھوڑتے ہی آدمی اللہ تعالی سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کا دل اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اور جب اس کے دل میں اللہ کا ڈر ہی نہیں رہتا تو وہ اپنے نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے لگتا ہے اور اس طرح وہ شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر چل کر گمراہی کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔
قیامت کی گھڑی سے بھی ان کو خبردار کیا گیا ہے جبکہ سب دوبارہ اپنا حساب دینے کے لئے اٹھائے جائیں گے اور اللہ کے حضور لوٹائے جائیں گے جنہوں نے توبہ کی اور اپنے کو اصلاح کیا اور ایمان لے آئے اور نیک عمل بھی کئے تو وہ ضرور اللہ کے وعدے کے مطابق جنت میں جائیں گے اور گمراہ کافروں کو ان کے شیاطین سمیت جہنم میں گھٹنوں کے بل گرا دیں گے۔ اس سورہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہر ایک کو جہنم پر سے گذرنا ہوگا پھر جو دنیا میں نیک تھے ان کو اللہ تعالی آگ میں گرنے سے بچالے گا اور ظالموں کو اس میں گرا دیا جائے گا۔
اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کفار مکہ اپنی شان وشوکت پر بہت ہی مغرور تھے اور ایمان لانے والوں کو طعنے دیتے تھے کہ وہ کتنے بدبخت اور ذلیل وخوار ہیں جس سے کہ ان کفار کا کہنا تھا کہ یہی ایمان لانے والے اللہ کے غضب میں ہیں نہ کہ وہ تو پھر کیوں خواہ مخواہ ان کو عذاب سے ڈرایا جاتا ہے۔ عذاب میں تو ایمان والے گرفتار ہیں۔ اس پر اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ان سے پہلے اللہ تعالی نے کتنی ہر مغرور اور شان وشوکت والی قوموں کو ہلاک کیا جن کی ساری شان وشوکت دھری کی دھری رہ گئی اور وہ اکیلے ہی دنیا سے چلے گئے۔ تو پھر ان کی شان وشوکتیں کہاں گئیں۔ اسی طرح اللہ تعالی گمراہوں کو ان کی گمراہی میں آگے بڑھاتا ہے اور نیکی کاروں کو ان کے ایمان اور نیک کاموں میں ترقی دیتا ہے۔ کیونکہ آخرکار ان کی یہی نیکیاں باقی رہ جانے والی ہیں اور وہ اچھے انعام کے مستحق ہوں

گے اور کافر آگ اور سخت سزا کے مستحق ہوں گے۔
اس سورہ میں سفارشیوں کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے کہ دنیا میں لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے گورو اور پیر ولی وغیرہ جن کی اللہ کو چھوڑ کر وہ اطاعت کرتے تھے وہاں وہ ان کی سفارش کریں گے مگر نہیں وہاں تو کسی کو بھی رحمٰن کے آگے زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ صرف اسی کو سفارش کا پروانہ ملے گا جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ناتہ جوڑ کر اور اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت کر کے نیک راہ اختیار کیا ہو اور اللہ کے درگذر کا اپنے آپ کو مستحق بنایا ہو تو صرف ایسے لوگوں کو ہی زبان کھولنے کی اجازت دی جائے گی اور ان لوگوں کا علم صرف اللہ کی ذات کو ہے۔
اس میں عیسائیوں کو بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی دعوت بھی وہی تھی جو دوسرے انبیاء کی تھی کہ صرف اللہ واحد کی بندگی کی جائے مگر انہوں نے اللہ کے بندے کو یعنی حضرت عیسیٰؑ کو خدا بنالیا یا پھر اللہ کا بیٹا قرار دے دیا اور عبادت میں اللہ کے ساتھ ان کو شریک کرنے لگے جس طرح ایک معجزے سے حضرت یحییٰؑ کی پیدائش نے ان کو اللہ کا بیٹا نہیں بنا دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دوسرے معجزے سے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ایسی نہیں کہ اسے اللہ کا بیٹا قرار دیا جائے۔ دونوں بھی اللہ کے معجزے کے پیدا ہوئے۔ اس میں حضرت عیسیٰؑ کو اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا فرمایا نہ کہ والدین کا جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تو جب ان کا باپ ہی نہیں تو وہ اللہ کا بیٹا کیسے بنے۔

سورۃ طٰہٰ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:۔ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو پینتیس آیتیں ہیں۔ اس سورہ کے آنے کا زمانہ سورہ مریم کے زمانے کے قریب ہی کا ہے۔ ممکن ہے حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے پہلے یہ نازل ہو چکی ہے جو کہ ہجرت حبشہ سے تھوڑی مدت بعد کا قصہ ہے اور وہ یوں ہے کہ مکہ میں دعوت اسلام قبول کرنے والوں پر بڑے ظلم و ستم ہو رہے تھے۔ آخر حضرت محمد ﷺ کے کہنے پر اہل دین کی ایک چھوٹی سی جماعت نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کی۔ ان دنوں مکہ میں حضرت عمرؓ بڑے جنگجو اور طاقتور انسان تھے اور اسلام اور نبی ﷺ کے سخت دشمن تھے۔ ان پر اسلام کا سب سے پہلا اثر یہ ہوا کہ ان کی چچا زاد بہن اسلام لاکر حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی تیاری کر رہی تھی کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے نبی ﷺ کو قتل کرنے کا پکا ارادہ کر کے نکلے تو راستے میں ایک شخص نے ان کے تیور دیکھ کر ان سے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ اس لئے انہوں نے اپنے گھر کی راہ لی۔ وہاں پر انہوں نے اپنے بہن اور بہنوئی کو جو مسلمان ہو چکے تھے

کچھ پڑھتے سنا تو انہوں نے بہنوئی کی پٹائی کی اور پھر اپنی بہن فاطمہؓ بنت خطاب پر ٹوٹ پڑے اور ان کا سر پھاڑ دیا۔ پھر بہت پشیمان ہوئے اور کہا کہ وہ پرچی بتاؤ جو وہ پڑھ رہی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے نہا دھو کر پاک صاف ہولو پھر اجازت ہے۔ اس کے بعد وہ پرچی پڑھی جو کہ یہی سورہ طٰہٰ تھی۔ ان پر اس کلام کا اتنا اثر ہوا کہ فوراً رسول ﷺ کی خدمت میں جا کر انہوں نے اسلام قبول کیا اور نبی ﷺ خود بھی یہی چاہتے تھے کہ ان کی یہ مراد بر آئے اور عمرؓ اسلام لے آئے۔ کیونکہ اسلام کو ایسے طاقتور انسان کی سخت ضرورت تھی۔

اس سورہ کا آغاز اس طرح ہے کہ اے محمد ﷺ یہ قرآن آپؐ پر اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ خوامخواہ آپ کو ایک نئی مصیبت میں ڈال دیا جائے اور نہ ہی ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ ایمان لانے والوں کو زبردستی اسلام قبول کروائیں۔ بلکہ یہ کتاب تو صرف ایک نصیحت کی کتاب ہے تاکہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو اور جو اس کے عذاب سے بچنا چاہے تو وہ اسے پڑھ کر نصیحت لے لے اور سیدھا راستہ اختیار کرے۔ آپؐ ان کو نصیحت کیے جائیں تاکہ کچھ نہیں تو تھوڑا بہت تو ان کے دماغ میں بیٹھ جائے اور اس طرح تھوڑا تھوڑا کر کے ان کی سمجھ میں کافی مقدار نصیحت کی جمع ہو جائے تاکہ وہ آگ میں جانے سے بچ جائیں اور یہ کلام اس اللہ کا ہے جو پوری کائنات کا خالق و مالک اور حکمران بھی ہے۔ وہ ہر چیز سے باخبر ہے یہاں تک کہ تمہارے دلوں کی پکار تک سن رہا ہے۔ لہٰذا اس کے اکیلے کے سوا کوئی بھی عبادت کے قابل نہیں ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت موسیٰ کا قصہ شروع ہوا کیونکہ ان دنوں عرب میں یہودیوں کی کافی تعداد تھی اور روم اور حبش کی عیسائی سلطنتوں کے اثر سے بھی عربوں میں موسیٰ کو اللہ کا نبی مانا جاتا تھا۔ اس لئے موسیٰ کا قصہ چھیڑنے سے مکہ والوں کو یہ بتانا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی کو نبوت عطا کرتا ہے تو اسکا چرچا نہیں کرتا بلکہ خاموشی سے اور اسے معجزے عطا کر کے اسے تک و تنہا اپنی اتنی بڑی قوم کے آگے بھیج دیتا ہے جو کہ بہت ہی ہمت کی بات ہے جیسے کہ موسیٰ کے ساتھ ہوا ہے تو پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے اگر ہم نے حضرت محمد ﷺ کو نبی بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے تو جو کچھ موسیٰ کی تعلیم تھی وہی کچھ محمد ﷺ پیش کر رہے ہیں یعنی توحید اور آخرت کی تعلیم ہے اور پھر جو شک و شبہات اور الزامات اور ظلم و ستم مکہ کے لوگ محمد ﷺ پر کرتے ہیں اسی طرح فرعون نے بھی موسیٰ اور ان کے ماننے والوں پر کیا تھا۔ پھر دیکھ لو کہ وہ فرعون کس طرح اپنی ساری تدبیروں میں ناکام ہوا حالانکہ اس کی کتنی شان و شوکت اور طاقت تھی اور آخرکار اللہ تعالیٰ کا بے سروسامان نبی کی ہی جیت ہوئی۔ اس طرح مکہ کے مسلمانوں کو بھی تسلی دی گئی ہے کہ کفار کے لاؤ لشکر اور شان و شوکت سے نہ دبیں بلکہ جس کام کے

پیچھے اللہ کی مصلحت ہوتی ہے وہی غالب آ کر ہی رہتا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کس طرح فرعون کے جادوگروں نے نڈر ہو کر اسلام قبول کیا اور یہ بھی کہ اللہ آخری لمحے کے ایمان کو قبول نہیں کرتا جبکہ موت سر پر منڈلا رہی ہو۔ جس طرح کہ ڈوبتے ہوئے فرعون نے آواز لگا کر اقرار کیا جو کہ قبول نہیں کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی عبرت کے لئے اس کی لاش کو ابھی تک بچا کر رکھا ہے اور یہ کہ یہ قرآن ایک نصیحت کی کتاب ہے جو تمہاری عربی زبان میں آسان کر کے تمہیں سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے اگر اس کی نصیحت کو مان کر اپنی اصلاح کرو گے تو اپنا ہی بھلا کرو گے اور نہ مانو گے تو خود ہی اپنا برا انجام دیکھو گے۔ کیونکہ قیامت کی گھڑی ضرور آنے والی ہے تا کہ ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ ملے اور پھر اس کے آنے کو تو چھپا کر رکھا گیا ہے جو کہ صرف اللہ ہی کو معلوم ہے تا کہ ایسا نہ ہو کہ اگر ان کو وقت معلوم ہو تو وہ جی بھر کر گناہ کر لیں گے اور چونکہ وقت معلوم ہے اس لئے جلد توبہ کر لیں گے تا کہ بخشے جائیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے قیامت کی گھڑی کو مخفی رکھا ہے۔

پھر آدمؑ کا قصہ بیان کر کے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ جس راستے پر تم جتنی تیزی سے جا رہے ہو وہ صرف شیطان کا راستہ ہے کیونکہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کو چیلنج کیا تھا کہ وہ اس کے بندوں کو گمراہ کرے گا اسلئے وہ ہر آدمی کے پیچھے اپنے ایجنٹ لگاتا ہے اور انسان اپنی کمزوری کی بنا پر شیطان کے جال میں آ جاتا ہے۔ لیکن آدمؑ نے اپنی غلطی کا اقرار کر کے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا تو اسی طرح اگر تم بھی اپنی غلطی مان کر توبہ کر لو اور حق کا اقرار کر کے صرف ایک اللہ کی بندگی کی طرف پلٹ آؤ تو تمہارے لئے ہی بہتر ہے اور پھر اگر اتنی ساری نصیحتوں کے باوجود تم اکڑے رہو اور توبہ نہ کرو تو خود اپنا ہی نقصان کرو گے۔

پھر شرک اور بت پرستی پر بنی اسرائیل کی ایک شہادت سامری کی پیش کرتے ہوئے روشنی ڈالی گئی ہے کہ حضرت محمد ﷺ جو آج شرک اور بت پرستی کی مخالفت کر رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات تو نہیں ہے کیونکہ ہر نبی کے زمانے میں یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔ موسیٰؑ کے زمانے میں سامری نام کا ایک منافق تھا اور اس نے اپنی چالبازیوں سے بنی اسرائیل کو گمراہ کرنے کے لئے ان کے زیورات کو آگ میں گلا کر ایک بچھڑا بنایا اور اپنی کسی چال سے اس میں بچھڑے کی آواز بھر دی اور اس طرح اس نے بنی اسرائیل میں بچھڑے کی پرستش پھیلائی اور موسیٰؑ کے پوچھنے پر اس نے ان کو بھی چکمہ دینے کی کوشش کی کہ یہ سب ان کے پیروں کی خاک کی کرامت ہے تا کہ وہ سزا سے بچ جائے لیکن موسیٰؑ نے اس کو سزا کا حکم دیا۔ اس قصے سے مکہ کے کفار کو یہ بتانا ہے کہ ایک قوم میں بت پرستی کا آغاز کیسے ہوا کرتا ہے۔

پھر اس میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اس بڑے دن کس طرح سب پہاڑ دھول بن کر اڑیں

گے اور زمین ایک صاف میدان بن جائے گی اور پھر صور کے پھونکنے پر کس طرح لوگ قبر سے پریشان حال ہو کر اٹھیں گے اور ان کے رب کے سامنے لائے جائیں گے اور جس دن کے آنے کا ان کو یقین نہ تھا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور یوں سمجھیں گے کہ بس سو کر ابھی ابھی اٹھے ہیں یعنی کہ یہ وقت اس قدر جلد آ گیا۔ ابھی سوئے اور پھر اٹھا دیے گئے۔ اس دن سب کی زبان بند ہو جائے گی صرف وہی بول سکیں گے جس کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو اور صرف اسی کے حق میں بول سکیں گے جنہوں نے دینوی زندگی میں ایمان لا کر اور نیک کام کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا ہو اور اس طرح اپنے کو اللہ تعالیٰ کی عنایت کا مستحق بنایا ہو۔ باقی جن جن لوگوں نے دوسروں کو شفاعت کا ذریعہ بنایا تھا وہ سب گونگے کھڑے ہوں گے اور اپنے حساب کا انتظار کر رہے ہوں گے اور جو لوگ ایمان اور نیک اعمال لے آئیں گے تو ان کو اچھا انعام دیا جائے گا اور جو شرک اور گناہ کا بوجھ اٹھائے آئے گا تو اس کو سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔ جو بھی اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑے گا تو دنیا میں تو وہ سکون سے نہیں رہ سکے گا اور پھر آخرت میں بھی ہمیشہ کیلئے اسے عذاب ملے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سزا دینے سے پہلے اپنی کتاب اور رسول بھیجتا ہے تا کہ وہ نصیحت پکڑیں اور عذاب سے بچ جائیں۔

پھر آخر میں نبی ﷺ کو اور مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ ان حق کے انکار کرنے والوں کے مظالم پر صبر سے کام لو کیونکہ اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کفر و شرک پر فوراً پکڑ کر ہلاک نہیں کرتا بلکہ اپنی کتاب اور رسول بھیج کر ان کی اصلاح کرتا ہے اور ان کو سنبھلنے کا موقع دیتا ہے۔ اس لئے صبر کے ساتھ ان کی زیادتیوں کو برداشت کرو اور نصیحت کئے جاؤ شاید کہ ایک دن وہ نصیحت قبول کر لیں اور حق کو مان جائیں۔ پھر اس کے بعد اس سلسلے میں مسلمانوں کو نماز کی تاکید کی گئی ہے تا کہ ان میں صبر اور برداشت کی طاقت پیدا ہو جو کہ دعوت حق کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔

اس سورہ میں پانچ نمازوں کو باقاعدگی سے پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے اور تہجد کی نماز پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔

سورۃ الانبیآء

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ کے تیسرے دور میں نازل ہوئی۔ اس میں ایک سو بارہ آیتیں اور سات رکوع ہیں۔ ان دنوں روز بروز اسلام کے پھیلنے میں ترقی ہو رہی تھی اور کفار مکہ اسلام کو ہر طرح سے کچلنے کی کوشش کر رہے تھے اور انہوں نے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کا پہاڑ توڑ دیا تھا لیکن پھر بھی ہر گھر کا کوئی نہ کوئی افراد اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔ اللہ کے کلام میں اور حضرت محمد ﷺ کے اخلاق و سیرت میں اتنا اثر تھا کہ جو کوئی سنتا تھا وہ ضرور محو ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ اس لئے کفار مکہ محمد ﷺ کو جادوگر قرار دیتے تھے اور ان کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کرتے تھے تا کہ ان کا نام بدنام ہو اور دوسرے عرب ان کے قریب جانے اور کلام سننے سے باز رہیں۔ لیکن اس طرح کرنے سے الٹا ہی اثر ہوا کہ چاروں طرف سے لوگ آنے لگے کہ دیکھیں یہ شخص کیسا ہے جس کی وجہ سے اسلام کو اور ترقی حاصل ہونے لگی۔

اس سورہ میں کفار مکہ کے شکوک اور اعتراضات کو دور کیا ہے جو وہ محمد ﷺ کی دعوت توحید اور آخرت کے عقیدہ پر پیش کرتے تھے۔ دعوت حق کے انکار پر ان کو ان کے برے انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔ اس میں کفار مکہ کی غلط فہمی کو دور کیا ہے کہ انسان کبھی رسول نہیں ہو سکتا۔ اس میں شرک کے خلاف اور توحید کے حق میں دلائل دیئے گئے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کے نظام کا ثبوت دیا گیا ہے کہ ساری کائنات صرف ایک ہی اللہ کی کاریگری کا نمونہ ہے اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو یہ سارا نظام اتنی آسانی سے نہیں چل سکتا۔ بلکہ ہر ایک کے خدا کا ہاتھ اس نظام میں ہوتا اور ہر ایک خدا اپنی چلائے بغیر نہ رہتا جس سے کہ سارا نظام الٹ کر رہ جاتا۔ پھر کفار و مشرکین نشانیاں مانگتے تھے کہ ان کو یقین آجائے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ پچھلی قوموں کے رسول نشانیاں لے کر آئے تھے لیکن پھر بھی ان کی قوم نے اپنے رسولوں کا انکار ہی کیا اور ہلاک ہوئے۔ اور اب اگر تم لوگ اسی طرح کی نشانیاں مانگتے ہو تو کیا پھر ان قوموں کی طرح تم بھی ہلاک ہونا چاہتے ہو؟ تمہاری منہ مانگی نشانی نہ بھیجنا تو اللہ کی تم پر بڑی مہربانی ہے اور اگر تمہارے لئے معجزے بھیج بھی دوں پھر بھی تم لوگ اتنے ہٹ دھرم ہو کہ ایمان نہیں لاؤ گے۔ یہ اللہ کا کلام اور اللہ کے رسول کیا معجزے سے کم ہیں کہ تمہاری اصلاح کے لئے آئے ہیں اور آخرت کی گھڑی سے تم کو خبردار کر رہے ہیں تا کہ تم اپنی اصلاح کر لو اور سزا سے بچ جاؤ تو بتاؤ کہاں تم ایمان لا رہے ہو بلکہ انکار ہی کئے جا رہے ہو۔

وہ کفار و مشرکین نبی کو اللہ کا رسول ماننے سے انکار کرتے تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک انسان جو کھاتا پیتا اہل و عیال رکھتا ہو اسے اللہ رسول بنائے۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ پچھلے زمانے کے

رسول جن کو وہ مانتے ہیں تو آخر وہ بھی تو انسان ہی تھے تو پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ بہانے بن رہے ہیں اور پھر یہ اہل کتاب جو مخالفت میں تم لوگوں کا ساتھ دے رہے ہیں تو پھر ان سے پوچھ کر دیکھو کہ ان کے رسول کون تھے انسان تھے یا کوئی اور مخلوق۔ اور ہر قوم جنھوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا آخر ہلاک ہوگئی تو پھر اب اپنا انجام ذرا غور سے سوچ لو۔

کفار و مشرکین کی غفلت اور بے اعتنائی اور گمراہی کی جو جڑ تھی وہ آخرت کا انکار تھا وہ یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ سب کچھ جو ہے وہ یہ دنیا ہی ہے اور پھر کھیل ختم۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو کھیل کے طور پر نہیں بنایا کہ خواہ مخواہ انسان کو بنا کر اس میں عذاب و مصیبت وورد سہنے کے لئے چھوڑ دیا جائے اور خود لطف اٹھاتا رہے۔ بلکہ یہ ایک سنجیدہ نظام ہے اور دنیا کو ایک امتحان گاہ بنایا ہے تاکہ وہ اپنے بندوں کو اپنے رسولوں اور اپنی کتابوں کے ذریعے سے اچھے برے کی تمیز سکھا کر اور آخرت کے جزاوسزا سے خبردار کر کے تمہارا امتحان لے۔ اب اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی نصیحت پر کان نہ دھرو اور اس دنیا میں خوب دندناتے پھرو تو پھر اپنے برے انجام کے لئے تیار ہو جاؤ۔ لیکن اب بھی وقت ہے کہ تم اپنے آپ کو سدھار لو۔ یہ دنیا کی زمین اللہ کی ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور اللہ کی اسکیم کے تحت یہ وراثت سب کو ملتی ہے چاہے وہ مومن ہو یا کافر۔ صالح یا فاسق، فرمانبردار ہو یا نافرمان اور یہ امتحان کے طور پر ملتی ہے۔ لیکن آخرت میں اللہ کی زمین جو کہ ابدی ہوگی صرف مومنین کو ان کے ایمان لانے اور نیک کاموں کے بدلے اور گناہوں سے پرہیز کرنے کے بدلے وراثت میں ملے گی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے اور برے حالات میں ڈال کر جیسے کہ راحت ورنج اور مفلسی وامیری وغیرہ ہماری آزمائش کرتا ہے کہ دیکھیں اچھے حالات میں ہم اللہ کو بھول کر متکبر اور ظالم اور اپنے نفس کے بندے تو نہیں بن جاتے اور برے حالات میں انسانیت سے گر کر ذلیل اور ناجائز طریقے اختیار تو نہیں کرتے اس لئے اس میں نصیحت ہے کہ جو حالات بھی پیش آئیں اسے اپنا امتحان سمجھ کر اپنی عقل کو استعمال کر کے بخوبی گذرنے کی کوشش کرو اور اپنی شان و شوکت پر پھولے نہ رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن ہستیوں کو انہوں نے خدا بنا لیا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کیا ہے تو کیا ان میں اتنی طاقت ہے کہ کسی چیز میں جان ڈال دے اور پھر مشرکین خود یہ مانتے تھے کہ کسی میں یہ طاقت نہیں ہے تو پھر دوسرے خداؤں کی عبادت کرنا فضول ہی ہوا اور پھر مشرکین فرشتوں کو اللہ کی اولاد قرار دے کر ان کی عبادت کرتے تھے کہ شاید وہ اللہ کے آگے ان کی سفارش کریں۔ اس پر اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کی بغیر اجازت کے کوئی بھی منہ نہیں کھول سکتا۔ نہ صرف فرشتے بلکہ انبیاء وصالحین بھی

جن سے کہ یہ لوگ دنیا میں اپنی حاجتیں مانگتے آئے ہیں اور ان کے لیے نذرانے کئے جارہے ہیں کہ وہ آخر کار اللہ کے دربار میں جم کر بیٹھ جائیں گے اور اپنی اپنی منا کر ہی چھوڑیں گے جبکہ کوئی بھی بغیر اللہ کی اجازت کے کچھ نہیں کہہ سکتا الا یہ کہ اللہ کسی ایسے کے حق میں ان کو اجازت دے جو دنیا میں ایمان لایا ہو اور نیک کام کیا ہو تو پھر یہ غیر اللہ کی عبادت سرے سے احمقانہ ہوئی۔ پھر اللہ کے سوا کوئی دوسرا تو تمہارے دل اور اگلے پچھلے حال سے واقف ہی نہیں ہے تو پھر وہ کس چیز کی سفارش کریں گے۔ ذرا سوچا بھی ہے تو پھر جس اللہ کے اختیار میں شفاعت کا سننا یا رد کرنا ہے تو پھر اللہ کی عبادت کو ٹھکرا کر ایسے بے اختیار شفیع کے آگے سر جھکانا کہاں کی عقلمندی ہے بلکہ بہت ہی افسوس کی بات ہے۔ دنیا میں اول سے ابھی تک جتنے بھی انبیاء آئے ان کی ایک ہی تعلیم رہی ہے کہ اللہ واحد کا سب کچھ ہے اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ خواہ مخواہ کسی دوسرے کو شریک نہ کرو تو پھر بتاؤ کہ کونسی ایسی کتاب اللہ نے تمہارے پاس لکھ کر بھیجی ہے جس میں لکھا ہو یا پھر ان انبیاء کی کتابوں میں لکھا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی پوجنے کے لائق ہے اور پھر اسی اصل تعلیم کو ہر نبی آ کر دھراتے رہے تو پھر تم لوگ کیوں ضد پر اڑے ہو اور مانتے نہیں۔ بہر حال اس کا انجام بھی تم دیکھ لوگے جس کے لیے تمہارے نبی تمہیں خبردار کر رہے ہیں پھر جب آنکھوں سے عذاب دیکھو گے تو چیخنے لگو گے کہ واقعی خطا تمہاری اپنی ہی تھی کہ نہیں مانے۔ اور قیامت ضرور آئے گی اور حساب و کتاب و جزا اور سزا ضرور ہوگی اور اللہ کے میزان عدل میں صحیح انصاف ہوگا۔

پھر کہا گیا ہے کہ اس سارے نظام اور کائنات کو دیکھو کہ کیسے باقاعدگی سے چل رہا ہے۔ تمام تارے سیارے سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔ ممکن ہے فلک کوئی سیال شے ہو یا فضا یا خلا کی قسم کی چیز ہو جن میں ان تاروں کی حرکت تیرنے کی طرح معلوم ہوتی ہو۔ پھر پانی کو دیکھو کہ وہ کتنی اہم چیز انسان کی زندگی کے لئے ہے کہ اسی سے غذا کی پیداوار بھی ہوتی ہے جسے ہم کھاتے ہیں اور اس غذا سے وہ پانی بھی بنتا ہے جس سے ہماری تخلیق کی بنیاد پڑتی ہے۔ آسمان کو دیکھو کیسی مضبوط چھت ہے جو تمہارے لئے بنائی ہے جو بغیر ستون کے کھڑی ہے۔ دن اور رات بنائے۔ زمین میں پہاڑوں کو توازن قائم کرنے کے لئے کھڑا کیا۔ تو کیا یہ سب سوائے اللہ واحد کے کسی اور کی کاریگری ہو سکتی ہے۔

اس میں مختلف انبیاؤں کی مثال دی گئی ہے۔ مثلاً حضرت نوحؑ، ابراہیمؑ، زکریاؑ، یونسؑ اور ایوبؑ جو کہ وہ اللہ کے چنے ہوئے نیک بندے تھے لیکن وہ اپنی حاجتوں کے لئے اللہ ہی کو پکارتے تھے اور وہ خود انسان ہی تھے پوجنے کے لائق نہ تھے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تلقین کی ہے کہ جو باتیں کفاران کے متعلق بناتے ہیں اور ان کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اس کی پرواہ کئے بغیر

اپنے تبلیغ کے کام کو آگے بڑھاؤ۔ آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کی نجات کا ذریعہ صرف اسی صحیح دین حق کی پیروی کرنے میں ہے جو محمد ﷺ پیش کر رہے ہیں اور وہ تم سب کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں تا کہ تمہیں جہنم کی آگ سے بچائیں لیکن تم ان کو زحمت سمجھتے ہو۔ اب تم اس دین کو مانو اور نیک عمل بھی کرو تا کہ تم کو ابدی جنت ملے۔

سورۃ الحج

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- اس سورہ کے مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے شروع کا حصہ مکہ کے آخری دور میں نازل ہوا ہے اور دوسرا حصہ مدنی دور کے شروع میں نازل ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ سورہ مسلمانوں کے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد پہلے ہی سال ذی الحجہ میں نازل ہوا ہو۔ اس وقت مسلمان مہاجرین اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ میں آئے تھے۔ حج کا زمانہ تھا اور ان کو اپنا وطن اور حج کے ایام یاد آرہے تھے اور ان کو اس کا بہت ہی زیادہ دکھ تھا کہ اب وہ مکہ حج کے لئے نہیں جا سکتے۔ کیونکہ مشرکین قریش نے ان پر مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا تھا۔ اس لئے ان کو یہ انتظار تھا کہ ان مکہ کے ظالموں سے اللہ تعالیٰ ان کو جنگ کرنے کی اجازت دے جنہوں نے ان کی زندگی صرف اس لئے دشوار کی کہ انہوں نے اللہ کا سیدھا راستہ قبول کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مراد پوری کی اور ان کو جنگ کی اجازت مل گئی اور انہوں نے قریش کے خلاف تیاریاں شروع کیں۔ ان کی پہلی مہم جو ساحل بحر احمر کی طرف روانہ ہوئی غزوہ ابواء کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جنگ نبی ﷺ کی قیادت میں ہوئی۔

اس سورہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ قیامت کا ہولناک منظر دکھاتے ہوئے اور اپنا ڈر لوگوں کے دلوں میں بٹھاتے ہوئے یہ واضح کرتا ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ سب کچھ فنا کر دے گا اور قیامت برپا ہوگی جس سے کہ کسی کو کچھ بھی ہوش نہیں رہے گا۔ سب مردے زندہ ہو کر جلدی جلدی اپنے رب کے حضور پیش ہوں گے اور حساب دینے کے لئے بھاگے جائیں گے اور یہ ہو کر ہی رہے گا۔ نبی ﷺ مشرکین مکہ کو توحید اور آخرت کی تعلیم دیتے تھے اور وہ کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھے۔ نہ تو وہ اپنے آبائی مشرک عقیدوں، دیوی دیوتاؤں، پیر بزرگوں کی پرستش کو چھوڑنا چاہتے تھے اور نہ ہی وہ یہ ماننے کو تیار تھے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور ان کو اپنے کئے کا حساب دینا ہوگا اور اسی طرح جزا و سزا ہوگی۔ وہ اپنی جاہلانہ ضد، ہٹ دھرمی، تکبر اور غرور نفس میں اس قدر مبتلا تھے کہ کسی سمجھانے والے کی بات پر غور نہیں کرتے۔ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو خبردار کرتا ہے کہ ان کے لئے آخرت میں سخت عذاب اور سخت رسوائی ہے کیونکہ شیطان

مردود کی طرح وہ بھی اللہ سے بغاوت کر رہے ہیں اور اس طرح شیطان کے ساتھیوں میں شمار ہو رہے ہیں ۔ اور جو شیطان کو دوست بنائے گا تو لازم جہنم میں جائے گا۔

پھر متذبذب مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو وہ اللہ کی بندگی تو قبول کر چکے ہیں لیکن اللہ کی راہ میں کوئی خطرہ برداشت کرنے یا اپنے نفس کی قربانی دینے کو تیار نہیں ۔ جب تک ان کی آرزوئیں پوری ہوتی رہیں اور ان کو ہر طرح کا چین نصیب ہوتا رہے تو وہ اللہ سے راضی ہیں لیکن جہاں ان پر تھوڑی سی مصیبت آئی یا ان کی تمنا پوری نہیں ہوئی تو وہ اللہ سے پھر جاتے ہیں اور دوسرے آستانوں کے پھیرے لگانے شروع کرتے ہیں تاکہ ان کی مراد پوری ہوں ۔ ان کو اللہ تعالیٰ خبردار کرتا ہے کہ اس طرح کرنے سے ان مسلمانوں کی دنیا بھی گئی کہ اپنا قیمتی وقت اور محنت کی کمائی ان مزاروں اور آستانوں پر الٹاتے ہیں اور آخرت بھی برباد کیونکہ دنیا کے فائدوں کا لالچ ان کے عمل کو اس قدر بگاڑ کر رکھتی ہے کہ آخرت کہ عذاب سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے ۔ غیر اللہ سے دعائیں مانگ کر وہ ان آستانوں پر اپنا ایمان بھینٹ چڑھاتے ہیں اور ضروری نہیں کہ اس کی مراد پوری ہو اور اگر پوری ہو بھی تو اللہ ان کو مزید فتنے میں ڈالنا چاہتا ہے کیونکہ جو اللہ سے بغاوت کر کے ان آستانوں پر جا کر اپنی مرادیں مانگتے ہیں جن کو خود اللہ نے پیدا کیا ہے اور ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے تو اللہ کو کیا پڑی ہے کہ زبردستی اس کو اپنی راہ پر لے آئے جو جس راستے پر جانا چاہے اللہ اسے اسی راستے پر ڈالے گا ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ قسمت کے بناؤ اور بگاڑ کے سارے رشتے اللہ کے سوا کسی اور کے ہاتھ میں بھی ہیں اس لئے وہ اللہ سے مایوس ہو کر دوسرے آستانوں سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں ۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنا سارا زور لگا کر دیکھ لے کہ آیا اس کی کوئی بھی تدبیر اللہ کے فیصلے کو بدل سکتی ہے جو اسے ناگوار ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے خطاب کرتا ہے ۔ سب سے پہلے مشرکین مکہ کی اس روش پر گرفت کرتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا ہے ۔ ان کو حق نہیں ہے ایسا کرنے کا کیونکہ وہ ان کی ذاتی جائیداد نہیں ہے ۔ اس سے عرب کے دوسرے قبائل کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوئی کہ واقعی قریش تو حرم کی دیکھ بھال کرنے والے ہیں مالک تو نہیں ہیں اور وہاں حج پر جانا سب کا حق ہے ۔ ان کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنی ذاتی دشمنی سے حرم کا راستہ کسی پر روک لیں کیونکہ حضرت ابراہیم نے اللہ کے حکم سے اسے تعمیر کیا تھا اور پہلے دن سے ہی وہاں کے رہنے والوں اور باہر سے آنے والوں کے حقوق یکساں برابر دیئے تھے اور پھر یہ گھر شرک کے لئے نہیں بلکہ فقط اللہ واحد کی بندگی کے لئے تعمیر کی گئی تھی تاکہ شرک کو ختم کیا جائے اور جو غیر اللہ کے لئے نذور و نیاز اور قربانیاں کرتے تھے تو

وہ صرف اللہ واحد کے لئے خاص ہوں اور اللہ تعالیٰ نے حرم کو مقدس اور اللہ کا گھر قرار دیا تاکہ لوگ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور مویشی جانور جوان کے لئے حلال کیے گئے ہیں انہی کی قربانی کریں۔ انہیں اللہ کے نام پر اور ان پر بھی اللہ کا نام لے کر ذبح کریں۔ خود بھی کھائیں اور غریب مسکینوں کو بھی کھلائیں۔ اللہ کا نام لئے بغیر یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر جانور کو ذبح کرنا کفار و مشرکین کا طریقہ ہے۔ جن چیزوں کو حرام کیا ہے وہ بہتا ہوا خون، سور کا گوشت، اور وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا جائے۔

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے بتوں کی پرستش کو سختی سے منع کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو اس میں جھوٹی قسمیں، جھوٹی شہادتیں اور بہتان بھی شامل ہے۔ اور کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرو بلکہ صرف اللہ ہی کی بندگی اور اسی کے احکام کی اطاعت کرو۔ کیونکہ جو کوئی بھی اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو وہ اللہ کے ساتھ بغاوت کرتا ہے اور شیطان کا دوست بنتا ہے اور پھر شیطان تو اسی تاک میں بیٹھا رہتا ہے کہ کوئی ساتھی اسے ملے اس لئے وہ موقع سے فائدہ اٹھا کر شکاری پرندے کی طرف اس پر جھپٹتا ہے اور اس طرح اس کے نفسانی خواہشات اور جذبات اسے اڑائے پھرتے ہیں اور اسے گمراہی کے گڑھے میں لے جا پھینکتے ہیں۔ اور خدا پرستی کی علامات کا احترام کرو۔ جیسے نماز، روزہ، حج، نیک اعمال وغیرہ یا اشیاء جیسے مسجد اور ہدی کے اونٹ وغیرہ اور یہ اجازت دی گئی کہ جھدی کے جانور قربانی کے لئے بیت اللہ کی طرف لے جانے لگو تو اس پر سواری کرنا، سامان لادنا یا اس کا دودھ پینا جائز ہے۔ یاد رہے کہ ایمان اور اسلام نفس کی قربانی ہے، نماز اور روزہ جسم کی قربانی اور اس کی طاقتوں کی قربانی ہے۔ زکواۃ اس مال کی قربانی ہے جو مختلف شکلوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عنایت کی ہے۔ جہاد وقت اور ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کی قربانی ہے۔ قتال فی سبیل اللہ جان کی قربانی ہے۔ اسی طرح جانوروں کی قربانی بھی ہم پر عائد کی گئی ہے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمارے لئے ان جانوروں کو مسخر فرمایا اور ان میں ہمارے لئے بہت سارے فائدے کی چیزیں رکھیں۔

کفار مکہ نبی ﷺ کو چیلنج کرتے تھے کہ اگر آپؐ سچے نبی ہیں تو وہ عذاب لے آؤ جس کی دھمکی آپ ہمیں برابر دیئے جا رہے ہیں تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دیا ہے کہ ان سے کہیں کہ نبیؐ کا کام یہ نہیں ہے کہ بتائے کہ فلاں تاریخ کو عذاب آئے گا بلکہ ان کا کام صرف ان کو خبردار کرنا ہے۔ عذاب میں جو دیر ہو رہی ہے وہ صرف اس لئے کہ ان کو مہلت دی جا رہی ہے کہ اپنی اصلاح کر لیں۔ دراصل نبی ﷺ کی دعوت حق جن مرحلوں سے گذر رہی تھی اس کو دیکھ کر سب یہی سمجھے تھے کہ آپ کو

اپنے مقصد میں ناکامی ہورہی ہے۔ نبیؐ کی تبلیغ و آرزو تھی کہ ان کی قوم ان پر ایمان لائے لیکن تیرہ برس تک مغزماری کرنے کے بعد آخر ان کو اپنی چھوٹی سی اہل ایمان کی جماعت سمیت اپنا وطن چھوڑنا پڑا جس پر کہ کفار و مشرکین مکہ ان کا مذاق اڑانے لگے کہ آئے تھے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے آخر خود کو ہی وطن چھوڑنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ اسے شیطانی فتنہ قرار دیتا ہے کیونکہ شیطان اپنی ہر کوشش سے انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جسے انسان کے لئے آزمائش اور کھرے کو کھوٹے سے جدا کرنے کا ذریعہ بنایا ہے جس سے کہ سچے آدمی دعوت حق کی طرف کھینچ کر چلے آتے ہیں اور کھوٹے آدمی چھٹ کر الگ ہوجاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ نیکی کو بدی کے مقابلے میں لے کر آ کھڑا کرتا ہے اور ہر نبی کے مشن کو ترقی دیتا ہے۔ اور شیطان کے ڈالے ہوئے فتنے کو رفع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ مظلوموں کی مدد ضرور کرتا ہے۔ اور یہ کہ اللہ ہر چیز اور ہر فیصلے پر قادر ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اور سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔

اس سورہ میں انسان کی پیدائش، زمین پر بارش کے اثرات اور نباتات کی پیداوار کا ذکر کیا گیا ہے جو پانچ حقیقتوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

(1) اللہ حق ہے اور تمام اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہیں اور صرف اسی کو بندگی کا حق حاصل ہے۔ (2) وہ ہر چیز پر قادر ہے سب فیصلے اسی کے ہاتھ میں ہیں (3) وہ مردہ کو زندہ کرتا ہے یعنی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے (4) قیامت کی گھڑی آ کر رہے گی (5) اللہ ضرور سب کو ایک خاص دن زندہ کرکے حساب لے گا۔

سب سے پہلے تو انسان اپنی تخلیق کو دیکھے جو کہ اللہ کی حکمت اور تدبیر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ آدمی جو غذا کھاتا ہے وہ اس بے جان مٹی سے برآمد ہوئی ہے اور اس مٹی میں انسان کے پیدا کرنے کا تو کوئی بھی تخم موجود نہیں۔ لیکن اسی غذا سے وہ حقیر قطرہ بنتا ہے جس کے اندر ان گنت تعداد میں انسان بننے کے تخم موجود ہوتے ہیں۔ یہی غذا جسم میں جا کر کہیں بال، کہیں گوشت تو کہیں ہڈی بنتی ہے اور ایک قطرہ عورت کے ایک خاص بیضے سے مل کر انسان بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن اللہ کے حکم سے کسی ایک تخم کو چھانٹ لیا جاتا ہے اور اسے عورت کے ایک خاص بیضہ سے ملنے کا موقعہ دیا جاتا ہے جس سے کہ حمل قرار پاتا ہے کہ کیسے نر بنائے اور کیسے مادہ۔ کیسے پورے وقت پر باہر نکالا جائے اور کسے ساقط کر دے۔ کیسے جوانی تک پہنچاتا ہے اور کیسے بڑھاپے تک۔ غرض زندگی اور موت سب اسی کے ہاتھ میں ہے کسی کو نہیں پتہ کہ وہ کب اور کہاں اور کیسے مرے گا اور یہ سب ایک قادر مطلق کا کام ہے جو اس طرح بے جان سے جاندار کو وجود میں لاتا ہے۔ اب ذرا غور کرو کہ جن مادوں سے ہمارا جسم بنا ہے اور جن

غذاؤں سے وہ پرورش پاتا ہے ان کا تجزیہ کر کے دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ ان میں کاربن، نمک، لوہا، چونا پایا جاتا ہے جو کہ بے جان ہیں مگر ان ہی مردے بے جان مادوں سے ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ پھر زمین کو دیکھو کہ سوکھی پڑی ہے اور جیسے ہی بارش کی بوندیں پڑنے لگیں، اس میں جان آ گئی اور بے جان بیج سے زندہ پودا نکل آیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اسی طرح وہ دوبارہ بھی ہمیں مرنے کے بعد زندہ کر سکتا ہے اور جس مقصد کے لئے انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کہ اسے زمین کا خلیفہ بنایا اور سب کچھ اسی کے لئے مہیا کیا اور بڑے سے بڑے جانور اور سمندر کو بھی اس کے تابع کیا تو کیا وہ خواہ مخواہ ایک کھیل تھا نہیں بلکہ وہ ایک دن اس سے حساب ضرور لے گا۔ اگر کسی نے جرم کیا ہو تو وہ اس دنیا میں بچ نکلا ہو لیکن وہاں ضرور اس کی پکڑ ہوگی اور ایک نیک انسان جو مومن بھی ہو تو اسے ضرور انعام ملے گا۔ اس لئے قیامت اور موت کے بعد زندگی اللہ کی رحمت کا لازمی تقاضہ ہے۔

اس سورہ میں مشرکین مکہ سے اللہ تعالیٰ نے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ وہ جن معبودوں کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں مثلاً کوئی بت کے آگے جھکتا ہے تو کوئی پیروں اور ولیوں کی قبروں کے پھیرے کاٹتے ہیں اور نذر و نیاز کرتے ہیں تا کہ وہ اللہ سے سفارش کر کے ان کی مراد بر لائے حالانکہ یہ سارے مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہی مکھی اگر ان کی کوئی چیز لے اڑا لے تو وہ اسے روک بھی نہیں سکتے کیونکہ وہ خود بے بس ہیں اور تمہارے ہی محتاج ہیں تو پھر ایسوں کے آگے کیا جھکنا۔ افسوس کہ انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی۔

پھر اس میں اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے جو صرف اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ اللہ کے فیصلوں پر راضی ہوتے ہیں مصیبت آنے پر صبر سے کام لیتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔ ایسے اہل ایمان کو کفر و ایمان کی کشمکش میں اللہ تعالیٰ اکیلا و بے بس نہیں چھوڑتا بلکہ اللہ خود ان کے ساتھ رہتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے اور ان کے خلاف دشمنوں کی چالوں کو توڑتا ہے۔

اس میں یہ بھی واضح کیا ہے کہ انبیاء، صلحا اور ملائکہ کو حاجت روا، مشکل کشا اور سفارشی سمجھ کر پوجتے ہو تو یہ بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقرب ترین مخلوق کو بھی یہ حق نہیں دیا کہ وہ اس کے حکم اور مرضی کے بغیر جو سفارش چاہیں کریں اور ان کی سفارش قبول ہو۔

پھر حضرت ابراہیمؑ کی مثال دی ہے کہ کس طرح انہوں نے شرک کو قبول نہیں کیا اور ملک چھوڑ کر نکل پڑے اور آخر ان کے دین کو ترقی ہوئی کیونکہ وہ برحق اور برسر ہدایت تھے اس لئے ان کے

طریقے پر چلو۔ پہلے بھی تمہارا نام "مسلم" تھا یعنی صرف ایک اللہ کے آگے جھکنے والے اور اب بھی تمہارا نام مسلم ہے چونکہ ملت ابراہیمؑ اور ملت محمدی ایک ہی ہے۔ اس لئے اللہ کے حکم کی فرمانبرداری کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور صرف ایک اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور کسی دوسرے کو اس کیساتھ شریک مت کرو۔ خوف بھی اسی کا رکھو، مدد کے لئے بھی اسی کو پکارو اور ساری امیدیں اسی سے وابستہ رکھو۔ اس طرح اپنی زندگی کو ایک بہترین نمونہ بناؤ تا کہ دوسرے بھی تم سے نصیحت لیں اور اللہ کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے والوں سے جنگ کرو تا کہ رسول تم پر گواہی دیں کہ انہوں نے اللہ کی تعلیم کو ہم تک پوری کی پوری پہنچا دی اور ہم لوگوں پر گواہ کہ نبی کی تعلیم کو آگے بڑھانے اور اس کے مطابق عمل کرنے میں کمی نہیں کی۔

اس کا ذکر سورہ بقرہ آیت نمبر 143 کے شروع میں بھی گذر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعات کرنے والوں کو سیدھی راہ معلوم ہوئی اور وہ بہترین امت قرار دیئے گئے تا کہ آخرت میں جب اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو جمع کر کے حساب لے گا اس وقت اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے پوچھے گا کہ تم نے ہمارا پیغام لوگوں تک پہنچایا تب وہ ہاں کہیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہارا کوئی گواہ ہے وہ کہیں گے ہاں محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کی امت۔ چنانچہ یہ امت گواہی دے گی۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح اللہ کی ہدایت ہم تک پہنچانے کے لیے نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری بہت ہی سخت تھی جس میں کہ ذرا بھی کمی آپ نے نہیں کی اسی طرح امت وسط ہونے کے ناطے ہمارا بھی فرض بنتا ہے اور ہم پر سخت ذمہ داری آتی ہے کہ اس ہدایت کو آگے بڑھائیں تا کہ ہم اللہ کی پکڑ میں نہ آئیں کیونکہ ایسا نہ کرنے پر ہم پر اس کا سخت جواب ہے۔

سورۃ المومنون

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو اٹھارہ آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

اس سورہ کے مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ مکہ کے درمیانی دور میں نازل ہوا ہے جبکہ ان دنوں حضرت محمد ﷺ اور کفار و مشرکین مکہ کے درمیان سخت کشمکش برپا تھی۔ وہ لوگ نبی ﷺ کی دعوت کا انکار کر رہے تھے اور ان کا خوب مذاق اڑا رہے تھے لیکن ان کے ظلم و ستم نے ابھی پورا زور نہیں پکڑا تھا۔ اس سورہ کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان پر دس آیتیں نازل ہوئی ہیں جو کہ اس سورہ کے آغاز کی دس آیتیں ہیں اور جو کوئی ان پر عمل کرے گا تو وہ ضرور اپنی

کوششوں میں دنیاوآخرت میں کامیاب ہوگا اوران کو جنت نصیب ہوگی۔
(1) وہ شخص جو محمد ﷺ کی دعوت کو قبول کر کے ایمان لاتا ہے اور آپؐ کے بتائے ہوئے تعلیم کو اپناتا ہے۔ (2) وہ اپنی نمازوں کو پابندی سے پڑھتا ہے۔ اور نماز کے وقت ٹال مٹولی نہیں کرتا اور نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (3) اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتا ہے کہ جیسے وہ کسی باعظمت ہستی کے آگے ہاتھ باندھے عاجزی سے نظریں جھکائے کھڑا ہے کہ آدمی کسی ہستی کی ہیبت و جلال سے مرعوب ہو جو کہ نماز کی اصلی روح ہے شریعت میں کچھ نماز کے آداب مقرر کیے گئے ہیں جو اس خشوع میں مدد کرتے ہیں۔ جیسے نماز شروع ہوتے ہی وہ دائیں بائیں نہ مڑے اور نگاہ سجدہ گاہ کی طرف ہو، اپنے کپڑوں کو سمیٹنا یا جھاڑنا نماز میں منع ہے الاّ کہ کوئی چیز پریشان کر رہی ہو جیسے چیونٹی وغیرہ تو اسے ایک ہاتھ سے جلدی سے رفع کیا جاسکتا ہے۔ جلدی جلدی نماز پڑھنا بھی منع ہے بلکہ نماز کا ہر فعل پوری طرح سکون واطمینان سے ادا کیا جائے اور نماز کے علاوہ دوسری باتیں سوچنے سے پرہیز کرے۔ نماز کے وقت دل اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اگر دوسرے خیالات آ بھی جائیں تو اپنی پوری کوشش سے اپنی توجہ اس پر سے ہٹانا چاہیے۔ (4) فضول کاموں سے اور فضول باتوں سے دور رہنا ہے اس کو ہر وقت اپنی ذمہ داری کا احساس ہے اور وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ یہ دنیا ایک امتحان کی جگہ ہے اس لئے وہ اپنی زندگی کے لمحوں کی قدر کرتا ہے اور فضول باتوں اور فضول کاموں میں حصہ لینے سے پرہیز کرتا ہے وہ اپنی زندگی کو انہی کاموں میں صرف کرنے کی کوشش کرتا ہے جو آخرت میں مفید ہو۔ اس کی زبان گندی گالیوں سے فحش گفتگو سے، غیبتوں سے، اور جھوٹی باتوں سے محفوظ رہتی ہے اور وہ ایسی سوسائٹی میں بھی بیٹھنا پسند نہیں کرتا جہاں وہ سب لغویات اور برائیاں پائی جاتی ہیں۔ (5) زکوٰۃ کے طریقے پر عمل کرتا ہے کہ وہ اپنے مالی زکوٰۃ دے کر اپنے مال کو پاکیزہ کرتا ہے اس کے علاوہ وہ اپنے نفس کو، اپنے اخلاق کو، اپنی زندگی کو پاک کرتا ہے اور دوسروں کو بھی پاک کرنے کی خدمت انجام دیتا ہے۔ (6) وہ اپنے جسم کے قابل شرم حصے کو چھپائے رکھتا ہے۔ ننگے پن سے پرہیز کرتا ہے سوائے ان کی بیویوں اور لونڈیوں باندیوں کے جو کہ ہمیشہ گھروں میں ہی رہتی ہیں اور چونکہ آدمی گھر میں ہر وقت اپنے آپ کو پورا ڈھانک کر تو نہیں رہ سکتا بلکہ اپنے کپڑوں میں تھوڑا آزاد رہتا ہے اور ان کی بیویاں لونڈیاں گھروں میں رہتی ہیں تو اگر ان کے بدن کا کچھ حصہ کوشش کے باوجود نظر آئے تو اس کی پکڑ نہیں ہے۔ (7) اگر وہ آدمی جان بوجھ کر اپنے ننگے پن کو اپنی شہوت کے اظہار کے لیے کرتا پھرے تو گناہ ہے۔ (8) اور جو اپنی امانت میں خیانت نہیں کرتا اور اپنے عہد و پیمان کو پوری طرح نبھاتا ہے یہ نہیں کہ وعدے پر وعدے کئے جائے اور اسے لپیٹ کر بیٹھ جائے غلط ہے۔ چاہے یہ عہد و

پیمان آپس میں ہوں یا انسان اور اللہ کے درمیان یا پھر دو قوموں کے درمیان ہو۔ روایت میں ہے کہ نبیؐ نے کہا ہے کہ خالص منافق وہ ہے جس میں یہ چار خصلتیں پائی جائیں اور جس میں کوئی ایک پائی جائے اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے جب تک وہ اسے ترک نہ کردے۔ وہ یہ ہے۔ امانت میں خیانت کرنے والا جھوٹ بولنے والا، اپنی عہد کو توڑنے والا، اور بات بات پر جھگڑنے والا کہ اپنی اخلاق کا بھی اسے پاس نہیں۔ (9) وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں پھر نماز کا ذکر ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نماز کتنی ضروری ہے۔ وہ اپنی نمازیں اطمینان اور سکون سے باوضو ادا کرتا ہے اور وقت کی پابندی سے ادا کرتا ہے۔ (10) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دعوت حق کو مان کر اپنی اصلاح کی اور ان کے لئے ہمیشہ کی نہ ختم ہونے والی کامیابی میں جنت لکھ دی گئی ہے۔ ان آیتوں پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی صرف ایمان لانے سے ہی نہیں ملتی بلکہ ایمان کے ساتھ ساتھ نیک عمل بھی ہونا چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان لانے والے میں یہ سب اوصاف پیدا ہوتے ہیں جو کہ یہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت محمدؐ کی تعلیم کتنی صحیح ہے کہ اس تعلیم کے اتنے اچھے نتائج نکلتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں ان کے لئے کامیابی ہے۔

پھر اس سورہ میں توحید اور آخرت پر روشنی ڈالی گئی ہے جو کہ اسلام کی روح ہے۔ کفار و مشرکین اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی اللہ کی خدائی میں شریک کرتے تھے۔ اور آخرت میں دوبارہ زندہ ہو کر حساب دینے کو تو وہ اصلاً مانتے ہی نہ تھے کیونکہ اس کو ماننے سے ان کو اپنے نفس کو قربان کرنا پڑتا تھا۔ ان کا تو یہی خیال تھا کہ جو بھی ہے وہ اس دنیا کی زندگی ہے اور مر گئے تو قصہ ہی ختم۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہات کو دور کرنے کے لئے آثار کائنات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مثلاً انسان کی پیدائش کہ ایک معمولی قطرے سے ایک انسان بن کر نکلتا ہے جو عقل و فہم رکھتا ہے اور انسان کی خاصیت اس میں ہوتی ہے۔ ایک ساٹھ برس کے آدمی کو دیکھو کہ کتنی قابلیت اور عقل و فہم رکھتا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی قطرہ ہے جو آج سے ساٹھ برس پہلے اس کے ماں کے رحم میں ٹپکائی گئی تھی۔ پھر انسان سے بھی زیادہ بڑی چیز سات آسمان اور زمین بنایا ہے۔ پھر زمین میں مٹی کی خاصیت رکھی کہ پانی کو جذب کرتی ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بناتے وقت اتنا پانی برسایا کہ وہ زمین میں ٹھہر گیا جس سے سمندر اور دریا وجود میں آئے۔ پانی جو ہائیڈروجن اور آکسیجن دو گیسوں سے بنا ہے تو کتنی مقدار میں اللہ تعالیٰ نے ان گیسوں کو ملایا ہوگا اور پھر ان دو گیسوں کو کون ہے جو ملنے نہیں دیتا۔ اور اگر مل جائے تو سب کو پتہ ہے کہ نتیجہ کتنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ پھر سمندر سے پانی بھاپ بن کر اڑتا ہے تو نمک نیچے کو چھوڑ دیتا ہے اور پھر وہی پانی بغیر نمک کے بارش کی صورت میں ہمارے سب کی ضروریات کے لئے

برسایا جاتا ہے۔اب سوچو یہ کون ہے جو یہ سب کچھ کرتا ہے۔تو پھر اس ایک اللہ کی خدائی میں دوسروں کو شریک کر کے تم کو ڈر نہیں لگتا کہ اس کا کیا انجام ہوگا۔

پھر کفار و مشرکین سے فرمایا ہے کہ محمد ﷺ کی دعوت حق پر جو تم لوگ اعتراض کرتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ پہلے بھی جو انبیاء انسانوں کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے جو کہ ان ہی کی طرح چلتے پھرتے انسان ہی تھے جن کو نہ مان کر آخر وہ قومیں برباد ہی ہوئیں تو کیا تم بھی اپنا وہی انجام دیکھنا چاہتے ہو اور اللہ کی طرف سے دین تو شروع سے ہی ایک ہی دین ہے جس کی انبیاء تعلیم دیتے آ رہے ہیں لیکن لوگوں نے اس میں اپنی من گھڑت ملا کر دین کے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔

پھر بتایا گیا ہے کہ دنیا کی خوشحالی، مال و دولت، قوت و اقتدار اس بات کی علامت نہیں ہے کہ وہ ہی سیدھے راستے پر ہے اور اللہ اس پر مہربان ہے اور غریب ہونا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ اللہ اس سے ناراض ہے۔جیسا کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار اپنے دولت و شان و شوکت کے گھمنڈ میں کہتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ سب ان کے دیوتاؤں کا کرم ہے اور خستہ حال مسلمانوں پر ان کے دیوتاؤں کی پھٹکار ہے۔ان کی اس غلط فہمی کو دور کیا ہے یہ کہہ کر کہ دنیا کی نعمت حاصل کر کے یہ مت سمجھو کر تم کامیاب ہو گئے بلکہ یہ تو ایک امتحان ہے اور حق اور باطل کو پرکھنے کی یہ ایک کسوٹی ہے۔جو قوم ظلم وستم پر اتری ہو اور اسے نعمتوں سے مالا مال کیا جا رہا ہو تو یہ اس کا امتحان ہے کہ آیا وہ اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر اپنے ظلم وستم سے باز آتا ہے یا اسی گمراہی میں رہنا پسند کرتا ہے۔ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور جو راہ راست پر ہے لیکن اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ان کی حالت بہت ہی خستہ ہو رہی ہے لیکن صبر کا دامن نہیں چھوڑتے اور اللہ کے سیدھے راستے سے ہٹتے نہیں ہیں تو یہی لوگ کامیاب ہیں وہ ایسے لوگ ہیں کہ ہر وہ کام کرتے ہوئے پہلے سوچتے ہیں کہ اللہ کی تعلیم کی رو سے یہ غلط تو نہیں اور ہمیشہ اللہ کے حضور جانے اور جواب دینے سے ڈرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ نیکی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ یہ کام کرنے والے مومنین بھی تم ہی جیسے انسان ہیں تم کو اتنی نعمتیں دینے کے باوجود ہم کچھ زیادہ تو تم سے نہیں مانگ رہے ہیں کیونکہ ہمیں پتہ ہے کہ تم بھی ان کی طرح سیدھے راستے پر آ سکتے ہو اس لئے عذاب میں پکڑے جانے سے پہلے سنبھل جاؤ کیونکہ بعد میں پچھتانا بیکار ہے۔پھر تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ کوئی تم کو نصیحت نہ کرے تو پھر سوچو کہ اگر شروع سے یہی دنیا کا حال رہا ہوتا اور ہم انبیاء کے ذریعے لوگوں کی اصلاح نہ کرتے تو پھر کیا دنیا کی ساری آبادی کا نظام درہم برہم نہ ہوتا بلکہ یہ دنیا خود ہی ایک جہنم بنی ہوتی کہ کوئی اس میں رہ نہ سکتا۔تو پھر بتاؤ کہ ہم ٹھیک ہی تو کر رہے ہیں کہ تم کو حق کی دعوت دے رہے ہیں۔دیکھو اللہ کتنے پیارے اپنے

بندوں کو سمجھا رہا ہے۔
پھر اس قحط کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں وہ مبتلا کئے گئے تھے کہ مردار تک کھانے کی نوبت آ گئی تھی۔ یہ قحط حضرت محمدﷺ کی نبوت کے آغاز سے کچھ مدت بعد آئی تھی تا کہ ان کا غرور ٹوٹے اور انہوں نے نبیؐ سے کہہ کر اللہ سے ہی التجا کروائی تھی کہ قحط دور ہو لیکن پھر بھی ان کی گردن اکڑی رہی۔ آخر وہ مانتے تو اللہ ہی کو تھے تو پھر کہاں گئے ان کے دیوی دیوتا کہ ان کی مدد نہ کی۔ تو پھر آخر کیوں ان کو یہ لوگ شریک کرتے ہیں۔ ذرا سوچو کہ اگر اللہ کے ساتھ دوسرے خدا بھی شریک ہوتے تو ہر خدا اپنی قوم کو لے کر الگ ہوتا اور اپنی بادشاہی اور قوت کا سکہ جمانے کی کوشش کرتا تو کیا یہ دنیا چل سکتی۔ یہ لوگ اپنی موت کو بھولے ہوئے ہیں اور ان کو مرتے ہی جلدی پتہ چل جائے گا کہ وہ کتنے خسارے کا سودا کر کے آئے ہیں اور جن کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ کامیاب رہے۔ جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہے گا اور سب اپنے رب کے سامنے حاضر ہوں گے تب ان کو یقین آئے گا۔ پھر نبی کو نصیحت کی ہے کہ ان کے اخلاق کو دیکھ کر دوسرے بھی سیکھیں کہ برائی کا بدلہ ہمیشہ اچھائی سے دو۔ اور شیطان کے وسوسوں سے اللہ سے پناہ مانگو۔
آخر میں اللہ کی بزرگی بیان کی گئی ہے اور حق کی مخالفت کرنے والوں کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

سورۃ النور

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چونسٹھ آیتیں اور نو رکوع ہیں۔ قرآن کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سورہ غزوہ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی۔ اس کا نزول واقعہ افک کے سلسلے میں ہوا ہے جس کا ذکر تفصیل سے اس سورہ کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں ہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ قریب 6 ہجری میں سورہ احزاب کے کئی مہینے بعد نازل ہوئی۔
تاریخی پس منظر:- جنگ بدر کی فتح سے عرب میں اسلامی تحریک کا عروج غزوہ خندق تک پہنچتے پہنچتے اتنا مضبوط ہوا کہ اب مشرکین و یہود کو اسلام کو شکست دے کر اسلامی تحریک کو ختم کرنا بالکل ناممکن ہو گیا حالانکہ جنگ خندق میں مشرکین و یہود کی فوج دس ہزار تھی لیکن پھر بھی وہ شکست کھا گئے اور ان کے جاتے ہی حضرت محمدﷺ نے کہا کہ "اس سال کے بعد اب قریش مسلمانوں پر چڑھائی نہیں کریں گے بلکہ مسلمان ان پر چڑھائی کریں گے"۔ اسلام کی روز بروز بڑھتی ہوئی طاقت کی اصل وجہ ان کی تعداد یا ساز و سامان نہ تھی بلکہ ان کے ساتھ اللہ کی مدد تھی۔ حضورﷺ اور صحابہ کرام کی پاکیزگی، مضبوطی اور

اخلاق کی برتری لوگوں کے دلوں کو جیتتی چلی جارہی تھی اور اہل ایمان آگے بڑھتے جارہے تھے۔ اب اس سے کفار مکہ کو اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے پرانے عقیدوں کے بچاؤ کی فکر ہوگئی جس کے لئے ان کی نظر میں یہی راستہ تھا کہ مسلمانوں میں فتنہ برپا کر کے ان کو آپس ہی میں لڑایا جائے اور اس کام کے لئے مدینہ کے منافقین قرار پائے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے جو صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے تھا تاکہ وہ ان میں رہیں اور ان کے راز معلوم کر کے کفار کو پہنچاتے جائیں۔ ان کے پہلے فتنہ کی ابتدا 5 ہجری میں ہوئی جبکہ نبیؐ نے اللہ کے حکم کے تحت منہ بولے بیٹے کی جاہلانہ رسم کو ختم کرنے کیلئے اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارثہ کی بیوی زینبؓ جو ان کی پھوپھی زاد تھیں نکاح کر لیا جس پر کہ منافقین کو موقعہ ملا اور انہوں نے مسلمانوں کو بھڑکانے کیلئے ایک طوفان کھڑا کر دیا اور نبی پر خوب خوب الزامات لگائے۔

اس کے بعد دوسرا فتنہ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر کیا گیا۔ یہ قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک شاخ تھی جو ساحل بحر احمر پر جدہ اور رابغ کے درمیان مریسیع چشمہ کے گرد آباد تھی۔ ان کی جنگی تیاریوں کو جو وہ مسلمانوں کے خلاف کر رہے تھے تھوڑی ہی جدوجہد سے اسلام کے لشکروں نے ختم کر دی اور ان پر اور ان کے ساتھ ان کے آس پاس کے قبائل پر فتح حاصل ہوگئی۔ اس جنگ میں منافقوں کی ایک بڑی تعداد ان کے سردار عبداللہ بن ابی کے ساتھ اہل ایمان کے ہمراہ تھے۔ اس دوران حضرت عمرؓ کے ایک ملازم اور قبیلہ خزرج کے ایک آدمی کے درمیان پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ جس پر کہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے ایک فتنہ کھڑا کر دیا اور انصار کو بھڑکانا شروع کیا کہ وہ انصار مدینہ میں مسلمانوں کی مدد کر کے ان کو سر پر چڑھا لیا ہے۔ دراصل عبداللہ کو حضرت محمد ﷺ سے سخت عداوت تھی کیونکہ آپ ؐ کے مدینہ آنے سے پہلے وہاں کے لوگ ان کو اپنا بادشاہ بنانے والے تھے اور آپؐ کے آنے سے ان کی ساری اسکیم ناکام ہوئی۔ اسی سفر میں اس نے ایک اور بہت ہی زبردست فتنہ کھڑا کیا تاکہ اہل ایمان کے دل میں محمد ﷺ کے خلاف شک و شکوک پیدا کرے وہ تھا ام المومنین بی بی عائشہؓ کا واقعہ جبکہ وہ اس سفر کے کوچ میں غلطی سے پیچھے کو رہ گئیں اور ایک بدری صحابہ صفوان نے دوسری صبح ان کو پہچان کر انہیں اپنے اونٹ پر بٹھا کر خود ساتھ ساتھ چلے اور انہیں لا کر ان کے قافلے سے ملا دیا۔ اس پر عبداللہ نے وہ زبردست فتنہ کھڑا کیا کہ کچھ مسلمانوں کے دل بھی کچھ میلے ہوئے۔ اگر نبیؐ خیر و ضبط سے کام نہ لیتے تو مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی۔ اس فتنہ کا ساتھ دینے والے تین مسلمان بھی تھے جن کو بعد میں قذف کی سزا دی گئی یعنی اسی کوڑے لگوائے گئے۔ کیونکہ وہ اپنے الزام میں جو حضرت عائشہؓ پر لگائے جھوٹے ثابت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کی زوجہ بی بی عائشہؓ کو اس

الزام سے بری ٹھہرایا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبیؐ غیب دان نہیں ہیں جیسے کہ کفار کہتے تھے۔ آج کل کے بعض مسلمان غیب دان کے قائل ہیں حالانکہ یہ سخت غلط ہے۔

اس قصہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی فرمادی کہ الزام لگانے سے پہلے دیکھو کہ تم کس پر الزام لگا رہے ہو کیونکہ یہ بات نیک لوگوں پر نہیں جچتی۔ مثلاً وہ صاحب صفوان جو جنگ بدر میں سب سے آگے آگے تھے اور اپنی جان نثار کرنے کو تیار تھے اور پھر اس سے پہلے سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے یہ قانون پاس کر دیا تھا کہ محمد ﷺ کی بیویاں ام المومنین ہیں یعنی سب مسلمانوں کی ماں اور انہیں بھی ماں کی طرح محرم قرار دیا تو وہ بھلا کیسے اللہ کے اس قانون کی خلاف ورزی کر کے بی بی عائشہؓ پر غلط نظر ڈال سکتے تھے اور پھر خود بی بی عائشہؓ کا یہ حال تھا کہ سب ان کی پاکی کی تعریف کرتے تھے پھر یہ بات کہ پاک مردوں کو پاک عورتیں راس آتی ہیں اور گندے مردوں کو گندی عورتوں ہی، تو پھر ذرا سوچو کہ نبیؐ جیسے پاک انسان سے ان کا اتنی مدت کیسے گذارا ہوا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر شخص کا جرم ثابت ہونے پر ہی وہ مجرم ٹھہرایا جا سکتا ہے اور آنکھ بند کر کے کسی پر تہمت لگانا سخت گناہ ہے۔ اس واقعہ سے یہ بھی نصیحت کی گئی کہ اگر کسی کے بارے میں تم کچھ سن گن لو تو خاموش رہو۔ یہ نہیں کہ ایک زبان سے دوسری زبان تک اسے پھیلاتے پھرو جس سے کہ پورا معاشرہ برباد ہو جائے اور پورے خاندان کی ناک کٹ جائے اور مزید یہ ظلم کہ بعد میں وہ بے گناہ ٹھہرایا جائے۔ اسلئے ہمیشہ اپنی زبان بند رکھو ورنہ دنیا اور آخرت میں سزا دی جائے گی۔ اور یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ تم لوگوں کو نیک و بد میں تمیز کرنے کی تعلیم دیتا ہے ورنہ شیطان تو اپنے دانت تیز کئے ہوئے ہے کہ تم کو گمراہ کرے۔

بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو برأت فرمادی تو حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ آئندہ مسطح بن اُثاثہ جوان کے رشتہ دار تھے اور ہمیشہ ان کی اور ان کے خاندان کی مدد کرتے آ رہے تھے تو اب وہ ان کی کچھ بھی مدد نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس نے بی بی عائشہؓ کے واقعہ میں منافقوں کا ساتھ دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ ان کو معاف کیا جائے کیونکہ وہ قذف کی سزا بھگت چکے تا کہ اللہ تم کو معاف کرے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اپنے اچھے اخلاق سے اس کو معاف کر دو۔ اپنے دل میں کینہ مت رکھو اور بدلہ لینے کی مت سوچو۔

اس سورہ نور میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اخلاق، معاشرت اور قانون کے ایسے احکام و ہدایات نازل فرمائی جن کا مقصد مسلم معاشرے کو برائیوں کے پیدا ہونے اور پھیلنے سے روکا جائے اور اگر وہ پیدا ہو بھی جائیں تو فوراً رفع کیا جائے اور یہ بات اہل ایمان کی زندگی کی اصلاح و تعمیر کے لئے بہت

ضروری ہے۔

(1) زنا جسے سورہ نساء میں معاشرتی جرم پہلے ہی قرار دیا جا چکا تھا اب اس کی سزا سو کوڑے مقرر کر دی گئی اور شادی شدہ اگر زنا کرے تو حدیث کے مطابق چار چشم دید گواہوں سے جرم ثابت ہونے پر سنگسار کیا جائے کیونکہ اگر اس برائی کو نہ روکا جائے تو نوع اور تمدن انسانی کی جڑ کٹ جاتی ہے کیونکہ شہوت کو پورا کرنے کی اگر کھلی اجازت ہو تو شادی اور فیملی کے بوجھ کو کون اٹھاتا پھرے اور پھر بری سے بری بیماریاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں جو آج کل ہو رہا ہے۔

(2) بدکار مردوں اور بدکار عورتوں سے نکاح کرنے کو اہل ایمان کو منع کر دیا گیا۔ اگر وہ توبہ نہ کرلے۔

(3) جو شخص پاک دامن عورتوں پر زنا کا الزام لگائے پھر چار گواہوں کو ثبوت کے طور پر پیش نہ کر سکے اس کی سزا اسی (80) کوڑے رکھی گئی۔ اور ایسے شخص کی کبھی کوئی شہادت قبول نہیں کی جائے گی لیکن اگر وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کرے تو اللہ کے ہاں اس کی معافی ہے۔ اسلامی معاشرے کو پاک رکھنے کے لئے اللہ اس کی اصلاح کے لئے تدابیر پیش کرتا ہے تاکہ لوگ اس جرم کا ارتکاب ہی نہ کریں۔ اللہ کا خوف ان کے دل میں بٹھاتا ہے اور آخرت کی نہ ختم ہونے والی سزا سے ڈراتا ہے۔ اور خبردار کرتا ہے کہ زنا اور بے عصمتی ان بڑے گناہوں میں سے ہے جن پر اللہ تعالیٰ سخت باز پرس کرے گا یہ سزائیں اس لئے رکھی گئی ہیں تاکہ دوسرے بھی اس سے عبرت حاصل کریں اور یہ ثابت کر دے کہ مسلم معاشرہ بدکاری کی تفریح گاہ نہیں ہے۔

(4) شوہر اگر بیوی پر تہمت لگائے اور اس کے لئے اس کے پاس کوئی گواہ نہ ہوں تو اس کے لئے لعان کا قاعدہ مقرر کیا گیا اور لعان کے لئے عدالت میں جانا ضروری ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ اپنے اس الزام میں سچا ہے اور پانچویں بار قسم کھا کر کہے کہ اللہ کی لعنت مجھ پر ہو اگر وہ اپنے اس الزام لگانے میں جھوٹا ہو اور اسی طرح بیوی بھی چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اسکا شوہر اپنے الزام میں جھوٹا ہے اور پانچویں بار قسم کھا کر کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر اس کا شوہر اس الزام میں سچا ہو۔ اس کے بعد عدالت میاں بیوی کو جدا جدا کر دیتی ہے کہ پھر وہ باہم نکاح نہیں کر سکتے۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اگر شوہر توبہ کرلے اور اسی کوڑے کھالے تو ملاپ ہو سکتا ہے۔ لعان سے مرد حد قذف سے بچ سکتا ہے۔

بیوی اپنے شوہر کی شریک حیات ہے اور ان دونوں کا تعلق آپس میں بہت گہرا ہے۔ عورت کی بد چلنی سے مرد کی غیرت، عزت اور اس کی آئندہ نسل کو چوٹ لگ سکتی ہے۔ اس لئے اسلام

معاشرے کو پاک کرتا ہے۔

(5) حضرت عائشہ کے جھوٹے الزام کی تردید کرتے ہوئے ہدایت کی گئی کہ آنکھیں بند کر کے ہر شریف آدمی کے خلاف ہر قسم کی تہمتیں قبول نہ کرو اور دیکھو کہ الزام لگانے والا کون ہے اور کس پر الزام لگایا جا رہا ہے اور کس صورت میں لگایا جا رہا ہے۔ اگر ایک شخص ایک بھولے بھٹکے کو اپنے قافلے سے لا کر ملاتا ہے اور دونوں کے اخلاق کو مدنظر رکھو کہ آیا وہ پہلے کسی ایسے گناہ میں شامل ہوئے بھی ہیں اگر کوئی غلطی پر ہو تو وہ چپکے سے یہ کام کرے گا نہ کہ سب کے سامنے دن کے وقت ان کو لا کر ملائے گا۔

(6) جو لوگ بیہودہ خبریں اور بری افواہیں پھیلائیں اور مسلم معاشرے میں فحش اور فواحش کو رواج دینے کی کوشش کریں تو ان کو سخت سزا دی جائے اس لئے کہ یہ مسلم معاشرہ ہے جسے دنیا میں بھلائی قائم کرنے کے لئے برپا کیا گیا ہے اس میں نہ زنا ہی تفریح کا سامان بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کے چرچے۔ کہ خواہ مخواہ لوگوں کو معلوم ہو کہ قحبہ گری کے اڈے کہاں واقع ہیں تو وہ اپنے دل بہلانے اور نفس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے پہنچ جائیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ قحبہ گری کو قانوناً بند کر دیا جائے۔ ضروریات کے لئے نکاح کر لو، ورنہ صبر کرنا ہو تو نماز پڑھ لیا کرو۔ جن عورتوں کی مالی حالت ٹھیک نہیں ہے وہ اس غلط راستے پر چلنے کی کوشش کرتی ہیں تو اسلام نے زکوٰۃ کا طریقہ مسلمانوں کے لئے رکھا ہے تاکہ ان عورتوں کی مدد ہو جائے۔ دیکھو ہمارا اسلام کتنا عظیم ہے اگر کوئی اس کو سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرے تو دونوں جہان میں وہ کامیاب ہوں۔ بی بی عائشہؓ کے قصے سے نبیؐ کو کس قدر دکھ ہوا۔ لیکن پھر بھی انہوں نے صبر سے سب کچھ برداشت کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بی بی عائشہؓ کو اس الزام میں بری کر دیا۔ اللہ کا حکم آنے کے بعد انہوں نے صرف تین مسلمانوں کو جنہوں نے اس افواہ میں منافقوں کا ساتھ دیا تھا حد قذف جاری کر دی اور منافقین کو کچھ نہیں کہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق نہ کیا اور نہ ہی ان کی مدد کرنے سے انکار کیا حالانکہ وہ فتنہ میں شریک تھے۔ انہی اعلیٰ اخلاق کی بدولت مسلمان آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ منافقوں نے تو سوچا تھا کہ اس اتنے بڑے فتنہ کو مسلمان برداشت نہیں کر سکیں گے اور آپس میں ہی لڑ پڑیں گے جس کا مطلب ہے کہ اسلام ختم ہوا لیکن اللہ کی مدد پہلے کی طرح پھر پہنچ گئی اور اہل ایمان کو ہوشیار کر دیا کہ یہ صرف ایک شوشہ ہے۔

(7) ہر شخص بے گناہ سمجھا جائے جب تک اس کا گناہ ثابت نہ کر دیا جائے۔ یہ سارے احکام جو

دیئے گئے وہ اس لئے کہ معاشرے میں اگر برائی رونما ہو جائے تو اس کی بندش کی جائے۔ اسی کے بعد اب وہ احکام دیئے جا رہے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ سرے سے معاشرے میں برائیاں پیدا ہونے ہی نہ دیں اور اسلامی تمدن کے طور طریقوں کی اصلاح کریں۔

(8) لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ ایک دوسرے کے گھروں میں بے تکلف نہ گھس جایا کرو بلکہ اجازت لے کر جاؤ۔ اگر صاحب خانہ موجود نہ ہوں تو ان کے گھر والوں سے خواہ مخواہ باتوں میں مزے نہ لو بلکہ پلٹ جاؤ۔ اجازت نہ ملنے پر دروازے پر جم کر کھڑے رہنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی کسی کے خالی گھر میں داخل ہونا جائز ہے الّا کہ صاحب خانہ خود اجازت دے۔ مہمان خانے اور مسافر خانے وغیرہ جہاں لوگوں کے لئے داخلے کی اجازت ہو منع نہیں ہے۔

(9) عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے کے گھورنے اور جھانک تانک سے منع کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ مردوں کے لئے عورت کا ستر ہاتھ اور منہ کے سوا اس کا پورا جسم ہے جسے شوہر کے سوا کسی دوسرے مرد حتیٰ کہ باپ اور بھائی کے سامنے بھی نہیں کھولنا چاہیے۔ یعنی ایسا چست لباس بھی نہ پہنے کہ بدن کا ہر حصہ نظر آ جائے۔ عورت کے لئے عورت کا ستر ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ہے اور مرد کے لئے بھی یہی ہے۔ عورت اپنے ہی جیسی عورت کے آگے اسے نہ کھولے یا مرد اپنے ہی جیسے مرد کے آگے نہ کھولے۔

(10) عورتوں کو اجازت نہیں کہ اپنے بناؤ سنگھار کو اچھالتی پھریں، جیسے خوشنما کپڑے، بجنے والے زیور، آبروئیں نکالنا لپسٹک، پاؤڈر لگا کر باہر کھلے منہ اپنی نمائش کرنا وغیرہ۔ ایک عورت کو اپنے زینت کی آزادی سے صرف اپنے شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنی مملوک، وہ مرد جو زیر دست ہوں جو پیٹ کی روٹی کی خاطر تمہارے ساتھ لگا رہے، اور نابالغ بچے بھی اس میں شامل ہیں یعنی محرم رشتہ داروں اور گھر کے خادموں کے سوا کسی اور کے سامنے بن سنور کر نہ جائے۔

(11) عورتوں کو حکم دیا کہ اپنے گھروں میں سر اور سینہ ڈھانک کر رکھیں۔

(12) معاشرے میں مردوں اور عورتوں کے بن بیاہے بیٹھے رہنے کا طریقہ ناپسند کیا گیا، حتیٰ کہ لونڈیوں اور غلاموں کو بھی بن بیاہا نہ رہنے دیا جائے۔

(13) لونڈیوں اور غلاموں کی آزادی کے لئے مکاتبت (Release) کی راہ نکال دی اس شرط پر کہ تم اپنے لونڈیوں اور غلاموں میں بھلائی دیکھو مثلاً وہ اس قابل ہوں کہ آزاد ہو کر کما سکتے ہوں۔ یعنی وہ کما کر یا محنت کر کے اپنی آزادی کا فدیہ ادا کر سکتے ہوں اور مالک کو چاہیے کہ

اچھی طرح دیکھے کہ اس میں کوئی ایسی اخلاقی برائی یا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنی نہ پائی جاتی ہو جس سے کہ اس کی آزادی مسلم معاشرے کے لئے خطرناک ثابت ہو۔ آقاؤں کو اجازت ہے کہ جب وہ اپنی آزادی کے لئے مال کتابت پیش کرے تو وہ اس میں سے کچھ نہ کچھ انہیں معاف کر دے۔ روایت میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ وہ عمل جو جنت میں لے جائے وہ یہ ہے کہ ''غلام آزاد کر یا غلاموں کو آزادی حاصل کرنے میں مدد کر، کسی کو جانور دے تو خوب دودھ دینے والا دے، تیرا رشتہ دار تیرے ساتھ ظلم سے پیش آئے تو اس کے ساتھ نیکی کر، بھوکے کو کھانا کھلا، پیاسے کو پانی پلا، بھلائی کی تلقین کر، برائی سے پرہیز کر اور دوسروں کو بھی اس سے منع کر اپنی زبان کو صرف بھلائی کے لئے کھول''۔

(14) لونڈیوں سے کسب یعنی پیشہ کروانا ممنوع قرار پایا جو کہ ان دنوں عربوں میں رواج تھا۔

(15) گھر کے اندر ملازموں اور نابالغ بچوں کے لئے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ گھر کے کسی مرد یا عورت کے کمرے میں دستک دے کر اجازت لینی چاہیئے جس سے ثابت ہوا کہ تربیت بچپن سے ہی شروع کرنی چاہیئے تاکہ بڑے پن میں ان کو عادت ہو جائے۔

(16) اندھے، لنگڑے، لولے اور بیمار کو یہ رعایت دی گئی کہ وہ کھانے کی کوئی چیز کسی کے ہاں سے بلا اجازت کھالے تو اس کا شمار چوری اور خیانت میں نہ ہوگا۔

(17) بوڑھی عورتیں اپنے گھروں میں اگر اپنے سر کو نہ ڈھانکیں تو مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر ان میں کوئی کشش باقی رہی ہو تو احتیاط کرنا چاہیے۔

(18) قریبی عزیزوں اور دوستوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ہاں بغیر اجازت کھا سکتے ہیں۔

(19) ان احکام کے نزول کے بعد قرآن کی روح کے مطابق نبی ﷺ نے دوسری اصلاحات بھی اسلامی معاشرے میں رائج کر دیں۔ مثلاً محرم رشتہ داروں کی غیر موجودگی میں دوسرے لوگوں کی خواہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں کسی عورت سے تنہا ملنے اور اس کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا۔ عورتوں اور مردوں کے اختلاط یعنی آپس میں ملنا جلنا سختی سے روکا گیا۔ عورتوں کے لئے حکم دیا کہ ان کے لئے گھر کی نماز مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور ان پر جمعہ کی نماز فرض نہیں۔ عورتوں کو اعتدال کے ساتھ بناؤ سنگھار کی اجازت آپؐ نے دی مگر اس میں حد سے گذر جانے کو سختی سے منع فرمایا۔ اس زمانے میں اس قسم کے بناؤ سنگھار تھے جسے نبیؐ نے سبب ہلاکت اقوام قرار دیا۔ وہ یہ ہے کہ اپنے بالوں میں دوسرے بال ملا کر ان کو زیادہ لمبا کرنا، مصنوعی تل لگانا، بال اکھاڑ کر بھنویں خاص وضع کی بنانا۔

روئیں نوچ نوچ کر منہ صاف کرنا، دانتوں کو گھس گھس کر باریک بنانا، مصنوعی کریم منہ پر مل کر مصنوعی رنگ پیدا کرنا، تیز عطر، خوشبو لگانا وغیرہ۔

اس سورہ میں کئی جگہ اللہ نے اہل ایمان پر اپنا فضل ہونے کا ذکر کیا۔ مثلاً جو مرد اپنی بیوی پر بغیر گواہ کے الزام دے تو اللہ کے فضل سے کس طرح یہ شک دور کیا جاتا ہے اس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے اہل ایمان کو خبردار کیا ہے کہ غلط افواہوں پر کان نہ دھرو اور ایک زبان سے دوسری زبان تک نہ پھیلاؤ ورنہ اس سے تم لوگوں میں خانہ جنگی شروع ہوگی اور کتنے ہی خاندان بدنام ہوں گے۔ یہ اللہ کا فضل اہل ایمان پر ہے کہ ان کو اتنا متحد رکھا۔ برائیوں کو اچھائیاں کرکے ختم کرو اور دوسروں کو بھی نیکی کی تلقین کرو۔ اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی خبر ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے کہ تمہیں نیکی کے بدلے اچھا اجر دے اور یہ بھی کہ تم کو اچھے برے کی تمیز بتلا دی۔ اس سورہ کے مضامین اور انداز کلام کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس قدر فتنہ خیز حالات میں کیسے سکون سے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی اصلاح کے لئے قانون بناتا ہے اور حکیمانہ ہدایت دیتا ہے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ فتنوں کے مقابلے میں کس طرح ٹھنڈے دل سے کام لینا چاہیے۔ اور اس بات سے یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ محمد ﷺ کا یہ لکھا ہوا نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپؐ کے صبر کے باوجود اس فتنہ کی تلخی کا تھوڑا سا اثر تو آپ کی ذات پر ضرور ہوتا اس سورہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کے نور کا سرچشمہ ہے اور وہ اپنے انبیاؤں کے ذریعے اس کی روشنی کو اپنے بندوں تک پہنچاتا ہے پھر جس کی مرضی ہو وہ اپنی آنکھیں استعمال کرکے اس روشنی میں چلے اور اللہ کی ہدایتوں اور احکام کی پیروی کرے اور وہ یقیناً انعام کا مستحق ہوگا۔

سورۃ الفرقان

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- اس سورہ کے نازل ہونے کا زمانہ بھی مکہ کی قیام کے درمیان کا دور ہے۔ اس میں ستتر 77 آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔ ان دنوں مکہ کے کفار محمد ﷺ کی نبوت پر، قرآن پر اور آپ کی دعوت حق کی تعلیم پر شک کرتے تھے اور ماننے کو تیار نہ تھے کہ آپؐ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں جو ان کی راہ راست کی تعلیم دینے کے لئے بھیجے گئے ہیں اور یہ کہ قرآن اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے۔ اس سورہ میں کفار کے ان شبہات و اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے اور ساتھ ہی رسول کی دعوت حق سے منہ موڑنے والوں کو ان کے برے نتیجوں سے خبردار کیا گیا ہے اور اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔

اس سورہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور عظمت بیان کرکے فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ ساری

کائنات کا پیدا کرنے والا اور مالک ہے اس کے کوئی بیٹا نہیں ہے کہ اسے اپنی نسل کو آگے بڑھانے کی فکر ہو بلکہ وہ بالکل اکیلا واحد ہے کوئی دوسرا اس کی خدائی میں شریک نہیں ہے جو زندہ جاوید ہے اور اس کا احسان اپنے بندوں پر ہے کہ اس نے ایک فیصلے کی کتاب یعنی قرآن کریم ہمیں عطا کی جو حق و باطل کا فرق ہمیں بتاتا ہے اور اپنی نور ہدایت سے سیدھے راستے کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے اور سارے جہان والوں کو غفلت اور گمراہی سے خبردار کرتا ہے جس نے ہر چیز کو بالکل ناپ تول کر پیدا کیا اور اس میں کوئی کمی نہیں رکھی۔ مثلاً اگر بچہ ماں کے پیٹ میں پل رہا ہے جو کہ ایک معمولی نطفے سے قرار پایا ہے تو دیکھو اس کے اردگرد پانی ہے اور دیکھو بچہ اس میں کیسی ڈبکیاں مارتا ہے اور یہ بچے کو چوٹ لگنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس سورہ میں توحید کے زبردست دلائل، اللہ تعالیٰ کا قادر مطلق ہونا، شرک کی حماقت سے پرہیز کرنے کو کہا گیا ہے۔ توحید کیلئے بتایا گیا ہے کہ کس طرح اللہ دو سمندروں کو ملا رکھتا ہے کہ سمندر کا پانی کھارا اور بڑا دریا جو اس میں آ کر گرتا ہے تو اس کا پانی میٹھا ہوتا ہے اور دونوں پانی آپس میں ملتے نہیں کیونکہ بیچ میں ایک پردہ ہوتا ہے جو دونوں قسم کے پانی کو ملنے نہیں دیتا۔ یہ اللہ کی وحدانیت اور قدرت کی بڑی نشانی ہے۔ بحرین اور بنگال میں یہ پانی ملے گا۔ پھر بارش کو دیکھو کہ بارش کا نظام کس طرح اللہ کے وجود اور اس کی صفات اور اس کے واحد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور بارش کا یہ پانی کتنا پاک ہے کہ مردہ زمین میں جان آ جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے گا پھر سائے کی مثال دی ہے کہ کس طرح اللہ کے آگے جھکتا ہے۔ اس کے گھٹنے اور بڑھنے کا تعلق سورج سے ہے اور یہی سایہ توحید و آخرت کی تعلیم دینے کے لئے کافی ہے۔ اگر ہمیشہ سایہ ہی رہے تو زمین پر کوئی جاندار یا نباتات زندہ نہ رہے کیونکہ سورج کی روشنی اور حرارت پر ان سب کی زندگی کا دارومدار ہے۔ ہمیشہ سایہ کا رہنا سورج کے ڈھلنے سے ہوتا ہے اور اگر سایہ نہ رہے تو تب بھی زندگی مشکل ہے کیونکہ ہر وقت سورج کے سامنے رہنے اور اس کی شعاعوں سے کوئی پناہ نہ پا سکنے پر کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن اللہ جو ایک قادر مطلق ہے جس نے زمین اور سورج کے درمیان ایسی مناسبت قائم رکھی جو ایک لگے بندھے طریقے سے آہستہ آہستہ سایہ ڈالتی اور بڑھاتی گھٹاتی رہتی ہے۔ اگر بہت سے خدا اس نظام میں شامل ہوتے تو یہ نظام اتنی باقاعدگی کے ساتھ کبھی نہ چل سکتا۔ تو دیکھو پھر بھی یہ شرک کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی حاجات کے لئے دوسرے اولیا، صالحین، شہداء، فرشتے اور دیوی دیوتاؤں کو پکارتے ہیں۔ پلتے تو ہمارے رزق پر ہیں لیکن ہم ہی سے وہ بغاوت کر کے نمک حرامی کرتے ہیں۔ اس سایہ کی مثال میں ایک اشارہ یہ بھی

ہے کہ کفر و شرک کا سایہ جو اس وقت چھایا ہوا ہے کوئی مستقل چیز نہیں۔ دراصل ہدایت کا آفتاب قرآن اور محمد ﷺ کی صورت میں نکل چکا ہے۔ جہالت کا سایہ دور دور تک پھیلتا نظر آرہا ہے لیکن جوں جوں ہدایت کا سورج چڑھے گا جہالت کا سایہ ڈھلتا جائے گا۔ اس میں کفار کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ یہ قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتارا گیا وہ اس لئے کہ اس کی تعلیمات اچھی طرح ذہن میں بیٹھ جائے اسلئے ٹھہر ٹھہر کر تھوڑی تھوڑی بات کہنا اور موقع محل دیکھ کر آیتیں اتارنا زیادہ مفید ہے لہذا قرآن تئیس سال میں مکمل ہوا۔ پھر رات کو سکون موت بنایا۔ کہ جس طرح سونے سے ہماری روح کچھ وقفے کے لیے بدن کو چھوڑ دیتی ہے اور نیند کے غلبہ سے ہمیں سکون ملتا ہے لیکن صبح کو یہ روح واپس آجاتی ہے اور ہم اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے گا۔ پھر دیکھو تو ایک حقیر پانی سے انسان کے دو الگ نمونے مرد اور عورت بنائے جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ لیکن دونوں کے انڈوں کے ملاپ سے نسل کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ اسی طرح کفر و ایمان کے اختلاف سے تم گھبراؤ نہیں کیونکہ یہ ایک نتیجہ خیز چیز ہے اور یہ سب کون کرتا ہے ظاہر ہے ایک ہی اللہ ہے پھر بھی یہ لوگ اس کی ذات و صفات میں دوسروں کو شریک کر کے پوجتے پکارتے ہیں جو ان کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان بلکہ خود لوگوں کی مرہون منت ہیں۔ پھر کافروں کی یہی کوشش ہے کہ حق کو نیچا دکھایا جائے اور نیچا دکھانے والوں کے ساتھ رہ کر ان کی مدد کریں وہ اللہ کی نافرمانی سے خوش ہوتے ہیں اور یہ لوگ ہیں کہ اللہ کو سجدہ کرنے کی بجائے اپنے خواہش نفس کے آگے جھکتے ہیں۔

پھر کفار و مشرکین کہتے تھے کہ محمد ﷺ پر جادو کا اثر ہو گیا۔ وہ لوگ نبیؐ کا خوب مذاق اڑاتے تھے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ قرآن کی آیتیں وہ کسی یہودی سے دیکھ کر آتے ہیں اور لوگوں میں اشاعت اس کی کرتے ہیں کہ یہ کلام اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے ان پر آیا ہے۔ اگر نبیؐ اس طرح کرنے سے اپنی بڑائی سوسائٹی میں چاہتے ہیں تو جس سے وہ سیکھ کر آتے ہیں تو کیا وہ خاموش رہیں گے کہ مفت میں بڑائی آپؐ لے جائیں؟ پھر کفار کا اعتراض تھا کہ رسولؐ چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے انسان تھے۔ اگر اللہ کو پیغمبر بنانا ہوتا تو کم از کم فرشتوں کو بناتا یا پھر کسی فرشتے کو نبیؐ کے ساتھ مدد کے لئے لگا دیتا تب ہی وہ مانتے اور پھر ہر نبی کی قوم میں ہر وقت یہی ہوتا رہا ہے کہ ان کی قوم کے لوگ نبی اور ان کے ماننے والوں کے مخالف ہوتے ہیں اس طرح منکرین اہل ایمان کے لئے آزمائش ہیں کہ اہل ایمان کہاں تک ان کے ظلم و ستم کو برداشت کر سکتے ہیں جو دل سے ایمان نہیں لائے گا تو وہ منکرین کے ظلم کے آگے نہیں ٹھہر سکے گا اور اس کا کھوٹ ظاہر ہو جائے گا۔ اسی طرح منکرین کے لئے بھی رسول

اور اصحاب رسول ایک سخت آزمائش ہیں کیونکہ ایک عام انسان جس کے پاس کوئی مال و دولت اور فوج نہ ہو نبی بنایا جانا اور زیادہ تر غریب و غلام اسکے پیرو بننا اور پھر ان کو ظلم وستم سہنے کے لئے چھوڑ دینا، یہی وہ چھلنی ہے جو غلط قسم کے آدمیوں کو دین کی طرف آنے سے روکتی ہے۔ اگر نبیؐ دولت مند ہو اور آ کر تخت پر بیٹھ جائے تو خزانے کے منہ ان کے ماننے والوں کے لئے کھول دیئے جائیں جس سے کہ دنیا پرست بازی لے جائیں اور یہ دنیا پرستی کا دین ہوگا۔ اب دیکھو یہ منکرین نبیؐ اور ان کے ماننے والوں کے اعلیٰ اخلاق کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں یا نہیں۔ مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ کفار کے ظلم کا مقابلہ صبر سے کرو اور ہمت نہ ہارو۔ اس میں پچھلے پیغمبروں کی قوم کی ہلاکت کو دنیا کے لئے نمونہ بنایا جنھوں نے اپنے اپنے دور میں اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔ اس میں یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ کی رحیمی اور غفاری کی شان یہ ہے کہ جو لوگ حق کو نیچا دکھانے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور اہل ایمان پر ظلم کر رہے ہیں، اللہ کے دین اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ ان کو فوراً ہلاک نہیں کرتا بلکہ سنبھلنے کا موقع دیتا ہے۔ پھر جو شخص توبہ کر کے اپنی اصلاح کرتا ہے اور اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے تو ان کے لئے بڑا بھاری انعام ہے۔ اس کے برخلاف جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکاریں گے تو آخرت میں ان کے لئے بھاری عذاب ہے کیونکہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ نمک حرامی، بے وفائی اور نافرمانی کی روش اختیار کی اور اللہ کی بندگی اور اطاعت سے انکار کیا جسے ان کا پورا کارنامہ حیات اور سرمایۂ عمل بیکار ثابت ہوا اور اللہ کی میزان میں اس کا کچھ بھی وزن نہیں۔

پھر فرمایا کہ اللہ کے نزدیک اچھے بندے وہ ہیں جو فضول خرچی نہیں کرتے جو جھوٹ کی گواہی نہیں دیتے، برائیوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ اللہ کی ہدایتوں اور نصیحتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ زنا نہیں کرتے قتل نہیں کرتے۔ کسی کو اللہ کے سوا نہیں پکارتے، اور ہر وقت دعا کرتے ہیں کہ ان کی بیوی بچوں کو بھی ایمان کی ہدایت دے کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہر گھر میں کوئی نہ کوئی فرد اسلام لا چکا تھا لیکن باقی کفر میں مبتلا تھے جس سے مومن کو تکلیف ہوتی تھی اس لئے وہ دعا کرتے تھے کہ ان کی فیملی کے سارے افراد ایمان کی روشنی میں آ جائیں۔ جو توبہ کر کے اپنی اصلاح کرے گا اور اسلام قبول کرے گا اور اپنے گناہوں کو نہیں دھرائے گا تو وہ معاف کر دیا جائے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم اسے نہ پکارو اور اس سے اپنی حاجات نہ مانگو بلکہ دیوی دیوتاؤں کے اور پیروں کے چکر کاٹو۔ اس سے اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ تم خود نقصان اٹھاؤ گے۔ اور قیامت ضرور آئے گی اور حساب و کتاب جزا و سزا ضرور ہو گی۔

سورۃ الشعرآء

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور اسکے نزول کا زمانہ مکہ کا درمیانی دور ہے۔ اس میں دوسوستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ کفار مکہ محمد ﷺ کی دعوت حق کو ماننے سے لگا تار انکار کر رہے تھے اور کوئی صورت ماننے کو تیار نہ تھے کہ آپؐ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور ایک دن دنیا ختم ہونے والی ہے اور ان کو ان کے کئے کا جواب دینا ہے اور اسی کے مطابق جزا و سزا پانی ہے اور یہ کہ اللہ واحد صرف ایک ہی ہے اور کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے۔ لیکن ان کے دماغ میں یہ بات بٹھائے بھی نہیں بیٹھتی تھی بس وہ اپنی ضد اور تکبر کی بنا پر اپنی من مانی کرنا چاہتے تھے اور محمد ﷺ کو جھٹلانے کے لئے ہر قسم کے بہانے تراشتے تھے۔ کبھی کہتے کہ اگر آپؐ واقعی اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں تو کوئی صاف نشانی لے آ کر بتاؤ کہ ہم کو یقین آ جائے یا پھر کہتے کہ آپ کی دعوت حق کی تعلیم میں اگر کوئی جان ہوتی تو بڑے بڑے سردار اور شیوخ آپؐ کے پیچھے چلتے نہ کہ یہ ادنٰی درجہ کے لوگ۔ کبھی آپ کو شاعر و کاہن قرار دیتے تو کبھی کہتے کہ جس عذاب کی دھمکی دے رہے ہو اسے لاؤ تو تب ہی ہم آپ کو مانیں گے۔ غرض حد درجہ کوششوں کے باوجود وہ کفار مکہ سیدھی راہ پر آنا نہیں چاہتے تھے اس لئے آپؐ کی جان اس فکر سے گھلی جا رہی تھی۔ کفار مکہ نبی ﷺ سے معجزہ مانگتے تھے تا کہ اس نشانی کو دیکھ کر ان کو اطمینان ہو کہ واقعی آپؐ یہ پیغام اللہ کی طرف سے لائے ہیں۔ اس پر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو جبری ایمان کی کیا ضرورت ہے کہ نشانیاں نازل کر کے لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرے۔ اگر وہ چاہتا تو فرشتوں کی طرح انسان کو بھی پیدائشی فرمانبردار بنا دیتا۔ تو پھر اللہ کی اسکیم کے تحت دینوی امتحان کا مقصد فوت ہو جاتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپؐ خواہ مخواہ ان کفار مکہ کے انکار پر کیوں اپنی جان گھلاتے ہو۔ یہ وجہ نہیں ہے کہ انہوں نے نشانیاں نہیں دیکھی ہیں بلکہ یہ انکار صرف ان کی ضد سے ہے۔ اگر وہ واقعی ایسی نشانی مانگتے ہیں کہ ان کی گردنیں زبردستی جھک جائیں تو جب وہ نشانی اپنے وقت پر آ جائے گی تو خود ہی ان کو معلوم ہو جائے گا۔ یہ کتاب قرآن خود ایک معجزہ ہے۔ اس کے سارے مضامین اور حقائق صاف دلالت کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہے۔ نبی کو اللہ کا رسول ماننے کے لئے یہ قرآن کی آیتیں ہی کافی ہیں جو منجانب اللہ ہے۔

کفار مکہ دعوت حق کو نیچا دکھانے کے لئے جھوٹ کی مہم چلا رکھی تھی کیونکہ اللہ کا حیرت انگیز کلام قرآن کی شکل میں لوگوں کے دلوں میں اترتا چلا جا رہا تھا اس لئے کفار مکہ چاہتے تھے کہ کسی طرح لوگوں میں اس کلام کی طرف سے بدگمانیاں پیدا کریں اس لئے انہوں نے نبیؐ پر یہ الزام دھر دیا کہ وہ

کاہن ہیں اور عام کاہنوں کی طرح ان کو بھی یہ کلام شیاطین ہی سکھاتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذرا عقل سے ان آیتوں پر غور کرو۔ کیا کبھی شیطان لوگوں کو ہدایت اور نصیحت کی تعلیم دے گا؟ کبھی تم نے سنا ہے کہ کسی شیطان نے کسی کاہن کے ذریعے سے لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت واطاعت اور اس سے ڈرنے کی تعلیم دی ہو اور شرک و بت پرستی سے روکا ہو؟ ظلم اور بداخلاقیوں سے منع کیا ہو؟ شیطان کا یہ مزاج کہاں ہوسکتا ہے۔ تم کو اچھی طرح پتہ ہے کہ شیطان کا کام تو فساد اور برائیاں پھیلانا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب قرآن کی آیتیں روح الامین لے کر اللہ کے حکم سے حضرت محمدﷺ کے دل پر نازل کرتے ہیں تو شیطان آس پاس پھٹکنے بھی نہیں پاتے ممکن ہے وہ بند کئے جاتے ہیں۔ کاہن، جوتشی، فال گیر وغیرہ جو غیب کے علم کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور سیانے بن کر لوگوں کی بگڑی بنانے کا کاروبار کرتے ہیں انہی پر شیاطین اترتے ہیں۔ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو تو نظر آئے کہ ان کاہنوں کی زندگی اور طور طریقے میں اور نبیؐ اور ان کے ساتھیوں کی زندگی کے طور طریقے میں کتنا زیادہ فرق ہے۔

پھر کفار مکہ کا کہنا تھا کہ نبیؐ کچھ نہیں بس ایک شاعر ہیں جو اپنے میٹھے کلام سے لوگوں کے دلوں کو جیت رہے ہیں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ شاعر تو عشق بازی اور شراب نوشی کے مضامین بڑھ چڑھ کر اپنے کلام میں بیان کرتے ہیں تو کہیں کسی گھر کی بہو بیٹی کے حسن کی تعریفیں ہیں تو کہیں جنسی مواصلات کی حکایتیں، کہیں کسی کی بڑھ چڑھ کر بے جا تعریفیں ہو رہی ہیں تو کہیں کسی کے خلاف نفرت اور انتقام کی آگ بھڑکائی جارہی ہے۔ اس کے برخلاف حضرت محمدﷺ اور ان کے ساتھیوں میں تہذیب، شرافت، راست بازی اور اللہ کا خوف ہے۔ وہ نیکی کرنے میں سرگرم ہیں۔ ان کے کلام میں سادگی اور سچائی ہے۔ ان کی ساری کوششیں ایک بلند اور پاکیزہ زندگی قائم کرنے کے لئے وقف ہیں تو کیا یہ فرق تم لوگوں کو نظر نہیں آتا ہے؟ اور پھر قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے ہو تو بنی اسرائیل کے اہل علم سے پوچھو کہ ان کی کتاب اور اس قرآن کی تعلیم یکساں ہے یا نہیں؟

کفار مکہ کا کہنا تھا کہ یہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور حضرت محمدﷺ کی زبانی جو خود بھی عرب ہیں تو ہم کیسے مانیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے ہم اسے تب مانیں کہ ایک غیر عرب جو عربی زبان نہ بولتا ہو اسے عربی لہجے میں پڑھ کر سنائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ایسا ہم کرتے بھی تو تم لوگ کچھ اور بہانہ تراشتے کہ لو دیکھو یہ کتنا عجیب معلوم ہوتا ہے ضرور اس پر کوئی جن آ گیا ہے جو عجمی کی زبان سے عربی بولتا ہے۔ دراصل اللہ کا یہ کلام حق کے نہ ماننے والوں کے دلوں میں گرم لوہے کی سلاخ کی طرح اترتا ہے اور ان کے انکار اور نفرت میں اضافہ کرتا ہے اور وہ ہر طرح کے حیلے بہانے کرنے شروع کرتے ہیں۔

اب اگر یہ کوئی نشانی مانگتے ہیں جو ان کفار مکہ کو ایمان و اطاعت اختیار کرنے پر مجبور کر دے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ یہ اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے لیکن اللہ کی اسکیم شروع سے یہ نہیں ہے۔ اس نے انسان کو جانوروں کے مقابلے میں عقل سے نوازا ہے اس کے اندر خیر اور شر کے رجحانات رکھ دیئے ہیں۔ شیطان کو بہکانے کی آزادی عطا کی ہے اور انبیاء اور کتابوں کے ذریعے انسان کو سیدھی راہ دکھانے کا سلسلہ قائم کیا ہے اور انسان کو پوری آزادی دی ہے کہ جو راہ چاہے اختیار کرے اور اپنے کرتوتوں کے خود ذمہ دار بنے۔ اللہ کی مرضی یہ نہیں کہ زبردستی مار پیٹ کر ایمان لانے پر آدمی کو مجبور کرے۔ اب جو یہ لوگ نشانی مانگ رہے ہیں تو دو طرح کی نشانیاں موجود ہیں۔ ایک وہ جو اللہ کی کائنات میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ مثلاً زمین کو لو اور دیکھو کہ کتنی زیادہ مقدار میں اس میں سے نباتات تمہاری ضروریات کے لئے اگتے ہیں۔ زمین اور سورج اور چاند، ہوا اور پانی اور بارش کے درمیان ہم آہنگی اور ان سے پیدا ہونے والی نباتات پر غور کرو، کیا یہ سب خود آپ ہی آپ کام کر رہی ہیں یا ان کے چلانے والے بہت سے خدا ہیں؟ یا کہ صرف ایک اللہ ہے۔ تمہاری عقل خود ہی گواہی دے گی کہ ظاہر ہے ایک ہی ہستی ہے جو اس نظام کو چلا رہی ہے اگر ایک سے زیادہ ہوتے تو معاملہ گڑبڑ ہو ہی جاتا۔ مثلاً ایک خدا کہتا کہ دھوپ نکلنی چاہیے دوسرا جھگڑتا کہ نہیں بارش ہونی چاہیے۔ تو نباتات کو صحیح مقدار میں صحیح چیز نہ ملے تو بھلا کیسے نباتی زندگی قائم رہ سکتی ذرا سوچو۔ اور دوسری قسم کی نشانیاں وہ ہیں جو قوم نوح، عاد، ثمود، لوط اور اصحاب الایکہ نے دیکھیں جنہوں نے بالکل تمہاری طرح حق کو جھٹلایا اور عذاب میں پھنس کر ہلاک ہو گئے۔ اب کیا تم بھی ویسی نشانی دیکھنا چاہتے ہو؟ ایسی نشانی لانا بھی اللہ کے لئے مشکل نہیں ہے لیکن اللہ تعالی نے تم سب کو پیدا کیا ہے اور وہ ظالم نہیں ہے کہ فوراً تمہیں ایمان نہ لانے پر سزا دے بلکہ وہ رحیم ہے کہ تمہیں سنبھلنے کی مہلت دیتا ہے۔ اگر اس قدر سمجھانے پر بھی تم اپنی ضد پر اڑے رہو تو یاد رکھو وہ سخت سزا دینے والا ہے۔ ذرا پچھلی تاریخ سے سبق لو۔ کہ جتنے بھی انبیاء آئے ان کی دعوت حق کی تعلیم ایک ہی تھی۔ ان کی سیرت و اخلاق بھی ملتی جلتی تھی اور پھر ان کے مقابلے میں حق کے انکار کرنے والوں کی حجتیں اور ذہنیت ایک سی تھیں اور ان کے حیلے بہانے ایمان نہ لانے کے لئے بھی ایک ہی جیسی تھیں اب یہ بتاؤ کہ تمہاری تصویر کس سے ملتی ہے تو پھر انجام بھی ویسا ہی ہوگا۔ اگر نشانیاں دیکھنا چاہتے ہو تو اس قسم کی خوفناک نشانیاں کیوں دیکھنا چاہتے ہو؟ جو پچھلی تباہ شدہ قوموں نے دیکھی ہیں۔

اس سورہ میں مختلف انبیاء اور ان کے قوم کے بارے میں بتایا گیا ہے تاکہ کفار مکہ عبرت حاصل کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے اور پھر فرعون کی قوم کی ہلاکت کا ذکر کر کے کفار

قریش کو یہ سبق دینا چاہتا ہے کہ جس کی پشت پر اللہ کا ہاتھ ہو اس کا مقابلہ کر کے کوئی جیت نہیں سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ان کو معجزات دکھائے لیکن پھر بھی فرعون اور اس کی قوم اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہ آئے اور اللہ کی طاقت کی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی انکار پر اڑے رہے تو آخرکار ہلاک کر دیے گئے۔ اب اس سے ذرا عبرت حاصل کرو۔ حضرت موسیٰ نے فرعون کی قوم کے ایک آدمی کو ایک اسرائیلی سے لڑتے دیکھا تو اسے ایک گھونسا مارا تو فرعون کا آدمی مر گیا جس سے ڈر کر موسیٰ مدین کی طرف بھاگ نکلے۔ اب آٹھ دس برس کی روپوشی کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اللہ کا پیغام جا کر فرعون کے بھرے دربار میں سنا دو کہ صرف ایک اللہ کی بندگی کرو اور دوسرا حکم یہ کہ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے آزاد کروا دو کہ وہ بنی اسرائیل پر سخت ظلم کرتا تھا۔ کافی جدوجہد کے بعد آخر موسیٰ کی جیت ہوئی۔ فرعون اپنی قوم سمیت غرق ہوا اور بنی اسرائیل کو نعمتوں سے نوازا کہ وہ فلسطین کی سرزمین میں باغوں، چشموں، خزانوں اور عمدہ قیام گاہوں کے مالک ہوئے اور حضرت موسیٰ کتنے نڈر تھے۔

پھر حضرت ابراہیمؑ کا قصہ بیان کیا کہ کس طرح وہ شرک سے بیزار تھے جو ان کی قوم میں رائج تھی۔ مشرکین عرب کے علاوہ نصاریٰ اور یہود کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ ان کے دین کے پیشوا ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن میں جگہ جگہ ان کو ہوشیار کرتا ہے کہ جو دین ابراہیمؑ لے کر آئے تھے وہ خالص اسلام تھا۔ وہی دین حضرت محمد ﷺ بھی لائے ہیں۔ وہ مشرک نہ تھے بلکہ ان کی ساری کوششیں شرک کو ختم کرنا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے خاندان تک کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے بتوں کو توڑ پھوڑ دیا سوائے بڑے بت کے تاکہ وہ گواہی دے سکے کہ کس نے بتوں کو توڑا ہے لیکن وہ بے جان پتھر کا بت کیا گواہی دیتا۔ ان کی قوم کا کہنا تھا کہ ان کو پتہ ہے کہ یہ سب پتھر، لکڑی کے بنے ہیں اور بے جان ہیں لیکن یہ اندھی تقلید ان کے باپ دادا سے چلی آرہی ہے اور وہ اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ تب ابراہیمؑ نے کہا کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرنا سراسر حماقت ہے اور نقصان سے بھرپور ہے۔ دیکھو تو آخرت کا نقصان تو ایک طرف، دینوی نقصان دیکھو کہ گھی، چاول میوے ان بتوں کے نذرانے میں پیش کئے جا رہے ہیں اور کھانے والا کون ہے ان کے مفت خورے پجاری۔ حالانکہ حضرت ابراہیمؑ کی قوم اور تمام مشرکین کا اپنے معبودوں کے بارے میں یہ عقیدہ رہا ہے کہ وہ سب اللہ کی مخلوق ہیں اس لئے ابراہیمؑ کی پہلی دلیل یہ تھی کہ صرف اس کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور پیدا کر کے یوں چھوڑ نہیں دیا بلکہ تمہاری رہنمائی، پرورش، نگہداشت، حفاظت اور حاجت روائی کا ذمہ بھی اس نے اپنے پر لیا تو پھر ایسی ہستی کو چھوڑ کر دوسرے سہارے ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے۔

جبکہ وہی ایک ہستی اللہ ہے جو ہمیں موت دے کر پھر اپنے پاس بلا لیتا ہے اور کوئی طاقت دنیا میں سوائے اللہ کے ایسی نہیں ہے جو موت کے آنے کو روک دے یا اسے اپنی موت کا وقت اور جگہ معلوم ہو۔ حتی کہ بہت سے انسان جنہیں معبود بنا کر مشرکین نے پوجا وہ بھی اپنی موت کو نہ ٹال سکے۔ پھر ابراہیمؑ کی دعا کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے باپ کی مغفرت کے لئے کی۔ آخرت میں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا وہی دل کام آئے گا جو کفر وشرک اور نافرمانی سے پاک رہا ہو اور وہی مال کام آئے گا جسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا گیا ہو۔ دنیا میں جن کو یہ لوگ بزرگ، دیوی دیوتا اور رہنما مانتے تھے اور ان کو پوجتے تھے اور ان کی نذر و نیاز کرتے تھے، قیامت میں ان کے خلاف ہو جائیں گے اور ان کے ماننے والوں کو مجرم ٹھہرائیں گے۔ دوزخ کی آگ مجرموں کو دیکھ کر اور بھڑکے گی۔ وہ تمنا کریں گے کہ ایک بار پھر دنیا میں بھیج دیئے جائیں تو وہ مومن بن کر بتائیں۔ دوسری جگہ قرآن میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر انہیں دنیا میں فرض کرو بھیج بھی دیں تو وہ پھر وہی کریں گے۔ وہ لوگ باز نہیں آئیں گے۔ اس قصہ سے مشرکین وکفار قریش کو یہ بتانا ہے کہ جس شرک کو ابراہیمؑ جو تمہارے اپنے پیشوا رہ چکے ہیں ختم کرنے میں ساری عمر بتا دی اب تم لوگ وہی کچھ شرک کر رہے ہو۔ ان کی قوم بھی ہلاک ہوئی اور دنیا سے مٹ گئی تو اس سے عبرت حاصل کرو کہ یہ بھی ایک نشانی ہے۔

اس کے بعد قوم نوح کا ذکر کیا کہ انہوں نے بھی اپنے رسول کو جھٹلایا۔ ان کے ماننے والے بھی ادنیٰ قسم کے لوگ تھے جس طرح دوسرے انبیاء کے رہے ہیں اور محمد ﷺ کے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ ایمان لانے والوں کے صف سے یہ غریب لوگ نکالے جائیں تب وہ لوگ ایمان لائیں گے۔ جس پر کہ نبی کو اللہ کی طرف سے صاف ہدایت ملی کہ حق سے منہ موڑنے والے متکبروں کی خاطر ایمان قبول کرنے والے غریبوں کو دھکے نہیں دیئے جا سکتے۔ آخر قوم نوح کو ہلاک کیا اور نوحؑ اور ان کے ماننے والوں کو کشتی میں بچا لیا۔ اس میں بھی نشانی ہے کہ اللہ زبردست ہے کہ وہ حق نہ ماننے والے کو سزا دیتا ہے۔ اور رحیم بن کر کہ حق کو ماننے والوں پر رحم کرتا ہے۔ اس کے بعد قوم عاد کا ذکر کیا ہے جو اپنی شان وشوکت بتانے کے لئے بڑی بڑی عمارتیں بناتے تھے اور دل کھول کر خرچ کرتے تھے لیکن بچارے غریبوں کو سر چھپانے کی جگہ نہ تھی۔ آخر ان پر زور کی آندھی آئی اور آٹھ دن اور سات راتوں تک مسلسل ہوا چلتی رہی جس نے ہر چیز کو تباہ کر ڈالا۔ اسی طرح قوم ثمود نے بھی حق کو جھٹلایا اور نشانی مانگی تو اونٹنی ان کو نشانی کے طور پر دی گی کہ ایک دن وہ اونٹنی پانی پیئے گی اور ایک دن دوسرے سارے لوگ۔ لیکن انہوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ کر اسے مار ڈالا آخر اللہ کا عذاب ایک زبردست زلزلے کی شکل میں آکر ان کو تباہ کر دیا۔ پھر لوط کی قوم کا ذکر کیا ہے کہ وہ بھی غلط کام کرتے تھے اور

سمجھانے پر مانتے نہ تھے۔ وہ اپنی جنسی طلب مردوں سے پوری کرتے تھے۔ آخر کار وہ بھی تباہ ہو گئے۔ پھر اصحاب الایکہ جو حضرت شعیب کی قوم تھی۔ ان کا ذکر کیا گیا کہ ان کے رسول نے ان کو ناپ تول میں دھوکہ کرنے سے منع کیا مگر انہوں نے عذاب کو دھمکی سمجھ کر چیلنج کیا کہ لے آؤ وہ عذاب تو آخر کار وہ بھی عذاب میں پھنس کر تباہ ہوئے تو اس میں بھی عبرت کی ایک نشانی ہے کہ کفار قریش بھی اسی طرح کے چیلنج اپنے نبی کو کرتے تھے۔

اب یہ ساری نشانیاں عبرت کے طور پر تمہارے آگے رکھی گئی ہیں۔ اس سے سبق لے کر سنبھلنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اپنا ہی نقصان کرو گے اور تم لوگ حق کو نیچا دکھانے کے لئے اپنے نبیؐ پر اپنی ضد کی وجہ سے شاعری، کاہن، جادوگر، اور دیوانہ کی تہمتیں رکھتے ہو تو سراسر ظلم ہے اور ظلم کرنے والوں کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ان کا انجام کیا ہے۔

سورۃ النمل

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:۔ یہ سورہ مکہ کے متوسط دور میں نازل ہوئی۔ اس میں ترانوے آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

شروع میں یہ بات بالکل واضح کی گئی ہے کہ یہ قرآن صرف اللہ واحد کی طرف سے ہے جو کہ پوری کی پوری ہدایت ہے اور اس سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اسے پڑھ کر اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتے ہیں اپنی نمازیں قائم کرتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں جو کہ اپنے نفس کو، اپنے اخلاق کو اور اپنے مال کو پاکیزہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ نماز اور زکواۃ ادا کرنے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ واقع اس شخص نے اللہ کی اطاعت قبول کر لی۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس سے اس کی سرکشی ظاہر ہوتی ہے۔ چاہے اس نے اللہ کو حاکم مان لیا ہو لیکن بظاہر وہ اللہ کے حکم کی پیروی کرنے کو تیار نہیں ہے اور قرآن کی آیتوں سے فائدہ اٹھانے والے صرف وہی لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں یعنی محمدﷺ کی دعوت کو قبول کرتے ہیں جو کہ صرف اللہ ہی کو اکیلا اپنا رب مانتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی بھی دوسرے کو شریک نہیں کرتے اور نہ ہی دعاؤں کے قبول نہ ہونے پر دوسرے ہستیوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ بلکہ وہ ہر حال میں اللہ کو ہی اپنا رب مان کر اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ آخرت پر یقین رکھتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے اور ہمیں اپنے کیے کا حساب دینا ہے اور اس کے مطابق سزا و جزا پانی ہے۔ محمدﷺ کو اپنا پیشوا مان کر سب انبیاء پر یقین رکھتے ہیں۔ قرآن کو کتاب اللہ مان کر دوسری اللہ کی کتابوں پر بھی یقین رکھتے ہیں اور اپنی زندگی کو اللہ

کی عبادت اور اطاعت سے سنوارتے ہیں سو ایسے لوگوں کے لئے خوشخبری ہے کہ ان کے کئے کا پھل ان کو آخرت میں کئی گنا زیادہ ملے گا۔ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ قصور کرنے والا اگر توبہ کر کے اپنی اصلاح کرے اور نیک عمل کرنے لگے تو اللہ کے ہاں اس کے لئے درگذر کا دروازہ کھلا ہے۔

اس سورہ میں آخرت کے عقیدہ پر کافی زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ آخرت کا انکار ہی سب سے بڑا سبب انسان کی گمراہی کا ہے کہ وہ اسے نفس کا بندہ بنا دیتا ہے اور وہ بالکل ہی دین سے لاتعلق ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے اللہ کے آگے جھکنا اور اپنے نفس کی خواہشات پر پابندیاں برداشت کرنا ممکن نہیں ہوتا وہ سرکش ہو جاتا ہے۔ ہر گمراہی کو اچھا سمجھ کر اس راستے پر چل پڑتا ہے۔ دینوی فائدے اور آخرت کے نقصان کے تقاضے اسے دو مختلف سمتوں میں کھینچنے لگتے ہیں تو اس کے آخرت کا انکار اسے بے تکلف دنیا کے فائدے کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ اور دنیا کی زینتوں کو پانے کے لئے کچھ بھی کر گذرتا ہے کیونکہ وہ آخرت کے جزا و سزا کو سرے سے مانتا ہی نہیں ہے۔ اس کے نزدیک تو صرف یہ دنیا ہے اور مرنے کے بعد کون دوبارہ اٹھتا ہے اس لئے جو چاہے کرو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ جب وہ سمجھانے کے باوجود نہیں سمجھنا چاہتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی مرضی پر چھوڑتا ہے اور شیطان ہر وقت اس کو اس کے برے کرتوتوں کو اچھا بتا کر اسے شاباش دیتا ہے۔ تو ایسے لوگ آخرت میں بری طرح نقصان اٹھانے والے ہیں جہاں کہ موت نہیں ہے کہ ان کے عذاب کا خاتمہ ہو بلکہ وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ مشرکین و کفار مکہ آخرت میں دوبارہ زندہ ہو کر حساب دینے کو ماننے سے انکار کرتے تھے۔ ان کو یقین ہی نہیں آتا تھا کہ کس طرح دوبارہ زندہ کیے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو نیند کی مثال دیتا ہے کہ کس طرح جب ہم پر نیند طاری ہوتی ہے تو ہماری روح کچھ دیر کے لئے چلی جاتی ہے اور پھر دوبارہ ہمارے بدن میں واپس لوٹا دی جاتی ہے اور ہم اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

اس سورہ میں اس پر بھی زور دیا گیا ہے کہ یہ قرآن اللہ ہی کا کلام ہے کیونکہ اس کتاب کی تبلیغ کا ذمہ ایک ان پڑھ شخص حضرت محمد ﷺ کو سونپا گیا۔ اگر غور کرو تو خود ہی بات سمجھ میں آجائے گی کہ یہ صرف اللہ ہی کا کلام ہو سکتا ہے اور یہ ایک پوری ہدایت اور بشارت کی کتاب ہے اور یہ کتاب حق اور باطل کے فرق کو کھول کھول کر بیان کرتی ہے۔ پھر تین قسم کی سیرتوں کے نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ ایک نمونہ فرعون اور سرداران ثمود اور سرکش قوم لوط کا ہے۔ جن کی سیرت آخرت کے حساب و کتاب سے بے فکر اور نفس کی بندگی سے تعمیر ہوئی تھی جن کو اللہ واحد کے آگے جھکنے اور اپنے نفس کی خواہشات پر اخلاقی پابندیاں برداشت کرنا ممکن نہیں تھا۔ وہ نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان لانے کو تیار نہ تھے آخر ہلاک ہو گئے۔

،دوسرا نمونہ سلیمانؑ کا ہے جن کو اللہ نے دولت اور شان وشوکت سے اس قدر زیادہ نوازا تھا۔ کہ کفار مکہ ان کے مقابلے میں کچھ نہ تھے۔ سلیمانؑ اپنے آپ کو اللہ کے آگے جوابدہ سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے شکر گذار تھے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ اسلئے ان کا سر ہمیشہ اللہ ہی کے آگے جھکتا تھا۔ اور ان کی فطرت میں ذرا بھی تکبر نہ تھا اس کے برعکس سرداران قریش کے تکبر سے ان کی گردن اکڑی ہوئی تھی اور کسی صورت اللہ واحد کے آگے جھکنے کو تیار نہ تھے بلکہ پل تو اللہ کے رزق پر تھے لیکن عبادت میں دوسرے شریک بنائے تھے۔ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے چھوٹے بیٹھے تھے۔ 965 قبل مسیح میں داؤدؑ کے جانشین ہوئے اور تقریباً چالیس سال تک حکمرانی کی۔ ان کے لشکر میں جن، انسان اور پرندے شامل تھے۔ ممکن ہے پرندے پیغام رسائی کا کام کرتے ہوں۔ اس میں چیونٹی کا قصہ بھی بیان کیا ہے کہ کس طرح انہوں نے چیونٹی کی زبان سمجھ لی جبکہ چیونٹیوں کو خطرہ ہو گیا کہ کہیں سلیمان کا اتنا بڑا لشکر ان کو کچل نہ دے اور یہ سن کر کس طرح خلوص سے سلیمانؑ نے دعا کہ اے اللہ سے شکر گذاروں میں شامل کر اور اس کا شمار نیک بندوں میں ہو۔ کہیں اس کی شان وشوکت اور قابلیت اسے تکبری میں مبتلا نہ کر دے اس لئے وہ اللہ ہی کے آگے سربسجود تھے۔ پھر فرمایا کہ کس طرح ہدہد نے اس کا پیغام ملکہ سبا کو پہنچایا کہ سیدھے طرح سے ایمان لے آؤ ورنہ وہ ان پر چڑھائی کر کے ان کو زیر کر دیں گے۔

تیسرا نمونہ ملکہ سبا بلقیس کا ہے جو عرب کی تاریخ کی نہایت مشہور دولت مند قوم پر حکمران تھی وہ ایک مشرک قوم سے تعلق رکھتی تھی اپنی آبائی تقلید کی بنا پر بھی اور اپنی قوم کی سرداری برقرار رکھنے کی خاطر وہ مشرک تھی۔ سبا جنوبی عرب کی تجارت پیشہ قوم تھی جس کا دارالحکومت مارب تھا جو یمن میں تھا۔ اس کا زمانہ عروج 1100 ق م سے شروع ہو کر ایک ہزار سال تک رہا۔ عرب میں یمن اور حضرموت اور افریقہ میں حبش کے علاقے پر ان کا قبضہ تھا۔ مشرقی افریقہ ہندوستان اور عرب کی ساری تجارت ان کے ہاتھ میں تھی۔ تجارت کے علاوہ ان کی خوشحالی کا دوسرا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اپنے ملک میں جگہ جگہ بند باندھ کر پانی پہنچانے کا نظام قائم کیا تھا جس سے کہ ان کا علاقہ سرسبز جنت بنا ہوا تھا۔ یہ قوم سورج کو پوجتی تھی۔ آخر کار سلیمانؑ نے پیغام دے کر ان کو سیدھے راستے پر ڈالا اور حق ان پر جب واضح ہو گیا تو کوئی چیز ان کو قبول حق سے نہ روک سکی۔ اس قصہ سے سرداران قریش کو نصیحت ہے کہ ملکہ سبا اور اس کی شان وشوکت سرداران قریش سے کہیں زیادہ تھی۔ وہ بھی ایک مشرک قوم تھی لیکن کسی طرح وہ عقل کو استعمال کر کے صحیح ہو گئے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کس طرح ملکہ بلقیس کا تخت ڈیڑھ ہزار میل سے پلک جھپکتے اٹھ کر سلیمانؑ کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس اللہ کے حکم سے یہ عظیم کائنات وجود میں آ گئی ہے تو اس کے لئے ملکہ کے تخت کو آن کی آن میں پہنچانا کونسا

مشکل ہے اور یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ حالانکہ وہ کافرہ تھی کیونکہ کافر قوم میں پیدا ہوئی تھی لیکن کفار مکہ کی طرح اس میں ضد اور ہٹ دھرمی نہ تھی۔ حضرت سلیمانؑ سے ملاقات کے بعد اس نے جب دیکھا کہ وہ کس قدر خدا ترس، نیک نفس اور غرور سے پاک ہے اور کس طرح ہر وقت اس کا سر اللہ کی شکر گذاری میں جھکا رہتا ہے تو اس کو ہوش آیا اور وہ ایمان لے آئی۔ اس سورہ میں موسیٰ کا قصہ بیان کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح موسیٰ کو آگ نظر آئی اور جب وہ قریب پہنچا تو کس طرح اللہ نے اسے پکارا اور نبوت سے سرفراز کیا بالکل اسی طرح عجیب معاملہ محمد ﷺ کے ساتھ بھی پیش آیا کہ غار حرا کی تنہائی میں یکا یک ایک فرشتہ نے آ کر اللہ کا پیغام دینا شروع کیا۔ جب موسیٰ کو پیغمبر مانتے ہو تو محمد ﷺ کو ماننے سے کیوں انکار کرتے ہو۔

پھر اس کے بعد ان سے پوچھا گیا ہے کہ بتاؤ اللہ بہتر ہے یا ان کے معبود جن کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے تھے اور ان کی نذر و نیاز کرتے تھے۔ مشرکین کو اچھی طرح اس بات کا پتہ تھا کہ سب کچھ کا بنانے والا اور سب کچھ دینے والا اللہ ہی ہے اور اللہ کا اور ان کے معبودوں کا کوئی مقابلہ نہیں ہے اور یہ کہ اللہ ہی بہتر ہے لیکن اگر وہ اقرار کرتے تو ان کی پوری دین اور دنیا کی بنیاد الٹ جاتی اور ان کی حماقت ظاہر ہو جاتی کہ بہتر کو چھوڑ کر بدتر باطل معبودان کے پیچھے اندھوں کی طرح چلے جا رہے ہیں۔ اس لئے اس سوال کا جواب دینے کی ان کی ہمت نہ تھی۔

اس کے بعد اللہ کی تخلیق اور قدرت کے کارناموں کا ذکر کر کے پوچھا گیا کہ بتاؤ یہ کس کے کام ہیں۔ کیا اللہ کے ساتھ دوسرے بھی ان کاموں میں شریک ہیں؟ اگر نہیں تو پھر یہ دوسرے آخر کیا ہیں جن کو تم اپنی حاجت کے لئے پکارتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو۔ مثلاً زمین کو دیکھو کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے انسان کے بسنے کے لئے فرش بنایا اگر اس کی تفصیلات پر غور کرو تو عقل دنگ رہ جائے اور وہ مانے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ یہ سب ایک قادر مطلق اللہ ہی کے کارنامے ہیں کہ کس طرح زمین باقاعدگی کے ساتھ سورج کے سامنے آتی ہے اور چھپتی ہے جس سے رات اور دن رونما ہوتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہو اور صرف رات ہی رات ہو تو سردی اور بغیر روشنی کے حیوانات اور نباتات کی زندگی محال ہو۔ اسی طرح اگر دن ہی دن ہو تو گرمی کی شدت کی وجہ سے پیدائش اور گذارا مشکل ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے زمین کے اوپر پانچ سو میل کی بلندی تک ہوا کا ایک غلاف چڑھایا ہے جو شہابوں کی خوفناک تباہی سے اسے بچاتی ہے ورنہ زمین پر تباہی کی وجہ سے کوئی زندہ نہ رہ سکتا۔ یہی ہوا درجہ حرارت کو قابو میں رکھتی ہے۔ سمندروں سے بادل اٹھاتی ہے اور کس طرح سمندر کے پانی کا کھارا پن نیچے رہ جاتا ہے اور میٹھا پانی بارش کی صورت میں برستا ہے۔ یہی ہوا انسان، حیوان اور نباتات کو آکسیجن پہنچاتی ہے جو زندہ رہنے

کے لئے بہت ضروری ہے۔ پھر اس زمین میں ایک کشش رکھ دی گئی ہے جو پانی، ہوا اور ان تمام اشیاء کو جو زمین پر پائی جاتی ہیں سمیٹے رکھتی ہے۔ پھر زمین کو سورج سے ایک خاص فاصلہ پر رکھا گیا ہے جو آبادی کے لئے مناسب ہے۔ پھر وہی ایک اللہ پانی کا بھی انتظام کرتا ہے اور دیکھو کس طرح میٹھے اور کھارے پانی کے ذخیرے آپس میں خلط ملط نہیں ہوتے۔ بعض مقامات پر کھارے پانی کے سمندر سے میٹھے پانی کے چشمے رواں ہوتے ہیں اور ان کی دھاریں آپس میں نہیں ملتی ہیں۔

پھر کس طرح ستاروں کے ذریعے سے اللہ نے تمہارے لئے رات کی تاریکی میں راستہ دکھانے کا انتظام کیا ہے۔ اور کس طرح وہ ایک معمولی قطرے سے خلق کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کی نسل چلاتی ہے۔ انسان کا بچہ انسان ہی پیدا ہوتا ہے اور اس کی کتنی صورتیں بنائی ہیں۔ الگ الگ رنگ و روپ ہوتے ہیں۔ ایک باریک سے خلیے میں کتنے انسانی اوصاف پائے جاتے ہیں۔ پھر ایک سوکھی کھجور کے بیج سے کھجور کا ہی بوٹا نکلتا ہے۔ اب غور کرو کہ یہ سب کس کے کام ہیں۔ پھر بتاؤ کہ غیب کا علم کس کو ہے۔ کیا کسی کو بھی یہ پتہ ہے کہ وہ کب، کہاں اور کیسے مرے گا۔ یہ صرف اللہ ہی کو معلوم ہے اور سوائے اللہ کے کوئی دوسرا نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی۔ بلکہ کل اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اسے بھی سوائے اللہ کے کوئی نہیں جان سکتا۔

پھر نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ کا کام صرف ان کو سمجھانا ہے کہ ایمان لے آئیں اور اپنے کو درست کریں اگر وہ نہیں مانتے تو ان کے پیچھے نہ پڑو وہ خود اپنا ہی نقصان کریں گے جب وہ دن جس کا وعدہ ہے ان کے سامنے آجائے گا۔ وہ جو عذاب کو دھمکی سمجھتے ہیں اور اس کے آنے میں جلدی مچا رہے ہیں تو ہمارا کام تو یہ ہے کہ ان کو نصیحت کرے اور ان کو اصلاح کا وقت دے یہ نہیں کہ فوراً ان کو گناہوں پر پکڑ کر عذاب سے ہلاک کر دیں۔ اسلئے آپ تبلیغ کا کام جاری رکھیں۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ قیامت جب ہوگی کہ جب اس سرزمین پر نیکی کا حکم کرنے والا اور بدی سے روکنے والا باقی نہ رہے گا اور قیامت قائم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ایک جانور پیدا کرے گا جو انسانی زبان میں کلام کرے گا اور اس طرح ان کی آخری حجت تمام ہوگی۔ جو بات وہ کہے گا وہ یہ کہ تم لوگوں نے قیامت کے آنے کو ایک مذاق سمجھا تھا اب لو دیکھو اس کا وقت آن پہنچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ حضور ﷺ نے قیامت کی نشانیوں کا ذکر کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ کا آنا دجال کا آنا، جانور کا پیدا ہونا جو انسانی زبان میں اللہ کے وعدے کی تصدیق کرے۔ دھواں کا نمودار ہونا، یاجوج ماجوج کا آنا، آفتاب کا مغرب سے نکلنا، یہ نشانیاں یکے بعد دیگر نمودار ہوں گی۔ جس روز کے صور پھونکا جائے گا اور ساری دنیا اتھل پتھل ہو جائے گی اور سب سر جھکائے اللہ کے حضور حاضر ہوں گے۔ تب اس کو ماننا ہی

پڑے گا کہ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ یہ آخری فیصلہ کا دن ہوگا۔ جو ایمان کے ساتھ نیکی لے کر آئے گا اسے کئی گنا زیادہ انعام ملے گا اور ایسے لوگ قیامت کے ہول سے محفوظ رہیں گے اور جو برائی اور کفر لے کر آئے گا ایسے سب لوگ اوندھے منہ آگ میں پھینکے جائیں گے۔ یاد رکھو جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا۔

آخر میں محمد ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ ان کو اللہ کا پیغام پہنچا دو کہ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ عرب کی ایسی بدامنی اور افراتفری میں اور خون ریزی میں اس نے مکہ کو ایک امن کا شہر بنایا ہے جس کے فضل سے تمہارا یہ شہر ملک عرب کا مرکز عقیدت بنا ہوا ہے۔ پھر اگر تم کو ناشکری کرنا ہے تو کرو۔ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے شکر گزار بن کر صرف اسی اللہ واحد کے آگے جھک جاؤں۔

سورۃ القصص

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں اٹھاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

اس سورہ میں موسیٰ کا قصہ تفصیل سے بتایا گیا ہے۔ اس سورہ کا موضوع کفار و مشرکین مکہ کے شبہات اور اعتراضات کو دور کرنا ہے جو نبی ﷺ کی رسالت پر کرتے تھے اور دعوت حق پر ایمان نہ لانے کے لئے وہ لوگ طرح طرح کے بہانے تراشتے تھے۔ محمد ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے سے وہ انکار کرتے تھے اور اللہ کی طرف سے لائی ہوئی دعوت حق کے سخت خلاف تھے۔ اس لئے آپؐ پر ایمان نہ لانے کے لئے ہر قسم کے بہانے تراشتے تھے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایک ایک پہلو پر روشنی ڈال کر نہایت حکیمانہ طریقے سے ان کی اس بنیادی مرض کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جن کی وجہ سے یہ لوگ حق اور باطل کا فیصلہ اپنے دینوی مفاد کے لئے کرتے تھے اور انکی اسلام قبول نہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ عرب میں اپنی پوزیشن اور سرداری نہیں کھونا چاہتے تھے۔

قریش کو جس چیز نے عرب میں اہمیت دی تھی وہ ان کا نسب تھا کہ وہ حضرت اسماعیل کی ال سے تھے اس لئے ان کا خاندان بہت ہی معزز سمجھا جاتا تھا اور چونکہ وہ کعبہ کے دیکھ بھال کرنے والے تھے اس لئے ان کو اور بھی اہمیت حاصل تھی۔ ان کو مذہبی پیشوائی کا مقام حاصل تھا۔ ان کا تجارتی کاروبار بھی عروج پر تھا کیونکہ ان دنوں روم اور ایران میں سیاسی کشمکش تھی۔ جس کی وجہ سے ایران نے روم و یونان اور مصر و شام کی جتنی تجارت بھی چین، ہندوستان، انڈونیشیا اور افریقہ کے ساتھ تھی اس کے سارے راستے بند کر دیئے تھے اور یمن پر جب ایران نے قبضہ کیا تو ان کا آخری راستہ بحر احمر بھی

بند ہو کر رہ گیا۔ اس لئے عرب کے تاجر رومی مقبوضات کا مال بحر عرب اور خلیج فارس پر پہنچاتے اور پھر انہی بندگاہوں سے مشرقی ممالک کے مال کو رومی مقبوضات پر پہنچانے لگے جس کی وجہ سے مکہ تجارت کا ایک اہم مرکز بن گیا اور قریش کا کاروبار خوب چمک اٹھا۔ ان کے تجارتی قافلے جن جن قبائل کے علاقوں سے گذرتے، سرداران قریش ان کو اپنے منافع میں سے کچھ ضرور دیتے اس لئے بھی اور مذہبی حیثیت سے بھی ان کی بہت عزت کی جاتی تھی۔ ان کے سود کا کاروبار بھی خوب پھیلا ہوا تھا۔ پھر ان حالات میں محمد ﷺ دعوت حق لے کر اٹھے تو سرداران قریش کو اپنا مفاد خطرے میں نظر آنے لگا۔ شرک وبت پرستی میں ان دنوں کثرت سے قبائل جکڑے ہوئے تھے جن سے کہ قریش کی دوستی تھی اس لئے نبی کی دعوت حق کو قبول کر کے ان کو یہ خطرہ تھا کہ تمام عرب ان کے خلاف بھڑک اٹھیں گے اور نہ صرف ان کی تجارت بلکہ ان کا مذہبی رسوخ بھی ختم ہو جائے گا اور وہ کلمہ قبول کر کے اس سرزمین عرب میں بے یارومددگار رہ جائیں گے۔ یہی ان کی سب سے بڑی وجہ تھی کہ وہ دعوت حق کا انکار کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر کا پہلا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ نے اپنے فضل وکرم سے مکہ کو عرب کا دینی مرکز بنایا ہے اور سخت بدامنی کے ماحول میں صرف یہی ملک ہے کہ جہاں دینی حیثیت کی وجہ سے امن قائم ہے اور اسی حرم کے امن وامان اور دینی مرکزیت کی بنا پر دنیا بھر کا مال تجارت یہاں کھنچا چلا آتا ہے اور یہ سب اللہ کی نعمت کا پھل ہے کہ آج تم عرب کے سردار بنے بیٹھے ہو۔ تو جس اللہ نے تم کو یہ ساری نعمت بخشی ہے تو ذرا سوچو کہ اسی اللہ سے بغاوت کر کے تم پھل پھول سکو گے؟ پھر دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ جس مال پر تم اس قدر اتراتے ہو تو یہی چیز کبھی عاد وثمود وسبا، مدین اور قوم لوط کو بھی حاصل تھی تو کیا پھر وہ حق کا انکار کر کے اللہ کے غضب سے بچ سکے؟ اب تیسرا جواب ہے کہ ان تباہ کن قوموں کے کھنڈرات کا نظارہ تم کر چکے ہو۔ ان قوموں نے اللہ کی نعمت کا کفران کیا اور اپنی دینوی لذت میں مست ہو کر اپنے انبیاء کی بات نہ مانی اور ان کی لائی ہوئی دعوت حق کا انکار کیا تو دیکھو وہ اللہ کے غضب میں آکر کیسے ہلاک ہوئے۔ اب تم بھی اسی راستے پر چل پڑے ہو تو کیا تم بھی وہی کچھ اپنے ساتھ ہوتا دیکھنا چاہتے ہو؟

پھر چوتھا جواب یہ ہے کہ دعوت حق کو مان کر جس سروسامان اور آن بان کے چھوٹنے کا قریش کو خطرہ ہے تو یہ صرف عارضی ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنے پیار سے سمجھاتا ہے کہ کیوں ان کے چھوٹنے کا غم کرتے ہو۔ آخرکار اس دنیا سے جانا تو ہے ہی اور ساتھ تو نہ کوئی کچھ لے گیا اور نہ لے جائے گا تو اسی طرح تم کو بھی تو خالی ہاتھ ہی جانا ہوگا۔ دنیا کا عیش تو کچھ دنوں کا ہے لیکن دعوت حق کو مان کر تو آخرت کی کامیابی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، کبھی ختم نہیں ہونا ہے تو پھر سوچو کہ تم کونسا پسند کرو گے۔ اور پھر اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نہیں کہتا کہ تم تجارت لپیٹ دو اور اپنا کاروبار بند کرو اور پیغمبر کو مان کر فقیر بن جاؤ بلکہ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے وہ جس دولت پر تم اتنے پھولے ہوئے ہو وہ بہت تھوڑی ہے اور صرف تھوڑے دنوں کے لئے تم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو اور تمہارے دعوت حق کے انکار کا یہ سودا تمہارے لئے آخرت میں بہت ہی مہنگا پڑے گا۔ اب یہ تم پر ہے کہ اپنی عقل کو استعمال کر کے سوچو کہ آیا وہ شخص بہتر ہے جو حق کو قبول کر کے اپنے رب کی خدمت بجالائے اور ہمیشہ کے لئے انعام سے نوازا جائے یا پھر وہ جو حق کا انکار کر کے مجرم کی حیثیت سے گرفتار ہو کر اللہ کے حضور پیش ہوا اور ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ کا مستحق ہو۔ اب یہ تم پر ہے۔ تم کو عقل دی گئی ہے اور اچھے برے کی تمیز بتا دی گئی ہے۔ ہمارے پیغمبر تمہارے لئے بھیجے گئے ہیں تا کہ تم کو پرانا سبق یاد دلائیں اس لئے ہوش میں آؤ۔ صرف ایک اللہ کو قبول کرو۔ اس کے ساتھ جو صرف اکیلا ہی تمہارا پیدا کرنے والا اور کائنات کا پیدا کرنے والا اور سب کو رزق دینے والا ہے کسی اور کو شریک مت کرو کہ یہ تمہارے شریک جن وانس خود تمہارے خلاف ہی گواہی دیں گے اس لئے میری بات کا یقین کرو اور سیدھے راستے پر آ جاؤ۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ اپنے گھر آئی ہوئی نعمت کو ٹھکراتے ہو کہ محمد ﷺ کی نبوت کو نہیں مانتے تم سے تو پھر وہ عیسائی اچھے ہوئے جنہوں نے نبی ﷺ کی بعثت کی خبر سن کر تحقیق کے لئے مکہ آئے اور اسلام قبول کیا۔ ابوجہل نے ان کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے اسکو بڑے ہی نیک طریقے سے جواب دیا کہ سلام ہو تم پر ہم جان بوجھ کر بھلائی سے اپنے آپ کو محروم نہیں کر سکتے۔ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہم بھی ہر برائی کو اپنے اچھے اخلاق اور بھلائی سے دور کریں اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اپنی ضروریات زائد کو اللہ ہی کی راہ میں خرچ کریں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوہرا اجر ملے گا۔ ایک عیسیٰ کے ماننے کے تحت اور دوسرا نبی کو قبول کرنے کے تحت۔ ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے پہلے ہی حق کو مان لیا کہ وہ مسلم تھے کہ ایک اللہ کے آگے سر جھکانے والے تھے اور پہلے بھی انہوں نے اللہ کے رسول حضرت عیسیٰ کو قبول کیا اور اب بھی اللہ کے رسول محمد ﷺ کو قبول کر رہے ہیں۔ اسلئے ان کو قیامت میں دوہرا اجر دیا جائے گا۔

کفار و مشرکین محمد ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے سے انکار کرتے تھے اور جو کلام بھی وحی کے ذریعے ان کو دی جاتی تو کفار و قریش کہتے کہ یہ سب ان کا گھڑا ہوا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تین ثبوت چیلنج کے طور پر پیش کئے ہیں۔ کہ محمد ﷺ سب سے پہلے تو ایک ان پڑھ انسان تھے اور پھر ایسے ایک ان پڑھ کو اتنا خوبصورت کلام زبانی سنانا اور ہر وقت کسی نہ کسی کا اس سے متاثر ہونا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اور

پھر ان کے پاس پچھلی تاریخ کی کوئی لائبریری بھی نہیں کہ وہ اتنی خوبصورت اور تفصیل سے پچھلی تاریخ کو دوہرائیں مثلاً موسیٰ کے ان ستر نمائندوں کا ذکر جن کو شریعت کی پابندی کا عہد لینے کے لئے حضرت موسیٰ کے ساتھ بلایا گیا تھا۔ اور جب آپ تجارتی سفر کرتے تھے تو اکیلے تو نہیں ہوتے تھے کیونکہ کفار و قریش کا کہنا تھا کہ کوئی عیسائی یا یہودی آپ کو چپکے سے مل کر یہ سبق پڑھا جاتے ہیں۔ کم سے کم کسی نہ کسی نے تو ضرور آپ کو دیکھ لیا ہوتا یا کبھی نہ کبھی تو وہ اہل کتاب آگے آکر ضرور کہہ دیتا کہ بھئی یہ سب میری پڑھائی ہے لہذا نبی مجھے بنایا جائے اور پھر رومی سلطنت جو کہ عیسائی تھی کیا وہ ایسے آدمی کو زندہ چھوڑتا۔ بلکہ وہ خود ہی اعلان کر دیتے کہ یہ سب ہمارے آدمی سے سیکھا ہے۔ اب تم لوگ یہود کی طرح معجزہ مانگتے ہو کہ اسکے بغیر تم لوگ آپ کی نبوت کو نہیں مانو گے تو موسیٰ کے معجزے کو دیکھ کر کب وہ لوگ ایمان لائے تھے کہ تم لوگ تیار بیٹھے ہو کہ معجزہ دیکھ کر ہی ایمان لاؤ گے اور یہ ساری پرانی تفصیلات جو تم کو بتائی جا رہی ہیں تو وہ کیا معجزہ سے کم ہیں؟ لیکن سچ مانو تو ہدایت صرف ان ہی کو ملتی ہے جن کے دلوں پر غرور و تکبر اور ضد کا خول نہ چڑھا ہو۔

پھر موسیٰ کا طویل قصہ سنا کر یہ فرمایا گیا ہے کہ حق اور باطل کی کشمکش میں تم لوگ جو گرفتار ہو تو یہی جنگ موسیٰ اور فرعون کے درمیان تھی لیکن پھر آخر جیت کس کی ہوئی اور پھر جس طرح موسیٰ کو نبوت چپکے سے ملی بالکل اسی طرح محمد ﷺ کو بھی چپکے سے دی گئی ہے۔ فرعون جو اپنے کو سورج دیوتا کا اوتار کہتا تھا اور ظلم و فساد مچایا ہوا تھا آخر وہ تباہ ہوا اور ساری دنیا کے لئے ایک عبرت چھوڑ گیا۔ اب تم لوگ بھی اسی کے نقش و قدم پر چل رہے ہو تو پھر تمہارا بھی یہی حشر ہونا ہے اور آخر کار دوزخ کا عذاب ہے جو کہ اور بھی سخت ہے۔ پھر قارون کا قصہ بیان کیا ہے جو اپنی دولت میں مست تھا اور آخر کار اللہ نے اسے زمین میں ہی دھنسا دیا۔ اس لئے جو کچھ بھی تم کو اللہ نے دیا ہے اس پر شکر کرو اور لالچ مت کرو کہ آخر سب کچھ چھوڑ کر جانا پڑے گا۔ بلکہ جو دیا ہے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

آخر میں فرمایا ہے کہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اللہ کی ذات کے اس لئے صرف اسی کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ شریک مت کرو۔ یہ قرآن پوری ہدایت ہے اس لئے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

سورۃ العنکبوت

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں انہتر آیتیں اور سات رکوع ہیں۔ اس کی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورہ ہجرت حبشہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی ہوگی۔

مکہ معظمہ میں کفار نے مسلمانوں پر بڑے بڑے ظلم ڈھا رکھے تھے اور پورے زور و شور سے اسلام کی مخالفت کرتے تھے جن مسلمانوں کا ایمان کمزور تھا وہ ظلم سے بچنے کے لئے منافق ہونے لگے اور ڈر کر ایمان و نیکی سے باز آنے لگے۔ اس لئے ان کو شرم دلانے کے لئے اللہ نے یہ سورہ نازل کی اور جن لوگوں کا ایمان مضبوط تھا ان کو اور ہمت دلائی گئی۔ پچھلے انبیاء کی مثال دے کر بتلایا گیا کہ ان پر تو ان سے بھی زیادہ سختیاں گذریں لیکن وہ اسلام کے راستے سے نہیں ہٹے۔ آخر کار اللہ کی مدد ان کو پہنچ گئی اور فتح ان ہی اہل ایمان کی ہوئی۔ اور کفار مکہ کو یہ بتایا گیا کہ اگر اللہ کی طرف سے عذاب آنے میں دیر لگ رہی ہے تو تم یہ نہ سمجھو کہ تم کبھی پکڑے ہی نہ جاؤ گے۔ دیکھو، پچھلی تباہ شدہ قوموں کے نشانات تمہارے سامنے ہیں۔ پھر دیکھو لوکہ آخر ان کی شامت آکر ہی رہی۔

اس سورہ میں ان سوالات کا جواب بھی دیا گیا ہے جو بعض نو جوانوں کو اس وقت پیش آرہے تھے کہ ان کے والدین اپنا حق جتا کر ان کو مجبور کر رہے تھے کہ محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر اپنے ماں باپ کے دین پر لوٹ آئیں۔ وہ کہتے تھے کہ تمہارا اپنا دین اسلام خود ہی کہتا ہے کہ ماں باپ کا حق سب سے زیادہ ہے۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر چہ ماں باپ کا حق سب سے بڑھ کر ہے لیکن اللہ کے دین سے بڑھ کر نہیں اور اگر تمہارے ماں باپ بھی تمہیں مجبور کریں کہ اس دین حق کو چھوڑ کر اپنے شرک پر قائم رہو تو ان کی بات کبھی نہ سننا۔ بعض قبیلے کے لوگ اپنے مسلم نو جوانوں سے کہتے تھے کہ کوئی آخرت نہیں اور نہ ہی کوئی سوال و جواب ہے اور نہ یہ جزا و سزا ہے اور اگر ہے بھی تو ہم تمہارا گناہ اپنے سر لیتے ہیں اس لئے اپنے آبائی دین میں واپس لوٹ آؤ۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ جب وہ جہنم کی آگ دیکھینگے تو کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ اٹھانے کیلئے تیار نہ ہوگا بلکہ اس وقت وہ ایک دوسرے کے خلاف ہو جائیگے اور ایک دوسرے کے خلاف گواہی دینگے۔ ایسے کافروں کو دگنا عذاب دیا جائے گا ایک خود ان کی گمراہی کے لئے اور دوسرا اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے لئے۔

پھر مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ اگر تم لوگ کفار کے ظلم و ستم کو برداشت نہیں کر سکتے ہو تو اپنا ایمان چھوڑنے کی بجائے اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل پڑو۔ اللہ کی زمین بہت بڑی ہے اور وہ تمہیں سنبھال لے گا اور تم اس پر بھروسہ کرو۔ اگر تم کو یہ خوف ہے کہ اگر تم نے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا تو کم سے کم

تمہارے رزق کا کیا ہوگا۔ کہاں سے کھاؤ گے تو پھر ذرا دیکھوان پرندوں کو جو اڑ کر کہاں سے کہاں جاتے ہیں تو کیا وہ اپنا کھانے پینے کا سودا گلے میں لٹکائے لئے جاتے ہیں بلکہ وہی اللہ ہر جگہ ان کی روزی کا بندوبست کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان سے فرماتا ہے کہ بس ایمان کے دو بول پڑھنے پر تم سمجھتے ہو کہ تم کو جنت میں جانے کی ڈگری مل گئی۔ ابھی تو تمہیں کافی آزمائشوں سے گذرنا ہے اور سخت سے سخت امتحان کے پرچے حل کرنے ہیں اور یہ امتحان اللہ کی طرف سے ایک کسوٹی ہے جو کھرے اور کھوٹے کو الگ کرتا ہے۔ جتنا زیادہ یہاں امتحان سخت ہوگا اور تم کوشش کے ساتھ اس میں سے گذرو گے اتنا ہی تمہارا درجہ بلند ہوگا۔ دراصل ایمان کو سچے دل سے ماننا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی ہدایت کے مطابق دل و جان سے نیک عمل کرنا ہے چاہے تم کو کتنی ہی سختیاں برداشت کرنی پڑیں۔ اور کامیاب وہی ہوگا جو اپنے ایمان اور اللہ و رسول کی ہدایت پر قائم رہے اور اس کے لئے نماز بہت ہی ضروری ہے کہ تم پانچ وقت اللہ کو یاد کرو اور اللہ بھی تمہیں ہر وقت یاد رکھے گا اور برائی اور بے حیائی سے بچاتا رہے گا۔ جب اللہ کا خوف دل میں ہو تو کون بیوقوف غلط راستوں پر جانے کا سوچے گا اور اس طرح وہ گناہ سے بچتا رہے گا۔ انسان کو برائیوں سے روکنے کیلئے سب سے اہم ہر یک نماز سے یہ سبق یاد دلاتا ہے کہ وہ اس دنیا میں آزاد نہیں بلکہ اپنے آقا اللہ کا غلام ہے اور اسے ایک روز اپنے کئے کا جواب دینا ہے لہٰذا نماز سے بار بار اس کے ضمیر کو جگایا جاتا ہے۔ آخرکار تم سب کو پلٹ کر اسی کے پاس جانا ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اگر تم سچے ایمان کے ساتھ اچھا کام کرو گے تو تم کو اس کا بہت ہی اچھا بدلہ ملے گا اور جو کفر و شرک پر قائم رہے گا تو وہ عذاب کا مستحق ہوگا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔ جب تک دنیا کے امتحان سے گذر نہ جائے تو اللہ کے عدل و انصاف کے تحت وہ جزا یا سزا کا مستحق نہیں ہوسکتا ہے۔ اللہ اگر ان ظالموں کو سزا دینا چاہے تو وہ اللہ کی پکڑ سے کہیں بھی بھاگ نہیں سکتے۔ اور جو شخص اپنے نفس کو قابو میں کر کے اپنی آخرت کو سنوارنا چاہے تو وہ اسی کے لئے بہتر ہے اور جو برا کرنا چاہے تو وہ سزا کے لئے تیار ہو جائے اور اللہ تو سب سے بے نیاز ہے اسے کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اور جان لو کہ موت کا وقت دور نہیں ہے اور تمہارے پاس وقت بہت ہی کم ہے اس لئے نیکی کی طرف بڑھو۔

پھر اللہ تعالیٰ دیگر انبیاء کی قوموں کی مثال صرف اہل ایمان کو ہمت دلانے کے لئے دیتا ہے کیونکہ وہ کفار کے مظالم سے پسے جارہے تھے کہ دیکھو کس طرح حضرت ابراہیمؑ، لوطؑ، عاد، ثمود، فرعون کی قوم نے اپنے اپنے نبی کی لائی ہوئی دعوت حق کو جھٹلایا اور آخرکار تباہ ہوئے اور جیت آخر میں حق کی ہوئی۔ دیکھوان کی قوم کے ایمان قبول کرنے والوں نے تم سے کہیں زیادہ ظلم برداشت کئے لیکن اپنے

ایمان سے نہ ہٹے پس تم ذرا صبر سے کام لو۔ فتح تمہاری ہی ہوگی۔ ان انبیاء کی قوم کے لوگ بھی شرک پر قائم تھے اور جن بتوں کو وہ مانتے تھے وہ سب ان کے اپنے دل کے گھڑے ہوئے جھوٹی باتیں اور ان کے جھوٹے عقیدے ہیں کہ فلاں دیوی دیوتا رزق دینے والا یا نجات دینے والا یا اولاد دینے والا وغیرہ ہے۔ وہ تو صرف بت ہیں بالکل ہی بے اختیار اور بے اثر اور بے جان ہیں اور پھر ان سب کو آخر کار اللہ ہی کے پاس لوٹ کر آنا ہے نہ کہ ان بتوں کی طرف۔ اور سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔ لیکن ان کی قوم کے لوگوں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا اور اپنی من مانی کی تو دیکھو ان کا کیا حال ہوا آخر برباد ہو کر رہے۔ وہ آخرت کا انکار کرتے رہے لیکن جب وہ دن آئے گا تو پھر خود ان کو یقین آ جائے گا اور وہ سزا بھگتنے کے لئے مجرموں کی طرح باندھے ہوئے جائیں گے۔ اس روز تمہارے یہ سارے ولی و سرپرست دیوی دیوتا تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور کسی کی ہمت نہ ہوگی کہ آگے بڑھ کر تمہاری مدد کو آ سکے۔ کفر و شرک اور گمراہی اور بدراہی پر جڑے ہوئے سارے رشتے کٹ جائیں گے اور ہر ایک اپنی گمراہی کی ذمہ داری دوسرے پر ڈال کر چیخے گا کہ یہی ہے کہ وہ جس نے ہمیں گمراہ کیا لہٰذا اسے زیادہ سزا ملنی چاہیے لیکن افسوس ان کی ایک نہ سنی جائے گی اور ان سب کو آگ کی ہولناک سزا برداشت کرنا پڑے گی۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے شیطان کے بتائے ہوئے راستوں کو اختیار کیا کیونکہ انبیاء کے پیش کیے ہوئے راستے خشک، بدمزہ اور تکلیف دہ نظر آئے اور آخرت کے آنے کو چاہے تم مذاق سمجھو لیکن وہ دن آ کر رہے گا۔ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ کتنے ہی لوگ پیدا ہو رہے ہیں اور پھر اس دنیا سے جا رہے ہیں اور دوسرے پیدا ہو رہے ہیں تو اس اللہ کے لئے تمہیں دوبارہ پیدا کرنا کونسا مشکل ہے۔

مشرک قومیں یہ تو ضرور مانتی تھیں کہ سب کچھ اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے لیکن وہ عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ حالانکہ ڈوبتے وقت یا کوئی اور بڑی مصیبت کے وقت وہ اللہ ہی کو پکارتے تھے لیکن نجات ملنے پر وہ دیوی دیوتاؤں کے نذر و نیاز کرتے تھے اور ان کا شکریہ ادا کرتے تھے کہ ان کے واسطے سے ان کے کام بن گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ سخت گرفت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ جن خیالی معبودوں کو یہ لوگ مدد کے لئے پکارتے ہیں ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ طاقت کا مالک صرف اللہ ہی ہے اور اسی کی تدبیر و حکمت سے یہ کائنات کا نظام چل رہا ہے تو تم لوگ کہاں الٹے جا رہے ہو؟ شکریہ کا حق تو اللہ ہی کو ملنا چاہیے نہ کہ دوسرے خداؤں اور پیر مریدوں کو جو نذر و نیاز کا مال کھا کر اپنے عقیدت مندوں کو سب کچھ کرنے کی آزادی اور خیریت سے رہنے کی ضمانت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کائنات کے حقیقی مالک کو چھوڑ کر ان بے اختیار خیالی معبودوں کے اعتماد پر جو تم

گھر بنا رہے ہو اور ان سے امیدیں باندھ رہے ہو تو اس کی حقیقت مکڑی کے جالے کی طرح ہے جو انگلی کی چوٹ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ غور کرو کہ یہ آسمان وزمین کی تخلیق اور خود تمہارا اپنا وجود اس بات پر گواہ ہیں کہ یہ سب ایک ہی اللہ کے کام ہیں اور جب وہ آسمان وزمین کو بغیر کسی کی مدد کے بنا سکتا ہے تو دوسرے کاموں میں اسے کسی شریک کی بھلا کیا ضرورت پڑی ہے۔

کفار مکہ نبی کی صداقت اور قرآن کے برحق ہونے پر معجزہ مانگتے تھے تو اللہ فرماتا ہے کہ محمد ﷺ جو ان پڑھ تھے اور وحی کے ذریعے اتنا عمدہ کلام سناتے تھے کہ کافی لوگ ان سے متاثر ہوتے تھے تو یہ ایک معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو نصیحت کرتا ہے کہ اہل کتاب سے مت الجھو اور ان کی گمراہی کو بحث کا نقطہ آغاز مت بناؤ بلکہ بات اس طرح شروع کرو کہ تمہارے اور ان کے درمیان حق وصداق کے کونسے اجزاء ہیں جو ملتے جلتے ہیں۔ ان سے کہو کہ جس اللہ کو وہ مانتے ہیں تو ہم بھی اسی کو مانتے ہیں اور اسی کے آگے سر تسلیم جھکاتے ہیں اور اسی کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور ہم تمہارے اور اپنے کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر کفار قریش سے فرمایا جارہا ہے کہ کئی سالوں سے اللہ ہی نے اپنی مہربانی سے شہر مکہ کو امن کی جگہ بنایا ہے حالانکہ آس پاس کے ملکوں میں لوگوں کو کوئی سکون نہیں ہے لیکن پھر بھی تم لوگ حرم میں بت رکھ کر شرک کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات میں تمام اختیارات کا مالک صرف ایک اللہ ہے۔ پھر اہل ایمان سے فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں دلی خلوص کے ساتھ دنیا بھر سے کش مکش کا خطرہ مول لیتے ہیں تو انہیں اللہ تعالیٰ ان کے حال پر نہیں چھوڑتا وہ ہر وقت ان کی رہنمائی کرتا ہے کہ صحیح راستہ کونسا ہے اور غلط کونسا اور جتنی نیک نیتی ان میں ہوتی ہے اتنی ہی اللہ کی مدد اور ہدایت ان کو ملتی ہے۔

سورۃ الروم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں ساٹھ آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔ یہ سورہ رومیوں اور ایرانیوں کی جنگ سے تعلق رکھتی ہے اور یہ سورہ اسی سال نازل ہوئی جس سال مسلمانوں کی ایک چھوٹی تعداد کفار مکہ کے ظلم سے تنگ آ کر حبش کی طرف ہجرت کرنے لگی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں کہ مکہ میں توحید کے علمبردار محمد ﷺ کی قیادت میں اور قریش کے مشرک سرداروں کے درمیان تاریخی اہمیت رکھنے والی جنگ برپا تھی۔ ایران کے لوگ مجوسی تھے اور دو خداؤں کو مانتے تھے اور آگ کی پرستش کرتے تھے اس لئے ان کا مذہب مشرکین مکہ سے ملتا جلتا تھا اور ان کے مقابلے میں رومی مسیحی تھے۔ اللہ کے دین کو مانتے تھے اور آخرت پر یقین رکھتے تھے اور وحی و رسالت کو ہدایت کا سرچشمہ تسلیم کرتے تھے اس لئے ان کا دین مسلمانوں کے دین سے ملتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ روم و ایران کی لڑائی میں مسلمانوں کی ہمدردیاں روم کے ساتھ تھیں اور کفار مکہ کی ہمدردیاں ایران کے ساتھ تھیں۔

تاریخی پس منظر:- محمد ﷺ کی نبوت سے آٹھ سال پہلے قیصر روم کے خلاف فوکاس نامی شخص نے بغاوت کی اور اس کو مع اس کے بیٹوں کے قتل کروا کر خود قیصر بن گیا۔ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کی ہمدردی قیصر روم کے ساتھ تھی اس لئے اس نے اس نئے قیصر روم سے بدلا لینے کے لئے 603ء میں جنگ شروع کی اور جلد ہی اس نئے قیصر روم کو شکست دی۔ رومیوں نے افریقہ کے گورنر سے مدد مانگی اور اس نے اپنے بیٹے ہرقل کو ان کی مدد کے لئے بھیجا۔ اس نے نئے قیصر کو قتل کیا اور خود ہرقل قیصر بن گیا۔ یہ 610ء کا واقعہ ہے جب محمد ﷺ کو اللہ کی طرف سے نبوت ملی۔ ایرانیوں نے پھر بھی جنگ بند نہیں کی بلکہ متواتر آگے بڑھتے گئے اور اردن، فلسطین اور جزیرہ نما سینا کے پورے علاقے کو فتح کرتے ہوئے مصر کے حدود تک پہنچ گئے۔ اس طرح روم پر ایرانیوں کے غلبے کا کافی چرچا تھا اور مشرکین خوش ہو رہے تھے کہ توحید و رسالت اور آخرت کے ماننے والوں کو شکست ہو رہی ہے اسی طرح ان کا کہنا تھا کہ ہم عرب کے بت پرست بھی تمہارے دین کو مٹا کر ہی رہیں گے۔ ان حالات میں یہ سورہ نازل ہوئی اور اس میں دو پیشن گوئیاں اللہ تعالیٰ نے کیں۔ ایک یہ کہ اس وقت رومی شکست کھا رہے ہیں لیکن چند سال کے اندر ہی رومیوں کو فتح ہوگی اور دوسرا یہ کہ مسلمانوں کو بھی اسی زمانہ میں فتح نصیب ہوگی اور اہل ایمان خوشی منائیں گے۔ اللہ کے دین حق کو کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا اور یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ قرآن کی یہ آیات جب نازل ہوئیں تو کفار قریش نے اس پر شرط بھی لگائی لیکن آخر ان کو منہ کی کھانی پڑی۔ ہرقل نے ایران پر پشت کی طرف سے حملہ کرنے کی تیاری کی۔ 623ء

میں ارمینیا سے شروع کر کے 624ء میں آذر بیجان میں گھس کر زرتشت کے مقام پیدائش کو تباہ کر دیا اور ایرانیوں کے سب سے بڑے آتش کدہ کو بھی نیست و نابود کر دیا۔ یہ وہی سال تھا جب مسلمانوں کو بدر کے مقام پر فتح ہوئی۔ 628ء میں ایران کے بادشاہ خسرو پرویز گرفتار ہوا اور جلد ہی قید کی سختیوں سے ہلاک ہو گیا۔ یہ وہی سال تھا جس میں صلح حدیبیہ ہوئی اور جو مسلمانوں کی فتح عظیم کی بنیاد بنی۔ نبیؐ 629ء میں ہجرت کے بعد پہلی مرتبہ عمرہ القضا ادا کرنے مکہ گئے۔

مضمون:- کلام کا آغاز اسطرح ہوا کہ آج رومی مغلوب ہو گئے ہیں اور ساری دنیا یہ سمجھ رہی ہے کہ رومیوں کی سلطنت ختم ہونے والی ہے لیکن چند سال کے اندر ہی جو شکست خوردہ ہیں وہ غالب آجائیں گے اور ان کو فتح نصیب ہوگی۔ اس پیشن گوئی سے مکہ کے مشرکین و کفار کو یہ سنانا ہے کہ کوئی ہر وقت طاقت میں نہیں رہتا ہے۔ آخرت سے غافل ہو کر شرک اختیار کرنے والے ایرانی مجوسی سمجھتے ہیں کہ ہر وقت ان ہی کی جیت ہوگی اور حق کے ماننے والوں کو نیچا دکھایا جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے دین حق کو ہمیشہ غالب رکھتا ہے۔ ظاہر میں تم لوگوں نے یہ یقین کر لیا کہ اہل کتاب دب گئے لیکن جلد ہی تم کو معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور نو سال کے اندر ہی رومیوں کو جو اہل کتاب تھے فتح ہوئی اور دوسری طرف اہل ایمان کو جنگ بدر میں فتح ہوئی اور صلح حدیبیہ میں فتح عظیم ہوئی۔ کفار دنیوی زندگی کے ظاہری پردے پر یقین کر کے خوشیاں مناتے ہیں اور جو کچھ بعد میں آنے والا ہے اس سے بے خبر ہیں ورنہ ان کو خبردار کرنے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور کتابوں کے ذریعے کوئی کمی نہیں کی۔ دراصل آخرت کے انکار نے ہی ان کو اتنا مغرور بنا دیا ہے کہ وہ دینوی لذتوں میں کھو گئے ہیں۔

اس سورہ میں اللہ کے واحد ہونے کے دلائل دیئے گئے ہیں اور شرک کو سختی سے باطل قرار دیا گیا ہے۔ جب انسان شرک کی گمراہی میں پڑا وہاں فساد ہی فساد برپا ہوا اور دنیا کی دو بڑی سلطنتوں میں جو جنگ جاری ہے وہ بھی اس شرک کا نتیجہ ہے اور پچھلی تاریخوں میں بھی ہی شرک فساد کی جڑ رہ چکی ہے اور آخر کار ان کا انجام برا ہی ہوا اور وہ تباہ ہوئے۔ دراصل انہوں نے شرک کو اصلی دین سمجھ رکھا ہے۔ ظاہر میں ان کو یہی محسوس ہوتا ہے کہ اللہ کا دین حق غلط ہے۔ لیکن ان کو جلد ہی اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ یہی تو وہ شرک ہے کہ جو ان کو گمراہی کے گڑھے میں گھسیٹے لئے جا رہا ہے یہ کفار مکہ سے فرمایا گیا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ پر ذرا غور کریں کہ اللہ نے ان کو عقل دی ہے سوچنے کے لئے تو معلوم ہو کہ کائنات میں آخرت کے ماننے کے کافی آثار اللہ تعالیٰ نے رکھ دیئے ہیں۔ مثلاً یہاں اس دنیا میں کوئی ہمیشہ کے لئے نہیں آتا بلکہ ایک مقرر وقت اس کے لئے لکھا جا چکا ہے۔ سورج نکلتا ہے تو ڈوبتا بھی ہے اور اسی طرح دن ہے تو رات بھی آتی ہے۔ موسم بھی سدا ایک سے نہیں رہتے بلکہ بدلتے رہتے

ہیں۔ طاقت اور زور میں بھی کوئی قوم ہر وقت نہیں رہتی۔ آج کسی کی جیت ہے تو وہ پھر ہار بھی بن جاتی ہے اور یہ سب اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے اگر کسی کی ہار ہوتی ہے تو اس میں اللہ کی طرف سے مصلحت ہوتی ہے کہ اس کی اکڑی گردن اللہ کے آگے جھک جائے۔ لیکن اس پر بھی اگر وہ اکڑا رہے اور سمجھانے والے کی بات کو بھی ان سنی کر دے تو پھر ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ زیادہ دن نہیں چھوڑ سکتا ورنہ دنیا میں زندگی حرام ہو جائے اور یہ زوال ان کے اپنے شرک وظلم کے کرتوتوں سے ہی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ خود آخرت کو اور دین حق کو نہ مان کر گمراہی اختیار کرتے ہیں اور اس طرح اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں کہ دونوں جہاں میں سزا کے مستحق قرار دیئے جاتے ہیں۔ وہی اللہ ہے جو کسی کو امتحان کے طور پر زیادہ رزق دیتا ہے کہ وہ غریبوں، مسکینوں، رشتہ داروں کو اس میں سے دے اور وہی روزی کو امتحان کے طور پر تنگ کرتا ہے کہ اس کا صبر اور دیانت داری کو آزمائے۔ یہاں سود کو حرام کر دیا گیا ہے کہ سود سے مال میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی راہ میں دینے سے ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا کو، ساری کائنات کو اور تم سب کو ہم نے یونہی تو پیدا نہیں کیا۔ یعنی کہ انسان کو خلیفہ بنا کر، اعلیٰ درجہ کی جسمانی اور ذہنی طاقتیں دے کر، اختیارات اور آزادی انتخاب اور اخلاق کی حس دے کر اور دنیا کے بے شمار سروسامان سے نواز کر کیا دنیا میں یونہی بے مقصد چھوڑ دیا کہ وہ دنیا میں ظلم وفساد کے سارے ہنگامے برپا کرے اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے اور نہ ہی کوئی سزا اسے ملے اور اس کے مرتے ہی اس کا دفتر عمل پھاڑ دیا جائے۔ تو تم لوگ اس گمان میں مت رہو اور اپنے آگے پیچھے کائنات کی چیزوں پر غور کرو اور سنبھل جاؤ۔ آخرت کے سزا وجزا کو نہ مانو گے تو ظاہر ہے کہ تمہارے دل میں اللہ کا ڈر ہی نہیں ہے اور تم وہ کرو گے جو تمہارا نفس تمہیں کہے گا اور گمراہ سے گمراہ تر ہوتے جاؤ گے تو پھر سزا کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تمہیں اچھی طرح پتہ ہے کہ پچھلی قوموں نے یعنی عاد وثمود، لوط وغیرہ نے انبیاء کو نہ مان کر اور آخرت کو جھٹلا کر کس بری طرح تباہ ہوئے اور انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ پھر زیادہ عذاب تو وہ آخرت میں دیکھیں گے اور جن جن کو انہوں نے اللہ کا شریک بنایا اور انکی نذر و نیازیں اور عبادتیں کیں تو وہ وہاں اپنے اپنے اعمال کا جواب دینے کے لئے موجود ہوں گے لیکن وہ تم کو پہچاننے سے انکار کریں گے کیونکہ وہ خود آگ کے عذاب کے ڈر سے سہمے بیٹھے ہوں گے۔ تم نے دنیا میں ان کی پرستش کر کے اپنا وقت ضائع کر دیا اور وہاں یہ بات اچھی طرح تمہارے سامنے کھل جائے گی۔ اب ذرا سوچو کہ جو تمہارا غلام اور نوکر ہے تو کیا تم اسے اپنی بزنس میں اور اپنی دولت میں شریک کرو گے۔ تم آقا ہو اور وہ غلام۔ اسی طرح اللہ کے سارے حقوق جو کہ تمہارا آقا ہے تم کس

طرح دوسروں کو دے کر اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہو۔ سوچو تو تم کو یہ بات غلط ہی معلوم ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنی توحید کی نشانیاں پیش کرتا ہے کہ وہ کس طرح مردے سے زندہ نکالتا ہے جیسے انڈے سے مرغی کو تو اس تخلیقی پانی میں بھلا یہ خاصیت کہاں سے آ گئی۔ کیا تمہارے شریکوں کے ایسے کام ہوسکتے ہیں۔ تمہارے ان شریکوں کو بھی ہم ہی نے پیدا کیا ہے۔ پھر بارش کے پانی کے ذخیرے سے مردہ پڑی زمین میں جان آ جاتی ہے اور ہر قسم کے میوے، سبزی وغیرہ اگلنا شروع کر دیتی ہے۔ اسی طرح نصیحت لو کہ جس طرح بارش کے پانی سے مردہ زمین جی اٹھتی ہے اسی طرح وحی ونبوت سے مردہ پڑی انسانیت جاگ اٹھتی ہے اور اسی طرح ہم دوبارہ تم کو زندہ کریں گے اور دیکھو مرد وعورت میں ایک خاص قسم کی کشش بھی رکھ دی ہے ان سب کا پیدا کرنے والا صرف ایک خدا تنہا خالق و مدبر، مالک وفرمانروا ہے۔ اسی کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور اس کے لئے پانچ وقتہ نماز کی مدد لو کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کے لئے نماز ہی افضل عمل ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اگر کوئی یہ سمجھے کہ اس کارخانہ ہستی کو چلانے والا اللہ انسان کے مر جانے کے بعد دوبارہ حساب لینے کیلئے نہیں اٹھائے گا تو وہ واقعی اندھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ اندھوں کو راستہ نہیں دکھا سکتے جن کی عقل کی آنکھیں بند پڑی ہوئی ہیں اور جو اپنے کانوں کو بند کر کے سننے سے انکار کر رہے ہیں۔ آپ کا کام تو صرف تبلیغ کرنا ہے۔ آخرت میں ان کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ جب وہ گروہوں میں بٹ جائیں گے پھر کافر و مجرم سخت سزا بھگتیں گے اور اہل ایمان اپنا بہترین انعام پا کر خوش ہوں گے اور اس طرح قیامت کے دن وہ چھانٹے جائیں گے۔

سورۃ لقمان

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں چونتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع ہیں۔ یہ سورہ مکہ کے دوسرے دور کے شروع میں نازل ہوئی جبکہ کفار کی مخالفت نے شدید شدت اختیار نہ کی تھی بلکہ اسلامی دعوت کو دبانے کے لئے حتی الامکان کوشش کی جارہی تھی اور کہیں جبر وظلم سے بھی کام لیا جارہا تھا۔

سب سے پہلے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ قرآن ایک مکمل ہدایت کی کتاب اور اللہ کی طرف سے رحمت ہے اور وہی لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو اس کے بتائے ہوئے نیک راستوں پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت کے حساب پر یقین رکھ کر ہر قدم سوچ سمجھ کر اللہ کی راہ میں نیکی کی طرف اٹھاتے ہیں اور برائی سے پرہیز کرتے ہیں تو ایسے ہی لوگ

اللہ کے انعام کے مستحق ہیں۔ اور بعض لوگ تو ایسے ہیں کہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کا سامان مہیا کرتے ہیں اور قرآن کی آیتوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت میں ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ آیت نمبر چھ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جو کام اور کھیل تماشہ آدمی کو اسلام سے پھیر دینے کا باعث ہو وہ حرام اور کفر ہے اور جو اللہ کے احکام بجالانے سے انسان کو باز رکھے وہ گناہ ہے۔ روایت میں ہے کہ مکہ کے کفار کا ایک رئیس نضر بن حارث جب تجارت کے لئے فارس جاتا تو فارس کے بادشاہوں کے قصے اور تاریخ خرید کر لاتا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا۔ اس نے ایک گانے والی لونڈی بھی خرید کی تھی اور جب وہ کسی کو دیکھتا کہ اسلام کی طرف جھکنے لگا ہے تو فوراً اس لونڈی کو اس کے آگے کرتا تا کہ وہ اپنے گانے وغیرہ سے اس کا خیال ہٹا دے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس میں لوگوں کو شرک کے باطل ہونے اور توحید کا حق ہونا سمجھایا گیا ہے۔ اس زمانے کے لوگ چاند اور سورج کو دیوتا مان کر پوجتے تھے جو کہ آج کل بھی بعض ہندی فرقے اس قسم کے شرک میں مبتلا ہیں۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ جس طرح رات اور دن کا ظہور ہوتا ہے اور سورج اور چاند نکلتے ہیں اور ڈوبتے ہیں یعنی یہ کوئی ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں کہ تم لوگ اندھوں کی طرح اپنے باپ دادا کی تقلید میں اسے پوجے چلے جا رہے ہیں۔ جو چیزیں فانی ہیں وہ پوجنے کے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے کے کیسے لائق ہو سکتی ہیں۔ جس ذات نے ان چیزوں کو بنایا ہے وہ صرف ایک اللہ ہی تو ہے اور جب سمندر کی موجوں میں تمہاری کشتی ڈانواڈول ہوتی ہے تو پھر تم کسے پکارتے ہو؟ صرف اللہ کو تو پھر اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرنا سراسر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہارا ایک نقشہ بنایا تو پھر اسی نقشے کے مطابق اور نقشے بنانا اور تم کو دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے کونسا مشکل ہے۔ اسی کو پتہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو ہے اس کی تقدیر میں کیا لکھا ہے وہ کہاں اور کب مرے گا تو پھر ایسے اللہ کو چھوڑ کر تم دوسروں کو کیوں معبود ٹھہراتے ہو جن کا خدائی میں کوئی حصہ نہیں۔ تو پھر کیوں اپنے باپ دادا کے غلط عقیدوں پر چلتے ہو کسی کو مشکل کشا بناتے ہو تو کسی کی نذر و نیاز کرتے ہو۔ تو کیا تمہارے باپ دادا گر دوزخ کی آگ میں گرنے لگیں تو تم بھی گرنا پسند کرو گے؟ اس میں نصیحت کی گئی ہے کہ دنیا کی زندگی اس طرح تم کو دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تم قیامت کے حساب و کتاب سے غافل ہو جاؤ اور پھر سزا کے مستحق بن جاؤ۔ اس لئے اس دن سے ڈرو جس میں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔

اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ محمد ﷺ جو تعلیم لوگوں کو دے رہے ہیں وہ کوئی نئی تعلیم نہیں کیونکہ

ان سے پہلے بھی جو علم اور عقل والے لوگ تھے وہ یہی کہتے تھے۔ تمہاری قوم ہی میں لقمان نامی حکیم گذر چکا ہے جس کی حکمت و دانش کے افسانے تمہارے ہاں مشہور ہیں۔ اب تم خود ہی دیکھ لو کہ وہ تمہیں کس عقیدے کی تعلیم دیتے تھے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اپنے والدین کی خدمت اور اطاعت ضرور کرو لیکن اگر وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے پر تمہیں مجبور کریں تو ان کا کہنا نہ مانو، تکبر اور غرور مت کرو اور اپنی چال اور آواز میں اعتدال پیدا کرو۔ مصیبت آنے پر صبر سے کام لو۔ اسی اللہ کی عبادت کرو اور شکر کرو اور جو شکر کرے گا وہ انعام کا مستحق ہو گا اور جو ناشکری کرے گا نقصان اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اور اللہ بے نیاز اور خوبیوں والا ہے۔

سورۃ السجدہ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔ اس کا زمانہ نزول مکہ کے دوسرے دور کا آخری حصہ ہے۔ ان دنوں کفار مکہ نبی ﷺ کے متعلق عجیب عجیب باتیں کر رہے تھے نہ تو وہ انہیں اللہ کا رسول مانتے تھے اور نہ ہی اللہ کی کتاب قرآن پر ان کو اعتقاد تھا کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے ان کا کہنا تھا کہ نبیؐ اپنی طرف سے گھڑ لاتے ہیں اور نہ ہی توحید پر ان کا اعتقاد تھا۔ انہی باتوں کا جواب اس سورہ میں دیا گیا ہے۔

فرمایا کہ یہ اللہ ہی کا کلام ہے کیونکہ قرآن کے طرز بیان اور زبان اور محمد ﷺ کی زبان اور طرز بیان میں کافی فرق تھا۔ زبان تو دونوں ہی عربی تھی لیکن بیان کرنے کا انداز اور تھا اور مکہ کے لوگ محمد ﷺ کو تو بچپن سے جانتے تھے کہ وہ کتنے سچے انسان تھے تو وہ خواہ مخواہ کیوں جھوٹ بولیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کلام اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ کلام تو صرف ایک غفلت میں پڑی ہوئی قوم کو جگانے کے لئے بھیجا جا رہا ہے کیونکہ ایک مدت تک یہ قوم کسی ڈرانے والے کی محتاج رہی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام جو نبیؐ سے پہلے عرب کی سرزمین پر بھیجے گئے تھے ان کی آمد پر بھی قریباً دو ہزار برس گذر چکے ہیں ان سے کہا گیا کہ ذرا عقل سے کام لو اور آسمان و زمین اور خود اپنی پیدائش کو دیکھو یہ سارے نشانات ایک اللہ واحد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں یا نہیں۔ کیا یہ سب تمہارے شرکاء کے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ دیوی دیوتا، پیر بزرگ کوئی چیز نہیں ہیں۔ ان کے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے کہ وہ تمہاری تقدیریں بنائیں صرف اللہ اکیلا ہی عبادت کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو

آنکھ، کان، عقل دے کر یوں نہیں بھیج دیا کہ جو چاہے اس دنیا میں تم کرو اور پھر مر کھپ گئے تو کھیل ختم۔ تم کو ایک کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا گیا اور جانوروں کے مقابلے میں تم کو عقل دے کر یوں ہی نہیں چھوڑ دیا گیا اور پھر تمہاری نصیحت کے لئے انبیاء اور کتابیں بھی بھیجیں تا کہ تم کو صحیح راستے کی تعلیم مل سکے اور اس تعلیم کے ماننے والوں کو انعام ملے اور نہ ماننے والوں کو سزا دی جائے۔ اگر اللہ چاہتا تو سب انسانوں کو ازل سے ہی ہدایت پر ہی قائم رکھتا پھر جنت اور دوزخ بنانے کی بھلا کیا ضرورت تھی۔ لیکن یہ سب اللہ نے اپنی ایک اسکیم کے تحت بنایا ہے۔ پھر بنی اسرائیل کا حوالہ دے کر کہا گیا ہے کہ نبی کوئی پہلے رسول تو نہیں ہیں جن کو کتاب عطا ہوئی ہے موسیٰ کو جن کو تم خود مانتے ہو ان پر بھی کتاب اتری تھی اور یہی کتاب تمہاری قسمتوں کے بھی فیصلے کرے گی کہ اس کے ماننے اور عمل کرنے والوں کو آخرت میں انعام اور نہ ماننے والوں کو سزا دی جائے گی جو کہ جہنم کا عذاب ہوگا اور وہ ہمیشہ اسی میں جلتے رہیں گے اور وہاں سے نکل بھی نہ سکیں گے۔ کفار مکہ جزا و سزا کو جھلاتے تھے اور یہ مان نہیں سکتے تھے کہ ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذرا اپنی پیدائش کو دیکھو کہ کس طرح قطرے سے پیدا کئے گئے ہو اور پھر اس بے جان زمین کو دیکھو کہ بارش پڑنے سے کیسے اس میں جان آ جاتی ہے تو پھر تم کو دوبارہ پیدا کرنا اللہ کے لئے کونسا مشکل کام ہے۔ پھر ان کو بتایا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت ہے کہ وہ فوراً تم کو بڑے عذاب میں نہیں پکڑتا بلکہ تم کو اسی دنیا میں چھوٹے موٹے عذاب مثلاً بیماری، زلزلے جیسے نقصانات دے کر ہوشیار کرتا ہے تا کہ تم سنبھل جاؤ۔ وہ تمہیں سنبھلنے کا بھی موقعہ دیتا ہے۔ اللہ کو کوئی شوق نہیں ہے کہ خواہ مخواہ پکڑ کر اپنے ہی پیدا کی ہوئی مخلوق کو آگ میں ٹھونس دے۔ پھر کفار مکہ سے کہا گیا ہے کہ تم اپنے تجارتی سفروں میں ان تباہ شدہ اقوام کے آثار دیکھ ہی رہے ہو تو کیا یہ انجام تم اپنے لئے بھی پسند کرتے ہو؟ جب موت کا عذاب سر پر منڈلا رہا ہوگا تو اس وقت تمہارا توحید کا اقرار فائدہ نہ دے گا۔ اس لئے اب بھی وقت ہے اور توبہ کر کے سیدھا راستہ اختیار کر لو۔ اللہ کے اور اس کی کتاب کے ماننے والے وہ ہیں جو دن بھر کے کاموں سے فارغ ہو کر رات بھی اللہ کی عبادت میں گذارتے ہیں اور اللہ کے دیئے ہوئے حلال رزق میں سے اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں ایسے ہی لوگ اللہ کے زبردست انعام کے مستحق ہیں۔

آخر میں نبی کو فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ آپ کی باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ہمارے فیصلہ کا وقت کب آئے گا اور آپ کو کامیابی کب نصیب ہوگی تو ان سے کہو کہ جب وہ وقت آئے گا اور تم مجرم بن کر اللہ کے آگے کھڑے ہوگے تو اس وقت تمہارا ایمان لانا فائدہ مند نہ ہوگا۔ اس لئے اب بھی وقت ہے کہ توبہ کر لو اور آخری فیصلہ کا انتظار نہ کرو۔

سورۃ الاحزاب

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

اس سورہ کے مضامین میں تین خاص واقعات درج ہیں۔ ایک غزوہ احزاب جو شوال 5ء ہجری میں پیش آیا غزوہ کا مطلب ہے وہ جنگ جو نبی ﷺ اپنی قیادت میں فرماتے تھے دوسرا غزوہ بنی قریظہ جو ذی القعد 5ء ہجری میں پیش آیا اور تیسرا حضرت زینبؓ سے رسول کا نکاح۔

جنگِ اُحد میں نبیؐ کے تیراندازوں کی غلطی سے لشکر اسلام کو شکست کھانی پڑی۔ جس کی وجہ سے مشرکین عرب، یہود اور منافقین کی ہمتیں اور بڑھ گئیں کہ وہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو کچلنے میں اب کامیاب ہو جائیں گے۔ جنگ احد کے فوراً بعد ہی نجد کے قبیلے بنی اسد نے مدینہ پر چھاپے مارنے شروع کئے۔ نبیؐ نے اچانک ہی ان کی سرکوبی کے لئے حضرت ابو سلمہ کو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ایک لشکر کے ساتھ بھیجا اور بنی اسد بدحواس ہو کر اپنا سب کچھ چھوڑ کر بھاگ نکلے اور اس طرح ان کا سارا مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد بنی نضیر جو مدینہ کے یہودی تھے اور جنہوں نے نبی ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی تھی۔ نبی ﷺ نے ان کو دس دن کی معیاد دی کہ وہ مدینہ کو چھوڑ دیں۔ مگر منافق مدینہ کے سردار عبداللہ بن ابی نے ان کو ہمت دلائی کہ اپنی جگہ ڈٹے رہیں اور آس پاس کے سارے قبائل وقت آنے پر ان کی مدد کریں گے۔ ان کی معیاد ختم ہونے پر ان پر مسلمان حملہ آور ہوئے اور ان کے مددگاروں میں سے کوئی بھی ان کی مدد کو نہ آیا اور اس طرح مدینہ کا پورا محلّہ جہاں وہ رہتے تھے مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ اس کے بعد بنی غطفان کو بھی شکست دی جو کہ اپنا گھربار و مال چھوڑ کر پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلے۔ اس کے بعد محمد ﷺ ابوسفیان کے چیلنج کا جواب دینے نکلے جو اس نے احد سے پلٹتے ہوئے دیا تھا کہ اگلے سال بدر کے مقام پر دوبارہ مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ ہو گا۔ لیکن ان دنوں مکہ میں قحط تھا اور ابوسفیان کی ہمت نہ ہوئی کہ آگے بڑھے۔ نبیؐ نے آٹھ دن تک بدر کے مقام پر انتظار کیا اور مسلمانوں نے انہی دنوں خوب اچھی تجارت کی۔ اسی دوران عراق و شام و مصر کے درمیان عرب کے تجارتی قافلے گذرتے تھے اور ان مقام کی سرحد کے لوگ ان قافلوں کو تنگ کرتے تھے اور لوٹ لیتے تھے۔ نبیؐ ان کی سرکوبی کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ گئے وہ آپؐ کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے اور بستی چھوڑ کر بھاگ نکلے اس طرح پورے عرب میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور یہ بات کھل گئی کہ اب تنہا قریش محمد ﷺ کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے۔

ان ہی حالات میں غزوہ احزاب پیش آیا جو کہ عرب کے بہت سے قبیلوں کا ایک گروپ حملہ آور تھا۔

جن کی تعداد دس بارہ ہزار تھی اور اس کی تحریک بنی النضیر کے ان لیڈروں نے کی تھی جنھیں نبیؐ نے مدینہ سے بے دخل کر دیا تھا اور وہ خیبر اور آس پاس کے علاقوں میں مقیم ہو گئے تھے۔ انھوں نے دورہ کر کے قریش اور غطفان اور ہذیل اور دوسرے بہت سے قبائل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ سب مل کر ایک بہت بڑی جماعت لے کر مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے ٹوٹ پڑیں گے۔ لہذا شوال 5ھ ہجری میں عربوں کے قبائل کی اتنی بڑی جماعت اس چھوٹی سی مسلمان بستی پر حملہ آور ہو گئی۔ آپؐ کے خبر رساں نے اس حملے سے پہلے ان کو بروقت خبر پہنچا دی اور نبیؐ نے احد کی پہاڑیوں کے مشرقی اور مغربی گوشوں سے جہاں سے کہ حملہ ہونے کا خطرہ تھا ایک خندق چھ دن کے اندر اندر کھدوا دی اور اپنے شہر کو محفوظ کر لیا۔ اس طرح وہ سارے قبیلے مسلمانوں کو زیر کرنے میں کامیاب نہ ہوئے کیونکہ یہ محاصرہ کوئی ایک مہینہ تک رہا اور اہل عرب جاڑے کے زمانے میں ایک طویل محاصرہ کیلئے تیار ہو کر نہیں آئے تھے۔

اب کفار نے ایک اور تدبیر کی کہ مدینہ کے جنوبی مشرقی گوشے میں بنی قریظہ کے یہودی قبیلے آباد تھے اور نبیؐ سے ان کا معاہدہ تھا کہ مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اپنے ملک کی حفاظت کریں گے اس لئے مسلمانوں نے اپنے بال بچوں کو بے فکری سے ان کے پاس چھوڑ دیا۔ کفار کو یہ حسین موقعہ ہاتھ آیا کہ وہ اس قبیلے کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف یہ کہہ کر غداری پر آمادہ کیا کہ یہاں عرب کی ایک بڑی مجموعی طاقت ہے اور اگر مسلمانوں کا ساتھ دیا تو اتنی بڑی طاقت کے سامنے ان کی نہیں چلے گی۔ اس طرح یہ قبیلہ بھی اپنے معاہدہ کو توڑ کر ان سے جا ملے۔ اب مسلمانوں کو بڑی گھبراہٹ ہوئی کیونکہ ان کے بال بچے ان کے پاس تھے اور دوسری طرف منافقوں کو اچھا موقعہ ملا کہ شوشے چھوڑ کر مسلمانوں کی ہمت گھٹانے کی کوشش کی اور ان مسلمانوں کو یہی نصیحت کی کہ اپنے آبائی مذہب میں واپس لوٹ جائیں مگر جو سچے اور مخلص اہل ایمان تھے ان کو پتہ تھا کہ جنگ احد میں جو انہوں نے غلطی کی تھی اور اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اب وہ ضرور اللہ کی راہ میں جم کر رہیں گے اور یہ کہ اللہ نے اب اسی لئے ان کو ایک سخت امتحان دیا ہے اور وہی اللہ ان کو کامیابی دے گا اس لئے وہ اس سخت وقت پر اللہ پر بھروسہ کر کے اپنی جان و مال سے حاضر ہو گئے۔ اس واقعہ سے ہر اس شخص کا پردہ فاش ہو گیا جن کے دل میں ذرہ بھر بھی نفاق تھا۔ سچے مسلمین اور منافقین چھانٹے گئے۔ اسی دران میں بنی غطفان کا ایک آدمی جو چپکے سے مسلمان ہوا تھا اس نے مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر دشمنوں میں اپنی ایک چالاکی سے پھوٹ ڈال دی جس سے بنی قریظہ نے جنگ میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ اس سے دشمنوں کے حوصلے اور پست ہو گئے۔ وہاں پانی اور غذا کی بھی تنگی ہونے لگی اور ایک

رات سخت آندھی دشمنوں کے خیمے اڑا لے گئی اور اس طرح دشمنوں نے راتوں رات اپنے گھروں کی راہ لی۔ پھر جبرئیل نے اللہ کا حکم سنایا کہ بنی قریظہ کا معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا اور ان کی غداری کے سبب ان کی خبر لی جائے۔ حضرت علیؑ کی قیادت میں مسلمانوں نے ان کی بستی کو جا گھیرا۔ آخر کار حضرت سعدؓ بن معاذ جو اوس قبیلے کے سردار اور بنی قریظہ کے دوست تھے ان کے فیصلے کے مطابق ان کے مردوں کو قتل کر دیا گیا اور عورتوں اور بچوں ..م بنایا گیا۔ ان کی بستی سے مسلمانوں کو کافی ہتھیار ملے جو انہو ں نے مسلمانوں کی سرکوبی کے لئے جمع کئے تھے۔

جنگ احد اور جنگ احزاب کے درمیان ان دو سالوں میں مسلمانوں کو ایک دن بھی سکون نہیں ملا۔ اسی زمانے میں وراثت، نکاح اور طلاق کے قوانین بنے۔ اسی دوران منہ بولے بیٹے کا رسم جو اس زمانے میں رواج تھا اور جس کی اصلاح بہت ضروری تھی۔ ان دنوں منہ بولا بیٹا وراثت میں برابر کا شریک تھا اس سے منہ بولی ماں اور منہ بولی بہنیں آپس میں گھل مل جاتی تھیں اور اسلامی قانون جن بد اخلاقیوں کو دور کرنا چاہتا تھا یہ رسم اس کے پھیلنے میں مدد کرتی تھی اور جن عورتوں اور مردوں میں نکاح حلال تھا یہ رسم ان کے نکاح کو حرام کر دیتی تھی اس لئے ضروری تھا کہ یہ رسم توڑ دی جائے۔ اللہ کے حکم سے نبی ﷺ نے اس رسم کو توڑنے کی ابتدا اپنے گھر سے ہی کی کہ انہوں نے اپنے منہ بولے بیٹے زیدؓ بن حارث جو ان کے آزاد کردہ غلام تھے ان کی مطلقہ بی بی زینبؓ جو ان کی پھوپھی زاد تھیں نکاح کر لیا جس سے کہ ایک طوفان برپا ہو گیا اور منافقوں نے اور مشرکوں نے طرح طرح کی کہانیاں اور الزامات نبیؐ پر لگانے شروع کئے اور خوب مذاق اڑایا جس پر اللہ تعالیٰ نے آخرت میں سخت عذاب کا وعدہ کیا۔

اسی دوران میں حضورؐ کی خانگی زندگی میں دو مسئلے کھڑے ہوئے۔ ایک تو مالی تنگی تھی جس کی وجہ سے ازواج مطہرات خرچ کی تنگی کی وجہ سے آپ کے سکون میں خلل انداز ہوتیں۔ جس پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دی کہ یا تو اللہ کے نبیؐ کے ساتھ صبر و شکر سے رہیں یا پھر دنیوی آرائشوں کو اپنا ئیں۔ دوسرا مسئلہ بی بی زینبؓ سے نکاح کرنے کا تھا۔ کیونکہ اس وقت ان کی چار بیویاں موجود تھیں اور بی بی زینب پانچویں ہوئیں جس سے کہ مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہونے شروع ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں نبیؐ کو دوسرے مسلمانوں سے مستثنیٰ قرار دیا۔ اس سورہ میں ازواج مطہرات یعنی نبی کی بیبیوں کو ام المومنین کا درجہ دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کی ماں کی طرح ہیں اور ان پر حضورؐ کے بیبیوں سے نکاح حرام ہے اور ان کا درجہ اور ذمہ داریاں دوسری مسلمان عورتوں سے زیادہ ہیں جسکے معنی جزا اور سزا میں بھی ان کا دگنا حصہ ہے۔ نبیؐ کے گھروں میں غیر مردوں کی آمد و رفت پر پابندی

لگائی گئی اور نبیؐ کی بیبیوں کو اور مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھر میں وقار سے رہیں اور بلا ضرورت بج دھج کر کے باہر نہ گھومیں ورنہ اللہ کی رحمت سے دور ہو جائیں گی اور اگر ضرورت سے باہر نکلیں بھی تو اپنے بدن کو خوب ڈھانک کر نکلیں کہ جس سے کہ سینہ کا ابھار چھپ جائے۔

آخر میں بتایا گیا ہے کہ انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر یوں ہی نہیں چھوڑ دیا کہ جو چاہے وہ کریں بلکہ ان کو اپنے اچھے برے اعمال کا پورا ذمہ دار ٹھہرا کر بھیجا گیا ہے جبکہ ان کو اچھے برے کی تمیز بھی بتلائی گئی ہے۔ اب جیسا وہ کریں گے تو ویسا ہی بھریں گے۔

سورۃ سبا

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔ اس زمانہ میں کفار نبی ﷺ کی دعوت حق کا یعنی اللہ کے یکتا واحد ہونے کا اور آخرت کے جزا اور سزا اور قیامت کے آنے کا بڑے زور وشور سے مذاق اڑاتے تھے۔ حضورؐ پر طنز کرتے تھے اور ان پر بڑے ہی بیہودے الزامات لگاتے تھے۔ اس سورہ میں کفار کے سارے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے اور کفار کو ان کی ضد اور تکبر اور حق کو نہ ماننے کے برے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں داؤدؑ کے اور سلیمانؑ کے قصے بھی بیان کئے گئے ہیں۔ یہ بتایا گیا ہے کہ ان حضرات کو اور ان کی قوم کو دنیا میں سب سے بڑھ کر شان وشوکت اور طاقت اللہ نے عطا کی تھی۔ ان کی شان وشوکت کفار مکہ سے کئی گنا زیادہ تھی لیکن پھر بھی وہ لوگ غرور اور تکبر میں مبتلا نہیں ہوئے اور اپنے رب کے شکر گذار بندے بن کر رہے۔ انہوں نے کبھی بھی اپنے رب کے خلاف بغاوت نہیں کی۔ پھر دوسری طرف سبا کی قوم کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں بھی بہت ساری نعمتوں سے نوازا تھا تو وہ قوم غرور اور تکبر میں آ گئی اور آخر کار وہ قوم ہلاک ہوئی اور صرف اس کے افسانے ہی باقی رہ گئے۔ تو پھر سوچ لو کہ آخرت پر یقین اور اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کرنے سے جو زندگی بنتی ہے وہ زیادہ بہتر ہے یا کفر وشرک اور تکبر اور دنیا پرستی اور آخرت کے نہ آنے اور اس کے جزا اور سزا پر ایمان نہ لانے اور اس دن کے انکار سے بنتی ہے۔ ظاہر ہے کہ آخرت کے جزا اور سزا کو نہ ماننے سے انسان گمراہی کے راستے پر چلتا ہے۔ دنیا پرستی اس کو دھوکہ میں رکھتی ہے اور اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے کے بجائے ان کی گردن تکبر اور غرور سے اکڑتی ہے۔ جس کا انجام دنیا اور آخرت دونوں میں برا ہے اور جو اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر کرے گا اور اس کی یکتائی اور آخرت پر ایمان لے آئے گا تو یہ اسی کے حق میں اچھا ہے کہ اللہ تعالی اسے اپنے انعامات سے نوازے گا۔ اس میں اللہ تعالی نے جھوٹے معبودوں کی پرستش پر آخرت کا نقشہ کھینچ کر ضرب لگائی ہے کہ وہ آخرت میں ان کی عبادت کا یہ کہہ کر انکار کرینگے کہ تم خود ہی ہم جیسوں کے طلبگار رہتے تھے کہ تم کو اپنی دنیوی خواہشوں کی من مانی کرنے میں پوری چھوٹ ملے اور پھر ہم کو بھی تو اپنا پیٹ بھرنا تھا ہم نے تم کو مجبور نہیں کیا تم خود ہی ہمارے پیچھے چلے آئے اگر تم اتنی سی بات سمجھتے تو ہماری پیروی نہ کرتے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ارے نادانو تم سمجھتے ہو کہ تمھاری اس خدمت کے بدلے وہ تمھاری سفارش کریں گے۔ اب دیکھ لو وہاں تو کسی کو زبان کھولنے کی بھی اجازت نہ ہوگی الا کہ جس کے حق میں اللہ تعالی جس نیک بندے کو اجازت دے تو صرف وہی کچھ عرض کر سکے گا۔

قوم سبا کی تاریخ کے متعلق جاننا ضروری ہے۔ جو اس سورہ کے آیت چودہ کے بعد بیان ہے۔
سبا کی قوم جنوبی عرب کی جو آج یمن کہلاتی ہے۔ ایک بہت بڑی تجارت پیشہ قوم تھی۔ اس کے عروج کا دور گیارہ سو برس قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ اس وقت یہ قوم اپنی زراعت اور تجارت کی وجہ سے کافی عروج پر تھی۔ ان کا ملک اچھے اچھے بے شمار میوؤں اور خوبصورت خوشبودار درختوں سے بھرپور تھے۔ نعمت کی کافی فراوانی تھی۔ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں ایک دولت مند قوم کی حیثیت سے مشہور تھی۔ شروع میں یہ ایک آفتاب پرست قوم تھی پھر جب اس کی ملکہ حضرت سلیمانؑ (965 - 926 ق م) کے ہاتھ پر ایمان لے آئی تو اس قوم کے زیادہ تر لوگ مسلمان ہو گئے لیکن بعد میں رفتہ رفتہ ان کے اندر شرک و بت پرستی کا پھر زور ہو گیا اور انہوں نے اپنے پوجنے کے لئے بہت سارے دیوی دیوتا بنا ڈالے۔ ان کے بادشاہ اپنے کو اس دیوتا کے وکیل سمجھ کر اطاعت کا حق دار سمجھتے تھے اور 650 ق م سے پہلے ان کے بادشاہ انسانوں اور ان کے دوسرے متعدد خداؤں کے درمیان اپنے آپ کو واسطہ قرار دیتے تھے۔ اس کے بعد ان بادشاہوں نے 115 ق م کے دور میں ملک کا لقب اختیار کیا۔ 300ء کے بعد سے اسلام کے آغاز تک اس قوم کی تباہی کا دور تھا جس میں ان میں آپس میں خانہ جنگیاں ہوئیں۔ باہر کی قوموں نے دخل اندازی شروع کی۔ ان کی تجارت و زراعت برباد ہوگئی۔ ان کی آزادی ختم ہوئی۔ آخر کار 450ء میں بند ٹوٹنے سے ان پر ایک زبردست سیلاب آیا اس کے بعد 523ء میں یمن کے یہودی بادشاہ نے نجران کے عیسائیوں پر بہت سارے ظلم کئے جس کا ذکر قرآن مجید میں اصحاب الاخدود کے نام سے کیا گیا ہے جس کی وجہ سے حبش کی عیسائی سلطنت انتقام لینے کے لئے یمن پر حملہ آور ہو کر سارا یمن فتح کرلیا۔ اس کے بعد حبشیوں نے کعبہ کی مرکزیت کو ختم کرنے کے لئے اور عرب کے پورے مغربی علاقے کو رومی حبشی اثر میں لانے کے لئے حضورﷺ کی پیدائش سے چند روز قبل 570ء میں مکہ پر چڑھائی کی اور اس کی پوری فوج پر اللہ کے حکم سے تباہی آ گئی جسے قرآن مجید میں اصحاب الفیل کے نام سے سورہ فیل میں بیان کیا ہے۔

آخر کار 575ء میں یمن پر ایرانیوں کا قبضہ ہوا۔ اس طرح جب انہوں نے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا اور کفر پر اڑے رہے تو ان پر زوال آیا اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

سورۂ فاطر

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں پینتالیس آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

اس سورہ کا دوسرا نام الملائکہ بھی ہے اور اس کا زمانہ مکہ کا درمیانی دور ہے۔ اس زمانے میں مکہ کے کفار نبی کی دعوت حق کو ناکام کرنے کے لیے ہر طرح کی بری بری چالیں چل رہے تھے اور کافی زور و شور سے اس دعوت کی مخالفت کر رہے تھے۔ اس لئے اس آیت میں اہل مکہ کو ان کی اس ظالمانہ کاروائی پر ملامت کی گئی ہے اور انہیں اچھے طریقے سے سمجھایا گیا ہے اور آخرت کے دن کے اور اس دن کے حساب کتاب سے خبردار کیا گیا ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نادانو یہ جو تم طرح طرح کی چالیں چل رہے ہو کہ اللہ کی دعوت حق کو ناکام کرے تو اس سے ہمارے رسول کا کچھ نقصان نہیں ہوگا البتہ تم ایسا کر کے گمراہ ہو جاؤ گے اور سزا کے مستحق ہو گے جس سے کہ تم اپنا ہی نقصان کرو گے۔ لیکن تم ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرو تو جو کچھ نبی تم کو سکھا رہے ہیں وہ غلط تو نہیں کہہ رہے۔ اور ہاں فرشتوں کو ہم نے ہمارا پیغام پہنچانے والا بنایا ہے اور یہ ہمارے فرمانبردار خادم ہیں۔ لیکن مشرکین ان کو دیوی دیوتا بنا کر پوجتے ہیں۔ اور پھر ہمارے بندوں میں سے بھی کسی کو روزی دینے والا یا کسی کو اولاد دینے والا وغیرہ دیوی دیوتا بنا کر ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں تو ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت بھی تو نہیں ہے کہ ہم نے کہا ہو کہ تمہاری حاجتیں پوری کرنے کے اختیارات ہم نے فلاں ھستی کے سپرد کی ہیں لہٰذا ان کے آگے ہاتھ پھیلاؤ اور انہی کے حضور نذر و نیازیں اور چادریں چڑھاؤ اگر تمہارے پاس اس کا ثبوت ہے تو لاؤ اور پھر تم خود بھی تو مانتے ہو کہ تمہارا پیدا کرنے والا اور تمہیں روزی دینے والا اللہ ہی ہے تو پھر تم کہاں الٹے چلے جا رہے ہو کہ دوسری ہستیوں کو ہمارے ساتھ شریک کر کے اپنے آپ کو سزا کا مستحق بنا رہے ہو۔ بار بار تم کو سمجھایا جا رہا ہے کہ یہ سب جھوٹے بھروسے ہیں کیونکہ یہ پیر، پنڈت، مجاور وغیرہ صرف اپنی دکان چمکانے کیلئے کر رہے ہیں۔ آخر تم کس دھوکے میں ہو۔ اسلئے ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری تعلیم کیلئے چنا ہے کہ آپ شرک کو ختم کریں۔ اور تا کہ تم واسطے وسیلے نہ ڈھونڈ تے پھرو کہ ان کا بھی پیدا کرنے والا وہی ایک اللہ ہے اس لیے صرف اللہ پر ہی بھروسہ کرو اور اسی سے مانگو ان واسطے وسیلوں کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی تمہیں ان کی ضرورت ہے۔ اور تم سب کو صرف ایک اللہ واحد کیطرف بلا رہے ہیں تو کیا یہ غلط ہے؟ آپ آخرت کے بارے میں کہتے ہیں کہ سب کو ایک دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور ہم سب سے ہمارے دنیا میں کئے کا حساب

لے گا اور یہ کہ اس دنیا کے بعد ایک دنیا اور بھی ہے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ جو اللہ ہمیں ایک قطرے سے بنا سکتا ہے تو کیا وہ ہمیں دوبارہ زندگی نہیں دے سکتا؟ محمد تمہیں اچھائی کی طرف بلاتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں تو تم خود ہی سوچو کہ کیا اچھائی اور برائی میں کچھ تمیز نہیں ہونی چاہیے؟ کیا تم اچھے کام کا اچھا بدلہ نہیں لینا چاہتے ہو؟ اور برے کام کی سزا نہیں ملنی چاہئے کیا؟ اب اگر تم کو جو کرنا ہے وہ کرو تم اپنا ہی نقصان کرو گے۔ نبی کا کام تو تم کو سمجھانا ہے پھر تمہاری مرضی۔

مکہ میں جو لوگ اسلام قبول کر رہے تھے ان سے ان کے مشرک رشتہ دار کہتے تھے کہ اس نئے دین کو چھوڑ دو اور اپنے آبائی دین میں واپس آجاؤ اگر اللہ کے عذاب کا تم کو خوف ہے تو وہ ہم اپنے سر لے لیتے ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر کوئی اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔ ایک کے گناہ میں دوسرے کو پکڑنا اللہ کے انصاف کے خلاف ہے۔ جب قیامت آئیگی اور وہ دیکھ لینگے کہ کس خوفناک انجام سے وہ دوچار ہونے والے ہیں تو ہر کوئی کو صرف اپنی ہی پڑی ہوگی اور کوئی بھی دوسرے کے گناہ کا بوجھ اٹھانے کیلئے تیار نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مومن ہماری اصل دین حق کی جدوجہد میں اپنی جان و مال و محنتیں صرف کرتا ہے تو ہم اسے اس وفاداری کے بدلے بہت کچھ انعام میں دینگے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرینگے۔ پھر فرماتا ہے کہ مسلمانوں کی قسم میں بعض اللہ کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو سچے دل سے مانتے ہیں لیکن قرآن کے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتے اسلئے کہ ان کا ایمان کمزور ہے اور وہ تعداد میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں زیادہ ہیں۔ دوسرے وہ جو اپنے نفس کو بے لگام نہیں چھوڑتے بلکہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کبھی وہ اپنی باگیں ڈھیلی چھوڑ کر گناہ کر بیٹھتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگتے ہیں۔ ان کی زندگی اچھے اور برے دونوں اعمال کا مجموعہ ہے۔ تعداد میں یہ پہلے گروہ سے کم اور تیسرے گروہ سے زیادہ ہے۔

تیسرے وہ جو ہمیشہ نیکیوں کی طرف بھاگتے ہیں۔ اللہ و رسول کا پیغام دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اور خود بھی اطاعت میں آگے آگے ہیں اور اپنے دین کی خاطر قربانیاں کرتے ہیں اگر کبھی غلطی سے گناہ سرزد ہو جائے تو اللہ کے آگے معافی مانگتے ہیں۔ ان کی تعداد ان دو گروہوں سے کم ہے۔ ان کیلئے ہمیشہ جنت کے باغات ہیں اور ڈھیر سارے انعامات ہیں پہلے دو گروہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اسلئے خاموش ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کریں اور جنت اور انعامات کا مستحق بنائیں اور ہاں جن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول ماننے سے انکار کیا اور قرآن کریم کو اللہ کی کتاب نہیں مانتا تو وہ بے شک کافر ہیں اور ان کیلئے جہنم کی آگ ہے۔ وہاں وہ

چیخیں گے لیکن ان کے عذاب میں کمی نہ ہوگی۔ ان سے فرمایا جائیگا کہ ہم عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتے تم کو اپنی اصلاح کیلئے کافی وقت دیا گیا تھا لیکن تم نے کھو دیا اب ہمارے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

پھر نبی کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ لوگ آپ کی نصیحت کو نہیں مانتے تو آپ اس پر غمگین نہ ہوں۔ ان کے راہ راست قبول نہ کرنے کی ذمہ داری آپ پر تو نہیں آتی تو آپ خواہ مخواہ اپنی جان کو نہ گھلائیں بلکہ اپنی توجہ ان لوگوں پر رکھیں جو آپ کی بات ماننے کو تیار ہیں۔ ایمان قبول کرنے والوں کو بڑی خوشخبریاں دی گئی ہیں تا کہ ان کے دل مضبوط ہوں۔

سورہ یٰسین

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ممکن ہے اس سورہ نزول مکہ کے درمیانی دور کا آخری زمانہ ہو جب کہ مکہ کے کفار ہمارے رسول محمد ﷺ کی نبوت کا ظلم و مذاق سے مقابلہ کر رہے تھے اور آپ کو اللہ کا رسول ماننے سے اور قرآن کریم کو اللہ کا کلام ماننے سے سختی سے انکار کرتے تھے اور علیﷺ کی دعوت حق کو ناکام کرنے ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔

یہ سورہ قرآن مجید کا دھڑکتا ہوا دل ہے جس کے پڑھنے سے روح میں حرکت پیدا ہوتی ہے اس کی تلاوت روزانہ فجر کے فوراً بعد کرنے سے ہر قسم کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں بشرطیکہ وہ پڑھنے والے کے حق میں بہتر ہو ورنہ اس کے آخرت کے اکاؤنٹ میں جمع کر دی جاتی ہیں۔ اور روزی میں برکت و کشادگی ہوتی ہے اور رات کو پڑھکر سونے سے دین کی فلاح نصیب ہوتی ہے اور نیند اچھی طرح آتی ہے۔ جو شخص اس کو زبانی یاد کریگا اور اللہ کو راضی کرنے کیلئے پڑھیگا تو اس کی توبہ قبول کی جائیگی بشرطیکہ اس نے اپنی اصلاح کی ہو اور اسے حاجات دنیا سے بے نیاز کر دیگا۔ اگر اس کو بیمار کے پاس بیٹھ کر پڑھا جائے تو انشاء اللہ شفا ہوگی اور اگر اسے پڑھ کر پانی پر پھونک کر دیوانے کو پلایا جائے تو انشاء اللہ جنون جاتا رہیگا اور اگر کوئی نزع کی تکلیف میں مبتلا ہو تو اسے پڑھ کر اس پر پھونکنے سے تکلیف آسان ہوتی ہے۔ اس کی تلاوت کرنے سے رنج و غم دور ہوتا ہے۔ غرض اس سورہ کے پڑھنے میں خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ حدیث کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مرنے والوں پر سورہ یٰس پڑھا کرو اور ساتھ ساتھ جس کو عربی نہ آتی ہو تو اس کا ترجمہ بھی سنادو تا کہ مسلمان کے ذہن میں اسلامی عقائد تازہ ہو جائیں۔

اس کلام کا مدعا کفار مکہ کو حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان نہ لانے اور ظلم وطعن سے اس کا مقابلہ کرنے کے انجام سے ڈرانا ہے اور ثبوت دے کر بار بار ان کو یہ سمجھانا ہے کہ جن باتوں کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں انہیں قبول کرنے میں ان کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ اور اس تنبیہ کے مضامین کو بڑے پرزور طریقے سے بیان کیا گیا ہے تاکہ جن کے اندر حق کو قبول کرنے کی تھوڑی بھی جگہ ہو تو وہ اللہ کے کلام سے متاثر ہو کر ہی رہیں۔ چونکہ کفار مکہ نبی ﷺ کو اللہ کا رسول اور قرآن کو اللہ کا کلام ماننے سے انکار کرتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ شروع میں قرآن کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ آپ کے نبی ہونے کا کھلا ہوا ثبوت یہ قرآن ہی تو ہے جو اللہ کا کلام ہے چاہے کوئی کتنی ہی کوشش کرے ایسا حکیمانہ کلام تصنیف نہیں کر سکتا جو سراسر حکمت وعلم سے لبریز ہے مثلاً قرآن جو ایک ہزار چار سو سال پہلے اتارا گیا تھا جس میں بیان کیا گیا ہے کہ زمین، چاند، سورج اور تمام تارے سیارے افلاک میں گردش کر رہے ہیں جیسے کہ کسی سیال چیز میں کوئی شے تیر رہی ہو اور یہ آج کل کی جدید سائنس نے تو حال ہی میں دریافت کیا ہے یعنی کہ یہ علم اتنے سالوں پہلے ہمیں دی گئی تھی۔ تو پھر ظاہر ہے کہ یہ اللہ ہی کا کلام ہو سکتا ہے اور جو شخص اسے پیش کر رہے ہیں تو انھیں بھی یہ علم وحی کے ذریعے ہی دی گئی ہوگی اور انھیں بھی اللہ کا رسول ہی ہونا چاہیے۔

پھر فرمایا گیا کہ جو لوگ آپ کی دعوت حق کا انکار اپنے ضد اور ہٹ دھرمی سے کر رہے ہیں اور جس کی گردنیں تکبر سے اکڑی ہوئی ہیں تو ایسے لوگ آپ کی نصیحت پر کان نہیں دھرتے اسلئے ان کو ایمان کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی اور وہ جہنم کے عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔ افسوس کہ یہ لوگ پچھلی تاریخ کے قوموں کی بربادی سے بھی عبرت نہیں لیتے جو ان کے سامنے ہیں جنھیں وہ ہمیشہ اپنے تجارتی راستوں سے گزرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ جنھوں نے حق کا انکار کیا تھا اور اللہ کے عذاب میں گئے تھے۔ تو پھر تم بھی ایسے ہی انجام سے دوچار ہو گے اگر تم نے اپنی اصلاح نہیں کی اور انکار پر ہی قائم رہے۔ فرمایا گیا کہ یہ قرآن اس مالک کائنات کا فرمان ہے جو سب پر غالب ہے اور اس کے احکام کی لاپرواہی کر کے کوئی بھی اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا اور یہ تو تم لوگوں کیلئے سراسر ہدایت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے تمہاری ہدایت کیلئے اپنا رسول بھیجا اور یہ ہدایت بھری کتاب نازل کی تاکہ جو پیغام پچھلے انبیاء کے ذریعے تمہارے آباؤ اجداد کے پاس آئے تھے اور جو زمانہ گزرنے پر اور لاپرواہیوں سے آہستہ آہستہ مٹتے چلے گئے تو ہمارے رسول محمد ﷺ وسلم اس پیغام کی تجدید کریں تاکہ تم اسے مان کر اور اس پر عمل کر کے گمراہی کے اندھیرے سے نکلو اور ہدایت کی روشنی میں آجاؤ اور تمہیں دنیا و آخرت کی کامیابیاں نصیب ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک مومن کا واقعہ بیان کرتا ہے جو اپنی قوم کا خیر خواہ تھا اور ان کو رسولوں پر ایمان لانے کی تنقید کرتا تھا لیکن اس کی قوم نے اسے قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جنت کے انعامات سے نوازا۔ لیکن مرنے کے بعد بھی اس مومن کی یہی خواہش رہی کہ کاش وہ اپنی قوم کو یہ سارے انعامات بتا سکتا۔ اس واقعہ سے کفار مکہ کو یہ بتاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایک انسان ہیں اور ہمارے رسول ہیں جو تم لوگوں کی بھلائی چاہتے ہیں۔ ان کو دشمنی صرف تمہاری گمراہیوں سے ہے اسلئے وہ تمہاری اصلاح کرنا چاہتے ہیں تاکہ تم دوزخ کی آگ سے بچ سکو اور اللہ تعالیٰ کے انعامات سے نوازے جاؤ۔

کفار مکہ اللہ تعالیٰ کو تو مانتے تھے لیکن فرشتوں کو، گذرے ہوئے بزرگوں کو، مختلف قسم کے بتوں کو اور بے بنیاد چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھیراتے تھے اور ان کی نذر و نیاز بھی کرتے تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کے واسطے اور وسیلوں سے ہی ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور پھر وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور اپنے دنیا میں کئے ہوئے حساب و کتاب کے عقیدے کے قائل نہیں تھے بلکہ اسے ایک مذاق ہی سمجھتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے درمیان کشمکش کی یہی وجوہات تھیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھیں کھولنے کیلئے کئی مثالیں آثار کائنات کی دی ہیں جو اللہ کی وحدانیت اور آخرت کی نشان دہی کرتی ہیں تاکہ وہ ان پر غور کریں۔

ایک مثال زمین کی دی ہے جو کہ بے جان ہے لیکن بہت ہی وسیع اور گہری ہے اور اس بے جان مٹی کے اجزا کو اگر دیکھو تو اس میں زندگی کی کوئی جھلک بھی نہیں ہے لیکن اس مردہ زمین سے کس طرح ہر قسم کے میوے، سبزیاں اور جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جن میں طرح طرح کے رنگ اور ذائقے اور خوشبو بھر دیئے جاتے ہیں۔ اسی زمین سے چشمے اور نہریں رواں ہوتے ہیں اور اسی زمین پر ایسے مادوں کی تہہ چڑھا دی گئی ہے جو نباتات کی غذا بننے کیلئے ضروری ہے مثلاً میگنیزیم، کیلشیم وغیرہ اور یہی مادے ہمارے بدن میں بھی موجود ہیں۔ پھر سورج اور زمین کا تعلق اسطرح قائم کیا گیا کہ نباتات کو صحیح درجہ حرارت صحیح موسم میں مل سکے اور پھر زمین کے اوپر ہوا کا غلاف بھی چڑھا دیا گیا جو آفات سماوی سے زمین کی حفاظت کرتی ہے اور بارش لانے کا ذریعہ بھی بنتی ہے اور اپنے اندر وہ گیسیں بھی رکھتی ہیں جو ہر ایک کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ پھر کئی قسم کے تخم پیدا کئے کہ مناسب موسم، ہوا، پانی کے ملنے سے اس میں زندگی کی حرکت پیدا ہو۔

پھر آسمانی دنیا پر نظر کرو تو اس کی وسعت تک تو ہم پہنچ ہی نہیں سکتے۔ ہماری زمین جس نظام شمسی میں شامل ہے اس کا مرکز سورج وز مین سے تین لاکھ گنا بڑا ہے جبکہ سورج زمین سے ایک لاکھ

گنا بڑا ہے۔اور زمین سورج کے گرد ۲۶۷،۶۶ میل فی گھنٹہ کے حساب سے پورے ایک سال میں چکر لگاتی ہے جس سے موسم کے تبادلے ہوتے ہیں اور پھر زمین اپنے محور کے گرد ۱۰۳۳ میل فی گھنٹہ کے حساب سے گھومتی ہے اور دیکھو ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا اور پھر ہمارا نظام شمسی ایک بہت ہی بڑے کہکشاں کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے جو کم از کم بیس لاکھ لوبی سحابیوں میں سے ایک ہے اور پھر بھی یہ پوری کائنات نہیں ہیں بلکہ آگے اور بھی ہے جن کا اب تک مشاہدہ نہیں ہوا ہے۔اور یہ خدا کی خدائی کا بہت ہی تھوڑا حصہ ہے۔پھر ذرا انسان اپنی تخلیق پر غور کرے کہ کس طرح ایک بے جان نطفہ سے اتنا بڑا انسان اپنے ماں، باپ کی شائبات لئے پیدا ہوتا ہے۔پھر جوان ہوتا ہے، بوڑھا ہوتا ہے اور پھر اسی مٹی میں گھل مل جاتا ہے۔اب ذرا اپنے دماغ سے غور کرو کہ یہ سب خود بخود تو ہوتے ہیں یا کہ کوئی ایک قوت ان ساری چیزوں کا انتظام کرتی ہے۔اگر یہ بہت سے خداؤں کے کارنامے ہوتے تو یہ سارے کام اتنی باقاعدگی سے نہ ہوتے۔

دوسرا ثبوت رات اور دن کے آنے جانے میں ہے۔اگر سورج غروب نہ ہو تو دن ہی دن رہے اور گرمی سے کوئی زندہ نہ رہ سکے یا پھر اگر رات ہی رات رہے تو سردی کی وجہ سے زندگی مشکل ہو۔پھر سورج اور چاند کو اپنی ڈیوٹی کا پتہ ہے کہ کب نکلنا اور کب ڈوبنا اور یہ بندھا ہوا حساب بلکل باقاعدگی سے چلتا رہتا ہے۔حالانکہ چاند، سورج، تارے، سیارے سب ہی فلاک میں گردش کررہے ہیں لیکن دیکھو ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے یہ سب اللہ کے حکم کے پابند ہیں اور کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہوسکتا۔

پھر ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا حتیٰ کہ بے جان مادے بھی ایک دوسرے سے جوڑ کھاتے ہیں جس سے مختلف مرکبات وجود میں آتے ہیں۔پھر دیکھو سمندر میں کشتیاں کیسے چلتی ہیں۔اور پھر مویشیوں کو ہم نے انسان کے بس میں کردیا ہے۔ان پرندوں پر نظر کرو کہ کیسے پر پھیلا کر اور کبھی پروں کو سکیڑ کر اڑتے ہیں تو پھر کیا یہ تمہارے معبودوں کے پیدا کردہ ہیں۔بلکہ ہم ہی پیدا کرنے والے اور نظام کو چلانے والے ہیں

کفار مکہ قیامت کے آنے کی اور حساب و کتاب کی خبر پر محمد ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے اور ان سے پوچھتے تھے کہ یہ دھمکی کب اور کس تاریخ پر آئیگی اور ہم کیسے مرنے کے بعد گل سڑنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائینگے۔جس پر اللہ تعالیٰ سوکھے بیج کی مثال دیتا ہے کہ کس طرح زمین میں بونے سے صحیح موسم اور حرارت سے بوٹا نکل آتا ہے۔بلکل اسی طرح تم بھی اٹھائے جاؤ گے اور پھر وہ ایسی گھڑی میں آئیگی جو صرف اللہ ہی کو معلوم ہے کہ تم اپنے گھروں تک کو بھی نہیں پہنچ سکو گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ تم اس دنیا میں کر رہے ہو وہ سب ہمارے کمپیوٹر میں درج ہوتے جا رہے ہیں۔ اور وہ بھی جن کے اچھے یا برے نقوش تم اس دنیا میں چھوڑ کر جاتے ہو مثلاً اگر کسی نے مسجد بنوائی تو قیامت تک جتنے بھی سجدے اس میں اللہ کیلئے ہونگے ان سب کا اجر اسی شخص کو ملے گا۔

جب وہ قیامت کی گھڑی آئیگی اور تم سب اپنے حساب وکتاب کیلئے بھاگتے دوڑتے اللہ تعالیٰ کے حضور حاظری کیلئے جاؤ گے تو تم یہی کہتے جاؤ گے کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا اور رسولوں کی بات سچ ہی نکلی۔ یہ وہ دن ہو گا جب صالح اہل ایمان کو مجرموں میں سے چھانٹ کر الگ کر دیئے جائنگے اور ان سے کہا جائیگا کہ ہماری کتابوں اور رسولوں کے ذریعے دنیوی زندگی میں تم کو خبردار کیا گیا تھا کہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر و اور شیطان کی اطاعت مت کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے جبکہ وہ دوست بن کر اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور تمہیں گمراہ کرنے کیلئے ہر گناہ کو رنگین بناتا ہے تو اس کا راستہ جہنم کی طرف جاتا ہے۔ اب یہ وہی جہنم ہے جس کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا تو اس کا مزہ شیطان کے ساتھی بن کر ہمیشہ کیلئے چکھتے رہو۔ اس روز تمہارے اپنے ہاتھ پیر تمہارے جرائم کی گواہی دینگے اور تمہاری یا تمہارے سفارشوں کی کچھ نہیں چلے گی بلکہ سب ہی کے زبانوں پر تالے لگے ہونگے۔

اس دن صالح اہل ایمان جنت کے مزے میں ہونگے جن کو تم بیوقوف سمجھ کر دنیا میں ان کا مذاق اڑاتے رہے تھے۔ اور جو کچھ وہ مانگیں گے ان کو ملیگا اور ہاں اس دن کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہو گا بلکہ اپنی اپنی کمائی کا پورا پورا بدلہ ملیگا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قیامت تو دور کی بات ہوئی اگر اسی دنیا میں ہم تم کو لنگڑا، اندھا، لولا کر دیں تو پھر کون تمہاری مدد کریگا آخر تم غور کیوں نہیں کرتے۔

اتنی ساری نشانیوں کے باوجود تم اتنے احسان فراموش ہو کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر اپنے گھڑے ہوئے معبودوں کے آگے نذر و نیاز کر کے ان کا شکریہ بجالاتے ہو اور ان کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو جو خود ان کے ماننے والوں کے محتاج ہیں۔ اگر ان جھوٹے معبودوں کے پاس ان کے ماننے والوں کی فوج نہ ہو تو ان کی خدائی ایک دن بھی نہ چلے۔ یہ کم عقل ان معبودوں کے غلام بنے ہوئے ہیں اور ان کی بارگاہیں اور دوکانیں سجا رہے ہیں۔ لہذا توبہ کر کے ہوش میں آؤ کہ اب بھی وقت ہے اور تمہاری آنکھیں کھلی ہیں۔ یہ وقت گذر جانے پر دیر کر دو گے تو سزا کے مستحق ہو گے۔

پس وہی ایک اللہ ہے سب کا خالق و مالک ہے اور اسی کے اختیار میں سارا اقتدار ہے وہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے وہ ہر نقص وعیب سے، ہر غلطی و کمزوری سے پاک ہے اور اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک بنے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے

جاؤ گے۔

سورۃ الصافات

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:۔ یہ سورہ مکہ کے درمیانی دور میں نازل ہوئی جبکہ محمد ﷺ کی دعوت حق کی مخالفت اور اہل ایمان پر ظلم وستم شدت اختیار کر چکی تھی اور اس کے برحق ہونے کا جواب کفار مکہ طنز اور مذاق سے دے رہے تھے اور اہل ایمان ان کی زیاتیوں کو بڑی بے بسی کے ساتھ برداشت کر رہے تھے اور اس وقت کوئی بھی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ یہ مٹھی بھر جماعت کامیاب ہو کر رہے گی بلکہ سب کا گمان یہی تھا کہ یہ تحریک جلدی ختم ہو جائیگی ۔اسلئے پرزور طریقے سے کفار مکہ کو سمجھایا جارہا ہے کہ یہی ہمارے پیغمبر ﷺ دیکھتے ہی دیکھتے تم پر غالب آجائینگے۔چنانچہ پندرہ سال کے اندر ہی فتح مکہ کے موقعہ پر وہی کچھ پیش آیا جس سے یہ کفار مکہ خبردار کئے گئے تھے۔

اس سورہ کی ابتدا مذکورہ صفات فرشتوں کی قسم سے ہوئی ہے جو اللہ تعالی کے بندے اور غلام ہیں اور ہروقت اللہ تعالی کے حکم وبندگی کے پابند ہیں اور اللہ تعالی کے حکم سے کائنات کے نظام کی تدبیر کر رہے ہیں۔انہی فرشتوں میں سے وہ گروہ بھی ہیں جو اللہ تعالی کے حکم سے نافرمانوں اور مجرموں کو پھٹکارتے ہیں کہ ان کی ڈانٹ وپھٹکار حوادث اور آفات کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے جس سے عبرت حاصل کرنے والے عبرت حاصل کرتے ہیں۔اور ان فرشتوں میں وہ بھی ہیں جو حق کی طرف توجہ دلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں جو تعلیمات کی صورت میں ان کے ذریعے سے انبیاء پر نازل ہوتی ہیں۔اتنی بڑی قسم کھا کر اللہ تعالی فرماتا ہے کہ یہ پورا نظام کائنات صرف ایک اللہ تعالیٰ واحد کی بندگی میں اور اسی کے حکم ہی سے چل رہا ہے اور حق کے نہ ماننے والوں کے جو برے نتائج سامنے آتے ہیں وہ سب اللہ تعالی ہی کے حکم سے ہے۔یہ سب ایک ہی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ تم سب کا اللہ تعالی صرف ایک ہی ہے اور وہی اکیلا سب کی عبادت وبندگی کا مستحق ہے۔کائنات کا مالک وفرمارواہی انسانوں کا اصل معبود ہے اور ہونا ہی چاہئے۔لہذا صرف اسی کے ہی اگے جھکنا چاہئے اور صرف اسی سے ہی اپنے سارے حاجات طلب کرنے چاہئے۔کیونکہ سارا اختیار صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔یہ بات بلکل عقل کے خلاف ہے کہ انسانوں کا حاکم وما لک اللہ تعالی ہو اور عبادت کا حق کسی دوسرے کو دی جائے جس کو کچھ بھی اختیار نہیں تو ایسے بے اختیار کے سامنے جھکنا اور انہیں پکارنا بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے آخر تمہاری عقل کہاں ماری گئی ہے۔

محمد ﷺ کے زمانے میں کاہنوں اور جیوتشیوں کا بڑا چرچا تھا کہ شیاطین وجن ان کے قبضے میں ہے اور

وہ غیب کی خبریں دیتے ہیں۔اس لئے عرب کے لوگ اپنے اگلے پچھلے حالات معلوم کرنے کے لئے ان کے پاس جاتے تھے۔ایسے ماحول میں جب نبی ﷺ نبوت پر سرفراز ہوئے اور قرآن کی آیات سنانی شروع کیں اور پچھلی تاریخ کے واقعات کی اور آئندہ آنے والے حالات کی خبردیں تو آپؐ کے مخالفین نے آپ کو بھی کاہنوں میں شامل کر دیا۔اس الزام کے لئے اللہ تعالیٰ یہ حقیقت ارشاد فرماتا ہے کہ کوئی بھی شیطان و جن عالم بالا تک خبریں لانے کے لئے نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا کو بہت ہی مظبوط سرحدوں سے محفوظ کر دیا ہے اور اسے تاروں سے جو آگ کے بگولے ہیں سجایا ہے۔اگر کسی شیاطین یا جن کے کان میں کچھ بھنک پڑ بھی جائے تو وہ نیچے نہیں آنے پاتا کیونکہ ایک آگ کا شعلہ اسکا پیچھا کرتا ہے۔

پھر کفار مکہ کو اس شبہ کا جواب دیا جا رہا ہے جو وہ آخرت کے بارے میں کرتے تھے کہ آخر جب مر کر مٹی میں مل گئے تو دوبارہ آخرت میں حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لئے پیدا کرنا بلکل ہی ناممکن ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے نزدیک یہ مشکل کام ہے لیکن ذرا سوچو کہ اتنے بڑے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا کیا کوئی اسان ہے۔پھر ذرا تم اپنے وجود کو تو دیکھو کہ ایک لیس دار گارے سے بنے ہو جو اسی غذا سے بنتا ہے جو اس بے جان مٹی سے برآمد ہوتی ہے تو پھر تم کو دوبارہ اسی مٹی سے نکالنا اللہ تعالیٰ کے لئے کونسا مشکل ہے کہ تم اپنے رسول ﷺ پر الزام دھرتے ہو کہ کسی نے آپؐ پر جادو کر دیا ہے کہ الٹی سلٹی باتیں کرنے لگے ہیں۔سنو، جو آپؐ بیان کر رہے ہیں وہ بلکل حقیقت ہے۔اللہ تعالیٰ جو کچھ بنانا چاہتا ہے وہ ایک اشارے سے بن سکتا ہے اور اس کے اشارے سے تم دنیا سے اٹھائے بھی جا سکتے ہو۔

اب آخرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ تم سب کو اٹھ کھڑا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم کی ایک جھڑکی ہی کافی ہے کہ فوراً ہی سب سوئے پڑے ہوئے مردے آن میں اٹھ کھڑے ہونگے۔پھر تمہیں یقین آئیگا کہ یہ وہی حقیقت ہے جس کی تمہیں اپنے رسولوں کے ذریعے سے خبر دی جا رہی تھی۔اب نہ ماننے پر اپنی شامت کا ماتم کرو۔پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ سب بغاوتی، سرکش نافرمانوں کو گھیر لاؤ اور ان شیاطین، جن و انسان اور دیوی دیوتاؤں کو بھی جن کی اپنی خواہش یہ تھی کہ لوگ اللہ تعالیٰ واحد کو چھوڑ کر ان کی بندگی کریں۔وہ سب کے سب جہنم کی آگ کی طرف ہانکے جائینگے ان سے اور ان کے پرستاروں سے پوچھا جائیگا کہ اب کیوں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے سوائے انبیاء، اولیاء اور فرشتوں کے جن کی اپنی مرضی یہ نہ تھی کہ وہ پوجے جائیں وہ ایسا وقت ہوگا کہ بڑے بڑے نامور لوگوں کے کس بل نکلے ہونگے جو اللہ واحد کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرتے رہے اور ان سے اپنی حاجتیں و مرادیں مانگتے رہے۔ان کے پیشوا آگے آگے اور مریدان کے پیچھے پیچھے ایک دوسرے کو الزام دیتے کان دبائے جہنم کی طرف جا رہے ہونگے۔ان مریدوں میں سے کسی کو یہ فکر نہ ہوگی کہ اپنے پیر، گروجی یا ہولی فادر کی بے عزتی نہ ہونے پائے بلکہ وہ ان کو سزاوار ٹھرا

کر ان سے نگاہیں پھیر لینگے اور اسطرح جہنم کی آگ میں وہ سب شریک ہونگے۔
لیکن اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے اس عذاب سے محفوظ ہونگے جنہوں نے ہمارے رسولوں پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں کیا۔ وہ نعمت بھری جنتوں میں مزے کرینگے۔ ان کے لئے بہترین رزق ہوگا۔ چمکتی ہوئی شراب سے ان کی آؤ بھگت ہوگی جو دنیا کے شراب سے مختلف ہوگی کہ نہ ان کے دماغ میں فتور آئے گا اور نہ ہی بدن میں خرابی ہوگی۔ ان کے پاس ان کی خدمت میں خوبصورت
آنکھوں والی حوریں ہونگی۔ اللہ تعالیٰ کا وہ شکر بجالا رہے ہونگے کہ انہوں نے اپنے غلط ساتھی کی باتوں آکر حق کا انکار نہیں کیا۔ وہ جھانک کر اپنے مشرک ساتھی کو دیکھینگے کہ کس طرح آگ میں جھلسے جارہے ہیں۔ دوزخیوں کی خاطر تواضع زقوم کے درخت سے ہوگی جس کا پھل سخت کڑوا اور بدبودار ہوگا اور اس کے کھانے سے پیٹ میں سخت درد ہوگا۔ اس پر سے ان کو پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی ملے گا۔ پھر پیٹ بھرنے کے بعد وہ پھر جہنم کی طرف لائے جائینگے۔ افسوس کہ انھوں نے اپنے باپ دادا کی تقلید کرکے اپنے آپ کو گمراہ کیا اور سزا کے مستحق ہوئے۔
پھر حضرت نوح کا قصہ بیان کرکے فرمایا گیا کہ کس طرح ہم نے نوح کی پکار سن لی اور ان کو اور اہل ایمان کو طوفان سے بچایا اور حق کے انکار کرنے والوں کو غرق کردیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے خاموشی سے یہ بشارت اپنے نبی ﷺ کو دی کہ اسی طرح ہم آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بھی کفا مکہ کے عذاب سے نجات دینگے۔
پھر ابراھیمؑ کا قصہ بیان کرکے فرمایا کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے تھے اور بت پرستی سے بیزار تھے۔ اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ سے بچالیا اور ان کی برتری ثابت ہوئی اور مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے نیچا دکھایا۔ اس واقعہ کے بیان کرنے سے قریش کو خبردار کرتا ہے کہ جن ابراھیمؑ کی اولاد ہونے پر تم فخر کرتے ہو ان کا طریقہ وہ نہ تھا جو تم نے اختیار کیا ہے۔ اس وقت خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جن کی پرستش کی جاتی تھی اور ان کے لئے قربانی کی جاتی تھی۔ سو جو چالیں تم نبی ﷺ کو نیچا دکھانے کے لئے چل رہے۔ جس طرح کہ حضرت ابراھیمؑ کی قوم نے ان کے ساتھ کیا تھا تو یاد رکھو تم خود ہی ذلیل و خوار ہوگے اور دیکھو کس طرح براھیمؑ نے اللہ تعالیٰ کی خاطر صرف اسی کے بھروسے پر اپنا وطن چھوڑا اور کس طرح ہم نے انہیں ایک خواب کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرنے چلے۔ ہم اس لئے آزمائشوں میں نہیں ڈالتے ہیں کہ اپنی مخلوق کو خواہ مخواہ تکلیفوں اور رنج و غم میں مبتلا کریں بلکہ یہ آزمائش ان کی فضیلتوں کو ابھارنے کے لئے اور ان کو اعلیٰ مرتبہ عطا کرنے

کے لئے ان پر ڈالی جاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ جب اہل ایمان نیکی اور احسان کی روش اختیار کرتے ہیں تو ان کو اعلیٰ مرتبہ دینے کے لئے ہم انہیں آزمائشوں سے گزارتے ہیں اور پھر وہ ہم ہی ہیں کہ ان تکلیفوں کو دور بھی کردیتے ہیں۔

پھر حضرت موسیٰ و ہارونؑ کے احسان کا ذکر کیا ہے جو ہمارے نیک بندوں میں سے تھے۔ ہم ہی نے ان کو اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دی۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد بعل پرستی اسرائیلیوں میں گھس چکی تھی۔ خصوصاً جب اسرائیل کے بادشاہ اخی اب نے لبنان کے مشرک شہزادی ایزبل سے شادی کی تو وہ خود بھی مشرک ہو گیا اور یہ فساد اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اور اس نے ایک بڑا مندر بنا کر بعل پرستی پر زور دیا۔ یہی زمانہ تھا جب حضرت الیاسؑ نمودار ہوئے اور ان کو ان کے کفر کی وجہ سے بارش بند ہونے کی خبر دی اور بعل پرستی پر ٹوکا اور ثابت کر دیا کہ بعل دیوتا صرف ایک من گھڑت ہے۔ اور ایک اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دی لیکن انہوں نے الیاسؑ کو جھٹلایا اور سزا کے مستحق ہوئے سوائے ان کے جو اہل ایمان تھے۔ پھر حضرت لوطؑ کا قصہ بیان کر کے ان کی قوم کو ان کی گمراہی پر آگاہ کیا لیکن جب کفر سے باز نہ آئے تو تباہ کر دی گئی جس میں لوطؑ کی بیوی بھی تھی جو گمراہ تھی صرف لوطؑ اور اہل ایمان سزا سے بچ گئے۔

پھر حضرت یونسؑ کا قصہ بیان کر کے فرمایا کہ کس طرح وہ اللہ تعالیٰ کا حکم آنے سے پہلے اپنی قوم کو چھوڑ کر کشتی میں جا بیٹھے۔ پھر قرعہ اندازی میں ان کا نام آیا اور وہ پانی میں پھینکے گئے اور مچھلی نے انہیں زندہ نگل لیا۔ اگر وہ اپنی غلطی پر توبہ اور معافی نہ مانگتے تو مچھلی کا پیٹ ہی ان کی قبر بنی رہتی۔ لیکن توبہ کرنے کے بعد مچھلی نے اسے ساحل پر اگل دیا۔ مطلب یہ کہ توبہ کا دروازہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہر وقت کھلا ہے اسلئے توبہ کر کے تم لوگ اپنی گمراہی و کفر سے باز آ جاؤ اور حق کو مان لو۔ یہ سارے قصے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دیکھو کس طرح ہم نے اپنے وفادار بندوں کو نوازا ہے اور کس طرح ان کے جھٹلانے والوں کو سزا دی ہے۔ پھر کفار مکہ کو ان کی گمراہی پر آگاہ کیا ہے کہ وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دے کر اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑتے تھے جس کے لئے ان کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ملائکہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بری صفات سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو جوڑنے والے مجرم کی حیثیت سے آگ میں جانے والے ہیں۔ ملائکہ تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔

پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اور اہل ایمان کو تسلی دیکر دل مضبوط کر کے خوش خبری دی ہے کہ صبر سے کام لو، گھبراؤ نہیں۔ آخر کار یہ کفار خود ہی شکست کھائینگے اور دیکھتے ہی دیکھتے جلد ہی اسلام کا ہی بول بالا ہو اہوگا کہ پورا مکہ فتح ہو گیا۔

سورۃ ص

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔ محمد ﷺ کے چچا ابوطالب جب بیمار ہوئے تو قریش کے سرداران کے پاس آئے اور نبی کو شکایت کی اور کہا کہ بہتر ہو کہ ان کے اور ان کے بھتیجے محمد ﷺ کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے کہ محمد ﷺ کو جو ماننا ہے مانیں لیکن ان کو اور ان کے معبودوں کو اپنے حال پر چھوڑا جائے تا کہ ابوطالب کے مرنے کے بعد ان پر زیادتی نہ ہو۔ تب آپ نے اپنی قوم سے کہا کہ وہ صرف ایک کلمہ کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کا یقین ہے کہ صرف اسی ایک کلمہ سے تمام عرب وعجم مطیع ہو جائے گا اور وہ کلمہ ہے لا الہ الا اللہ تو وہ کہنے لگے عجیب ہے کہ انہوں نے سب معبودوں کو ہٹا کر ایک ہی معبود قرار دے دیا ہے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس پر یہ سورہ نازل ہوا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ نبیؑ جو کہہ رہے ہیں وہ سچ ہی کہہ رہے ہیں کہ یہ قرآن نصیحت سے پر ہے اور تم کو بھولا ہوا سبق یاد دلا کر غفلت سے بیدار کرنے والا ہے۔ دوسرے مفسرین کا خیال یہ ہے کہ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تھا اور قریش کے سردار یہ دیکھ کر گھبرا گئے تھے کہ خطرہ بہت زیادہ بڑھنے لگا ہے کیونکہ اب تو مکہ کے سب سے مقبول آدمی نے بھی رسول کی دعوت قبول کر کے یہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا۔ اس سے پہلے مکہ کے ایک شریف اور سچے انسان ابوبکرؓ نے پڑھا تھا اور اب مکہ میں یکے بعد دیگرے لوگ یہ کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرنے لگے ہیں جس پر کہ سرداران قریش بوکھلا گئے تھے۔

اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مکہ کے کفار کے انکار کی اصل وجہ دعوت اسلامی کی کوئی نقص نہیں بلکہ ان کا اپنا تکبر اور حسد ہے وہ یہ نہیں دیکھ سکتے کہ انہیں کی برادری کا ایک شخص اس عالی رتبے کے لئے چنا گیا ہے۔ دراصل یہ کفار اسی جاہلانہ طریقے پر چلنا چاہتے ہیں جن پر انہوں نے اپنے بڑوں کو پایا اور وہ صرف اپنی آن بان اور عیاشی چھوڑنا نہیں چاہتے اس لئے ان کو یہ بات ایک مذاق ہی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے سوا دوسرا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور ہم پھر حساب کے لئے دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کفار کو خبردار کرتا ہے کہ جس شخص کا وہ مذاق اڑا رہے ہیں وہی غالب آ کر رہیں گے اور وہ وقت دور نہیں ہے جب تم سب اس کے ماتحت ہو جاؤ گے۔

پھر ایک کے بعد نو پیغمبروں کا ذکر کر کے جن میں داوٗدؑ اور سلیمانؑ کا قصہ تفصیل کے ساتھ ہے کہ کس طرح وہ اپنی غلطی پر ہوشیار کروانے کے بعد سنبھل گئے ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ غلطی پر اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور ہوشیار کرواتا ہے اگر ہم اس پر غور کریں اور یہ کہ وہ اپنے مقرب بندوں کو بھی ان کی غلطی پر ضرور پکڑتا ہے۔ اللہ نے یہ بات لوگوں کو بتاتا ہے کہ اللہ کے ہاں انسان کا نیک عمل اور ایمان ہی مقبول ہے۔ اللہ کو وہی لوگ پسند ہیں جو اپنی غلطیوں پر ہوشیار کروانے سے سنبھل جاتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں اور پھر دوبارہ ایسی غلطیوں کے نزدیک جانے سے ڈرتے ہیں۔ اس دنیا میں ہر وقت آخرت کے حساب کو یاد کرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں۔ حالانکہ داوٗدؑ و سلیمانؑ اپنی شان وشوکت اور طاقت میں ان سرداران قریش سے کہیں زیادہ تھے لیکن وہ ہر وقت اللہ کے آگے سربجود تھے اور اللہ کے مخلص تھے اور صرف اسی کی عبادت کرتے تھے۔ پھر ایوبؑ کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ وہ کتنے صابر وشاکر تھے۔ اپنی اس بیماری پر اُف تک نہیں کیا بلکہ ہر وقت اللہ سے دعا کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ ان کی دعا قبول ہوتی نظر نہ آئی تو وہ پیر اولیاء کی قبروں کے چکر لگانے لگے۔ بلکہ انہوں نے اتنی لمبی بیماری پر بھی صبر کیا اور آخر انہیں اس کا پھل دونوں جہاں میں ملا۔ یہ سب اللہ کے مقرب بندے گذرے ہیں۔ اس کے بعد فرمانبردار بندوں اور نافرمانوں کے عالم آخرت کے انجام کے بارے میں بتایا ہے اور اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آج یہ جن سرداروں اور پیشواؤں کے پیچھے جاہل اور اندھے بن کر چل رہے ہیں۔ کل وہی ان سے پہلے جہنم میں پہنچے ہوں گے اور دونوں پیشوا اور چیلے ایک دوسرے کو کوس رہے ہوں گے اور اہل ایمان جنت میں مزے کر رہے ہوں گے ۔

آخر میں قصہ آدمؑ اور ابلیس کا بیان کیا گیا ہے۔ کفار قریش کو یہ بتانا ہے کہ جو تکبر تم لوگوں کو رسول ﷺ کے ماننے سے ہے وہی جیسا تکبر ابلیس کو آدمؑ کے سامنے جھکنے میں تھا اور جو درجہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو عطا کیا تو ابلیس نے اس سے حسد کیا اور اللہ کا حکم نہ مان کر اللہ سے بغاوت کر بیٹھا اور جہنم کا مستحق ہوا تو تم بھی بالکل اسی طرح ہو تو وہی انجام تمہارا بھی ہونا ہے لہذا ابلیس کے دھوکہ میں نہ آؤ اور اپنے آپ کو سدھارو اور سیدھا راستہ اختیار کرو تاکہ انعام پاؤ۔

سورۃ الزُّمر

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں۔

یہ سورہ ایک بہترین خطبہ سے جو ہجرت حبشہ سے کچھ پہلے دیا گیا تھا۔ حضرت محمد ﷺ کے مکی دور کے اس زمانے میں جب ان کی دعوت حق کی مخالفت، ان کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے اور آخر میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ایک انتہا کو پہنچ چکی تھی اور نبی کی دعوت حق کی مخالفت بھی انتہائی شدت اختیار کر چکی تھی۔

اس خطبہ میں زیادہ تر کفار قریش کو خطاب کیا گیا ہے۔ ان کو ان کی شان وشوکت اور آن وبان پر تکبر کرنے کے نتیجے سے ہوشیار کیا گیا ہے اور پچھلی قوموں کی مثال دی ہے جو شان وشوکت و دولت میں ان سے زیادہ تھے مگر اللہ کے ساتھ شریک کرنے اور ان کی ضد اور گھمنڈ پر اللہ کے عذاب نے انہیں ہلاک کر دیا۔ اس میں نبیؐ کی دعوت کا اصل مقصد بیان کیا ہے کہ انسان صرف خالص ایک اللہ کی عبادت کرے اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کر کے اپنی عبادت اور اپنی نیکیوں کو برباد نہ کرے۔ ہر حال میں چاہے کتنی ہی مصیبتیں آئیں یا کتنی ہی آرائشیں ملیں صرف ایک اللہ کے آگے جھکے اور اسی کا شکر کرے یہ نہیں کہ تکلیف کے وقت اللہ کو پکارا اور جب تکلیفیں دور ہوئیں تو پھر دیوی دیوتاؤں کے یا قبر کے بزرگ کے نیازیں کرنے لگے۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی یہ کہہ کر گمراہ کیا کہ جو آفت مجھ پر آئی وہ فلاں حضرت یا فلاں بزرگ یا فلاں دیوی دیوتا کے صدقے ٹل گئی۔ جس سے بہت سے لوگ ان معبودان غیر اللہ پر اعتقاد کرنے لگے۔ اس طرح ہر جاہل اسی طرح کے تجربات بیان کر کے عوام کی اس گمراہی کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ تو سنو کے تمہاری مرادیں پوری کرنے والے اور تمہارے کام بنانے والے بھی ہم ہی ہے تو پھر ان تمہارے معبودں میں طاقت زور کہاں سے آ گیا؟ کہ تم ان کی نذر و نیاز کیے جا رہے ہو تم کہتے ہو کہ ہماری بارگاہ اتنی اونچی ہے کہ تمہاری ہم تک رسائی نہیں ہو سکتی اس لئے تم نے ان غیر معبودوں کا دامن تھام لیا ہے تو ہم نے یہ کب کہا تھا بلکہ ہم تو تمہارے بہت قریب ہیں اور ہم تمہاری پکار سنتے ہیں اور ہم ہی دینے والے ہیں۔ اس میں شرک پر جمے رہنے اور غیر اللہ کی عبادت کے برے نتائج سے ان کو آگاہ کیا گیا ہے اور ان کو دعوت دی گئی ہے کہ اپنے اس غلط طریقے سے باز آ کر اپنے رب کی رحمت کی طرف پلٹ آؤ کیونکہ اللہ تعالی اپنی مخلوق کو آگ میں جلانا نہیں چاہتا اور اگر یہ لوگ صحیح طریقہ استعمال نہیں کریں گے تو پھر وہ اپنا ہی

نقصان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا اس سے کچھ نہیں بگڑے گا۔ اس میں توحید کے عمدہ نتائج بھی بیان کئے ہیں اور ان دو قسم کے انسانوں کا فرق بتایا ہے۔ ایک وہ جو سخت وقت آنے پر اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات کے مستحق ہونگے۔ اور دوسرے وہ لوگ سخت حالات میں غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی سخت سزا کے مستحق ہونگے۔

اس میں پرزور طریقے سے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے نازل ہوا ہے اور یہ محمد ﷺ کا اپنا کلام نہیں ہے جیسے کہ کفار مکہ کہتے تھے اور جو اس اللہ کے کلام کو جھٹلائے گا اس کو سخت سزا دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن تمہارے اپنے بھلے کے لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ تم اس کی ہدایت کے مطابق چلو اور آخرت کے سزا سے بچو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں وقت دیتا ہے تاکہ تم سنبھل جاؤ اور توبہ کر کے صحیح راستہ اختیار کرو اور قرآن کی ہدایت کے مطابق زندگی گذارو تاکہ تم کو آخرت میں انعام ملے اور اس میں یہ بھی بتایا ہے کہ تکلیفیں اور آسائشیں دونوں اللہ کی طرف سے ایک آزمائش کا ذریعہ ہیں تاکہ تم ہر حال میں اللہ کے آگے جھکو۔ یہ نہیں ہے کہ جسکو تکلیفیں ملیں اس سے اللہ ناراض ہے اور جس کو آسائش ملی وہ اللہ کو بہت ہی پیارا ہے۔ بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ کون تکلیف کے آنے پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اسی پر بھروسہ کرتا ہے اور اسی کے آگے جھکتا ہے۔ اور کون آسائشوں میں اللہ تعالیٰ کو فراموش کرتا ہے۔

اس میں اہل ایمان کو ہدایت دی گئی ہے کہ اللہ کی زمین بہت بڑی ہے اگر یہاں تمہاری زندگی تنگ ہے اور تم پر ظلم و ستم ہو رہے ہیں تو کہیں اور چلے جاؤ لیکن اپنے ایمان کو نہ چھوڑو اور اللہ تعالیٰ تمہارے صبر کا تم کو بہت بڑا اجر دے گا۔ پھر نبیؐ سے فرمایا گیا ہے کہ کفار کو صاف صاف کہہ دو کہ وہ میرا راستہ روکنے کے لئے جو کرنا چاہے کرے آپؐ کی دعوت حق میں کچھ فرق نہیں پڑے گا اور آپؐ اپنا تبلیغ کا کام جاری رکھیں۔

سورۃ المومن

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:۔ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں پچاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں۔ جن حالات میں یہ سورہ نازل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ان دنوں کفار مکہ نبی کی دعوت حق کو نیچا دکھانے کے لئے بڑی زبردست کاروائیاں شروع کی تھیں۔ حضرت محمد ﷺ اور ان کی دعوت حق کے خلاف ہر طرف جھگڑے فساد کھڑے کر دیئے تھے اور طرح طرح کے سوالوں سے لوگوں کے دلوں میں شک ڈالنے شروع کئے

تھے تا کہ اہل ایمان بیزار اور تھک ٹوٹ کر ایمان کے راستے کو چھوڑ دیں اور اپنے آبائی مذہب میں پھر آ جائیں اور وہ یہ بھی پلان بنا رہے تھے کہ کسی طرح نبی کو قتل کیا جائے۔ یہاں تک کہ ایک دن حرم شریف میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک کافر عقبہ بن معیذ نام کے آگے بڑھا اور آپ کی گردن میں کپڑے سے بل دے کر آپ کا گلے گھونٹنے کی کوشش کی کہ حضرت ابوبکرؓ آ پہنچے اور ان کو نجات دی۔ نجات دیتے وقت کہتے ہیں کہ ان کی زبان پر یہ جملہ تھا کہ کیا تم ایک شخص کو اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟ اس قتل کی سازشوں میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کا قصہ سنایا ہے۔ کفار کو بتایا گیا ہے کہ جو کچھ تم نبیؐ کے ساتھ کرنا چاہتے ہو یہی کچھ فرعون اپنی طاقت کے گھمنڈ میں موسیٰؑ کے ساتھ کرنا چاہا تھا تو کیا تم چاہتے ہو کہ جو فرعون والوں کا انجام ہوا وہ تمہارا بھی ہو؟

پھر حضرت محمد ﷺ اور اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ کفار چاہے کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں وہ اس اللہ کی طاقت سے زیادہ نہیں جس کی دین کی آپ تبلیغ کرتے ہیں۔ اس لئے آپ بے خطر تبلیغ کئے جاؤ اور اللہ کے بھروسے پر اپنا کام کئے جاؤ کہ آخر کار جیت آپؐ ہی کی ہوگی اور اس مکمل فتح کے آنے تک چاہے یہ کفار کتنا بھی ظلم و ستم آپؐ پر اور آپؐ کے ساتھیوں پر ڈھائیں۔ آپؐ صبر سے برداشت کئے جاؤ اور یہ کبھی نہ سمجھو کہ چونکہ ان کے پاس سب کچھ ہے اور وہ عیش کر رہے ہیں تو وہ اللہ کے پیارے ہیں۔ یہ تو ایک مہلت اللہ کی طرف سے ہے تو اس دھوکہ میں نہ رہو کہ ہماری آیتوں سے کفر کر کے وہ ہماری پکڑ سے بچ نکلیں گے۔ اس میں بڑے پرزور طریقے سے کفار کو کہا گیا ہے کہ یہ اللہ ہی کا کلام ہے۔ کیونکہ وہ کفار مکہ کو کہتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ اپنے دل سے یہ کلام گھڑتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے کچھ صفات بیان کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ زبردست اور سب پر غالب ہے۔ اس سے لڑ کر کوئی نہیں جیت سکتا اور نہ ہی اس کی گرفت سے کوئی بچ سکتا ہے۔ دوسری صفت یہ ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ انسان کی بہتری کس میں ہے اس کو معلوم ہے لہٰذا اس کی دی ہوئی ہدایات کا انکار کر کے انسان خود ہی گمراہی کے گڑھے میں گرتا ہے۔ تیسری صفت یہ کہ وہ گناہ معاف کرنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔ لہٰذا اب بھی وقت ہے کہ عذاب کے آنے سے پہلے توبہ کر لو تو اس کی رحمت کا دروازہ کھلا ہے۔ اگر دیر کر دی تو خود اپنا نقصان کرو گے۔ چوتھی صفت یہ کہ وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ اس سے بغاوت اور سرکشی کرنے والوں کے لئے بہت سخت ہے۔ پانچویں صفت یہ کہ وہ غنی اور فیاض ہے۔ بندوں کو جو کچھ مل رہا ہے اسی کے فضل و کرم سے مل رہا ہے۔ اس کے بعد دو حقیقتیں صاف واضح کر دی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہی ایک اللہ ہی عبادت کے لائق ہے اور اس کے سوا دوسرا کوئی نہیں چاہے لوگوں نے کتنے ہی دوسرے معبود اپنے لئے بنا

رکھے ہوں۔ اس لئے صرف اسی سے دعائیں مانگو کہ یہ اس کے بڑے پن کا اور بندے کی عاجزی کا ثبوت ہے اور یہ کہ تم کو واسطے، وسیلوں کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب تقدیر لکھی جا چکی ہے تو دعاؤں سے کیا فائدہ۔ تو سنو روایت میں ہے کہ اللہ تعالی کو اختیار ہے کہ وہ اپنے فیصلوں کو تمہارے لئے بدل دے۔ روایت میں ہے کہ جب بندہ اپنے اللہ سے دعا مانگتا ہے تو اگر وہ چیز اس کے حق میں بہتر ہے تو وہ پوری کی جاتی ہے یا پھر آخرت میں اس کے اجر میں جمع کیا جاتا ہے یا پھر کسی بڑی آفت کو اس پر آنے سے روک دیا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ آخر کار جانا تو سب کو اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی لوگوں کے جزا وسزا کا فیصلہ کرنے والا ہے کوئی دوسرا نہیں۔ بلکہ کسی کو کسی کے لئے سفارش کا بھی حق حاصل نہیں الاّ یہ کہ اللہ کسی کو اجازت دے۔ لہذا اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو پکارے گا تو وہ بھاری سخت سزا سے بچ نہیں پائیگا۔

نبیؐ اور ان کے ساتھیوں کو تسلی دی گئی ہے کیونکہ وہ کفار مکہ کی زبان درازیوں کے آگے اپنے آپ کو بے بس سمجھ رہے تھے۔ اسلئے ان کو تسلی دی گئی ہے کہ ان کی گھٹیا باتوں پر دل شکستہ نہ ہوں۔ کیونکہ اہل ایمان کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ فرشتے بھی ان کے ساتھ گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور ہر وقت ان کے حق میں دعا کرتے ہیں۔

اس میں فرعون کے درباریوں میں سے ایک راست باز آدمی کا قصہ بیان کرکے ایک تیسرے گروہ کے ضمیر کو جھنجھوڑا ہے اور ان کو بتایا ہے کہ ان کے ظالمانہ اقدام پر یونہی تماشائی نہ بن کر بیٹھیں بلکہ اس راست باز آدمی کی طرح بے خوف وخطر اپنا فرض انجام دیں۔ جس نے بھرے دربار میں اللہ پر بھروسہ کرکے شرک کا انکار کیا اور کوئی اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکا بلکہ فرعون اور اس کے ساتھی اللہ کے عذاب کے پھیرے میں آگئے۔ اس میں عالم برزخ کا بھی نقشہ کھینچا گیا ہے کہ کس طرح فرعون اور اس کے ساتھیوں کے آگے دوزخ لایا جائے گا جو کہ ان کا آخری ٹھکانہ ہوگا اور وہ اس عذاب سے نکل نہیں سکیں گے اور نہ ہی عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا۔

اس میں کفار مکہ کے حق کو نیچا دکھانے کی کوششوں کا جواب دیا گیا ہے جو کہ ان کی بڑائی اور سرداری کا گھمنڈ تھا اور ان کو اللہ کی آیتوں کو نہ ماننے کے انجام سے خبردار کیا گیا ہے جس کے لئے پچھلی قوموں کی تباہی کی مثال دی گئی ہے تاکہ وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آئیں اور حق کو قبول کر لیں۔

سورہ حم السجدہ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ کا زمانہ نزول حضرت حمزہؓ کے ایمان لانے کے بعد اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے پہلے ہے۔ حدیث میں ہے کہ قریش کے سرداروں کو مسلمانوں کی جماعت میں دن بدن اضافہ دیکھ کر یہ پریشانی ہونے لگی انہوں نے عتبہ بن رابیعہ (جو ابوسفیان کے خسر تھے) نبی ﷺ کے پاس بھیجا کہ ان کو ہر طرح کے لالچ دے کر اپنے دین حق سے روکا جائے کہ اگر سرداری یا دولت یا اپنا علاج جو بھی چاہے وہ دینے کو تیار ہیں۔ تب رسول ﷺ نے یہ سورہ پڑھی اور آیت 38 پر انہوں نے سجدہ کیا اور کہا کہ اے ابو ولید تم نے میرا جواب سن لیا۔ اس وقت ان کا چہرہ بالکل بدلا ہوا تھا جب وہ اپنے سرداروں کے پاس آئے تو وہ سمجھ گئے کہ ان پر بھی اللہ کے کلام کا اثر ہوا۔ تب ابو ولید نے ان سے کہا کہ بہتر ہے کہ نبی کو ان کے حال پر چھوڑ دو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

ان دنوں نبی ﷺ کی دعوت کی بڑی زور وشور سے مخالفت ہو رہی تھی۔ کفار مکہ قرآن مجید کی آیتوں کو الٹا مطلب پہنا کر لوگوں میں غلط فہمیاں ڈالنے کی کوشش کرتے۔ اگر آپ ﷺ یا دوسرے مسلمان اللہ کی آیتوں کو سنانے لگتے تو یہ کفار زور زور سے تالی پیٹتے یا پھر زور کا دوسرا ہنگامہ کرتے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے۔ پھر کبھی مذاق کے طور پر یہ کہتے کہ یہ کلام عربی زبان میں ہی تو کہہ رہے ہیں تو اس میں معجزہ کی کیا بات ہے یہ تو ان کی مادری زبان ہے۔ معجزہ تو جب مانے کہ یہ دوسری زبان میں کہا جا رہا ہو اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا مختصر جواب دیا ہے کہ اگر دوسری زبان میں کہتے تو تب بھی وہ کہہ کر نہ مانتے کہ بھلا جو زبان سمجھ سے باہر ہو تو اس میں کلام کہنے کا کیا فائدہ! یہ کلام صرف اللہ ہی کا نازل کیا ہوا ہے۔ اب اگر جاہل لوگ اس کو نظر انداز کر رہے ہیں تو یہ ان کی بدنصیبی ہے اور جو لوگ عاقل ہیں وہ اس کلام کو سن کر اپنا عقیدہ اللہ کی طرف رکھتے ہیں اور صرف اسی کو پکارتے ہیں اور اس کے بتائے ہوئے نیک راستوں پر چلتے ہیں تو وہ بڑے ہی خوش قسمت لوگ ہیں۔ یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ تم لوگوں کو گمراہی کے اندھیرے سے نکالنے کے لئے یہ کلام نازل کیا ہے تاکہ تم بڑے عذاب سے بچ جاؤ۔ اگر وہ چاہتا تو تم کو اسی میں پڑے رہنے دیتا یا پھر فوراً ہلاک کر دیتا۔ لیکن وہ اپنے بندوں پر کافی مہربان ہے اور تم سمجھتے نہیں ہو۔ اس کو تمہاری عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے اپنے فرشتے دن رات اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ یہ تو صرف تمہاری اپنی بھلائی کے لئے کہا جا رہا ہے۔ ماننا ہے تو مانو ورنہ خود اپنا نقصان کر کے عذاب سے دوچار ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ نبی تو

تمہارے جیسا ایک انسان ہے۔ ان کا یہ کام نہیں ہے کہ زبردستی تم کو پکڑ کر اللہ کے راستے پر لے آئے۔ اور پھر تم یہ شرک و کفر کس کے ساتھ کر رہے ہو اس اللہ کے ساتھ جس نے یہ ساری کائنات زمین اور اس کے سروسامان سمیت چھ دنوں میں بنائی اور جو اس نظام کو چلا رہا ہے اور جس کے دیے ہوئے رزق پر تم پلتے ہو پھر اس کے ساتھ شریک کر کے اسی کی پیدا کی ہوئی چاند سورج جیسی چیزوں کو پوجتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہی انکو بھی وجود میں صرف تمہارے فائدے ہی کے لئے لایا ہے تو پھر تم اس ایک اللہ کی عبادت سے سمجھانے کے باوجود کیوں منہ موڑتے ہو۔ اچھی طرح سن لو کہ اس سے اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ تم خود ہی قوم عاد و ثمود کی طرح اپنا نقصان کرو گے۔ وہ انسان بڑا بدقسمت ہے جو شیاطین جن وانس کے بہکاوے میں آ کر اور انہیں اپنا دوست جان کر ان کے ہرے بھرے دکھائے ہوئے غلط راستوں پر چلتا ہے اور اپنی آخرت خراب کرتا ہے۔

قیامت ضرور آنی ہے۔ تمہارا حساب کتاب ضرور ہونا ہے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ مر کر صرف مٹی ہونا ہے اور دوبارہ نہیں اٹھائے جاؤ گے۔ اسلئے دنیا میں دندناتے پھرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ تمہیں کوئی نہیں دیکھ رہا۔ تو سن لو۔ قیامت کے دن تم سب اکٹھے لائے جاؤ گے۔ نسل پر نسل آتی جائے گی اور جمع ہوتی جائے گی اور عدالت کا کام اس وقت شروع ہو گا جب سب اکٹھے ہو جائیں گے۔ اس وقت تمہاری اپنی کھالیں بھی جواب دیں گی۔ جو کچھ بھی تم نے برا کیا ہے اور تمہارے لئے ہمیشہ کے عذاب کی آگ دھکائی جائے گی۔ اس وقت تمہاری مدد کو تمہارے شریک اور دوست جن وانس نہیں آئیں گے۔ اس وقت تو تم اس کلام کو جھٹلاتے ہو لیکن اگر یہ بات سچ ہوئی تو پھر بتاؤ تم اپنے انجام کے لئے تیار ہو۔ پھر نبی کو اور مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ تم لوگ بے یارو مددگار نہیں ہو۔ جو شخص اللہ کو اپنا رب مضبوطی سے مانتا ہے اور اسی کے بتائے ہوئے نیک راستوں پر چلتا ہے تو اللہ کے فرشتے دنیا اور آخرت دونوں میں اس کا ساتھ دیتے ہیں اور بہترین انسان وہ ہے جو ڈٹ کر بے خوف کہتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ برائی کا جواب نیکی سے دے۔ خود بھی نیک عمل کرے اور دوسروں کو بھی نیکی کی طرف بلائے اور ایسے وقت میں شیطان اگر تمہارے بیچ آئے تو صبر سے کام لو تو اللہ کی پناہ مانگو اور شیطان کو شکست دینے کی کوشش کرو۔

سورۃ الشوریٰ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی۔ ممکن ہے یہ سورہ حم السجدہ کے فوراً بعد نازل ہوئی ہوگی۔ اس سورہ میں ترپن آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔ اس سورہ میں بڑے دلنشین طریقے سے محمد ﷺ کی دعوت حق کے حقیقت سمجھائی گئی ہے۔ جب نبیؐ دعوت حق لے کر اٹھے تو لوگوں میں چہ مگوئیاں شروع ہوئیں۔ کہتے تھے کہ نہ جانے یہ شخص اچانک کیسی الٹی پلٹی باتیں کرنے لگے ہیں۔ ان کے دماغ کو یہ اچانک کیا ہوگیا ہے جس دین کی ہم زمانوں سے پیروی کرتے چلے آرہے ہیں وہ اسے غلط قرار دے رہے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اب یہ کیسے مان لیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے ہیں یا پھر اللہ خود آکر ان کو یہ سبق سکھا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایاہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ان سے پہلے بھی گذرے ہوئے رسولوں کی طرف اللہ وحی بھیجتا رہا ہے اور وہ سب یہی ہدایات لے کر اٹھتے ہیں۔ اللہ جو غالب اور حکیم ہے وہ جب اپنے کسی خاص بندے کو چنتا ہے تو وحی کا طریقہ اختیار کر کے اپنے اعتقاد اور عمل کے نظام کو تم تک پہنچاتا ہے تا کہ تم لوگوں کو گمراہی سے نکالے اور اپنے نیک راستوں پر لگائے۔ چونکہ وہی اللہ آسمان وزمین کا اور تمہارا بھی خالق ہے تو اسے یہ پسند نہیں کہ اس کی خدائی میں دوسرے ولیوں کی عبادت کی جائے جو اپنے جھوٹے اشتہاروں سے ولی بنے پھرتے ہیں تا کہ ان کا بازار چمکے وہ اپنے کو تمہاری قسمت کے بنانے اور بگاڑنے والے بتاتے ہیں تا کہ تم لوگ ان کی زندگی میں بھی اور ان کے مرنے کے بعد بھی انہی کو پکارو ورنہ کوئی بھی ان کے آگے سر نہ جھکائے اور جیبیں خالی کرے یہ سب غلط ہے۔ اور تم لوگ سمجھتے ہو کہ نبی بھی اپنے کو یہی کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ نبی کا کام تو غافلوں کو ہوشیار کرنا ہے اور تم جن بھٹکے ہوئے راستوں پر چل رہے ہو ان سے تم کو ہوشیار کرنا ہے وہ تو تمہارا خیرخواہ ہے۔ ان کو لوگوں کی قسمتیں بنانے اور بگاڑنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے۔ یہ سب کچھ تو تمہارے اللہ واحد کے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور یہ جو مختلف قسم کے شریک تم نے اللہ کی ذات میں ملایا ہے کہ کسی کو اس کا بیٹا بنا یا تو کسی بزرگ کو فریاد سننے والا یا حاجتوں کو پوری کرنے والا تو پھر خود سوچو کہ جب اللہ ہی ساری کائنات بنانے والا اور چلانے والا ہے اس کی ملکیت میں دوسرے کی خداوندی کیسے چل سکتی ہے۔ حالانکہ اپنے مالک کائنات کے ساتھ شریک کر کے جو جرم تم کرتے ہو وہ ایسا جرم عظیم ہے کہ تمہاری اس جسارت پر آسمان پھٹ پڑیں تو بعید نہیں اور اس پر فرشتے ڈر رہے ہیں کہ نہ جانے کب اللہ کا غضب تم پر ٹوٹ پڑے۔

اس دین کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ انسان اور تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اس لئے اس کا یہ حق ہے کہ اپنے پیدا کئے ہوئے انسانوں کو اپنا پسندیدہ راستہ دکھائے اور حق اور باطل کا فرق بتائے اور اس کے لئے اپنے انبیاء اور کتابیں بھیجے تا کہ وہ اپنا اعتقاد اور شریعت یعنی عمل کا نظام تم تک پہنچائے تا کہ تم اللہ کی رحمت کے مستحق بنو لیکن بعض خودغرض لوگوں نے اپنے دینوی مفاد کی خاطر اس اصل دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جو کوئی اللہ کو ہی اپنا ولی مان کر اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتا ہے تو اللہ اس کی زیادہ سے زیادہ راہنمائی کرتا ہے اور جو دوسرے کسی کو ولی مانتے ہیں تو دراصل نہ وہ ولی بننے کے قابل ہیں اور نہ ہی دنیا اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ ہے اور نہ ہی وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔ اس طرح وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ تمہاری ہدایت کے لئے یہ قرآن وحی کے ذریعے سے تم تک پہنچایا جا رہا ہے جو تمہاری اپنی عربی زبان میں ہے اور پوری ہدایت سے بھری ہوئی ہے۔ اگر ماننا ہے تو مانو ورنہ اپنی اسی اندھی گمراہی میں پڑے رہو اور اللہ کے عذاب کے لئے تیار ہو جاؤ جو کہ کبھی ختم نہیں ہونے والا۔

پھر بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مومن اور سیدھے راستے والا کیوں نہیں بنایا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اسکیم کے خلاف ہے۔ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے جنت کی ڈگری کو ایک خاص رحمت کے طور پر رکھا ہے۔ اسے اچھے اور برے کی تمیز دے کر آزاد چھوڑ دیا ہے وہ اپنا اختیار اور عمل کا خود ذمہ دار ہے اسے ایک ذی اختیار مخلوق بنا کر اور عقل دے کر بھیجا گیا ہے۔ اگر وہ برے راستوں پر چلنا چاہے تو چلتا رہے اور آگے اور بڑھتا رہے اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس پر اسے دائمی عذاب سے خبردار کیا گیا ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اپنے باہمی معاملے سب کے مشوروں سے کی جائے تا کہ انصاف کا تقاضہ پورا ہو جائے وہ خاندان کے معاملات ہوں یا کنبے کے یا قوم کے۔ اور اس کی ذمہ داری جس پر ڈالنی ہو تو اسے سب کی رضامندی سے مقرر کی جائے نہ کہ دھوکہ اور فریب سے۔

پھر بتایا گیا ہے کہ چالیس سال سے تم لوگ نبی کو ایک ان پڑھ کی حیثیت سے جانتے ہو اب ان کا اتنا اچھا کلام سنانا نبیؐ ہونے کی کھلی دلیل ہی تو ہے ان کو یہ اللہ کی دی ہوئی تعلیم ہے جو تمام انبیاء کی طرف تین طریقوں سے دی گئی ہے۔ ایک وحی، دوسرے پردے کے پیچھے سے آواز اور تیسرے خواب کے ذریعے سے پیغام جو صرف تمہارا اپنے بھلے کے لئے اور تمہارے سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرنے کے لئے ہے۔

سورۃ الزُّخرُف

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں نواسی آیتیں اور سات رکوع ہیں۔ یہ اس زمانے کا نازل کیا ہوا معلوم ہوتا ہے جب کفار مکہ محمد ﷺ کو اپنے راستوں سے ہٹانے کے لئے دن رات اپنی مجلسوں میں خفیہ مشورے کرر ہے تھے اور ایک حملہ آپ کی جان پر ہو چکا تھا۔ اس سورہ میں بڑے زور دار طریقے سے اور خوبی کے ساتھ قریش اور اہل عرب کے جاہلانہ عقیدوں اور طریقوں کو کھول کر رکھا گیا ہے تاکہ اس گمراہ معاشرے کا ہر عاقل فرد یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ آخر کیوں ہم ان جہالتوں سے چمٹے ہوئے ہیں اور جو شخص ہمیں راستہ بتا رہا ہے تو ہم اسکے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں۔

شروع میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن اللہ کی طرف سے ہدایت بھری کتاب ہے اور اس کی عبارت کو کوئی نہیں مٹا سکتا کیونکہ وہ اللہ کے کمپیوٹر میں درج ہے۔ چونکہ اللہ نے ہی تم سب کو پیدا کیا ہے تو اس نے اپنے پر فرض کیا ہے کہ تم لوگوں کو اس اندھی جہالت سے نکالے اس سے پہلے کہ قیامت کے حساب کا دن آ جائے۔ وہ تمہاری اصلاح کے لئے ہی اس قرآن کو اپنے نبیؐ کے ذریعے سے تم تک پہنچا رہا ہے تاکہ تم اپنی اصلاح کرلو۔ اگر کوئی اس کتاب کی قدر نہ جانے اور اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو یہ اس کی اپنی بدقسمتی ہے۔ لیکن تم ہو کہ سیدھے راستے کی طرف آنے کی بجائے میرے رسولؐ کی جان کے پیچھے پڑ گئے۔ اور تم یہ چاہتے ہو کہ انہیں شرارتوں سے دوسروں کو بھی اس کتاب قرآن کے ماننے سے روک دیا جائے تو سن لو کہ اللہ نے ایسی قوموں کو ہلاک کیا ہے جنہوں نے اللہ کا راستہ روکا ہے اور وہ اب بھی کرے گا۔

آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسی اندھیر نگری مچا رکھی ہے اور اپنے بڑوں کی اندھی تقلید کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ حالانکہ تم اس کا اقرار کرتے ہو کہ اللہ ہی نے تم سب کو، زمین اور ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور ساری نعمتیں بھی اللہ کی دی ہوئی ہیں تو پھر تم دوسروں کو اللہ کے شریک کرتے ہو۔ اسی کے بندوں کو اس کی اولاد قرار دیتے ہو۔ فرشتوں کو اس کی بیٹیاں قرار دے کر ان کے بت عورتوں کی شکل بنا کر اور زیور وغیرہ پہنا کر اس کی پوجا کرتے ہو۔ انہیں دیویاں اور اوتار قرار دیتے ہو۔ آخر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ فرشتے عورتیں ہیں اور جب ان کو ٹوکا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ کی مرضی سے ہی ہم بھی اسی راستے پر چل رہے ہیں اور اللہ کو ظاہر ہے پسند ہی ہو گا کہ ہم کو عذاب نہیں دے رہا۔ تو اگر دیکھا جائے تو اللہ کی مرضی سے دوسرے برے کام بھی تو ہو رہے ہیں مثلاً چوری، زنا وغیرہ

اور اللہ کی اسکیم ہی یہی ہے کہ نصیحت آجانے کے بعد اچھوں کو انعام دے اور بروں کو سزا۔ اور اگر ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اپنے اس شرک کے لئے ان کے پاس کوئی ثبوت ہے تو لاؤ تو کہتے ہیں کہ باپ دادا سے یہی چلا آرہا ہے۔ حالانکہ ان کو اچھی طرح پتہ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد ابراہیمؑ نے اسکو غلط مانا تھا تو پھر وہ اپنے ان بزرگ کے پیچھے کیوں نہیں چلتے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ آخر عیسیٰؑ بھی تو اللہ کا ہی بیٹا تھا اور عیسائی ان کی عبادت کرتے ہیں تو کیا عیسیٰؑ نے خود یہ کہا تھا؟ اور یہ بھی کہ میری عبادت کرو؟ یا کہ انہوں نے کہا تھا کہ اللہ میرا اور تمہارا رب ہے اور صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے اور سارے انبیاؤں کی بھی یہی تعلیم رہی ہے۔ اور عیسیٰؑ بھی اللہ کے رسول تھے تو وہ شرک کی غلط تعلیم کیسے دیتے؟

پھر توحید کا ثبوت دیا ہے کہ وہی اللہ ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا اور تمہارے آرام کی ہر طرح کی چیزیں تم کو دی اور بڑے بڑے طاقتور جانوروں کو تمہارے تابع کیا۔ تمہارے لئے پانی کا انتظام بارش سے کیا۔ کہیں زیادہ تو کہیں کم اور کہیں آندھی یا طوفان۔ تاکہ تم جان لو کہ یہ نعمت بھی ہے اور طوفان کی شکل میں اللہ کا غضب بھی تو اس کی دی ہوئی نعمتوں میں صرف اسی کا شکریہ ادا کرو اور ہاں جب سفر پر جایا کرو تو یہ یاد رکھو کہ ایک آخری سفر اور بھی ہے جہاں اپنے مالک کو حساب دینا ہے۔ جب تم اپنے اللہ کے پاس واپسی اور اپنے جواب دینے کے سبق کو یاد رکھو گے تو غلط راستوں پر چلنے سے بچ جاؤ گے۔

محمد ﷺ کی رسالت کو اس لئے ٹھکرا رہے ہو کہ وہ مال و دولت والے نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ نے ایک فرشتوں کی فوج کے ساتھ ان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اسی بنا پر فرعون نے بھی موسیٰ کو جھٹلایا کہ آج کا یہ فقیر اللہ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرکے کھڑا ہو گیا ہے۔ فرعون کا کہنا تھا کہ فضیلت تو صرف اسی کو ہے کہ بادشاہت اسی کی ہے اور دریائے نیل کی نہریں بھی اسی کی ماتحتی میں چلتی ہیں تو یہ فقیر اس کے مقابلے میں کیسے آگیا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ نے اپنی سات نشانیاں بتائیں (1) جادوگروں سے مقابلہ اور موسیٰ کی جیت ہے (2) مصر میں زبردست قحط (3) ملک بھر میں زبردست بارش، طوفان اور کڑک (4) ٹڈیوں کا حملہ (5) جوئیں اور سرسریوں کا پھیلنا (6) مینڈکوں کا سیلاب (7) ہر جگہ پانی کے ذخیروں میں خون اور یہ سب بلائیں موسیٰ کی دعاؤں سے دفع ہوئیں۔ لیکن اس کے بعد بھی ان کی گردنیں اکڑی رہیں۔ اپنے نبیؐ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے کہو کہ اگر اللہ کے کوئی اولاد ہونے کا ثبوت ہوتا تو سب سے پہلے میں خود ہی اس کے آگے سر جھکاتا ان سے کوئی جھگڑا نہ مول لو بلکہ ان کو سلام کرکے اپنے کو الگ کرو۔ اگر نہیں مانتے تو

نہ مانیں۔ ایک بڑے دن خود ان کو معلوم ہو جائے گا۔ زمین و آسمان میں اور ان کے درمیان جو بھی ہیں سب اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں چاہیں وہ ستارے سیارے ہوں۔ انبیاء و اولیاء ہوں یا فرشتے۔ سب اللہ کے فرمان و مطیع ہیں ان کا خدائی ذات میں کوئی حصہ نہیں۔ اور نہ ہی آسمان و زمین کے اللہ الگ الگ ہیں اور نہ ہی اللہ کے کوئی اولاد ہے۔ وہی اللہ ساری کائنات کا مالک ہے۔ کسی کو اس کی کارسازی میں کوئی دخل نہیں اور نہ ہی کوئی ایسا شفیع ہے جو گمراہی اختیار کرنے والوں کو اللہ کے عذاب سے بچا سکے۔ شفاعت وہی کر سکتے ہیں جو خود حق پرست ہوں اور انہی کے لئے کر سکتے ہیں جو دنیا میں حق پرست رہے ہوں۔ چونکہ اس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کہ حقیقت میں کون حق پرست رہا ہے کیونکہ صرف وہی اکیلا تو ہے جو ہر ایک کی نیت تک سے بھی واقف ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے حضور کسی کی گواہی دینے سے ہر کوئی ڈرے گا۔ لہذا فلاں فلاں کی شفاعت کے جھوٹے بھروسے پر اپنی آخرت کو خراب مت کرو۔ لہذا شیطان کی گمراہیوں سے بچو۔ قیامت کی گھڑی جب آئے گی تو ایسے سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ اس لئے جنت کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے اس قرآن سے ہدایت لو اور نیک راستہ اختیار کر کے فائدہ مند ہو جاؤ۔

سورۃ الدّخان

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں انسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔ جب نبیؐ دعوت حق لے کر اٹھے تو کفار مکہ محمدﷺ کی سخت مخالفت کرنے لگے۔ وہ نبی کو اللہ کا رسول ماننے کو تیار نہ تھے اور نہ ہی اللہ کی کتاب قرآن کو اللہ کا کلام مانتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ نبی کسی سے سن کر انہیں آ کر سنا دیتے ہیں تا کہ یہ لوگ انہیں اللہ کا بھیجا ہوا مانیں۔ تب نبیؐ نے ان پر ایک زبردست قحط کی دعا کی تا کہ ان کی گردنیں اللہ کے آگے جھک جائیں۔ مفسرین کا خیال ہے کہ یہ اسی زمانے کا نازل کیا ہوا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک یہ قرآن جو لوح محفوظ میں ثبت ہے ایک بڑی رات میں جو کہ لیلۃ القدر کی رات ہے اپنے وحی لانے والے فرشتوں کے حوالے کی گئی اور پھر وہ مناسب وقت اور موقعہ کے لحاظ سے حسب ضرورت نبیﷺ پر تیس سال تک نازل کیا جاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کر کے اور سروسامان دے کر یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ یہ اس کی حکمتوں میں سے ہے اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے ایک نبی کو تمہاری رہنمائی کے لئے چنا تا کہ تم کو اندھیرے گمراہی کے راستوں میں بھٹکنے سے بچا لے اور اپنا پسندیدہ راستہ تمہیں بتائے تا کہ تم اس کے انعام کے مستحق بنو۔ تم اگر یہ مانتے ہو کہ آسمان و زمین کا اور تمہارا بھی پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے تو پھر تمہیں کیا تکلیف ہے کہ اس کے رسول اور اس کی بھیجی ہوئی کتاب کو نہیں مانتے اور نصیحت لے کر اپنے آپ کو سدھارتے نہیں ہو۔ اب تم یہ بھی مانتے ہو کہ وہی اللہ اکیلا تمہارا پیدا کرنے والا ہے اور وہی موت دیتا ہے تو پھر تم اپنے باپ داداؤں کی اندھی رسموں کے پیچھے کیوں چلتے ہو اگر ان کی عقل ماری گئی اور وہ اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگے تو کیا ان کی دیکھا دیکھی تم بھی بیوقوف بنو گے۔ اس لئے تم نے مذہب کو ایک کھیل سمجھ رکھا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسلی دے کر کہتا ہے کہ ذرا صبر کرو یہ اس طرح نہیں مانیں گے۔ زبردست قحط تو ان کے سر پر ہم نے لا کھڑا کیا جو کہ آپ کی دعا سے ہی ٹلی لیکن پھر بھی ان کی گردن اکڑی ہوئی ہے۔ اب ذرا انتظار کر کے دیکھو کہ جب ایک دھواں آسمان پر نظر آئے گا۔ یہ لوگ چھوٹے موٹے عذاب سے ڈرنے والے نہیں ہیں اس لئے قیامت کا عذاب ہی ان کو ٹھیک کرے گا۔ اس سورہ میں دھواں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نبی کا کہنا ہے کہ قیامت آنے سے پہلے دس آثار نمودار ہوں گے۔ سورج کا مغرب سے نکلنا، دھواں، دابہ (جانور جو بات کرے گا) یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے۔ عیسیٰ ابن مریم کا ظہور، زمین کا دھنسنا، مشرق میں، مغرب میں اور جزیرہ

عرب میں اور آخر میں عدن سے آگ کا نکلنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ آپؐ سے کہتے ہیں کہ اس قحط کے عذاب کو ٹالو تو وہ ایمان لائیں گے مگر یہ لوگ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔۔ لو دیکھو ہم ابھی اس قحط کو ہٹائے دیتے ہیں لیکن وہ پھر بھی ویسے ہی رہیں گے۔ ان کے سر پر تو ایک بڑی شامت کھیل رہی ہے۔

پھر فرعون کا قصہ بیان کیا ہے کہ وہ بھی نشانیوں پر نشانیاں دیکھتے رہے لیکن اپنی ضد سے باز نہ آئے آخر ان کا انجام یہ ہوا کہ وہ غرق کر دیے گئے اور بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنا دیا۔

پھر آخرت کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ بڑے ہی کم عقل ہیں کہ آخرت کو نہیں مانتے۔ تب ہی تو آخرت سے نہیں ڈر کر ہر وہ کام کرتے ہیں جس سے وہ اللہ کے آگے مجرم بنے ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ سچ ہے کہ آخرت میں ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے تو ایک نمونہ ہمیں بتا دو کہ ہمارے باپ دادا کو تو ذرا زندہ کر دو۔ اس پر اللہ فرماتا ہے کہ یہ کوئی کھیل نہیں ہے کہ جب تم جو کہو وہ پوری ہو جائے تا کہ تم مان لو۔ وہ تو ایک مقررہ دن ہے جو صرف اللہ کو ہی معلوم ہے۔ نبی کا یہ کام تھوڑا ہے کہ ایسے معجزے تم کو بتائیں تا کہ تم مان جاؤ۔ یہ تو وہ دن ہے کہ سب کو اکٹھا حساب کے لئے اٹھایا جائے گا اس وقت سب کو اپنی ہی پڑی ہوگی وہاں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اور نہ ہی کسی کی سفارش چلے گی کہ عذاب ہی ہلکا کر دے یا اس عذاب کو ہٹا دے۔ جو وہاں مجرم قرار پائیں گے تو ان کی دعوت زقوم جیسے درخت کے کڑوے پھل سے ہوگی جسے کھاتے ہی ان کے پیٹ میں وہ کھولتے ہوئے پانی کی طرح جوش مارے گا اور ان کے سر پر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا کہ ان کی ہڈی چمڑی گل سڑ جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنے دنیا میں کیے کا مزہ اب چکھو۔ اور انعام پانے والے وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے رسول کی اور قرآن کی ہدایت کے مطابق اپنے کو سدھار لیا اور اللہ کو خوش کیا ان کو ہر قسم کے اچھے اچھے میوے اور بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والی حوریں انعام میں ملیں گی اور ہر وہ چیز جس کو ان کا دل چاہے گا ملیں گی۔

پھر یہ کہہ کر بات ختم کی ہے کہ یہ قرآن تم لوگوں کے لئے تمہاری اپنی عربی زبان میں ہی بھیجا ہے اب اگر ماننا ہے تو مانو اور نہیں تو اس دن کا انتظار کرو۔ تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ جو کہا جا رہا تھا وہ حقیقت تھی اور تم غلطی پر تھے اب ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔

سورۃ الجاثیہ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں ۔اس سورہ میں کفار مکہ کو ان کے توحید وآخرت کے انکار پر ان کی شبہات واعتراضات کا جواب دینا اوران کو ان کے غلط ظالمانہ رویئے سے خبردار کرنا ہے جوانہوں نے قرآن کی دعوت حق کے مقابلے میں اختیار کیا تھا اور ان کو اللہ کے عذاب سے ہوشیار کرنا ہے۔

کفار مکہ اللہ کی خدائی میں بہت سے خداؤں کو شریک کرتے تھے اوران ساری کائنات کے نظام کو ایک اللہ کے تحت ماننے سے انکار کرتے تھے۔نہ ہی وہ دوبارہ زندہ اٹھانے پر یقین کرتے تھے اور نہ ہی وہ کسی طرح کے حساب وکتاب اور جزاوسزا کو ماننے کے لئے تیار تھے۔اس لئے وہ برے اخلاق کی گندگی میں پھنسے ہوئے تھے اور جب اللہ کا رسول ﷺ ان کی اصلاح کے لئے آئے تو ان کا خوب مذاق اڑانے لگے۔بعض تو ان میں آخرت کا کھلم کھلا انکار کرتے تھے کیونکہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے جو ایمان کا جز تھا اور بعض یہ چاہتے تھے کہ آخرت کو آنکھوں سے دیکھ لیں یا پھر کوئی مردہ زندہ ہوکر ان کے سامنے آجائے تو ہی یقین کریں۔تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہی ایک اللہ جب تمہیں زندگی دے سکتا ہے اور پھر وہی تمہیں موت بھی دیتا ہے تو وہ دوبارہ تمہیں کیوں نہیں اٹھا سکتا۔تمہارا کہنا ہے کہ یہی دنیا کی زندگی ہے اور مر کرمٹی ہو جانا ہے اس لئے تم جو چاہتے ہو کرتے ہو اور ظلم کی انتہا مچا رکھی ہے۔بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی اللہ کو خوش کرنے کے لئے ایمان لائے اور نیک عمل کرے جس میں کہ وہ نفسانی خواہشوں کی لذتوں کو دور کرے اور دوسرا اپنی خواہشوں کو حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کے ہیرا پھیری سے کام لے۔تو کیا دونوں جزاء میں برابر ہوسکتے ہیں۔یہ تو پھر اللہ کے انصاف کا تقاضہ نہ ہوا۔مثلاً ایک قتل کرکے بھاگ جائے اور نہ پکڑا جائے تو کیا مظلوم کی کوئی پکار سننے والا نہیں۔اگر اس دنیا میں وہ نہیں پکڑا گیا تو ضرور آخرت میں اس کی پکڑ ہے اور سزا ہے۔اسی لئے تم کو دوبارہ اٹھانا ہے تاکہ اچھوں کو انعام دے اور مجرموں کو سزا ملے۔ایک آدمی اللہ سے اور آخرت سے بے خوف ہوکر زندگی گزارتا ہے اس لئے گمراہی اسے آگے ہی آگے لے دوڑتی ہے کیونکہ وہ آخرت کا منکر ہے اور دوسرا آخرت پر یقین رکھ کر ہر کام اللہ کی مرضی کے مطابق کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے اور انعام کا مستحق ہے۔

پھر کفار مکہ کو توحید کی بے شمار نشانیوں پر مطلع کیا گیا ہے جو ان کے اپنے وجود سے لے کر زمین

و آسمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں جو ایک ہی اللہ کے نظام سے چل رہی ہیں اور وہی اللہ ہے جس نے اپنی کائنات میں بہت ساری چیزیں تمہارے فائدے کے لئے بنائی ہیں۔ ان میں کسی بھی دیوی دیوتا یا زندہ یا مردہ پیشواؤں کا ہاتھ نہیں ہے۔ اس لئے ان کو چاہئے کہ صرف اللہ ہی کی بندگی کرے اور اسی سے مدد مانگے۔ یہ سارے ان کے ولی ان کے کچھ کام نہیں آئیں گے اور نہ ہی انہیں سزا سے بچا سکیں گے۔ جو کچھ انہوں نے ان کو خوش کرنے کے لئے کیا وہ سب دھرا رہ جائے گا۔

پھر کفارِ مکہ کو ان کی ضد اور قرآن کی آیتوں کا مذاق اڑانے پر سخت ملامت کی گئی ہے۔ ان سے کہا گیا ہے کہ یہ صرف اللہ ہی کا کلام ہے اور وہی نعمت و ہدایت لے کر آیا ہے جو پہلے بنی اسرائیل کو دی گئی تھی۔ یہ ایک ایسی ہدایت کی کتاب ہے جس کی تعلیم غلط نہیں ہے جو حق اور باطل کو صاف ظاہر کرتی ہے اور یہ ایک روشنی ہے جس کے اجالے میں تم دیکھ سکو اور اپنی اصلاح کر سکو تا کہ تم ہمیشہ کے عذاب سے بچ سکو ورنہ جہنم کی آگ تمہیں دعوت دے رہی ہے اس لئے اپنی تباہی اپنے ہاتھوں مت کرو اور اس کتاب پر ایمان لا کر انعام حاصل کرو۔

پھر رسول کو اور ان کے تابعین کو ہدایت کی جارہی ہے کہ یہ کفار چونکہ اللہ سے اور اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے اس لئے تمہیں تنگ کر رہے ہیں لہٰذا صبر سے کام لو۔ آخرکار وہ خود ہی دیکھ لیں گے کہ تم کو تمہارے صبر پر انعام ملے گا اور ان کو سزا ملے گی۔

یہ سارے ثبوت دینے کے بعد بڑے زور و شور سے ان کو اللہ تعالیٰ خبردار کرتا ہے کہ جو کچھ تم لوگ دنیا میں کرتے رہے ہو وہ سب ہمارے کمپیوٹر میں درج ہوتے رہے ہیں اور وہ ایک وقت آئے گا جب تم سب اکٹھے ہو کر ہمارے حضور میں حاضری دو گے اور اس وقت تمہارا سارا کیا ہوا تمہارے سامنے آئے گا۔ پھر تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا کہ آخرت کے انکار سے تم کتنے گمراہ تھے۔ اب اگر تم معافی مانگو گے بھی تو قبول نہیں ہوگی اور آخرت کا انکار اور اللہ واحد کو اکیلا معبود نہ ماننا تم کو کتنا مہنگا پڑ رہا ہے۔ اس لئے اب بھی اس دنیا میں وقت ہے کہ اپنی جہالت سے باز آ جاؤ اور ایمان لے آؤ ورنہ اپنا نقصان کرو گے۔

سورۃ الاحقاف

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں پینتیس (35) آیتیں اور چار رکوع ہیں۔اس سورہ میں جنوں کے آنے اور قرآن سن کر ایمان لانے کا قصہ بیان ہوا ہے۔حدیث کی رو سے یہ اس وقت پیش آیا جب نبی ﷺ طائف سے مکہ کی طرف پلٹتے ہوئے نخلہ کے مقام پر ٹھہرے تھے۔نبیؐ کے طائف تشریف لے جانے کا واقعہ ہجرت سے تین سال پہلے کا ہے اس لئے مفسرین کا خیال ہے کہ یہ سورہ نبوت کے دس سال کے آخر یا گیارہ سال کے شروع میں نازل ہوئی ہوگی۔

نبیؐ کی نبوت کا دسواں سال آپؐ کے لئے بہت ہی سخت تھا۔تین برس سے قریش کے تمام قبیلوں نے مل کر بنی ہاشم اور مسلمانوں کا مکمل بائیکاٹ کیا تھا یہاں تک کہ وہ گھر سے باہر تک نہیں نکل سکتے تھے اور ان کو گھاس اور پتے کھانے کی نوبت آ گئی۔اسی دوران آپؐ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہوا جو آپ کی ہمیشہ حفاظت کرتے تھے جن کے ڈر سے آپ کو نقصان پہنچاتے ڈرتے تھے اور اس کے فوراً بعد آپ کی بی بی خدیجہؓ کا انتقال ہوا۔ان دونوں کی وفات کے بعد مکہ کے کفار آپؐ کے مقابلے میں طاقتور ہو گئے اور پہلے سے زیادہ آپ کو تنگ کرنے لگے آخر کار آپؐ نے طائف کا رخ پیدل کیا تا کہ وہاں کے قبیلے بنی ثقیف کو ایمان لانے کی دعوت دیں شاید وہ قبول کریں۔لیکن جب آپؐ وہاں پہنچے تو انہوں نے ان کو پلٹ جانے کا نوٹس دیا اور پتھروں سے آپ کو سخت زخمی کیا۔پھر لوٹتے ہوئے آپؐ نے طائف کے باہر ایک درخت کی چھاؤں میں اللہ تعالیٰ سے اپنی بے چارگی کی فریاد کی اور دعائیں مانگیں کہ ان کی قوم جہالت کے اندھیرے سے نکل آئے اور عرض کیا کہ اے رب اگر تو ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پرواہ نہیں۔صرف تو مجھے اپنے غضب سے بچالے۔پھر جب آپؐ اور آگے بڑھے اور قرن المنازل کے قریب پہنچے تو جبرائیل آسمان پر نمودار ہوئے اور انہوں نے پکار کر کہا کہ آپ کی دعا اللہ نے سن لی اور اگر آپ چاہیں تو آپؐ کے حکم سے وہ دونوں طرف کے پہاڑ ان کافروں پر گرادیں۔مگر آپ کا جواب یہ تھا کہ نہیں شاید ان کی نسل سے ایمان والے پیدا ہوں جو صرف اللہ واحد کی ہی بندگی کریں گے۔اسی دوران جب آپؐ نخلہ کے مقام پر دل شکستہ ہوئے تو آپؐ رات کو نماز میں قرآن کی تلاوت فرمارہے تھے کہ جنوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا اور وہ اللہ کے کلام سے بہت متاثر ہوئے اور ایمان لا کر اپنی قوم میں بھی تبلیغ کی۔اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو یہ خوشخبری سنائی کہ انسان چاہے آپ کی دعوت سے بھاگ رہے ہوں مگر

بہت سے جنوں نے آپ کی پیروی اختیار کی ہے۔

ان حالات میں یہ سورہ نازل ہوئی اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ کیونکہ اگر یہ نبیؐ کا سکھایا ہوا ہوتا تو آپ کو اتنی تکلیفوں سے گزرنے کا اور آپ کی خستہ حالی کا کہیں تو ذکر ہوتا لیکن یہ سورہ اس سے خالی ہے۔

اس سورہ کا موضوع کفار کو ان کی گمراہیوں کے نتائج سے خبردار کرنا ہے۔ جن میں وہ اپنے غرور وتکبر اور ضد کے ساتھ مبتلا تھے۔ اس میں قوم عاد کا اور اسی طرح دوسری پچھلی قوموں کا بھی حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی شان وشوکت اور مال ومتاع میں ان کفار مکہ سے بھی زیادہ تھے لیکن حق کا انکار کر کے آخر کار وہ تباہ ہوئے۔

کفار مکہ اللہ کو تو مانتے تھے لیکن اللہ کے ساتھ کئی قسم کے شریک بنا رکھے تھے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ جب وہ لوگ اللہ کی تخلیق کو مانتے ہیں تو پھر اللہ کے ساتھ کیوں کسی کو شریک کرتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح کرنے کی کسی کتاب یا کسی اور ذریعے سے اجازت دی ہے۔ یہ تو بت ہیں جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں وہ تمہاری پکار کا کیا جواب دیں گے؟ دوسرے بزرگ انسان جو گزر چکے ہیں تو وہ خود ہی مرے ہوئے لیٹے ہیں تو وہ بھلا ان کی دعاؤں کا کیا جواب دیں گے۔ تیسرے وہ گمراہ انسان، شیاطین وجن جو خود بگڑے ہوئے تھے اور جہنم میں جانے کے لئے اپنا ساتھی ڈھونڈھ رہے تھے۔ تو پھر ان سے اپنی حاجتیں مانگنا کتنا بیوقوفی ہے اور پھر یہ سارے کے سارے قیامت میں ان کے خلاف ہو جائیں گے۔ بڑے بزرگ کہیں گے کہ ہم نے تو ان کو نہیں کہا تھا کہ ہمیں معبود بناؤ۔ ہم خود مرے پڑے اللہ کے حضور حاضری کا انتظار کر رہے تھے اور انہوں نے ہمیں بھی گنہگار کر ڈالا۔ شیاطین وجن وانس کہیں گے کہ ہم نے ان کو مجبور تو نہیں کیا کہ زبردستی ہمیں پوجیں اب یہ خود اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ کتنے ہی برے یہ سارے معبود نکلے۔ اب جنہوں نے صرف اللہ ہی پر توکل کیا اور نیک عمل کر کے اللہ کے احکام کی فرمانبرداری کی تو ان کے لئے جنت کا وعدہ پورا ہوا اور ظالموں اور مجرموں کو دوزخ کی آگ کا مزہ ملا۔ کیا ہی اچھا دوست اللہ ہے۔

اسی طرح اللہ نے اس دنیا کو ایک بے مقصد اور کھلونا نہیں بنایا پھر یہ ایک امتحان کی جگہ ہے اور اس کے بعد دنیا ختم ہونے والی ہے ایک مقررہ وقت پر اور ظالم اور مظلوم کا نتیجہ نکلنا ہے اور اللہ تعالیٰ اس قیامت کے روز سب کے حق میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا۔ آدمی اس دنیا میں اپنے آپ کو غیر ذمہ دار سمجھتا ہے اور اسی آخرت کے فیصلہ کو جھٹلاتا جاتا ہے جو کہ اسے گمراہی میں دھکیلتا ہے۔ جب

کسی کے آگے جواب دینا ہی نہیں ہے تو وہ ہر برے کام کے کرنے سے نہیں ڈرتا اور اپنے برائی کے اعمال کی کتاب کو بھر لیتا ہے جس کے نتیجے میں اللہ کا عذاب لکھ دیا گیا ہے اور ان کے سارے معبودوں میں سے کوئی بھی ان کی مدد کو نہیں آئے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو صبر کی تلقین دیتا ہے کہ ان کے لئے عذاب کی جلدی نہ کرو۔ صرف اللہ ہی کو معلوم ہے اور وہ اپنے وقت پر ہی آئے گا اور یہ نافرمان ہلاک ہوں گے۔ وہاں کے عذاب کی زندگی اتنی لمبی اور نہ ختم ہونے والی ہوگی کہ جس کے مقابلے میں دنیا کے مزے ہیچ ہیں۔

سورۃ محمد

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکی دور کے آخری زمانے میں نازل ہوئی ہوگی کیونکہ اس کے مضامین سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ہجرت کے بعد مدینہ میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ جنگ کا حکم تو دیا جا چکا تھا مگر ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی۔ اس میں اڑتیس (38) آیتیں اور چار رکوع ہیں۔ یہ اس زمانے کا ہے جب کہ مکہ میں اور عرب کی سرزمین میں ہر طرف مسلمانوں پر ظلم وستم برپا تھا۔ اہلِ ایمان کی زندگی مکہ میں حرام ہوگئی تھی۔ مسلمان ہجرت کر کے مدینہ میں جمع ہونے شروع ہوئے تھے لیکن کفارِ قریش نے یہاں بھی ان کا پیچھا کیا اور ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دے رہے تھے۔ پھر مدینہ کی چھوٹی سی بستی کے آس پاس بھی کفار اور یہودی پھیلے ہوئے تھے۔ جو انہیں مٹا دینے پر تلے ہوئے تھے۔ اب مسلمانوں کے لئے یہی ایک راستہ تھا کہ اپنی جان و مال سے اور پوری ہمت سے لڑنے مرنے پر تیار ہو جائیں اور ہمیشہ کے لئے یہ فیصلہ کر لے کہ عرب کی زمین میں اسلام رہے گا یا جاہلیت۔ اہلِ ایمان کی تعداد تو بہت ہی تھوڑی تھی اور ان کے مقابلے میں سارا عرب اور مکہ کے کفارِ قریش تھے۔ یہ حالات تھے جب یہ سورہ نازل ہوئی۔ اس میں اہلِ ایمان کو جنگ کے لئے تیار کرنا اور ان کو اس سلسلے میں ضروری ہدایات دینا ہے۔ اس سورہ میں محمد ﷺ کا نام گرامی آیا ہے۔

شروع میں فرمایا گیا ہے کہ یہ دو گروہوں کے درمیان مقابلہ ہے۔ ایک گروہ جو ساز و سامان سے بھرے مگر حق کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اللہ کے راستے میں پہاڑ بن کر کھڑے ہیں۔ نہ تو خود سیدھے راستے کی طرف آتے ہیں اور نہ دوسروں کو صحیح راستہ اختیار کرنے دیتے ہیں۔ وہ اس قدر ظلم اہلِ ایمان پر ڈھا رہے ہیں کہ اگلا یہ دیکھ کر ایمان لاتے ہوئے ڈرتا ہے یا پھر وہ مختلف

طریقوں سے لوگوں کے دلوں میں دینِ حق کے خلاف وسوسے ڈالتے ہیں تا کہ اس دین سے وہ بدگمان ہو جائیں اور ان کو ڈراتے دھمکاتے بھی ہیں لہٰذا ہر طرح کی چالبازیوں سے یہ کفار دوسروں کو اللہ کی راہ میں آنے سے روکتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو بھٹکا دیا۔ ان کی ساری کوششیں چھین لیں جو صحیح راستے میں صرف ہوں اب سے وہ جو بھی کریں گے غلط مقاصد اور غلط طریقوں سے کریں گے اس طرح ان کی ساری جدوجہد ذلالت اور گمراہی میں صرف ہوگی۔

دوسرا گروہ بے سروسامان اللہ کی طرف سے آئے ہوئے حق کو جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے ایمان لے آیا ہے۔ محمد ﷺ کے مبعوث ہو جانے کے بعد کسی بھی شخص کا اللہ اور آخرت اور پچھلے رسولوں اور پچھلی اللہ کی نازل کردہ کتابوں کو ماننا اس وقت تک بے فائدہ ہے جب تک کہ وہ آپ کو اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو نہ مان لیں۔ سو جنہوں نے حق کو قبول کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جاہلیت میں کئے ہوئے گناہ معاف کر دیا اور جاہلیت کے عقیدوں اور اخلاق کی برائیوں کو ان سے دور کر دیا اور ان کو صحیح راستے کی توفیق دی اور ان میں ایسے اوصاف پیدا کئے کہ وہ ظلم کا جواب بہادری سے دیں۔

اس کے بعد مسلمانوں کو جنگی ہدایات دی گئیں ہیں اور ان کو اللہ کی مدد اور رہنمائی کا یقین دلایا ہے۔ اہلِ ایمان کو ہدایت دی گئی ہے کہ کافروں سے اور اللہ کے دین سے بغاوت کرنے والوں سے اس حد تک لڑو کہ ان کی جنگی طاقت ختم ہو جائے اور جنگ ختم ہو جانے اور دشمن کو کچلنے کے بعد قیدی پکڑنے کی فکر کرو اس سے پہلے فدیہ اور غلام حاصل کرنے کے لالچ میں دشمن کے آدمیوں کو گرفتار مت کرنا اور اگر وہ قید کرنے سے پہلے اسلام لے آئیں تو اس صورت میں نہ تو قتل جائز ہے اور نہ ہی قید مگر جو اسلام سے بغاوت اور بدعہدی کرے تو اسے قتل کرنا جائز ہے۔ قیدیوں پر ٹیکس لگا کر ان کو مسلمان کے ملک میں آزاد چھوڑا جا سکتا ہے۔ محمد ﷺ اور صحابہؓ کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ ایک جنگی قیدی جب تک حکومت کی قید میں رہے اس کی غذا اور لباس، اگر بیمار ہو تو اس کا علاج حکومت کے ذمہ ہے۔ قیدیوں کو عذاب دینے سے باز رہنا چاہئے۔ یہ طریقہ اس لئے فرمایا گیا ہے تا کہ حق پرست اور باطل پرست کا فرق نمایاں ہوتا کہ جس کے اندر جو بھی اوصاف ہوں وہ صاف نمایاں ہو جائیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے کون جان و مال سے لڑتا ہے اور کون حق سے اور جہاد سے جی چراتا ہے۔ پھر فرمایا گیا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے لڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں بہت ہی اچھا اجر دے گا اور کفار دنیا اور آخرت دونوں میں برا انجام دیکھیں گے۔

انہوں نے اللہ کے نبی کو مکہ سے نکال کر یہ سمجھا کہ انہیں بڑی کامیابی نصیب ہوئی حالانکہ یہ کام کر کے انہوں نے اپنی تباہی کا انتظام کیا۔ اگر اللہ چاہتا تو باطل پرستوں کو برباد کر دیتا اور اس کام کے لئے وہ کسی کا بھی محتاج نہیں تھا۔ لیکن جہاد فی سبیل اللہ سے حق پرست اور باطل پرست کو چھانٹنا ہے تاکہ ان کے اوصاف پوری طرح نمایاں ہو جائیں۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں لڑنے اور مرنے والوں کو یوں مت سمجھو کہ وہ اپنی جان سے گئے بلکہ شہیدوں کے لئے یہ بہت ہی نفع کا سودا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت تیار کر رکھی ہے اور قرآن اور نبیؐ کے ذریعے سے بھی ان کو بتایا ہے کہ وہ جنت میں کیا کچھ نعمتیں پائیں گے اس لئے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے جان و مال کی بازی لگانی چاہئے جس کا نام جہاد ہے۔

اس کے بعد منافقین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جنگ کا حکم آنے سے پہلے تو بڑے سینہ تان کر مسلمان بنے پھرتے تھے اور اب یہ حکم آجانے پر ان کے ہوش اڑ گئے ہیں اور وہ اپنے کو جنگ کے خطرات سے بچانے کے لئے کفار سے ساز باز کرنے لگے۔ ان کو صاف صاف خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے دین کے معاملے میں منافقت اختیار کرنے والوں کا کوئی عمل بھی اللہ کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔ یہاں تو یہ سوال ہے کہ اسے اپنے دینوی فائدوں کے لئے اپنی ذات پیاری ہے یا کہ اسے حق عزیز ہے جس پر کہ وہ ایمان لایا ہے اور جس کا تقاضہ ہے کہ حق کو بلند کرنے کے لئے جان و مال کی بازی لگا دو اور جو اس آزمائش میں ناکام ہوا تو وہ نقصان میں رہا۔ کفر و اسلام کی جنگ کے خطرات سے تو وہ اپنے کو بچاتے رہے مگر اللہ کی گرفت سے وہ کیسے بچ سکیں گے اور کون سی تدبیر ان کو فرشتوں کی مار سے بچائے گی۔

پھر فرمایا گیا ہے یہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا اور انہیں ڈھیر ساری نعمتوں سے نوازے گا اور کفر کرنے والوں کے لئے تو صرف یہی دنیا کی چند روزہ زندگی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی خواہشات کے غلام ہیں اور آخرت کا یقین نہیں رکھتے۔ اسی طرح کی قوموں کو اللہ نے ہلاک کر چھوڑا حالانکہ وہ تم اہلِ مکہ سے زیادہ زور آور اور شان و شوکت میں بھی زیادہ تھیں۔ تو کیا یہ سوچتے نہیں ہیں۔ کیا وہ قیامت کے منتظر ہیں کہ اچانک ان پر آجائے تو سن لو اس کی علامات آ چکی ہیں جن میں سے ایک آخری نبی محمد ﷺ کا آنا ہے۔ ان کافروں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور ان کے دلوں پر قفل چڑھا کر حق سے اندھا بہرا بنا دیا ہے کہ وہ خود سننا ہی نہیں چاہتے تو یہ توفیق ان سے چھین لی گئی ہے۔

آیت 27 سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت سے ہی کفار پر عذاب الٰہی شروع ہو جاتا ہے اور یہ عذاب اس سزا سے مختلف ہے جو قیامت میں ان کے مقدمے کا فیصلہ ہونے کے بعد ان کو دی جائے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو ہمت دلا کر فرمایا ہے کہ ایسی تھوڑی سی جماعت اور بے سروسامانی پر ہمت نہ ہاریں اور کفار سے صلح کرنے کی کوشش میں اپنے کو کمزور ثابت نہ کر دیں۔ یہ ارشاد اس زمانے میں فرمایا گیا ہے جبکہ ہجرت کے بعد مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں مٹھی بھر مہاجرین و انصار اللہ کے کلمہ کا علم بلند کر رہے تھے اور ان کے مقابلے میں قریش کے طاقتور قبیلے ہی نہیں بلکہ عرب کے کفار و مشرکین بھی شامل تھے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ سردھڑ کی بازی لگا دو۔ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے اور انشاء اللہ مسلمانوں کی جیت ہوگی اور جو شخص اللہ کی راہ میں کمزوری دکھائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑے گا بلکہ اپنا نقصان کرے گا اور اللہ ان کے بدلے دوسرا گروہ ان کی جگہ لے آئے گا۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اگر وہ اپنی راہ میں تم سے کچھ خرچ کرنے کو کہتا ہے تو وہ تمہاری اپنی ہی بھلائی کے لئے کہتا ہے۔

سورۃ الفتح

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ ذی القعد 6ھ میں اس وقت نازل ہوا جب محمد ﷺ کفار مکہ سے صلح حدیبیہ کا معاہدہ کر کے مدینہ منورہ کی طرف لوٹ رہے تھے۔ اس سورہ میں اس فتح عظیم پر کلام کیا گیا ہے جو صلح حدیبیہ کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور مسلمانوں کو عطا فرمائی تھی۔ اس سورہ میں انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

حدیبیہ کی صلح کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کو نازل کر کے اہلِ ایمان کو ایک عظیم فتح کی خبر سنائی تو سب مسلمان دم بخود رہ گئے کہ یہ بھلا کیسی فتح ہوئی کہ نہ تو ان کو کفارِ مکہ نے عمرہ کرنے چھوڑا اور نہ ہی ان کے قربانی کے اونٹ آگے جا سکے اور محمد ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو حدیبیہ میں ہی رک جانا پڑا۔ یہ مقام جدہ سے مکہ جانے والی سڑک پر ٹھیک اس جگہ واقع ہے جہاں سے حدودِ حرم شروع ہوتا ہے۔ مکہ سے اس کا فاصلہ تقریباً تیرہ میل ہے اور مزید یہ کہ اہلِ ایمان کے دو مظلوم بھائیوں کو (ابو جندل اور ابو بصیر کو) ظالم کفار کے حوالے کر دیا۔ اس کا جواب نبی محمد ﷺ نے دیا کہ حقیقت میں یہ ایک بہت بڑی فتح ہے کہ تم لوگ مشرکوں کے عین گھر تک پہنچ گئے اور انہوں نے آئندہ سال

عمرہ کی تم لوگوں سے درخواست کر کے واپس جانے پر تم لوگوں کو راضی کیا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ کفارِ مکہ کچھ تو اہلِ ایمان سے دب گئے اور پھر انہوں نے خود ہی تم سے جنگ بند کرنے اور صلح کر لینے کی خواہش کی حالانکہ ان کے دل صلح پر راضی نہ تھے۔ اب دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے آخر تم کو ان پر غلبہ عطا کر دیا اور وہ یہی فتح ہے۔

جن واقعات کے سلسلے میں یہ سورہ نازل ہوئی وہ واقعہ یوں ہے کہ ایک روز محمد ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے اصحابہ کے ساتھ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا۔ یہ خواب نبی کو اللہ کی طرف سے ایک اشارہ تھا۔ لیکن آپ اور اصحابہ کے لئے وہاں جانے کا راستہ کفارِ مکہ نے پچھلے چھ سال سے بند کر رکھا تھا اور مسلمانوں کو حدودِ حرم کے قریب بھی پھٹکنے نہ دیا تھا اگر آپ مسلمانوں کے ساتھ عمرے کا احرام باندھ کر بغیر ہتھیار جاتے تو سب کی جان خطرے میں تھی اور ہتھیار لے جاتے تو اس کا مطلب تھا کہ حرم کے مہینے میں مسلمان جنگ کرنا چاہتے ہیں جبکہ ان مہینوں میں جنگ حرام تھی۔ بہرحال نبیؐ عمرے کی نیت کر چکے تھے اب جانا ضروری تھا۔ اس لئے آپؐ نے آس پاس کے قبائل میں یہ مشہور کر دیا کہ آپ سب عمرے کے لئے جا رہے ہیں اور جو آپؐ کے ساتھ جانا چاہیں جا سکتے ہیں۔ یہ گویا موت کے منہ میں جانے کی دعوت تھی۔ لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھنے والے اپنے انجام سے ڈرتے نہیں تھے۔ اس طرح چودہ سو صحابی آپؐ کے ساتھ اس خطرناک سفر کے لئے تیار ہو گئے اور یہ مبارک قافلہ ذی القعد 6ھ میں مکہ کی طرف عمرہ کرنے روانہ ہوا۔ سب نے احرام باندھا اور ستر اونٹ قربانی کے ساتھ لئے بغیر کسی جنگی ساز و سامان کے اللہ کے بھروسے پر اپنے دشمنوں کے گھر کی طرف لبیک پکارتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اس مہینے میں جو بھی احرام باندھ کر حج یا عمرہ کے لئے روانہ ہوتا تو کوئی انہیں نہیں روک سکتا تھا۔ اب قریش کو سخت فکر ہو گئی کہ اب کیا کیا جائے اگر وہ اس اہلِ ایمان کے قافلہ پر حملہ کر کے انہیں روکتے ہیں تو پورے ملک میں شور مچ جائے گا کہ قریش خانہ کعبہ کے دیکھ بھال کرنے والے نہیں بلکہ مالک بن گئے ہیں اور اس طرح وہ جن سے بھی ناراض ہوں تو انہیں بیت اللہ کی زیارت سے روک سکتے ہیں اور اگر وہ اہلِ ایمان کو مکہ شہر میں داخل ہونے دیتے ہیں تو سب لوگ یہ سمجھیں گے کہ ہم ان سے دب گئے۔ آخر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی نہ کسی طریقے سے آپ ﷺ اور صحابہ کرام کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ قریش کی یہ چال تھی کہ کسی نہ کسی طرح اہلِ ایمان کو بھڑکا دیں اور جنگ ہو جائے تا کہ لوگوں میں یہ بات پھیل جائے کہ دیکھو مسلمان تو دھوکہ سے احرام باندھا تھا۔ دراصل وہ لڑنے کے لئے ہی آئے تھے اور یہ سب کو پتہ تھا کہ ذی القعد کا مہینہ ان حرام مہینوں میں سے تھا جو صدہا برس سے عرب میں حج و زیارت کے لئے

تھا اور اس میں جنگ کرنا منع تھا۔ اس طرح وہ مسلمانوں کو بدنام کر کے سب عرب کو ان کا دشمن بنانا چاہتے تھے۔ اسی چال کے تحت انہوں نے خالد بن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ آپؐ کا راستہ روکنے کے لئے بھیجا۔ لیکن کامیاب نہ ہوا کیونکہ آپؐ نے اپنا راستہ بدل دیا اور کافی دشوار راستوں سے گزر کر حدیبیہ کے مقام پر پہنچے۔ قریش نے آس پاس کے سرداروں سے سازباز کی کہ مسلمانوں کو آگے بڑھنے نہ دیں مگر انہوں نے ان کے احرام اور قربانی کے اونٹوں کو دیکھ کر یہی فیصلہ کیا کہ ان کو عمرے سے نہیں روک سکتے۔ اب قریش نے دسری چال چلی اور مسلمانوں کے کیمپ پر دو بار چھاپہ مارا لیکن صحابہ نے ان کو پکڑ لیا اور نبیؐ نے انہیں آزاد کر دیا۔ پھر نبیؐ نے حضرت عثمانؓ کو ایلچی بنا کر مکہ بھیجا تا کہ کفار مکہ کو پیغام دیں کہ ہم لڑنے نہیں بلکہ بیت اللہ کی زیارت کو آ رہے ہیں۔ قریش کے سرداروں نے عثمانؓ کو واپس جانے سے روک دیا اور افواہ اڑا دی کہ وہ قتل کر دیے گئے۔ اب مسلمان لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ مسلمانوں نے نبیؐ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ مرتے دم تک اب پیچھے نہ ہٹیں گے اگر جنگ بھی کرنی پڑے۔ اسے بیعت رضوان کہتے ہیں۔ پھر عثمانؓ کے قتل کی خبر غلط نکلی اور وہ واپس آ گئے اور ساتھ ہی قریش کی طرف سے ایک وفد صلح کی بات چیت کرنے کے لئے آیا۔ قریش اب اس ضد سے ہٹ گئے تھے کہ وہ آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے اپنی عزت بچانے کی خاطر آپؐ سے درخواست کی کہ اس بار واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لئے آ جائیں اور کفار قریش اور آپؐ میں ایک صلح نامہ لکھا گیا کہ:

1۔ دس سال تک ان دونوں قوموں کے درمیان جنگ نہیں ہو گی۔

2۔ اس دوران قریش کا جو شخص بھاگ کر آپ ﷺ کے پاس آئے گا وہ واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی آپ ﷺ کے ساتھیوں میں سے کفار مکہ تک پہنچے گا وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

3۔ دوسرے عرب قبیلوں میں سے جو بھی ان دونوں فریقوں میں سے کسی کا دوست بن کر اس معاہدہ میں شامل ہونا چاہے تو اجازت ہے۔

4۔ آئندہ سال آپ ﷺ اور آپؐ کے ساتھی مکہ میں بغیر کسی ہتھیار کے تین دن رہ سکتے ہیں جب صلح کا معاہدہ ہو رہا تھا تو ابو جندل اور ابو بصیر جو مسلمان ہوئے تھے اور قریش کی قید میں تھے وہ کسی طرح سے بھاگ کر نبی ﷺ کے پاس پہنچ گئے لیکن معاہدہ کے تحت نبی ﷺ نے انھیں واپس کر دیا۔

مسلمانوں کو بغیر عمرہ کئے احرام کھول کر قربانی کر کے واپس لوٹنا پڑا اور مسلمان اس کو اپنی ذلت سمجھنے

لگے لیکن اس میں اللہ کی مصلحت پوشیدہ تھی تب مکہ سے پچیس میل کے فاصلے پر پہنچ کر یہ سورہ نازل ہوئی جس سے مسلمانوں کو تسلی ہوئی اور کچھ ہی مدت بعد اس معائدہ کے فوائد نظر آنے لگے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

اس صلح سے پہلی مرتبہ عرب میں اسلامی ریاست کا وجود با قاعدہ تسلیم کیا گیا اور قبائل عرب کو یہ اختیار دیا گیا کہ قریش اور محمد ﷺ میں سے جس کے ساتھ دوستی رکھنا چاہیں رکھ سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے بیت اللہ کی زیارت کا حق تسلیم کر کے اہلِ عرب کے دلوں سے مسلمانوں کی نفرت گھٹ گئی کیونکہ ان کو معلوم ہو گیا کہ مسلمان بھی دینی ہیں اور حج وعمرہ ادا کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ دس سال تک جنگ بندی سے مسلمانوں کو امن حاصل ہوا اور خوب تبلیغ کا موقع ملا جس سے کہ دو سال کے اندر ہی بہت سارے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ جنگ بند ہونے سے نبی کو وقت ہاتھ آیا کہ آپؐ اسلامی حکومت کو مضبوط کریں اور اسلامی قانون جاری کر کے مسلم معاشرے کو ایک مکمل تہذیب بنا دیں۔ قریش کے ساتھ اس صلح کے بعد مسلمانوں کو جنوب کی طرف لڑائی کا خطرہ نہ رہا تو مسلمانوں نے شمال اور وسط کی طاقتوں کو آسانی سے اپنے میں ملا لیا اور کئی یہودی بستیاں اسلام کے زیر نگیں آ گئیں اور کئی قبیلے جو یہود اور قریش کے ساتھ ملے ہوئے تھے اسلام کے تابع فرمان ہوئے۔ اس طرح حدیبیہ کی صلح سے مسلمانوں کی طاقت بہت مضبوط ہوئی اور قریش ومشرکین دب کر رہ گئے۔ مسلمان جو صلح حدیبیہ کو اپنی ناکامی سمجھتے تھے وہ ان کے لئے برکات ثابت ہوئیں۔ صلح نامہ نمبر 2 جو کہ مسلمانوں کو بہت ہی ناگوار گزرا تھا جلد ہی کینسل ہو گیا وہ اس طرح کہ جب قریش سے بھاگ کر کوئی مسلمانوں میں آیا تو اسے قریش کو واپس کر دیا گیا لیکن وہ پھر قریش سے کسی نہ کسی طریقے سے بھاگ نکلے اور قریش کے بحر احمر کے تجارتی قافلوں کے راستوں پر بیٹھ کر ان پر چھاپہ مارنے لگے آخر قریش نے تنگ آ کر نبیؐ سے درخواست کی کہ ان بھاگے ہوؤں کو واپس بلائیں اور یہ معاہدے کی شرط ختم ہو گئی۔

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا کہ اس طرح ہم نے مسلمانوں کو ہر خوف، ہر بیرونی مزاحمت ومداخلت سے محفوظ کیا اور آپؐ پر اپنی نعمت کی تکمیل کرنا چاہتے تھے اس لئے یہ فتح ہم نے آپؐ کو عطا کی اور مسلمانوں کو ایسی نازک گھڑیوں میں گھبراہٹ، خوف، اشتعال سے محفوظ رکھا اور اللہ کے فضل سے مسلمانوں کو رسول کی رہنمائی اور دین حق کی صداقت پر اطمینان نصیب ہوا اور ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوا کہ ہر آزمائش میں مسلمان ثابت قدم رہے اور اپنے نبی کا ساتھ دیا۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتے دم تک مومن کی زندگی کو مختلف آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے اور اگر وہ مومن اپنے اللہ کے دین کی خاطر اپنی جان و مال کی قربانی دینے کے لئے تیار ہوتا ہے اور ہر آزمائش میں دین پر ثابت قدم رہتا ہے تو اس کے دین میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کے لئے دنیا اور آخرت کی کامیابی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

مدینہ کے اطراف میں جو لوگ تھے انہیں محمد ﷺ نے عمرے کی تیاری کرتے وقت ساتھ چلنے کی دعوت دی تھی۔ ان کو پتہ تھا کہ یہ بہت ہی خطرناک سفر ہے اور مسلمان بچ کر واپس نہیں آ سکتے اس لئے انہوں نے اپنی جان کو عزیز سمجھ کر آپ کا ساتھ نہ دیا۔ اب مسلمانوں کے صحیح سلامت واپس آنے کے بعد وہ کئی بہانے تراشنے لگے اور آپؐ سے کہنے لگے کہ اللہ سے ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتا ہے کہ اگر واقعی ان کو اللہ سے بخشوانے کی اتنی پرواہ ہوتی تو وہ گھر نہ بیٹھے رہتے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ آزمائش کا وقت آنے پر اپنی جان و مال اور دنیوی مفاد کو خطرے میں ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور یہ منافق گنے جاتے ہیں اب یہ اسلامی فتح اور اموال غنیمت کے لالچ میں ضرور آپ کا ساتھ دینے کے لئے دوڑے آئیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے پیشگی نبی کو خبردار کر دیا کہ ان میں حصہ لینے کا موقع ان کو کبھی نہ دینا۔ سو یہ وقت صلح حدیبیہ کے تین مہینے بعد آ گیا جبکہ نبیؐ نے خیبر کو آسانی سے فتح کر لیا۔ اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی تم میں طاقت ہو اور تم اس سے جی چراؤ تو اللہ کے ہاں اس پر سخت گرفت ہے لیکن بوڑھے، کمزور، بیمار، مجنون، اندھے، عورتیں، کم سن لڑکوں کو شامل نہ ہونے کی اجازت ہے۔ مومن کا کام اللہ کے بھروسے پر سینہ پر ہو کر نکلنا ہے اور جو کفار اللہ کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اللہ ان کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے مقام پر جنگ نہ ہونے دی بلکہ صلح کا معاہدہ کروایا اس میں یہ مصلحت تھی کہ اگر یہ جنگ چھڑ جاتی تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد کو پہنچتا اور وہ کفار کو گھسیٹتے ہوئے مکہ تک پہنچ جاتے۔ اب وہاں جو مسلمان کفار کے ظلم و ستم کا شکار ہو رہے تھے اور اپنی بے بسی سے ہجرت نہیں کر سکتے تھے تو وہ بھی مارے جاتے اس لئے اللہ نے جنگ کو ٹال دیا اور سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے اور جو بھی ہوتا ہے اس میں ہماری ہی بہتری ہوتی ہے لیکن ہم اللہ کی مصلحت کو جلد بازی میں نہیں سمجھ پاتے۔

حدیبیہ میں جب صلح نامہ لکھا جا رہا تھا تو کفار قریش نے رسول اللہ کا نام لکھنے پر اعتراض کیا تب نبیؐ نے یہ لفظ مٹا دیئے جس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد ﷺ ہمارے رسول ہیں اگر نہیں مانتا ہو تو نہ

مانو کچھ فرق نہیں پڑتا اور محمد ﷺ اور ان کے ساتھی اپنے عزم اور اللہ کے دین پر چٹان کی طرح مضبوطی سے قائم ہیں وہ ہمیشہ اللہ کے آگے سجدے کرتے ہیں اور اس طرح اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں سر دھڑ کی بازی لگاتا ہے اور اللہ کے بھروسے پر حق اور سچائی کی حمایت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اور خدا پرستی کا نور ان کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سورہ میں فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے نبی کو شہادت دینے والا بنا کر بھیجا ہے کہ آخرت میں وہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے دینِ حق کو ہم تک پہنچا دیا اور ہم نے کہاں تک اس دین کو آگے بڑھایا۔ پھر نبی کو بشارت دینے والا بنا کر بھیجا جو ایمان اور نیک عمل کرنے والوں کو اچھے اجر کی خوشخبری دی ہے اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا کہ وہ منکرین و مشرکین کو آخرت کے عذاب سے خبردار کریں جو کہ کبھی ختم نہ ہوگی۔ دنیا میں تو موت آ کر آدمی اس مصیبت سے آزاد ہو سکتا ہے لیکن آخرت میں اس کے لئے ہمیشہ کے لئے دردناک عذاب ہے۔

سورۃ الحجرات

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ: اس سورہ کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ مختلف موقعوں پر نازل کئے ہوئے احکام و ہدایات کا مجموعہ ہے اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ کے اکثر احکام مدینہ کے آخری دور میں نازل ہوئے ہیں۔ اس کا موضوع مسلمانوں کو اچھے آداب کی تعلیم دینا ہے۔ شروع کے پانچ آیتوں میں ان کو وہ ادب سکھایا گیا ہے جو انہیں اللہ اور رسول کے معاملے میں رکھنا چاہئے۔ شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک سچا مومن جو اللہ کو اپنا حقیقی رب مانتا ہو اور اس کے رسول کو اپنا رہبر مانتا ہے اور وہ اپنے اس عقیدے سے بالکل سچا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے معاملات کو اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلے کے مطابق کرے۔ اللہ اور رسول ﷺ کے تابع بن کر رہے۔ اہلِ ایمان کو چاہئے کہ اپنے معاملات میں پیش قدمی کر کے خود فیصلے نہ کرے بلکہ سب سے پہلے یہ دیکھے کہ اللہ کی کتاب میں اور اس کے رسول کی سنت میں ان معاملات کے متعلق کیا ہدایات دی گئی ہیں تو اسی کے مطابق قدم اٹھائے اور اگر اللہ اور رسولؐ کے احکام و ہدایات سے لاپرواہی برتی اور صرف اپنے مفاد کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیا تو جان رکھو کہ اللہ تمہاری نیتوں سے باخبر ہے۔

پھر نبی ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کو سکھایا گیا ہے کہ جب آپؐ کے سامنے حاضری دیں تو اس بات کا خیال رہے کہ نبی کوئی عام آدمی نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور جس طرح اللہ کا احترام فرض ہے اسی طرح نبی ﷺ کا بھی احترام کرنا لازم ہے۔ آپ ﷺ سے بات کرتے وقت ادب سے اور نرمی سے بات کرے۔ آپؐ کے احترام میں ذرا سی کمی بھی گناہ کا باعث بن سکتی ہے۔ جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہو اور تقویٰ موجود ہو وہی اللہ اور اس کے رسول کی عزت کرتے ہیں۔ اس سے ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ ہر حال میں بڑوں کی عزت کرنی چاہئے۔

آیت چار کے متعلق مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ قبیلہ بنی تمیم کے بارے میں نازل ہوئی تھی جن کے وفد نے آ کر ازواج مطہرات کے حجروں کے باہر سے نبی ﷺ کو حلق پھاڑ کر پکارنا شروع کر دیا تھا۔ اس وفد کا زمانہ 9ھ بتایا گیا ہے۔ نبیؐ کے عہد مبارک میں بعض ایسے جاہل لوگ بھی تھے جو یہی سمجھتے تھے کہ آپ کا کام اللہ کے رسول ﷺ کی حیثیت سے سارا وقت ان کے لئے وقف کرنا ہے اور آپ کو کبھی آرام کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔ نبی ﷺ کو لوگوں کی ان حرکات سے سخت تکلیف ہوتی تھی لیکن اپنی طبیعت کی نرمی کی وجہ سے سب برداشت کر جاتے تھے۔ اس لئے یہاں پر اللہ تعالیٰ نے مداخلت کر کے لوگوں کو یہ ہدایت دی کہ جب کوئی آپؐ سے ملنے آئے تو پکار پکار کر حلق پھاڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ صبر کے ساتھ بیٹھ کر انتظار کرو۔ تمہاری پچھلی غلطیوں کی معافی فرمائی گئی ہے لیکن خیال رہے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ ہونے پائے۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو یہ نہیں کہ بنا سوچے سمجھے کوئی غلط قدم اٹھا بیٹھو۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جبکہ نبیؐ نے اس شخص کو قبیلہ بنی المصطلق کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا جو مسلمان ہوا تھا۔ اس شخص نے کسی وجہ سے اہل قبیلہ سے نہیں ملا اور الٹا آ کر نبی کو غلط خبر جڑ دی کہ انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور وہ اسے قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس پر نبی سخت ناراض ہوئے اور چند لوگوں کے اصرار پر آپؐ ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے دستہ روانہ کرنا چاہتے تھے کہ اس قبیلہ کے سردار حارث بن فرار (ام المومنین حضرت جویریہ کے والد) خود ایک وفد لے کر نبی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تب ان سے پتہ چلا کہ وہ شخص ان سے ملے ہی نہیں تھے۔ اس نازک موقع پر ایک بے بنیاد خبر پر ایک عظیم غلطی ہوتی ہوتے رہ گئی جس پر کہ یہ آیت نمبر 6 نازل ہوئی اور اللہ نے ان کو اس کے برے نتائج سے آگاہ کیا۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑنا نہیں چاہئے اور بالفرض اگر ایسا ہو بھی جائے اور اہلِ ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو مسلمانوں کا کام یہ نہیں ہے کہ بیٹھ کر تماشا دیکھیں۔ بلکہ اپنی طرف سے حتی الامکان کوشش کر کے ان میں صلح کرا دی جائے اور انہیں اللہ کے احکام کا سبق یاد دلایا جائے اور اللہ کا خوف دلایا جائے تا کہ وہ دوبارہ ایسی حرکت سے وہ باز رہیں اور اگر صلح کرانے کی کوشش ناکام ہو تو یہ دیکھو کہ حق پر کون ہے اور زیادتی کرنے والا کون ہے تو جو حق پر ہو اس کا ساتھ دو اور زیادتی کرنے والے کو زیادتی کرنے نہ دو بلکہ ہر ممکن کوشش سے اسے زیادتی کرنے سے باز رکھو اور اسے اللہ کے حکم کی طرف پلٹنے پر مجبور کرو اور اگر وہ اللہ کے حکم اور سنتِ رسولؐ کی طرف پلٹ آئے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرو۔ ورنہ حق والوں کو دبانے اور زیادتی کرنے والوں کی طرفداری سے فساد بڑھتا ہے اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ فتنہ فساد میں کبھی حصہ نہ لیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ باغیوں کے خلاف جنگ کرنے سے پہلے ان کو قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق دعوت دی جائے کہ وہ بغاوت کرنے سے باز آ جائیں ان کو اچھی طرح سمجھایا جائے۔ اگر وہ باز نہ آئیں تو ان کے خلاف تلوار اٹھانا جائز ہے۔ روایت میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے اور یہ کہ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، اس سے چھینا ہوا مال اور اس کو بے عزت کرنا حرام ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کر سکتا۔ اسے ذلیل نہیں کر سکتا۔ اس کا ہمیشہ ساتھ دے۔ اہلِ ایمان کے ساتھ ایک مومن کا تعلق ویسا ہی ہے جیسا سر کے ساتھ جسم کا تعلق ہے اور یہ کہ دین کی مقدس ترین رشتے کی بناء پر آپس کے تعلق درست رکھے۔ پھر مسلمانوں کو ان برائیوں سے بچنے کے لئے کہا گیا ہے جو ہر کسی کی زندگی میں فساد پیدا کرتی ہیں اور جن کی وجہ سے ایک دوسرے کے تعلقات خراب ہوتے ہیں مثلاً ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، اس کی نقل اتارنا، اس کی عیب جوئی کرنا کیونکہ اس سے دوسرے شخص کو دکھ پہنچتا ہے۔ ممکن ہے کہ جس کی عیب جوئی وہ کر رہا ہے اس میں وہ عیب نہ ہو اور اخلاق میں وہ اس سے بہتر ہو تو پھر اللہ کی گرفت سے ڈرو۔ دوسروں کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے نام سے پکارو نہ ہی برے الزام دھرو۔ خواہ مخواہ شک وشبہ سے بچو۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے جب کوئی شک کی بناء پر کوئی رائے قائم کر کے قدم اٹھاتا ہے تو اسے اچھی طرح سوچنا چاہئے کہ وہ قدم معقول بھی ہے۔ اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ دوسروں کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کے عیب کو تلاش نہ کرتے پھرو، دوسرے بات کر رہے ہوں تو کان لگا کر مت سنو۔ ممکن ہے کہ وہ تمہارے ہی بارے میں بات کر رہے ہوں تو پھر سن کر تم دکھی ہو جاؤ۔ کسی کی برائیوں کو معلوم کر کے اس کی اشاعت کرنا، کسی پر جھوٹا الزام لگانا بہتان ہے اور کسی کے

عیوب بیان کرنا غیبت ہے جو سخت گناہ کے کام ہیں۔ جو کوئی غیبت کرے اور پھر اسے احساس ہو جائے تو اللہ سے توبہ کرے اور اس حرام فعل سے باز رہے اگر اس نے کسی مرے ہوئے آدمی کی غیبت کی ہو تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کرے۔ غیبت ایسی چیز ہے جیسے تم اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاؤ جو تم کبھی نہیں کرو گے۔ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی مت کرو۔ اللہ سے توبہ کرو۔ دو آدمیوں کو چغلی کرا کے لڑانے کی کوشش مت کرو۔ کسی پر جھوٹی تہمت مت لگاؤ۔

مسلم معاشرے کو خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اہلِ ایمان کو خطاب کر کے ہدایات دی ہیں اور عظیم گمراہی کی اصلاح کی گئی ہے جو دنیا میں ہمیشہ فساد کی جڑ ہے۔ مثلاً قومی اور نسلی بڑائیاں، خاندانی غرور، دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنا، اپنے کو اونچا کرنے کے لئے دوسروں کو ذلیل کرنا، رنگ اور ذات کی بناء پر بھی اپنے کو اونچا سمجھنا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام انسان ایک ہی اصل سے پیدا ہوئے ہیں اور قوموں اور قبیلوں میں بٹ جانا ان کی پہچان کے لئے ہے نہ کہ فخر اور تکبر کے لئے۔ اسلام وہ دین ہے جو زمین کی تمام پھیلی ہوئی نسلوں اور قوموں کو ملا کر ایک امت بنایا ہے۔ لوگوں نے اعلیٰ اور ادنیٰ کے جو معیار بنائے ہیں وہ اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ جسے تم حقیر سمجھتے ہو وہ اللہ کے ہاں اونچا درجہ رکھتا ہے۔ وہ تو صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے کو اللہ کی نظر میں عزت دار بنائے۔ اسلام دراصل اس دینِ حق کا نام ہے جس میں ایمان اور اطاعت دونوں شامل ہے اور مسلم وہ ہے جو اسے سچے دل سے مانے اور اطاعت کرے۔

آخر میں فرمایا گیا ہے کہ ایمان کا اصل حرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے بلکہ سچے دل سے اللہ اور اس کے رسول کو ماننا اور فرمانبردار بن کر رہنا ہے اور پورے خلوص کے ساتھ اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال کھپا دینا اور اس کے احکام پر دل سے عمل کرنا ہے اور وہی سچا مومن کہلاتا ہے۔ باقی وہ لوگ جو صرف زبان سے اسلام کا اقرار کرتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام قبول کر کے انہوں نے اللہ اور رسول پر احسان کیا ہے تو دنیا میں تو ان کا شمار مسلمانوں میں ہو سکتا ہے اور ان سے مسلمانوں کا سلوک بھی کیا جا سکتا ہے مگر اللہ کے ہاں وہ ہرگز مومن قرار نہیں پاتے۔

سورۃ ق

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں پینتالیس (45) آیتیں اور تین رکوع ہیں۔ اس سورہ کے مضامین پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نازل ہونے کا زمانہ مکہ کا دوسرا دور ہے اور محمد ﷺ کی نبوت کے تیسرے سال سے شروع ہو کر پانچویں سال تک رہا ہے جب کہ رسول ﷺ کی دعوت حق کی مخالفت مکہ میں شدت اختیار کر چکی تھی مگر ابھی ظلم وستم کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ عید کی نمازوں میں، جمعہ کے خطبوں میں اور فجر کی نماز میں آپ کثرت سے اس سورہ کو پڑھا کرتے تھے۔

اس سورہ کا موضوع آخرت ہے۔ محمد ﷺ نے جب مکہ میں اپنی دعوت حق کی تبلیغ شروع کی تو وہاں کے کفار ومشرکین کو سب سے زیادہ تعجب یہ ہوا کہ مرنے کے بعد انسان اللہ کے حکم سے دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور ہر کسی کو اپنے دنیا میں کئے کا حساب دینا ہوگا۔ ان کا کہنا تھا کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل گئے ہوں اور کوئی کہاں مرا ہوگا اور کہاں مٹی میں خاک ہوا ہوگا تو ایسی حالت میں یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے جسم کے اعضاء کو جمع کر کے دوبارہ بنادے اور ہم زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کی پوری تقریر نازل کی۔

شروع میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن با حکمت اور با عظمت کی قسم کھائی ہے کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کردہ ایک بے نظیر کتاب ہے اور زبان اور ادب، تعلیم اور حکمت کے لحاظ سے معجزہ ہے اور پوری کی پوری انسانیت کے لئے ہدایت ہے اگر وہ اس کی رہنمائی میں چلنا چاہیں تو جتنی زیادہ وہ رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرے اسی قدر زیادہ وہ اس کو رہنمائی دیتا ہے اور جتنی زیادہ اس قرآن کے بتائے ہوئے راستوں پر چلے تو اتنی ہی زیادہ اسے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں اور قرآن کی قسم اس بات پر کھائی ہوگی کہ محمد ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور یہ عظیم قرآن اس بات کا ثبوت دینے کیلئے کافی ہے کیونکہ ان کو تعجب تھا کہ ان ہی میں کے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے کیسے رسول چن لیا اور خبردار کرنے کے لئے بھیج دیا حالانکہ محمد ﷺ خود انہی کی قوم کے ایک فرد تھے تو ان کو تو چاہیے کہ اپنے آباؤاجداد کے مذہب کی تبلیغ کرے۔ یہ بھلا آپ کونسی بات لے کر آئے کہ اللہ کا حکم ہے کہ تمام انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور جہاں بھی وہ زمین میں مرے پڑے خاک ہوئے ہوں گے ان کے اجزاء اللہ کے حکم سے دوبارہ جڑ جائیں گے اور سب کو ایک دن اکٹھا اللہ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا اور دنیا میں کئے کے مطابق ان کو جزاء یا سزا ہوگی۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ چاہے تمہاری عقل نہ مانے لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہارے جسم کا ایک ایک ذرہ جو منتشر ہو کر جہاں بھی ہوتا ہے اس کے متعلق اللہ کو معلوم

ہے کہ وہ کہاں ہے، کس حال میں ہے اور کہاں موجود ہے اور اس کا پورا ریکارڈ اللہ کے کمپیوٹر کے دفتر میں محفوظ ہے اور جس وقت اللہ کا حکم ہوگا اسی وقت فرشتے اس ریکارڈ سے ایک ایک ذرے کو نکال لائیں گے اور دوبارہ انسان بنا کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اب اتنی سی بات ان کے عقل میں نہیں سماتی ہے اور وہ لوگ ایک بہت بڑی الجھن کا شکار ہو رہے ہیں کہ نبی ﷺ کو کبھی کاہن، تو کبھی شاعر، تو کبھی جادوگر کہتے ہیں یا یہ کہ کسی نے آپ پر جادو کیا ہے یا پھر یہ کہ آپ ﷺ کو یہ کلام کوئی دوسرا گھڑ کر دیتا ہے اور آپ ﷺ سے اللہ کے نام منسوب کرتے ہیں۔ غرض ان کی الجھنیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اگر وہ لوگ غور کریں تو ان کی الجھنیں دور ہوں کہ آخر نبی کوئی غیر تو ہے نہیں ان کی اپنی قوم کے قابل اعتماد ایک فرد ہیں جن کو ابھی تک سب مانتے آ رہے ہیں اور ان کو یہ بھی پتہ ہے کہ وہ ایک ان پڑھ ہیں تو بھلا یہ ثبوت کافی نہیں ہے کہ ایک ان پڑھ کیسے اتنا اچھا کلام لا سکتا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اللہ ہی کا کلام ہو سکتا ہے۔ اب تم لوگوں کو یہ بات اچھی نہیں لگی کہ ایک دن تم لوگوں سے دنیا میں کئے کا حساب لیا جائے گا۔ تو ذرا سوچو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کر کے یونہی تو نہیں چھوڑ دیا کہ جو مرضی ہے کرو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ظالم ظلم کرتا جائے اور مظلوم سہتا جائے اور ساری دنیا ظلم کا اڈا بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اتنی خوبصورت بنا کر انسانوں کو اس کی ہر چیز کے استعمال کرنے کا اختیار عطا کیا ہے اس لئے نہیں کہ تمہاری کرتوتوں سے دنیا برباد ہو جائے اور تم کو کوئی پوچھنے والا سزا دینے والا نہ ہو اور جو ایک نیک انسان ہو اس کو کوئی انعام نہ ملے۔ اسلئے جان رکھو کہ ایک دن مقرر کیا گیا ہے اور جب وہ وقت آئے گا تو ایک پکار پر تم سب اس طرح زمین سے نکل کھڑے ہو گے جس طرح بارش کا ایک چھینٹا پڑتے ہی نباتات کی کونپلیں زمین سے پھوٹ نکلتی ہیں۔ اس وقت تم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لو گے جس کا تم انکار کر رہے ہو۔ تب تم کو یقین آئے گا اور پھر تم سب اپنے اس انکار کے باعث جہنم کی آگ میں پھینکے جاؤ گے اور اللہ سے ڈر کر سیدھے راستے کی طرف پلٹ کر آنے والے تمہاری آنکھوں کے سامنے جنت میں عیش کریں گے۔ اب ذرا آسمان کی طرف دیکھو کہ اللہ کی کائنات کتنی وسیع ہے کہ اس میں تم کو کوئی خرابی نظر آتی ہے؟ اگر دوربین سے اس کو دیکھو تو معلوم ہو کہ ہماری زمین سے لاکھوں گناہ عظیم سیارے اس کے اندر گیندوں کی طرح گھوم رہے ہیں۔ ہمارے سورج سے ہزاروں درجے روشن تارے اس میں چمک رہے ہیں اور یہ ہمارا نظام شمسی تو صرف ایک کہکشاں کا چھوٹا سا حصہ ہے اور اب تک ایسے دس لاکھ کہکشانوں کا پتہ لگ چکا ہے پھر زمین کی طرف نظر کرو کہ اللہ نے کیسے اس میں تمہارے رزق کا انتظام کیا ہے اور پہاڑوں کو اس میں کھونٹے کی طرح گاڑ دیا ہے کہ زمین الٹ نہ جائے۔ پھر تمہارے لئے آسمان سے پانی برسانے کا انتظام کیا ورنہ

تمہاری زندگی بغیر پانی کے چل ہی نہیں سکتی تھی۔ تو پھر سوچو کہ جب اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ کر سکتا ہے تو پھر تمہیں دوبارہ پیدا کرنے میں خالق کی قدرت کیسے تنگ ہو سکتی ہے۔ آخر پہلی بار تو تم کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ تو پھر ہماری قدرت کے کارخانے میں تم نے ہمیں کمزور کیسے سمجھ لیا کہ تمہاری مہلت امتحان ختم ہو جانے کے بعد تم سے حساب لینے کے لئے تمہیں زندہ کرنا چاہوں تو نہ کر سکوں گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے نوح کی قوم، اصحاب الرس (جنہوں نے اپنے نبی کو کنوئیں میں پھینک دیا) ثمود، عاد، فرعون اور لوط اور ایکہ والے (حضرت شعیب کی قوم) اور تبع کی قوم (یمن کی بہت ہی پرانی حمیر قوم جو قوم سبا کی ایک شاخ تھی) جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ آخرت کو اور اس کی جزاوسزا کو نہ مانا اور اپنے کو غیر ذمہ دار اور غیر جواب دہ جانا جو کہ ان کی گمراہی کی اصل وجہ تھی۔ حالانکہ وہ شان وشوکت اور اموال میں اہل مکہ سے کئی گنا زیادہ تھے لیکن آخرت کے انکار سے وہ گمراہی میں اس قدر بڑھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب لا کر دنیا کو ان کے وجود سے پاک کر دیا۔ اور اب یہی حال اہل مکہ کا ہے تو پھر سوچ لو اپنے برے انجام کو۔ اب یہ تو رہی دنیا کی سزا تو پھر آخرت کے عذاب کی فکر کرو جو کہ کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ہی نے تو تم کو پیدا کیا ہے تو ظاہر ہے کہ ہم تمہاری ایک ایک رگ سے واقف ہیں۔ ہمنے دو فرشتے تمہارے لئے مقرر کئے ہیں جو تمہارے دائیں اور بائیں بیٹھے تمہاری ایک ایک چیز اور لفظ کو نوٹ کر رہے ہیں۔ پھر جب موت کی گھڑی آئے گی تو سب حقیقت کھل جائے گی اور پتہ چل جائے گا کہ تم کیا کچھ لے کر آئے ہو۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس دوسری زندگی میں تم نیک بخت کی حیثیت سے داخل ہو رہے ہو یا بد بخت کی حیثیت سے۔ اور پھر جب مقررہ وقت پر صور پھونکا جائے گا تو ہر انسان اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑا ہو گا اور اس کے دونوں فرشتے آ کر اسے اپنے چارج میں لے لیں گے۔ وہ ان کے نامہ اعمال سامنے رکھ دیں گے اور اللہ کی عدالت میں پیش کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ اسے اور اس کے ساتھی شیطان کو جہنم میں پھینک دیا جائے۔ ساری زندگی شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر بے خوف چلتا رہا۔ ہمارے ساتھ دوسرے خداؤں کو شریک کیا۔ اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے ساری عمر چلتا رہا۔ خود گمراہ رہا اور دوسروں کو بھی اچھے راستوں سے روکتا رہا۔ حرام طریقوں سے مال سمیٹ کر حرام کے راستوں پر لگاتا رہا۔ بھلائی کرنے والوں پر ستم ڈھاتا رہا۔ اور اللہ کے دین حق کو ماننے سے انکار کیا تھا۔ پھر اس کا شیطان ساتھی اپنی صفائی پیش کرے گا کہ میں نے اسے اپنے راستے پر چلنے کے لئے مجبور نہیں کیا تھا وہ شخص شیطان کو الزام دے گا کہ اس نے اسے گمراہ کیا اس لئے اسے دگنی سزا ملنی چاہئے۔ جواب

میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو بھی ہے خبردار کرنے والے ہماری طرف سے آئے اور تم کو تمہارے برے انجام سے ضرور آگاہ کیا تھا۔ اس لئے اب تم اپنے کئے کے خود ذمہ دار ہو۔ پھر جہنم چیخ پکار کر کہے گی جس میں کہ مجرم ٹھونسے جارہے ہوں گے کہ اب اور بھی جگہ ہے بھر دوا سے ان مجرموں سے۔ اب وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس میں جلتے مرتے رہیں گے۔

پھر جنت اللہ سے ڈرنے والوں کے قریب لائی جائے گی۔ یہ وہ شخص ہے جو اللہ کی نافرمانی سے ڈر کر اپنے نفس کی خواہشات کو کچلتا رہا اور اللہ کو راضی کرنے کا راستہ اختیار کیا اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق زندگی بسر کی۔ جو بغیر اللہ کو دیکھے اپنے تقویٰ سے اللہ کو محسوس کرتا رہا اور اس کے عذاب سے ڈرتا رہا۔ اور سچے دل سے وہ اللہ ہی کی محبت میں اسی کا ہو کر رہا۔ وہاں جنت میں ان کو عیش ہی عیش جو کبھی ختم نہ ہونے والی ہو نصیب ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دے کر فرماتا ہے کہ پوری کائنات کو ہم چھ دنوں میں پیدا کر کے تھک نہیں گئے کہ اس کو الٹ پلٹ کر دوبارہ بنانا ہمارے لئے مشکل ہو۔ اب اگر یہ لوگ موت کے بعد کی خبر سن کر آپ کا مذاق اڑاتے ہیں تو آپ صبر سے کام لیں اور اپنی تبلیغ جاری رکھیں چاہے کیسی ہی مصیبتوں کا آپ کو سامنا کرنا پڑے۔ اس کے لئے آپ پانچ وقتہ نماز سے مدد لیں اور رات کی تہجد کی نماز میں بھی اللہ کی تسبیح کریں کہ ان سے آپ کے صبر میں اضافہ ہوگا۔ جب صور کی آواز بلند ہوگی اور وہ یکے بعد دیگرے زمین سے نکلنے شروع ہوں گے تب یقین آئے گا۔ ہم ہی زندگی بخشتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی سب کو ایک دن پلٹ کر آنا ہے۔

سورۃ الذّٰاریات

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:۔یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔ یہ سورہ اس زمانے میں نازل ہوئی جبکہ محمد ﷺ کی دعوت حق کو کفار قریش مذاق میں ٹالتے تھے۔ آپؐ پر جھوٹے الزامات لگاتے تھے کہ آپؐ شاعر ہیں تو کوئی کہتا کہ آپ کاہن یا جادوگر ہیں یا کہ پھر مجنون کا لقب آپ کو دیا جاتا۔ غرض وہ کفار قریش ہر طرح کی کوششوں سے آپ کی دعوت حق کو نیچا دکھانا چاہتے تھے۔ اس وقت تک ظلم وستم کا آغاز مسلمانوں پر ابھی نہیں ہوا تھا۔ اس سورہ کا مضمون بھی آخرت ہے اور آخر میں توحید کی دعوت پیش کی گئی ہے۔

کفار زندگی موت کے بعد کا یقین ہی نہیں کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ جب ہم سب مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہمارا ذرہ ذرہ زمین میں منتشر ہو جائے گا تو یہ بالکل ناممکن ہے کہ ہمارے جسم کے سارے اعضا پھر اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا اور ہمیں دوبارہ انسان بنا کر لا کھڑا کرے گا اور ہمارا دنیا میں کئے کا حساب لے گا۔ اس دن کا نام آخرت رکھا گیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ شروع میں آخرت کے آنے پر ہواؤں کی قسم کھا کر ان کو یہ گارنٹی دی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ وہ ہوائیں گرد اڑاتی سمندر سے بے حساب گیلن پانی کے بخارات بادلوں کی شکل میں اٹھا لیتی ہیں اور وہ بادل پانی کے قطروں سے لدے ہوتے ہیں جو کہ فنا نہیں ہوتے پھر یہی ہوائیں بادلوں کو لے کر چلتی ہیں اور پھر روئے زمین کے مختلف حصوں میں پھیل کر اللہ کے حکم کے مطابق ایک ایک قطرے کو اسی شکل میں جس میں وہ پہلے تھا زمین پر واپس پہنچا دیتی ہے۔ سوچو اللہ پانی کے بخارات کو ہوا میں منتشر ہو جانے کے بعد پھر اسی ہوا کے ذریعے سے سمیٹ لاتا ہے اور انہیں پانی کی شکل میں برسا دیتا ہے تو اس کے لئے انسانی جسموں کے بکھرے ہوئے اجزاء کو ہوا، پانی اور مٹی میں سے سمیٹ لانا اور پھر پورے کے پورا جسم پھر سے بنا دینا کونسا مشکل ہے۔ یہ بارش کا نظام اب تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے جو اس بات کا ثبوت دیتی ہے کہ بارش کے آنے میں بھی مصلحت ہے اور یہ کہ دنیا کو بے مقصد نہیں بنایا گیا ہے اور خواہ مخواہ اس میں ہوائیں چلا کر بارش کا نظام بے معنی نہیں بنایا گیا ہے۔ تو پھر اس اللہ تعالیٰ کے نظام میں اگر دیکھا جائے تو انسان کو بھی عقل وشعور، نیکی اور بدی کی اخلاقی حس سے نواز کر اور اسے اس دنیا میں تصرف کے اختیارات دے کر یونہی نہیں چھوڑ دیا گیا۔ اگر ایک دکان تم کسی کے حوالے کرو تو کیا تم کبھی بھی جا کر اس دکان چلانے والے سے حساب نہیں لوگے؟ یہی حال انسانوں کا بھی ہے۔ جب اللہ کے نظام کائنات میں ہر چیز بامقصد ہے تو پھر انسانوں کو پیدا کرنے کا منصوبہ بے معنی تو نہیں

ہوسکتا۔ کیا کبھی اس سے اس کے اعمال کا حساب نہ لیا جائے اور اس کے اخلاقی اعمال پر کوئی جزا و سزا نہ ہو تو پھر اللہ جیسے حکیم سے ہم یہ کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ اس کی تخلیق کا منصوبہ بے معنی رہا۔ اس لئے یہ اچھی طرح ذہن میں بٹھا ؤ کہ دنیا میں کوئی بھی چیز بے مقصد نہیں بنائی گئی۔ اسی طرح انسانوں سے بھی ایک دن ضرور حساب لیا جائے گا۔

پھر متفرق شکلوں والے آسمان کی قسم کھائی گئی ہے کہ جس طرح آسمان کے بادلوں اور تاروں کے جھرمٹوں کی شکلیں مختلف ہیں اسی طرح آخرت کے متعلق لوگ الگ الگ قسم کے گمان رکھتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور مر کر مٹی میں مل جاتا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ مر کر مٹی میں جاتا ہے اور پھر دوبارہ کسی اور قسم کے انسان یا جانور کی شکل میں دوبارہ پیدا ہوتا ہے۔

مثلاً چین کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد اگر وہ اپنی پہلی زندگی میں برا انسان رہا ہوگا تو پھر دوبارہ زندہ ہو کر وہ چوہے کی شکل میں نمودار ہوگا اور اپنے کیے کی سزا بھگتے گا۔ تو کوئی کہتا ہے کہ اللہ نے اپنے اکلوتے بیٹے عیسیٰ مسیح کو صلیب پر موت دے کر انسان کے ازلی گناہ کا کفارہ ادا کر دیا ہے اس طرح اس پر ایمان لا کر وہ اپنے اعمال کے برے نتائج سے بچ جائے گا۔ دوسرے آخرت کے جزا اور سزا کو مان کر اپنے لئے ولی، شفیع تجویز کرتے ہیں اور دنیا میں ان کی نذورنیازیں کی جارہی ہیں کہ اللہ کے ہاں ان کی بات چلے گی اور وہ ان کی شفاعت کر کے ان کو سزا سے بچائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخرت کو ضرور آنا ہے اور جزائے اعمال ضرور پیش آنا ہے لیکن تم لوگ الگ الگ عقیدے رکھتے ہو تو عقل سے پھرے ہوئے ہی ایسے عقیدوں کو مانتے ہیں۔ اور اگر تمہارا یہ عقیدہ غلط نکلا جس کو تم مان کر اپنی زندگی گذار دی تو اس کا مطلب ہے کہ تم نے اپنے کو اپنی آخرت کی دوسری دنیا کو برباد کر ڈالا۔ جو شخص یہی سوچ کر زندگی گذار دے کہ اسے کسی کو کوئی جواب نہیں دینا ہے تو ظاہر ہے وہ اس دنیا میں سب کچھ کر گذرے گا تو اس نے دنیا میں بھی فساد برپا کیا۔ پولیس کی پکڑ سے بھاگتا رہا، ساری زندگی خوف میں گذار دی تو کیا وہ اللہ کی پکڑ سے بچ پائے گا؟ تو جو شخص آخرت کا انکار کرتا ہے تو وہ سیدھا تباہی کو اپناتا ہے پھر جب قیامت کے دن اس کی آنکھیں کھلیں گی اور اسے معلوم ہوگا کہ اب اسے ایک ایک چیز کا جواب دینا ہے۔ تب وہ افسوس کرے گا کہ اب تو دنیا میں واپس جا کر توبہ کر کے آخرت کو ماننے کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کیا گیا۔ اب ان کو پتہ چلے گا کہ اللہ اور اس کے انبیاء کے دیئے ہوئے صحیح علم کو نظر انداز کر کے انہوں نے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔

کفار قریش نبی ﷺ کا مذاق اڑانے کے طور پر کہتے تھے کہ بھئی ہم تو اس قدر دندناتے

پھرتے ہیں مگر ہم پر کوئی عذاب نہیں آتا تو پھر ذرا یہ عذاب لا کر تو دکھاؤ اگر آپؐ سچے نبی ہیں۔ تب اللہ جواب میں فرماتا ہے کہ وہ اس روز آئے گا جب کہ ان کی اچھی طرح شامت آئے گی اور ان کو ان کے کئے کا خوب مزہ چکھایا جاوے گا۔ اس روز کے جھٹلانے کی سزا میں وہ جہنم کی آگ میں جل رہے ہوں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سنبھلنے کا کافی وقت دیا تھا لیکن ان لوگوں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھانے کے بدلے عذاب کی جلدی مچا رہے تھے تو اب چکھو مزہ۔

جنہوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی دی ہوئی خبر پر یقین کر کے آخرت کو مان لیا تھا تو وہ کامیابی کی منزل کی بلندیوں پر ہوں گے اور عیش کر رہے ہوں گے وہ اپنے ایمان و نیک اعمال کے انعامات خوشی خوشی بٹور رہے ہوں گے۔ یہ وہ متقی لوگ ہیں جو راتوں کو بھی اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے مالوں میں سے غریبوں اور سوالی اور حاجتمندوں کا حق نکالتے ہیں۔ وہ لوگ اپنی نیکیوں پر فخر کرتے اور نیکیوں کو جتانے کے بدلے اپنی کوتاہیوں اور خطاؤں پر گڑگڑا کر اللہ سے معافی مانگتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کے بندوں کی خدمت احسان سمجھ کر نہیں بلکہ اپنا فرض اور ان کا حق سمجھ کر کیا اور وہ زیادہ سے زیادہ نیکی کمانے کی کوشش کرتے تھے اور جو بھی نیکی کا کام ہاتھ لگے وہ اسے نہیں گنواتے اور وہ اللہ اور رسولؐ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتے ہیں۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ خود زمین اور انسان کے اپنے وجود میں کئی نشانیاں ہیں جو آخرت کا ثبوت دیتی ہیں۔ مثلاً زمین کا سورج سے ایک خاص فاصلہ پر رکھا جانا، اس میں روشنی اور حرارت کا انتظام، اس زمین کے پیٹ سے ہر طرح خزانے کا نکلنا، اس کے اوپر ہوا اور پانی کا انتظام وغیرہ اسے اگر انسان سچے دل سے سوچے تو معلوم ہو کہ یہ کوئی اتفاقی دھماکہ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ایک قادر مطلق کا سوچا سمجھا ہوا منصوبہ ہے۔ پھر انسان اپنی ساخت کو دیکھے کہ وہ کس طرح ایک معمولی قطرہ سے پیدا ہو کر عقل و شعور والا انسان بن کر کھڑا ہوتا ہے۔ ہمارے جسم کے اندر کے کارخانے پر غور کرو مثلاً غذا ہضم کرنا، خون کا بننا اور ہمارے رگ رگ میں دوڑایا جانا وغیرہ جو کہ صرف ایک قادر مطلق نے ہی ترتیب کیا ہے تو پھر کیا وہ جب اتنا کچھ کر سکتا ہے تو پھر وہ تم کو دوبارہ نہیں اٹھا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اتنے سارے اختیارات جو انسان کو دیئے ہیں وہ خود بخود ہی محاسبے کا تقاضہ کرتا ہے جو کہ اگر نہ حساب لیا جائے تو اللہ کی حکمت اور انصاف کے خلاف ہوگا اس لئے اب اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ آخرت کا وعدہ ضرور سچا ہے اور ہو کر ہی رہے گا۔

اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ انسانی تاریخ خود اس بات کا ثبوت دیتی ہے کہ ظالم قوم ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ جن قوموں نے اپنے انبیاءؑ کی بات نہ مانی اور اپنی ساری زندگی توحید اور رسالت

اور آخرت کے انکار پر ہی گزار دی تو وہ ہلاکت کی مستحق بن کر رہی اور جن بندوں نے اللہ کی اطاعت کی تو ان کو انعام سے اس دنیا میں بھی نوازا گیا مثلاً ابراہیمؑ کا قصہ بیان کر کے یہ مقصد بتلایا گیا ہے کہ اتنے بڑھاپے میں اللہ نے ان کو اولاد سے نوازا اور ان کے ہاں تین پشت تک نبوت تک چلتی رہیں۔ پھر موسیٰؑ اور اس کی قوم کو ظالم فرعون سے نجات دلوائی۔ پھر قوم لوطؑ، قوم ثمودؑ و قوم عادؑ، قوم نوحؑ کو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق کے انکار پر جو کہ ان کی گمراہی کا سبب بنی ہلاک کر دیا اور دنیا کو ان کے فسق و فجور سے پاک کر دیا۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکیلے ہی اپنی قدرت سے آسمان اور زمین کو بنایا اور اس میں ہر چیز کا جوڑ رکھ دیا۔ مثلاً نیکی اور بدی، ظلم اور عدل وغیرہ تو دنیا کی زندگی بے جوڑ کیسے ہو سکتی ہے اس لئے اس کا جوڑ لازماً آخرت ہے۔

اوپر کی ساری بحث میں آخرت کے علاوہ توحید کا بھی ثبوت ملتا ہے مثلاً بارش کا انتظام، آسمان کی تخلیق، زمین کی ساخت، انسان کا اپنا وجود وغیرہ اس بات کا ثبوت بھی دیتی ہیں کہ یہ کائنات اور اس کا نظام نہ بے خدا ہے اور نہ اس کے بہت سے خدا ہیں بلکہ صرف ایک اللہ قادر مطلق کے کام ہیں۔ اس لئے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک مت کرو اور یہ کہ جن و انسان صرف اللہ ہی کی بندگی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں جنہیں تم اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہو کہ وہ خود تمہارے محتاج ہیں اور تمہاری مدد کے بغیر ان کی خدائی نہیں چل سکتی ہے۔ تمہارا خالق تو تمہیں رزق دیتا ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

پھر اپنے نبیؐ سے فرمایا گیا ہے کہ ہر زمانے میں انبیاء کا مقابلہ ضد اور ہٹ دھرمی سے کیا گیا ہے اور یہی کچھ آپؐ کے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔ آپؐ ان کو نصیحت کرتے رہیں اور اگر یہ لوگ نہیں مانیں گے تو اپنی گمراہی کے خود ذمہ دار ہیں اور دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کے حصے کا عذاب تیار ہے۔

سورۃ الطور

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس سورہ کا زمانہ نزول مکہ کا دوسرا دور ہے جو نبوت کے تیسرے سال سے شروع ہو کر پانچویں سال تک ہے۔ جبکہ محمد ﷺ کے خلاف اور آپؐ کے دین حق کے خلاف زور و شور سے آواز بلند کئے جا رہے تھے لیکن دین حق کے ماننے والوں پر ابھی تک ظلم و ستم کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ اس میں انچاس (49) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

پہلے رکوع کا موضوع آخرت ہے اور اس میں پورے زور سے فرمایا گیا ہے کہ آخرت یقیناً واقع ہو کر رہے گی اور کوئی اسے آنے سے روک نہیں سکتا۔ اس کے جھٹلانے اور نہ ماننے والوں کو برے انجام سے خبردار کیا گیا ہے اور ماننے والوں کو اور مان کر سیدھی راہ اختیار کرنے والوں کو کتنے اچھے انعامات دیے جائیں گے۔ قیامت کے واقع ہونے پر اور اس کی حقیقت پر پانچ چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے۔ سب سے پہلے پہاڑ طور کی قسم کھائی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو نبوت سے نوازا تھا۔ یہ وہی پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے شوق میں گئے لیکن اللہ کی تجلی کو وہ پہاڑ برداشت نہ کر پایا اور موسیٰ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑے اور یہ وہی پہاڑ ہے جس پر کہ موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کے لئے احکام دیے۔ بنی اسرائیل کی شرارتوں پر اللہ نے اس پہاڑ کو ان کے اوپر اٹھا کھڑا کیا۔ اس پہاڑ میں برکت بھی ہے اور ہیبت بھی۔ پھر سب مقدس کتابوں کی قسم کھائی گئی ہے۔ جن میں قیامت کا آنا لازمی قرار دیا ہے۔ پھر آباد گھر کی قسم کھائی گئی ہے۔ ممکن ہے اس سے مراد وہ تمام کعبے ہیں جو ساری کائنات میں موجود ہیں اور خدا پرستوں کا مرکز ہے۔ روایت میں ہے کہ ہر آسمان میں اس کے باشندوں کے لئے ہمارے زمین کے کعبہ جیسا ایک کعبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کا مرکز ہے اور ہمارا حجر الاسود اس کی نشان دہی کرتا ہے۔ پھر اونچے چھت کی یعنی آسمان کی قسم کھائی گئی ہے جو کہ زمین پر ایک چھت کی طرح ضرور ہے لیکن اس کے اندرونی معاملات کا کسی کو علم نہیں۔ پھر موجزن سمندر کی قسم کھائی گئی ہے۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ سمندر کو روک کر رکھا گیا ہے تاکہ اس کا پانی زمین میں جا کر غائب نہ ہو جائے۔ سورہ تکویر اور سورہ انفطار میں بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن سمندر کی یہ دو کیفیت ظاہر ہوگی کہ اس کی تہ پھٹ کر پانی زمین کے اندر اتر جائے گا اور وہ آگ سے بھر جائے گا۔

یہاں پر آخرت کے انکار کرنے والوں کو بالکل یقین کے ساتھ اس دن کے آنے اور اس کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ کیونکہ کفار مکہ اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہی نہ تھے کہ ایک دن ایسا ضرور برپا ہوگا جبکہ سب دوبارہ اٹھ کھڑے کئے جائیں گے اور ان سے حساب لیا جائے گا وہ منکرین اس پر خوب مذاق اڑا اڑا کر قہقہے بلند کرتے تھے۔

یہ وہ دن ہوگا جبکہ عالم بالا کا سارا نظام درہم برہم ہوگا۔ پہاڑوں کی گرفت زمین پر ختم ہو جائے گی اور وہ اپنی جڑوں سے اکھڑ کر فضا میں بادلوں کی طرح اڑنے لگیں گے۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں انکار کرنے والوں کو فرشتے طوق پہنائے دھکے مار مار کر جہنم کی آگ کی طرف ڈھکیلے لئے جا رہے ہوں گے۔ اب تو ان کی کھلی آنکھیں یہ سب کچھ دیکھ رہی ہوں گی اور انکار کی گنجائش نہ رہے

گی۔ بس اب عذاب ہی ہمیشہ کے لئے سہنا ہے۔ جو کہ ان کے انکار اور اس انکار کی وجہ سے ان کی گمراہی کا نتیجہ ہے۔

جنہوں نے انبیاء کی دی ہوئی خبروں کو دل سے قبول کیا اور اس دن کے عذاب کے خوف سے اور اس پر یقین کر کے اپنے اعمال درست کئے تو ان کو بہترین انعام سے نوازا جائے گا اور ان کی اولاد بھی جو دنیا میں ان کے نقش قدم پر چلی ہو اور اپنے اعمال ٹھیک کئے ہوں وہ ان سے ملا دیئے جائیں گے۔ ہر کوئی اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالٰی نے دنیا میں اتنے سارے سروسامان اور طاقتیں اور اختیار عطا کیں جو کہ انسان پر اللہ کا احسان قرض کے طور پر ہے اور اس کے عوض ہمارے نفس کو رہن رکھا گیا ہے۔ اگر ہم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا صحیح طرح استعمال کر کے، نفس پر قابو پا کر نیکیاں کما لیں تو گویا اللہ کا قرض ادا ہو گیا اس طرح وہ اپنے نفس کو جو رہن رکھا گیا ہے چھڑا لے گا ورنہ اسے ضبط کر لیا جائے گا۔ اولاد کو بھی چاہئے کہ وہ نیکیاں کما کر اپنے رہن کو چھڑا لے۔ باپ دادا کی کمائی اولاد کو نہیں چھڑا سکتی ہاں اگر اللہ چاہے تو اپنے فضل سے اولاد کو نیچے کے مرتبوں سے اٹھا کر اونچے مراتب میں باپ دادا سے ملا دے۔ یہ ان کے باپ دادا کے نیک عمل کی وجہ سے ہوگا کہ ان کی آنکھیں اولاد سے ٹھنڈی رہیں۔ جنت میں جنتیوں کے لئے مزے ہی مزے ہوں گے۔ ان کا بیاہ خوبصورت آنکھوں والی حوروں سے کیا جائے گا۔ ان کی خدمت میں جام شراب لے کر خوبصورت لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے۔ ان کو ہر قسم کا پھل اور گوشت کھانے کو ملے گا جن کا مزہ دنیا کے مزے سے الگ اور بہترین ہوگا۔ وہ آپس میں بیان کریں گے کہ کس طرح انہوں نے اپنے کو دنیا کی مستیوں سے دور رکھا۔ زیادہ تر توجہ انہوں نے اس بات پر دی کہ اپنے بال بچوں کو عیش و آرام دینے کے لئے حرام کمائی سے اپنے کو دور رکھا۔ خود بھی نیک چلتے رہے اور اولاد کو بھی نیکی کی نصیحت کی۔ آخر اللہ نے ان پر اپنا فضل کیا کہ آج وہ اپنے بال بچوں سمیت انعام کے مستحق ہوئے اور جھلسا دینے والی جہنم کی آگ سے بچ گئے۔

اس کے بعد اب سرداران قریش کی ہٹ دھرمیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جس سے کہ وہ نبی کی دعوت کو ناکام کرنے کے لئے مقابلہ کر رہے تھے۔ ان منکرین حق کو جب آخرت اور اس کے حساب وکتاب سے خبردار کیا جاتا تھا اور ان کی گمراہیوں پر عذاب الٰہی سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ خوب آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔ کبھی وہ آپ کو شاعر کہتے تھے کہ آپ خود اپنے دل سے یا کسی سے سیکھ کر یہ نرالی باتیں گھڑتے ہیں اور اپنا رنگ جمانے کے لئے انہیں اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے نازل کردہ قرار دیتے ہیں۔ کبھی آپ کو کاہن یعنی غیب گو یا جوتشی کہتے تھے جیسے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ ایک پیشہ تھا

اور لوگوں کا یقین تھا کہ یہ جوتشی کا جنوں اور شیاطین سے تعلق ہے کہ وہ ان کو ان کی قسمت کا حال بتا سکتے ہیں اس لئے لوگ اپنے غیب کے حال معلوم کرنے کے لئے ان کے پاس جاتے تھے۔ اس لئے قریش کے سرداروں نے لوگوں کو فریب دینے کے لئے آپؑ پر بھی کاہن کا الزام لگایا کیونکہ آپؑ آخرت کی ان حقائق کی خبر دیتے تھے جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ لیکن کسی شخص کا اس الزام سے دھوکہ کھانا مشکل تھا۔ سب کو یہ معلوم تھا کہ کاہن اپنا نام کمانے اور اپنی دکان چمکانے کے لئے کام کرتے ہیں اور آپؑ کا کام بغیر کسی غرض سے صرف ان کی بھلائی کے لئے ہی تھا۔ پھر آپؑ کو مجنون کہتے تھے کہ آپؑ پر جنون کا دورہ پڑتا ہے کہ الٹی پلٹی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالی اپنے نبی کو تسلی دیتا ہے کہ ان لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہ کرو بلکہ میرے بندوں کو غفلت سے چونکانے اور حقیقت سے خبردار کرنے کا کام جاری رکھو۔ پھر دیکھو کہ کس کی شامت اللہ کے ہاتھوں آتی ہے۔ یہ لوگ خود ہی الجھن میں پڑ گئے ہیں کہ کبھی کاہن تو کبھی شاعر تو کبھی مجنون، آپؑ کو ٹھہراتے ہیں۔ اگر عقل سے کام لو تو جو شاعر ہے وہ کاہن نہیں ہو سکتا اور اگر کاہن ہے تو وہ مجنون نہیں ہو سکتا۔ مذاق کے قابل تو یہ منکرین حق ہیں۔ دراصل یہ لوگ ایمان لانا نہیں چاہتے کیونکہ ایمان لانے سے ان کی گمراہیوں پر ضرب پڑتی ہے اور ان کو اپنی نفسانی خواہشات کی قربانی دینی پڑتی ہے۔

یہ لوگ قرآن کو آپؑ کا تصنیف کیا ہوا کلام کہتے ہیں حالانکہ ان کو اچھی طرح پتہ ہے کہ آپؑ کے باتیں کرنے کا طریقہ قرآن کے کلام سے مختلف ہے اور قرآن کا طرز بیان انسانی کلام سے بہت ہی اعلیٰ ہے۔ الفاظ ایسے جڑے ہوئے ہیں جیسے کہ نگینے اور کلام میں اتنا زیادہ اثر ہے کہ جو سنتا ہے اس پر کچھ نہ کچھ اثر پڑ ہی جاتا ہے کہ اس کی تاثیر نے ایک پورے قوم کو بدل ڈالا۔ اس کتاب میں ہر چیز کا جواب ملے گا۔ بلکہ سائنس دانوں نے جس چیز کی تحقیق اب کی ہے وہ آج سے چودہ سو برس پہلے قرآن میں اس کا جواب درج ہے تو پھر ان سے کہو کہ اسی طرح کا کلام بنا لائیں۔ دراصل یہ سب ایمان نہ لانے کے لئے بہانہ کر رہے ہیں۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ تم خود مانتے ہو کہ ساری کائنات کا مالک و خالق اللہ ہے تو پھر اگر نبی ﷺ یہی بات تم لوگوں سے کہہ رہے ہیں اور عبادت کا حق اللہ کو ہی دیتے ہیں تو پھر اس میں بگڑنے کی کیا بات ہے۔ تم لوگ خود تو نہیں بن گئے ہو یا پھر یہ کائنات کو تم نے تو نہیں بنایا تو اگر تم کو صحیح حقیقت بتائی جا رہی ہے تو پھر غصہ کیوں ہوتے ہو اور آپؑ پر الزام دھرتے ہو۔ کیا آپ تم سے کوئی معاوضہ مانگ رہے ہیں کہ تم لوگ آپؑ کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے گئے ہو۔ اگر تم میں سے کوئی عالم بالا میں جا کر یہ علم لے آیا ہے کہ اللہ کے لئے لڑکیاں تجویز کرتے ہو اور اپنے لئے لڑکے تو پھر ذرا ثابت تو کر کے

بتاؤ کہ یہ سچ ہے۔ دراصل تم لوگ خود اندھیرے میں بھٹک رہے ہو۔ دل سے گھڑنے والے تو تم ہو۔

ساری دنیا کے پیشوا، پنڈت، پروہت وغیرہ اپنے مذہبی کاروبار چلاتے ہیں کیا تم لوگوں نے نبیؐ میں ایسی کوئی بات دیکھی ہے؟ وہ جو بھی کر رہے ہیں تم ہی لوگوں کی بھلائی کے لئے کر رہے ہیں۔ الٹا پتھروں سے ان کی دعوت ہو رہی ہے۔ جو شخص تم کو صحیح راستہ بتا رہے ہیں تم انہی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو ذرا سوچو کہ یہ کہاں کی شرافت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ صرف ایک ہے اور صرف اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔ اگر تمہارے پاس اپنے بنائے ہوئے زیادہ معبود ہیں تو ثابت کرو کہ یہ حقیقت ہے اور اللہ کی خدائی میں ان کا حصہ ہے۔ یا کہ تم نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ لڑکیاں ہیں اور اللہ کے ہاں پیدا ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے۔ یاد رکھو تمہاری چال تم پر الٹی پڑے گی اور تم کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔

پھر نبیؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو تسلی دی گئی ہے کیونکہ آپؐ کے اور صحابہؓ کرام کے دل میں یہ خواہش بار بار اٹھتی تھی کہ کوئی ایسا معجزہ ہو کہ منکرین آپ کی صداقت کو جھٹ مان لیں۔ اس پر فرمایا گیا ہے کہ کوئی معجزہ بھی یہ دیکھ لیں مگر ماننے والے نہیں اس لئے ان کو انہی کے حال میں مگن رہنے دو جب تک کہ اصل حقیقت ان کے سامنے آ جائے جب ان کی مدد کے لئے کوئی نہیں آئے گا اور دائمی عذاب ان کو ملے گا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو تسلی دیتا ہے کہ وہ آپ کی نگہبانی کر رہا ہے لہٰذا فیصلے کی گھڑی آنے تک برداشت کریں اور اپنے رب کی حمد کر کے صبر کی قوت حاصل کریں۔

سورۃ النجم

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں باسٹھ (62) آیتیں اور تین رکوع ہیں۔ نبوت کی ابتداء سے پانچ سال تک نبی مخصوص مجلسوں میں اور صحبتوں میں اللہ تعالیٰ کا کلام سنا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلاتے رہے تھے۔ اس دوران میں آپ کو کبھی بھرے مجمع میں قرآن سنانے کا موقع نہیں ملتا تھا کیونکہ کفار سختی سے مزاحمت کرتے تھے وہ نہ تو خود سنتے تھے اور نہ کسی دوسرے کو سننے دیتے تھے اور جھوٹے اعلان کرتے تھے کہ نبیؐ بہک گئے ہیں۔ اگر کبھی آپ کو قرآن سنانے کا موقع مل بھی جاتا تو یہ کفار وہاں اتنا شور مچاتے تھے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی تا کہ کوئی ان کا کلام سن ہی نہ سکے۔

انہی حالات میں ایک دن رسولؐ حرم پاک میں جہاں قریش کے لوگوں کا ایک بڑا مجمع تھا۔

تقریر کرنے کھڑے ہو گئے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی زبان مبارک پر یہ خطبہ جاری ہوا۔ جو سورہ النجم کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ اس کلام میں اتنی تاثیر تھی کہ کفار کو شور مچانے کا ہوش ہی نہ رہا۔ پھر اس سورہ کے خاتمہ پر جب آپؑ نے سجدہ فرمایا تو تمام لوگ کفار و مومنین سجدے میں گر گئے۔ ان میں قریش کے وہ بڑے بڑے سردار بھی تھے جو نبی کی مخالفت میں سب سے آگے آگے تھے۔ بعد میں وہ اپنی اس کمزوری پر سخت پشیمان ہوئے۔

کلام کا آغاز اس طرح ہوا ہے کہ محمد کوئی بھٹکے ہوئے اور بہکے ہوئے آدمی نہیں ہیں جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو اور اسلام کی یہ تعلیم بھی انہوں نے اپنے دل سے نہیں بنائی ہے۔ بلکہ جو کچھ وہ پیش کر رہے ہیں وہ خالص وحی ہے جو اللہ کی طرف سے ان پر نازل کی جاتی ہے اور محمدؐ نے خود اس فرشتے کو دیکھا ہے جس کے ذریعے سے ان کو یہ تعلیم دی جاتی ہے۔

پھر ان کو یہ بتایا گیا ہے کہ جس دین کے پیچھے تم لوگ چلتے ہو وہ صرف گمان اور تمہارے من مانی خواہشات پر قائم ہے اور اس میں حقیقت کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی تم لوگوں کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے۔ لات اور منات اور عزیٰ جیسی چند دیویوں کو تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے حالانکہ اللہ کے کاموں میں ان کا کوئی بھی حصہ نہیں ہے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ تمہارے معبود اللہ تعالیٰ سے تمہارے کام بنوا سکتے ہیں حالانکہ ملائکہ اور مقربین مل کر بھی اللہ سے ایسی کوئی بات نہیں منوا سکتے۔ تمہارے ان عقیدوں میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ تم محض ایسی خواہشات کی بناء پر اپنے من سے یہ کر رہے ہو اور یہ واقعی بہت ہی غلط طریقہ ہے۔ اب صحیح علم تمہارے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو تم اس سے منہ موڑتے ہو اور جو شخص تمہیں صحیح راستے کی طرف بلاتا ہے اسی کے پیچھے تم ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو۔ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ تم لوگوں کو آخرت کا انکار ہے اور تم صرف دنیا کے مزے لوٹنے ہی میں لگے ہو۔

پھر بتایا گیا ہے کہ ساری کائنات کا مالک صرف اللہ ہے جو اس کے بتائے راستے پر نہیں چلے گا وہ گمراہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے عمل کو جانتا ہے اور اس کے ہاں ضرور برائی کا بدلہ برا اور اچھائی کا بدلہ اچھا مل کر رہتا ہے۔ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو تو ممکن ہے اللہ تمہاری چھوٹے چھوٹے قصوروں کو معاف کرے گا۔

پھر یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کوئی نیا اور نرالا دین لے کر تو نہیں آئے۔ یہ وہی حقیقتیں ہیں جو پچھلے انبیاء بیان کرتے چلے آ رہے ہیں اور پھر قوم عاد، ثمود، نوح اور قوم لوط جو تباہ ہوئے وہ کوئی اتفاقی حادثہ تو نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے ظلم کی وجہ سے اور صحیح دین کے انکار کی وجہ سے ہلاک کیا۔

آخر میں بیان کیا ہے کہ فیصلے کی گھڑی قریب آ گئی ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس گھڑی کے

آنے سے پہلے تم لوگوں کو محمدؐ اور قرآن کے ذریعے اس طرح خبردار کیا جا رہا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو خبردار کیا گیا تھا۔ اس میں کون سی تعجب کی بات ہے کہ تم ہنسی اڑاتے ہو اور نہ خود سنتے ہو اور شور مچا کر دوسروں کو بھی سننے نہیں دیتے کیا تمہیں اپنی اس نادانی پر رونا نہیں آتا؟ باز آ جاؤ اپنی اس حماقت سے اور جھک جاؤ اللہ کے سامنے اور صرف اسی کی عبادت کرو۔ یہی وہ آخری باثر کلام تھا کہ سارے منکرین حق بھی نبیؐ کے ساتھ بے اختیار سجدے میں گر گئے۔

سورۃ القمر

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچپیس (25) آیتیں اور تین رکوع ہیں۔ اس سورہ میں چاند کے پھٹنے کا ذکر آیا ہے۔ محدثین و مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا واقعہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے مکہ میں منیٰ کے مقام پر پیش آیا تھا۔ چاند ان کی آنکھوں کے سامنے پھٹا تھا اور اس کے دو ٹکڑے الگ ہو کر اتنے دور چلے گئے تھے کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف نظر آیا تھا اور پھر فوراً دونوں ٹکڑے مل گئے تھے۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ یہ نظام عالم ہمیشہ کے لئے قائم نہیں ہے بلکہ ایک دن ضرور اس عالم کو اللہ تعالیٰ فنا کرے گا۔ یہ آخرت کی ایک دلیل تھی جس کی خبر محمد ﷺ دے رہے تھے اور کفار مکہ اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ کا مقابلہ کر رہے تھے اور اس دن کے آنے کو جھٹلا رہے تھے۔ یہ اس بات کا بھی ثبوت دے رہی تھی کہ جس قیامت کے دن کا آپؐ ان کو خبردار کر رہے ہیں وہ بہت ہی قریب آ گیا ہے۔ اللہ کے حکم سے جب چاند پھٹ سکتا ہے تو زمین بھی پھٹ سکتی ہے اور آسمان کا یہ سارا نظام بھی درہم برہم ہو سکتا ہے۔ یہ واقعہ نبی کی صداقت کا ایک نمایاں ثبوت تھا کہ آپؐ نے جو خبریں قیامت کے آنے کی دی تھیں وہ بالکل صحیح ہے کیونکہ انسان کے بس میں تو یہ تھا نہیں کہ چاند کے ٹکڑے کر دے۔ ظاہر ہے سب کچھ اللہ کے حکم اور اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے تو جب چاند کے ٹکڑے کر کے ایک ہی لمحے میں جڑ سکتے ہیں تو پھر انسان کے اعضاء کو جمع کر کے دوبارہ اٹھانا اللہ کے لئے کون سا مشکل ہے۔ جس پر کہ لوگوں کو یقین ہی نہیں آتا۔ اس واقعہ کو بھی لوگ جادو قرار دیتے تھے۔ دراصل قیامت کو مان کر ان کو اپنے خواہش نفس کو چھوڑنا پڑتا تھا اس لئے وہ انکار پر ہی جمے رہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سچی بات کو دیکھ کر بھی اسے جھٹلاتے ہو اور اسی طرح قیامت کے آنے کو بھی غلط ہی مانتے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر معاملات کا ایک انجام ضرور ہے اور تم

لوگوں کے درمیان سچ اور جھوٹ کو بھی ثابت کرنا ہی ہے جس کے لئے یہ دن مقرر کیا گیا ہے۔ اب اگر وہ آنکھوں دیکھی چیز کو بھی جھٹلا سکتے ہیں اور اسی طرح آخرت کا بھی ان کو انکار ہے تو پھر اے نبیؐ ان کو ان ہی کے حال پر چھوڑ دو ان کو خود ہی پتہ چلے گا جب کہ ایک پکارنے والے کی پکار پر وہ بکھری ہوئی ٹڈیوں کی طرح قبر سے اٹھ اٹھ کر خوف سے گھبرائے ہوئے ذلت اور ندامت سے پکارنے والے کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے۔ جس چیز کا ان کو گمان بھی نہ تھا وہ آ کر ہی رہی۔

اس کے بعد نوحؑ کی قوم کا ذکر کیا گیا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے نبی کو جھٹلایا۔ ان کو بھی جھوٹا اور دیوانہ قرار دیا صرف اس لئے کہ انہوں نے بھی اپنی قوم کو ان کی گمراہی پر آخرت کے حساب و کتاب اور اس کے عذاب سے خبردار کیا اور اس سے بچنے کے لئے اچھے طریقے کی تعلیم دی لیکن ان کی قوم کو یہ بات پسند نہ آئی کہ وہ اپنی دنیوی لذتوں کو آخرت کو مان کر چھوڑ دیں۔ آخرکار نوحؑ کی دعا پر آسمان سے خوب بارش ہوئی اور وہ منکر قوم کو ڈبو لے گئی۔ نوحؑ اور ان کے ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک کشتی میں بھرتی کر کے بچا لیا اور اس کشتی کو دنیا کے لوگوں کی نصیحت کے لئے چھوڑ دیا کہ اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کی دیکھو کیسی شامت آئی۔ اس واقعہ سے لوگوں کو یہ سمجھانا ہے کہ اس قرآن کے ذریعے تم لوگوں کو سیدھی سی نصیحت کی جا رہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ اپنے نبیؐ کے ذریعے سے یہ کتاب بھیج کر تمہیں خبردار کر رہا ہے کہ تمہاری غلط راہیں تمہیں تباہی کی طرف لے جا رہی ہیں اس لئے سنبھل جاؤ اور نیکی کے راستوں کی طرف دوڑو۔ خواہ مخواہ تم لوگ کیوں عذاب دیکھنے پر ہی تلے ہوئے ہو۔

پھر عاد کی قوم کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ بھی اسی طرح اپنے نبیؐ کی نصیحتوں سے منہ موڑا اور آخرت کا انکار ہی کرتے چلے گئے اور تباہی کے گڑھے میں گرتے گئے۔ آخرکار اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفانی ہوا بھیج کر جو سات رات اور آٹھ دن رہی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس گمراہ قوم کو ختم کر کے دنیا کی سرزمین کو پاک کر دیا اور یہ مکہ والوں کو اچھی طرح پتہ ہے کہ ان کے برباد کھنڈرات ان کو اپنے تجارتی سفر میں ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو یہ قرآن کتنے اچھے طریقے سے تم کو صحیح خبر کی اطلاع دے رہی ہے تا کہ تم نصیحت لو اور اپنی اصلاح کر لو اور عذاب سے بچ جاؤ لیکن افسوس تم لوگ قرآن سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے۔

اس کے بعد ثمود کی قوم کا ذکر کیا جنہوں نے اپنے نبی صالحؑ کی پیروی سے اس لئے انکار کیا کہ وہ بھی ان ہی لوگوں کی طرح ایک انسان ہیں تو ان کی بڑائی کیسے مان لی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ آخرت کی خبر دینے کے لئے کوئی فرشتہ آسمان سے نہیں بھیجنا تھا تو کم سے کم کوئی بڑے سردار کو ہی بھیج

دیا ہوتا۔ بھلا ایک عام آدمی کو بھیج کر کیا فائدہ کہ ہم اس کی بات مان لیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسی جہالت میں کفارِ مکہ بھی پڑے ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے معجزہ مانگنے پر اونٹنی کو ان کے لئے فتنہ بنایا کہ ان کے نبیؑ نے ان کو خبردار کیا کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے گی اور اس دن اسی چشمے سے کوئی بھی پانی نہیں بھرے گا اور نہ اپنے جانوروں کو پلانے کے لئے لائے گا۔ یہ ایک چیلنج اللہ کی طرف سے تھا کیونکہ وہ لوگ کہتے تھے کہ صالحؑ کے پاس کوئی لاؤ لشکر تو ہے نہیں تو کس طرح ان کی باتوں کا یقین کرے جس عذاب سے وہ ہمیں ڈرا رہے ہیں۔ آخرکار ان کی قوم نے اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اللہ کے عذاب میں آ گئے کہ بس ایک دھماکہ سے وہ ہلاک ہوئے اور ان کی لاشیں بھُس اور بوسیدہ بن کر رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایک نصیحت ہے تو کیا کوئی اسے قبول کرنے والا ہے۔

اس کے بعد لوطؑ کی قوم کا ذکر کیا۔ اسی طرح لوطؑ نے جو حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے اپنی قوم کو گمراہی سے نکالنے کے لئے آخرت کی تعلیم دی اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ فتنہ کے طور پر اللہ نے چند فرشتوں کو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں لوطؑ کے ہاں مہمان ٹھہرایا۔ تب ان کی قوم ان کے پاس دوڑی چلی آئی اور ان مہمانوں کو اپنی بدکاری کے لئے لوٹانے کا مطالبہ کیا اور لوطؑ کی نصیحت کو انہوں نے مانا ہی نہیں۔ آخر اللہ کا ایک ہولناک عذاب ان پر نازل ہوا اور اللہ نے لوطؑ اور ان کے گھر والوں کو بچا کر سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ بھی ان بدکاروں میں سے تھی۔ ان کی قوم کو ہلاک کر دیا۔

اس کے بعد فرعون کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے بھی اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی ساری نشانیوں کو جھٹلایا اپنے نبی موسیٰؑ کی نصیحت کو مذاق سمجھا اور ان کو بھی جادوگر ٹھہرایا۔ آخرت کا انکار ہی کرتے گئے۔ آخرکار اللہ نے عذاب لے آ کر اس قوم کو ڈبو دیا اور بنی اسرائیل کو صحیح سلامت اس ظالم قوم سے نجات دی۔ اب اگر اس قرآن کی نصیحتوں کو ماننا ہے تو مانو ورنہ اپنا نقصان خود کرو گے۔

اللہ تعالیٰ یہ سارے واقعات کی خبر کفارِ مکہ کو دے کر خطاب کر رہا ہے کہ دیکھو تم بھی انہی تباہ شدہ قوموں کے نقشِ قدم پر چلے جا رہے ہو۔ اب تم میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں کہ تمہارا بھی وہ حال نہ کیا جائے جیسے کہ پچھلی قوموں کا کیا گیا۔ اب اگر تم بھی اپنی سرکشی اور تکذیب سے باز نہیں آؤ گے اور قرآن کی نصیحتوں سے فائدہ نہیں اٹھاؤ گے تو جان لو تمہارا بھی یہی حال ہو گا۔ اب تم لوگ سمجھتے ہو کہ تم لوگ بہت طاقتور ہو۔ مال اور اولاد میں بھی زیادہ ہو تو پچھلی قوموں سے تو تمہارے پاس کوئی چیز زیادہ نہیں ہے۔ اگر ہو بھی تو اللہ کے مقابلے میں تم اپنا بچاؤ نہیں کر سکو گے۔ یہ ایک پیشین گوئی تھی جو ہجرت سے پانچ سال پہلے کر دی گئی تھی۔ چونکہ مسلمانوں کی بے بسی کا یہ حال تھا کہ

وہ ان کفار مکہ کے ظلم و ستم کا شکار ہو رہے تھے۔ ایک گروہ تو حبش میں پناہ لی اور باقی اہلِ ایمان شعب ابی طالب میں قید کیے گئے کہ وہاں فاقے کی نوبت آ گئی اور کفار مکہ کو اپنی طاقت و دولت کا گھمنڈ تھا۔ وہ کبھی یقین ہی نہیں کر سکتے تھے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ مغلوب ہو جائیں گے۔ آخر کار وہ دن آ ہی گیا اور اہلِ ایمان کی جیت ہوئی اور پورا مکہ فتح ہو گیا اور کفار مکہ کی طاقت دب کر رہ گئی۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چیز کو پیدا کرنے والے ہم ہیں اور ہر چیز کی ایک تقدیر ہم نے لکھ دی ہے جس کے مطابق وہ ایک مقرر وقت پر بنتی ہے۔ ایک خاص شکل اختیار کرتی ہے۔ پھر نشو و نما پاتی ہے اور اسے ایک خاص وقت تک باقی رکھتے ہیں اور پھر اس کے بعد ایک خاص وقت پر ختم کی جاتی ہے۔ اسی طرح اس دنیا کی بھی ہم نے تقدیر لکھ دی ہے کہ وہ ایک لکھے ہوئے وقت تک رہے گی اور پھر ایک خاص وقت میں ہمارے حکم سے ختم کر دی جائے گی اور اس لکھی ہوئی گھڑی سے نہ پہلے ختم ہو گی اور نہ بعد میں اور نہ ہی کسی کے کہنے سے یا کسی کو یقین دلانے کے لئے اسے وقت سے پہلے ختم کی جا سکتی ہے اور پھر قیامت برپا کرنے کے لئے ہمارے صرف ایک حکم دینے کی ضرورت ہے کہ وہ پلک جھپکتے ہی برپا ہو جائے گی۔ یہ دنیا کوئی کھیل کے طور پر نہیں بنائی گئی ہے کہ تم یہاں پر جو چاہے کرو اور تم سے کوئی حساب نہ لیا جائے۔ تمہاری آنکھیں کھولنے کے لئے انسانی تاریخ موجود ہے جس کی خبر قرآن بھی دے رہا ہے اور سب کا ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے جو وقت پر تمہارے سامنے آ جائے گا۔ تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرنے والے کیسے عیش میں ہوں گے۔

سورۃ الرحمٰن

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: اس سورہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ سورہ ہے جو لفظ رحمٰن سے شروع ہوتی ہے۔ بعض مفسرین اس سورہ کو مدنی قرار دیتے ہیں لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مضامین مکی سورتوں سے ملتے جلتے ہیں اس لئے بعض علماء اسے مکہ کے ابتدائی دور میں نازل شدہ قرار دیتے ہیں۔ اس میں اٹھتر (78) آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے اس سورہ کی تلاوت فرمائی تو لوگ اسے سننے کے بعد خاموش رہے۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ جس رات آپؐ نے یہ سورہ جنوں کو سنائی تھی جس میں وہ قرآن سننے کے لئے جمع ہوئے تھے وہ اس کا بہت بہترین جواب دے رہے تھے۔ جب آپؐ اللہ کی اس آیت کے ارشاد پر پہنچتے کہ (الف) ''اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''

تو وہ اس کے جواب میں کہتے تھے کہ (ب) ''اے ہمارے پروردگار ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، حمد تیرے ہی لئے ہے'' اس لئے جب کوئی اس سورہ کی تلاوت کرے تو جب اس آیت (الف) پر پہنچے تو ضرور (ب) کے الفاظ دھرا لیا کریں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ محمدﷺ کی رسالت جن اور انس دونوں کے لئے ہے۔ قرآن مجید کی سورتوں میں صرف یہی ایک سورہ ہے جس میں انسان کے ساتھ جنوں کو بھی خطاب کیا گیا ہے اور دونوں کو اللہ کی قدرت کے کمالات اور اس کے ڈھیر سارے احسانات اور ان سب کے مقابلے میں ان کی بے بسی اور عاجزی اور اللہ کے حضور اس کے سارے نعمتوں اور اختیارات کی جواب دہی کا احساس دلا کر جن وانس کو اللہ کی نافرمانی کے انجام بد سے خبردار کیا گیا ہے اور فرمانبرداروں کو انعامات کی خوشخبری دی گئی ہے کیونکہ انسانوں کی طرح جنوں کو بھی کفر وایمان اور طاعت وعصیان کی آزادی بخشی گئی ہے اور ان میں بھی انسانوں کی طرح کافر ومومن اور مطیع وسرکش پائے جاتے ہیں۔

اس سورہ کے شروع میں انسانوں سے خطاب فرمایا جارہا ہے کیونکہ زمین کی خلافت انسانوں کو دی گئی ہے اور اللہ کے رسولؑ انسانوں میں سے ہی چنے گئے ہیں اور اللہ کی کتابیں انہی کی زبانوں میں نازل کی گئی ہیں۔ اس کے بعد جن وانس دونوں کو مخاطف کر کے ایک ہی دعوت دونوں کو دی گئی ہے۔

شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قرآن کی تعلیم کو دینے والا اللہ ہی ہے یعنی کہ محمدﷺ اس کو اپنے دل سے نہیں گھڑ رہے ہیں جیسے کہ کفار قریش کا کہنا تھا اور اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے قرآن مجید کا نازل کیا جانا اللہ کی طرف سے سراسر رحمت ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے اس لئے وہ ان کو اس قرآن کی تعلیم سے ہدایت دے کر گمراہی کی تاریکیوں سے نکالنا چاہتا ہے تاکہ تم دنیا میں نیک بن کر رہو اور آخرت میں تمہاری نجات کا سبب بنے اور تمہیں اللہ تعالیٰ انعامات سے نوازے اور چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہم سب کا خالق ومالک ہے تو اس نے یہ ذمہ داری لی ہے کہ اپنی مخلوق کی رہنمائی کرے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کر کے یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کے لئے باقاعدہ اعلیٰ تعلیم کا بھی انتظام کیا اور اس کو بالکل صحیح بنایا کہ اس کے جسم کی ایک ایک چیز کو اپنے اپنے حصے کا کام سکھا کر اس کی ڈیوٹی لگوا دی کہ بغیر بٹن دبائے آٹومیٹک مشین کی طرح اس جسم کے انتظام کو چلائے۔ مثلاً دل، پھیپھڑے، جگر، گردے، ہاتھ، پاؤں وغیرہ۔ واقعی کیسی بہترین ساخت اللہ نے بنائی۔ پھر انسان کو بولنا سکھایا کہ اس کے پیچھے عقل وشعور، تمیز وارادہ اور اسی طرح دوسری ساری ذہنی قوتیں کام کرتی ہیں اور اس کے اندر ایک اخلاقی حس (Moral

Sense) بھی رکھ دی جس کی وجہ سے وہ نیکی اور بدی میں فرق کرسکتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے لئے تعلیم کا بھی انتظام ہونا چاہئے تاکہ اسے گمراہیوں کی تاریکیوں میں بھٹکنے نہ دے اور یہ اللہ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہماری بہتری کے لئے قرآن جیسی اعلیٰ ہدایات کی کتاب نازل کی۔

اسی طرح چاند اور سورج بھی اللہ کے بندھے ہوئے قانون کے تحت کام کرتے ہیں کہ اس کے طلوع اور غروب باقاعدگی سے ہوتی ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس میں سے ہر ایک کو اپنی ڈیوٹی سکھا دی گئی ہے جو بغیر چون و چرا اللہ کے حکم کی اطاعت کرتے چلے آرہے ہیں۔ اسی طرح آسمان کے تارے اور درخت بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرمانبرداری کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کا سارا نظام ایک اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اسی کی اطاعت کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ زمین سے لے کر آسمان تک کوئی بھی خود مختار نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور کی خدائی اس میں چل رہی ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو معبود بنایا جاسکتا ہے۔ سب اس کے بندے اور غلام ہیں۔ لہٰذا توحید ہی حق ہے اور صرف اسی اللہ کی عبادت کرنی چاہئے۔ یہ قرآن کی تعلیم کا پہلا اور اہم سبق ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ساری کائنات کو اس نے عدل اور توازن پر قائم کیا ہے کیونکہ اس جہان میں اتنے سارے مخلوقات اور اشیاء جو اللہ نے پیدا کی ہیں اگر یہ عدل و توازن نہ ہو تو ان کی زندگی ایک لمحے کے لئے بھی نہیں چل سکتی۔ مثلاً سورج اور چاند کو ٹھیک ٹھیک حساب کر کے زمین سے ایک خاص فاصلہ پر رکھا گیا ہے اور اس فاصلہ میں کمی و زیادتی صحیح ناپ تول سے ہوتی ہے اور پھر یہ انتظام کیا گیا ہے کہ زمین کے مختلف حصے سلسلہ وار مقرر کئے ہوئے وقفوں کے بعد سورج کے سامنے آتے اور اس کے سامنے سے ہٹتے رہیں۔ اگر زمین کا فاصلہ سورج سے خاص طور پر نہیں رکھا جاتا تو دن اور رات کا الٹ پھیر یا تو بہت تیزی سے ہوتا یا پھر بہت سست ہوتا یا پھر بے قاعدگی کے ساتھ اچانک کبھی دن نکل آتا تو کبھی رات چھا جاتی جس سے زندگی مشکل ہو جاتی۔ اس لئے اللہ کے اس نظام عدل کی فطرت کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ اس میں رہنے والے عدل پر قائم رہیں اور اگر تم بے انصافی کرو گے اور حق داروں کے حقوق مارو گے تو یہ اللہ کی فطرت کائنات سے بغاوت ہے کیونکہ کائنات کی یہ فطرت ظلم و زیادتی اور بے انصافی کو قبول نہیں کرتی۔ یہ قرآن کی تعلیم کا دوسرا سبق ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں اور احسانات کا ذکر کرتا ہے جس سے جن و انس فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جن بھی ذی اختیار اور جواب دہ مخلوق ہیں ان بھی کافر و مشرک اور مومن پائے جاتے ہیں اس لئے فطری اور اخلاقی تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی بندگی اور اطاعت کا راستہ اختیار کرے۔

مثلاً زمین کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بنایا کہ ہر قسم کے زندہ مخلوقات اس میں رہ کر زندگی بسر کر سکیں اور یہ زمین اس طرح خود نہیں بن گئی بلکہ ایک ہی اللہ نے سوچ سمجھ کر اسے بنایا اور طرح طرح کے پھل اور غلے اس میں پیدا کئے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہم پر ہے کہ یہاں اس زمین پر اللہ نے ان کی پرورش اور رزق کا انتظام کیا اور رزق بھی ایسا جس میں کہ لذت ہے اور پھر اللہ کی کاریگری کا کمال دیکھو کہ کھجور کے درختوں میں پھل کس طرح حفاظت سے غلافوں میں لپیٹ کر پیدا کیا جاتا ہے نہ صرف یہ بلکہ ذرا دوسرے میووں پر غور کرو مثلاً انار، سنترے وغیرہ کتنی حفاظت سے اس کی پیکنگ کی گئی ہے تو پھر ذرا بتاؤ کہ اللہ کی کن کن نعمتوں کو تم لوگ جھٹلاؤ گے۔ جھٹلانے والوں کی بھی قسمیں ہیں مثلاً بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سب ایک اتفاقی حادثہ کے تحت ہو رہا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی دخل نہیں ہے یا پھر ان میں بعض لوگ یہ تسلیم تو ضرور کرتے ہیں کہ سب کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے لیکن دوسرے من گھڑتی معبودوں کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ پلتے تو اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر لیکن شکر یہ ان جھوٹے معبودوں کا ادا کرتے ہیں پھر بعض ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتوں کو مانتے ہیں لیکن اس دینے والے کے احکام کی پیروی نہیں کرنا چاہتے جو کہ سخت احسان فراموشی اور کفران نعمت ہے۔

اب انسان کی تخلیق پر غور کرو کہ انسان کو اس نے سوکھے سڑے ہوئے گارے سے بنایا یعنی کہ اس مٹی سے جس میں پانی ملا کر رکھا جائے پھر اس میں کچھ مدت بعد لیس اور بو پیدا ہو جائے اور پھر وہ سوکھنے کے بعد ٹھیکرا جیسا ہو جائے پھر اس میں روح جیسی چیز پھونک کر تخلیق کے مختلف مدارج سے گزر کر گوشت پوست کے زندہ بشر کی شکل اختیار کی اور آگے اس کی نسل ایک حقیر پانی سے چلائی جس کو نطفہ کہا جاتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ نطفہ بھی انسان کے بدن میں مٹی سے پیدا کئے ہوئے غذا سے بنتا ہے اور اگر ہمارے جسم کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں زمین ہی کے اجزا جیسے پوٹاشیم، کیلشیم، میگنیزیم، آئرن وغیرہ ملیں گے۔ لیکن جان پڑنے سے وہ خاک ایک مختلف چیز بن گیا جسے انسان کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنوں کو آگ کے شعلہ سے جس میں دھواں نہ ہو بنایا۔ اس لئے ان کا تیزی سے حرکت کرنا اور مختلف شکلوں میں تبدیل ہو جانا بھی ممکن ہے کیونکہ وہ خالص آگ سے بنی ہوئی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مٹی سے انسان بنا کر اور آگ سے جن بنا کر غور کرو تو اللہ کی قدرت کے کرشمے پر واقعی تعجب ہوگا نہ صرف یہ بلکہ ان دونوں مخلوق کو ایسی قوتیں اور صلاحیتیں بھی بخشیں کہ جن سے وہ دنیا میں بڑے بڑے کام کرنے کے لائق ہوئے مثلاً انسان کو دیکھو کہ اس کے دماغ کے ساتھ اسی کے مناسب جسم بھی عطا کیا کہ اگر اس میں ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان، زبان،

عقل وشعور، مختلف چیزیں ایجاد کرنے کی صلاحیتیں نہ ہوتیں تو اس کا وجود بے کار ہی ہوتا یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم، حکمت، رحمت اور کمال درجہ کی قوت تخلیق کا ثبوت دیتے ہیں۔ تو ذرا سوچو کہ یہ سب خود بخود ہو گئے یا کہ اللہ کی کاریگری کے نمونے ہیں تو پھر اللہ کی کن کن عجائب قدرت کا انکار کرو گے۔

دونوں مشرقوں اور مغربوں کا مالک وہی اللہ ہی ہے یعنی کہ زمین کے نصف کرہ میں سورج طلوع ہوتا ہے اسی وقت دوسرے کرے میں وہ غروب ہوتا ہے جو زمین کے دو مشرق اور دو مغرب بن جاتے ہیں یعنی اس ارشاد کا مطلب ہے کہ اسی اللہ کے حکم سے سورج کے طلوع وغروب ہونے کا نظام چلتا ہے اور وہی زمین اور سورج کا مالک ہے اور اسی نے زمین پر بسنے والوں کے لئے یہ حکیمانہ نظام قائم کیا ہے کہ اگر یہ طلوع وغروب کا قاعدہ مقرر نہ ہوتا تو فصلوں اور موسموں میں تبدیلی نہ ہوتی اور یہ سب اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر کیا ہے۔ پھر دو قسم کے سمندر اور دریا کے پانی کو دیکھو۔ دریا کا پانی میٹھا ہے اور وہ آ کر سمندر میں گرتا ہے جس کا پانی کھارا ہے لیکن دونوں ایک دوسرے سے نہیں ملتے جیسے کہ ان کے بیچ کوئی پردہ حائل کیا گیا ہے اور ان میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ ایسی جگہ سمندر میں بنتے ہوں جہاں کہ سمندر کی تہ سے میٹھے پانی کے چشمے پھوٹتے ہوں جیسے کہ بحرین کے سمندر سے موتی نکالے جاتے رہے ہیں جس کی تہ میں میٹھے پانی کے چشمے موجود ہیں اور یہ قیمتی چیزیں اللہ کی قدرت اور تمہارے لئے نعمت ہے کہ تمہیں پیدا کر کے تمہارے لئے زیور کا بھی انتظام کیا تو پھر ان نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اور اسی نے انسان کو صلاحیت بخشی کہ سمندر کو پار کرنے کے لئے جہاز بنائے اور اس میں اپنی قدرت سے لہریں پیدا کیں کہ جہاز اس میں چل سکتے تو پھر اللہ تعالیٰ کے کن کن احسانات کو نہیں مانو گے۔

اب فرمایا جا رہا ہے کہ یہ ساری نعمتیں تم کو دے کر اور ان پر تصرف کے اختیار دے کر تم کو یونہی نہیں چھوڑا گیا ہے کہ تم سمجھ بیٹھو کہ تم اور یہ سب ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں اور اپنی کبریائی پر اکڑتے پھرو کہ کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ یاد رکھو سب کچھ ایک دن فنا ہو گا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہنے والی ہے اور دوسری جن ہستیوں کو تم معبود ومشکل کشا اور حاجت روا بناتے ہو چاہے وہ انبیاء ہوں یا فرشتے یا اولیاء، چاند وسورج یا قبر میں سوئے ہوئے پیر یا کوئی اور مخلوق، ان میں سے کوئی بھی تمہاری حاجتوں کو پورا نہیں کر سکتا کہ یہ سب اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور کسی کو کچھ بھی اختیار نہیں ہے بلکہ وہ خود اللہ ہی کے محتاج ہیں اور جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ ہی کے حکم سے ہوتا ہے چاہے تم ان کے آستانوں پر جاؤ یا نہ جاؤ۔ دینے والا اور سننے والا تو صرف وہی اللہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز کا انتظام تمہارے لئے کیا ہے۔ ان میں ان دوسری ہستیوں کا کوئی حصہ نہیں ہے مثلاً تم

یہ کہو کہ فلاں آستانے پر جانے سے میری مراد پوری ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حکم اللہ کا نہیں بلکہ اس آستانے کا چل رہا ہے جو کہ اللہ کی صفات کو جھٹلانا ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی دونوں نالائق مخلوق جن وانس سے خطاب کر کے فرماتا ہے جو اللہ کی نعمتوں اور صفتوں اور کمالات کو جھٹلاتے ہیں کہ جو تمہیں کرنا ہے کرو اب عنقریب وہ وقت آئے گا جب ہم تمہاری خبر لینے کے لئے اپنی ٹائم ٹیبل کے مطابق فارغ ہو جائیں گے پھر تم کہاں بھاگو گے اوپر آسمان اور نیچے زمین آخر تم ہماری ہی گرفت میں ہیں۔ آج تم آخرت اور اس کے حساب و کتاب کا مذاق اڑاتے ہو۔ ہماری نعمتوں کی ناشکری کر کے، کفر وشرک کر کے ہماری نافرمانی کرتے ہو تو تمہیں جلد ہی اس کا انجام معلوم ہو گا۔ جہاں سے تم بھاگ نہیں سکو گے اور اگر بھاگنے کی کوشش کی تو آگ کے شعلے اور دھوئیں سے تمہاری خاطر تواضع کی جائے گی۔ پھر تو تم اس دن کا انکار نہیں کر سکو گے۔ یہ وہ دن ہو گا جب آسمان لال چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔ انسان اور جن مجرم اپنے اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے۔ ان کو پیشانی کے بال اور پاؤں پکڑ کر گھسیٹا جائے گا اور جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ پیاس سے ان کا برا حال ہو گا۔ پانی کے چشموں کی طرف پیاس بجھانے دوڑیں گے تو کھولتا ہوا پانی ملے گا۔ جس سے کہ ان کی آنتیں جھلس جائیں گی۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ تم لوگ کیسے اپنے رب کے احسانات اور اس آخرت کے دن کو جھٹلاؤ گے۔ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے اور اب مجرم بن کر گرفتار کئے گئے ہو تو کیا اس وقت بھی تم انکار کر سکو گے کہ اللہ قیامت برپا کر سکتا ہے اور تم سے تمہارے دنیا میں کئے کا حساب لے سکتا ہے اور جہنم بھی بنا سکتا ہے جس میں کہ آج تم سزا پا رہے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے دنیا میں اللہ سے اور آخرت کے حساب و کتاب سے ڈرتے ہوئے دنیا میں زندگی بسر کی تو وہ اپنے نفس کی خواہشوں کی بندگی سے بچ گیا اور اس طرح اس نے حق و باطل میں، ظلم وانصاف میں، پاک و ناپاک اور حلال وحرام میں تمیز کیا اور اللہ و رسولؐ کے احکام کی پیروی کی وہ جنت میں انعامات سے نوازے جائیں گے۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے دو باغ ہوں گے اور ان میں دو چشمے بہتے ہوں گے۔ ان باغوں میں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور دونوں باغوں کے پھلوں کی شان نرالی ہو گی۔ ممکن ہے کہ شکل وصورت دنیا کے پھلوں جیسی ہو لیکن مزے میں بہت ہی اعلیٰ و نادر ہو۔ ان کے علاوہ ان کے لئے شرمیلی نگاہوں والیاں ہوں گی جیسے ہیرے اور موتی مانند ہوں گی اور انہیں کبھی کسی نے چھوا نہ ہو گا۔ جنت میں وہ لوگ آرام سے ریشم جیسے فرشوں پر تکیہ لگائے آرام سے بیٹھے ہوں گے اور یہ سب ان کی دنیا میں کی ہوئی نیکیوں کا بدلہ ہی تو ہے جو ان کو دیا

جا رہا ہے۔ اب اگر تم لوگوں کو نہیں مانتا ہے تو مانو تم خود دیکھو گے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے نیکوں کو کیا اچھا بدلہ مل رہا ہے تب تو تم انکار نہیں کر سکو گے۔

اس کے علاوہ دو باغ اور ہوں گے۔ ممکن ہے کہ پہلے بیان کئے ہوئے باغ مقربین کے لئے ہوں گے اور یہ دوسرے دو باغ اصحاب الیمین کے لئے ہوں گے۔ روایت میں ہے کہ محمد ﷺ نے فرمایا کہ دو باغ جو مقربین کے لئے ہوں گے ان کے برتن و آرائش کی ہر چیز سونے کی ہو گی اور دو باغ جو اصحاب الیمین کے لئے ہوں گی ان کی ہر چیز چاندی کی ہو گی۔ یہ باغات بڑے گھنے اور سرسبز ہوں گے۔ ان میں بھی دو چشمے ہوں گے۔ کثرت سے پھل ہوں گے، خوبصورت اور خوب سیرت بیویاں ہوں گی۔ اہلِ جنت کی بیویاں ان کے ساتھ ان کے قصروں میں رہیں گی۔ یہ وہ بیویاں ہیں جو اپنے ایمان اور نیک اعمال کے عوض جنت کی مستحق ہوئیں ممکن یہ کہ وہ اپنی مرضی اور پسند کے مطابق اپنے دنیا کے شوہروں کی بیویاں بنیں گی اگر وہ بھی جنتی ہوں یا پھر اللہ تعالیٰ دوسرے جنتی سے ان کو بیاہ دے گا جبکہ وہ ایک دوسرے کو پسند کریں۔ اس کے علاوہ بیویوں سے مختلف الگ قسم کی خوبصورت خواتین ہوں گی جو ان کے سیرگاہوں میں لگائے ہوئے خیموں میں ہوں گے تاکہ ان کو لطف ولذت کا سامان فراہم کریں۔ ممکن ہے کہ یہ حوریں وہ معصوم لڑکیاں ہوں گی جو نابالغی کی حالت میں دنیا سے فوت ہوئیں اور ان کے والدین جنت کے مستحق نہ ہوئے کہ ان کی یہ اولاد ان سے جا ملیں۔

پھر بتاؤ جب یہ سب تم اپنی آنکھوں سے جنتیوں کو عیش کرتے دیکھو گے تو پھر کیا تمہارے انکار کی اس میں کوئی گنجائش ہو گی۔ یہ سب خبریں جو تمہیں دی جا رہی ہیں تم اسے سچ نہیں مان رہے ہو تو پھر اب دیکھ لو اب تو یقین آیا نا۔

بڑی ہی برکت والا ہے آپ کا رب جلیل و کریم کا نام۔

سورۃ الواقعہ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور یہ مکہ کے ابتدائی دور کا زمانہ تھا۔ اس سورہ میں چھیانوے آیتیں اور تین رکوع ہیں۔ اس سورہ میں آخرت، توحید اور قرآن کے بارے میں کفار مکہ کے شبہات دور کرنے کے لئے بحث کی گئی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مکہ کے کفار محمد ﷺ کی زبان مبارک سے اسلام کی دعوت سن رہے تھے۔ ان کو یہ عجیب ہی معلوم ہوتا تھا کہ ایک روز زمین و آسمان کا نظام اتھل پتھل ہو جائے گا اور پھر ایک دوسری دنیا برپا ہوگی جس میں کہ سب اگلے پچھلے مرے ہوئے لوگ زندہ ہو جائیں گے۔ جس کو قیامت کا دن قرار دیا گیا ہے اور پھر وہ اپنے اپنے کئے کا حساب دیں گے اور اس کے مطابق ان کو سزا ہوگی یا انعام ملے گا۔ کفار مکہ یہ بات ماننے کو تیار ہی نہیں تھے۔ ان کے خیال کے مطابق میں صرف یہی دنیا تھی اور مرنے کے بعد کھیل ختم۔ نہ وہ سزا و جزا کو ماننے کے لئے تیار تھے اور نہ ہی انسان کے دوبارہ زندہ ہونے کو اور کفار کی مجلسوں میں اسی پر بحث ہوتی تھی۔ اس کے جواب میں اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب وہ قیامت کا واقعہ پیش آئے گا اس وقت کوئی نہیں کہہ سکے گا کہ یہ سب دھوکہ ہے اور نہ کسی میں جرات ہوگی کہ اسے آتے ہوئے روک سکے اور وہ ایک ایسی آفت ہوگی کہ سب کچھ الٹ پلٹ کر رکھ دے گی۔ پوری کی پوری زمین ذرا سی دیر میں ہلا ڈالی جائے گی اور اگلے پچھلے مرے ہوئے لوگ سب زندہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ کفار مکہ کا یہ کہنا تھا کہ جب ہمارے باپ دادوں کی یہ ہڈیاں مر کر گل سڑ گئی ہوں تو وہ دوبارہ کیسے جڑ جائیں گی اور وہ سب زندہ ہوں گے۔ اس لئے ان کو یہ جواب دیا جا رہا ہے کہ وہ بڑا حادثہ اچانک برپا ہوگا۔ اور سب مرے ہوئے لوگ زندہ کئے جائیں گے۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ اس قیامت والے دن تمام انسان تین طبقوں میں تقسیم کئے جائیں گے۔ ایک سابقین جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص قربت رکھنے والے ہیں اس سے مراد انبیاء، اولیاء، شہداء اور کامل متقی ہیں جو دنیا میں بھلائی پھیلانے اور برائی کو مٹانے کے لئے ہر طرح قربانی دینے کو تیار رہے تھے جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرنیوالے رہے ہوں اور جہاد میں اپنے جان و مال سے حصہ لیتے رہے ہیں پس یہ لوگ اخرت میں بھی سب سے آگے آگے اللہ کے سائے میں ہوں گے اور آرام کے باغوں میں ہوں گے۔ وہ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے اور ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے ساغر کے پیالے بہتی ہوئی شراب سے پر پیش کریں گے۔ جس شراب کو پی کر نہ ان کا سر چکرائے گا اور نہ ہی ان کی عقل میں فتور

آ ئے گا ان کے آگے طرح طرح کے مزیدار پھل اور مزیدار پرندوں کے گوشت پیش کیے جائیں گے۔ ان کے لئے وہاں پر خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گے اور یہ سب ان کو ان کے دنیا میں کئے ہوئے اچھے اعمال کے عوض ملے گا۔ وہاں پر وہ کوئی بھی بیہودہ بات نہیں سنیں گے بلکہ ہر طرف سلام ہی سلام کی آواز ہوگی۔ وہ لوگ جنت کے اعلیٰ درجے کے باغوں میں مزے کریں گے۔ ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔ ممکن ہے اس کا مطلب ہو کہ ہر نبی کے ابتدائی دور میں مقربین کی تعداد زیادہ ہوگی اور پھر ان کے گذر جانے کے بعد کے آنے والوں میں مقربین جیسے لوگوں کی کمی ہوتی جائے گی یہاں تک کہ دوسرا رسول ان کی اصلاح کے لئے آ پہنچے۔ ممکن ہے اس کا مطلب یہ بھی ہو کہ چونکہ محمد ﷺ آخری نبی تھے اور ان سے پہلے کافی نبی بھیجے گئے تھے تو پہلوں کی تعداد کچھ زیادہ تھی۔ دوسرا طبقہ عوام مومنین کا ہوگا جو کہ اعلیٰ درجے کے مومن ہوں گے۔ اور جن کے اعمال نامہ ان کے سیدھے ہاتھ میں دیے جائیں گے اور وہ کتنے خوش قسمت لوگ ہوں گے۔ وہ ایسے باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں اور تہ بہ تہ کیلے ہوں گے اور دور تک پھیلی ہوئی چھاؤں ان کے لئے ہوں گی۔ وہاں ان کو ہر دم بہتا ہوا پانی اور کثرت سے میوے ملیں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کی کوئی روک ٹوک ہوگی اور ان کے لئے خاص کنواریاں ہم عمر محبوبہ بیویاں ہوں گی اور ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا۔ اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں ہوگا۔ ممکن ہے اس سے مراد ہر نبی کی امت میں ایسے لوگ ہوں گے خصوصاً آخر زمان محمد ﷺ کی امت میں ایسے لوگ زیادہ پائے جائیں گے جو کہ اسلام کو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے ہوں گے یا ممکن ہے کہ ایسے لوگ ہر دور میں شروع سے تو آخر تک پائے جائیں گے۔

تیسرا طبقہ کافروں کا ہوگا۔ جنہوں نے دنیا کی زندگی میں کفر و شرک پر ڈٹے رہے۔ اپنے باپ دادا کے مذہب کو گلے سے لگاتے رہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل دی۔ ان کی نصیحت و اصلاح کے لئے رسول بھیجے لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے اور دیوی دیوتاؤں کو اللہ کا شریک قرار دیا۔ قبر پرستی کرتے رہے۔ پیروں کے آستانے چومتے رہے۔ دنیا میں برائیاں پھیلاتے رہے۔ جنہوں نے آخرت کو جھٹلایا، اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں کو ماننے سے انکار کیا بلکہ ان کا مذاق اڑاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر گذار ہونے کے بجائے کافر نعمت ہوئے۔ اپنی دنیا کی لذتوں میں کھو کر اللہ کو بھول گئے۔ تو ایسے لوگوں کی دعوت قیامت کے دن کھولتے ہوئے پانی سے اور زقوم جیسے کڑوے درخت کے کڑوے پھل سے کی جائے گی اور وہ لوگ آگ میں بھرتی کیے جائیں گے وہ دنیا میں تو خوب خوشحال تھے اور یہی کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا جن کی ہڈیاں گل سڑ گئی ہوں وہ دوبارہ

کیسے زندہ کئے جائیں گے۔اس کا جواب آگے دیا گیا ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ آخرت کو نہ ماننے کے صلے میں اب آگ کا مزہ چکھو۔

اس کے بعد توحید اور آخرت پر ثبوت دیئے گئے ہیں کہ انسان خود اپنی پیدائش پر ذرا غور کرے کہ وہ کس طرح ایک بے حقیر قطرے سے جو ماں کے رحم میں ڈالا جاتا ہے جو کہ اتنا باریک کیڑا ہوتا کہ بغیر مضبوط خوردبین کے نظر نہیں آتا پھر وہ خلیہ بنتا ہے۔پھر اس خلیہ کو ترقی دے کر نو مہینے چند روز میں ایک جیتا جاگتا انسان پیدا ہوتا ہے۔اسی ایک ذرہ کو اللہ تعالیٰ بڑھا کر اس میں دل و دماغ، آنکھ کان، ہاتھ پاؤں وغیرہ اس میں پیدا کرتا ہے اور اس میں عقل وشعور، علم وحکمت و ایجاد کی صلاحیتیں رکھتا ہے۔تو کیا وہ خود سے ہو جاتا ہے؟ یا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے اور پھر کیا یہ معجزہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے کچھ کم ہے؟ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی توجہ اس رزق کی طرف کرتا ہے جس پر کہ سب پلتے ہیں۔کہ کس طرح ایک مردہ بیج زمین میں بوئی جاتی ہے تو کس طرح اللہ تعالیٰ اس میں نباتی زندگی پیدا کرتا ہے جس سے کہ لہلہاتی کھیتیاں اُگ آتی ہیں۔اور پر جس قسم کا بیج بوؤ تو اسی کے قسم کا درخت نکلتا ہے۔یہ نہیں کہ کھجور کا بیج بونے سے ناریل کا درخت نکلے۔اب یہ سب کون کرتا ہے۔ظاہر ہے یہ اسی ایک اللہ کی قدرت کے کارنامے ہیں۔اس میں آخرت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔جس کا کہ کفار مکہ انکار کرتے تھے۔یعنی جبکہ اتنے زیادہ مردہ بیج زمین سے جی جی کر اٹھ رہے ہیں تو کیا اسی زمین سے اللہ تعالیٰ تم سب کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے نہیں نکال سکتا؟ ضرور نکال سکتا ہے۔

پھر ان کو اس پانی کی طرف توجہ دلائی گی ہے جسے کہ وہ پیتے ہیں کہ کس طرح ان کی پیاس بجھانے کا اور پھر ان کی اس سے کئی ضرورتوں کا انتظام کیا گیا ہے۔سمندر کا پانی بھاپ بن کر اڑتا ہے اور سارا کھارا پن نیچے ہی چھوڑ جاتا ہے پھر وہ بادل بنتے ہیں اور اللہ کے حکم سے برستے ہیں اور وہ صاف ستھرا میٹھا پانی ہوتا ہے جو کہ پھر دریاؤں، نہروں، چشموں اور کنوؤں کی شکل میں پانی پہنچانے کی خدمت تمہارے لئے انجام دیتا ہے۔پھر درخت کی لکڑی جس سے آگ جلانے کا کام لیا جاتا ہے ان کی توجہ دلائی گئی ہے۔اگر آگ نہ ہوتی تو انسان کی زندگی حیوان کی زندگی سے مختلف نہ ہوتی۔اسی آگ سے وہ پکا ہوا کھانا کھاتا ہے۔ورنہ وہ جانوروں کی طرح کچا ہی کھانا کھاتا۔پھر اسی آگ نے انسان کے لئے ان کی صفت و ایجاد کے دروازے کھول دیئے۔پھر انسان یہ بھول جاتا ہے کہ وہی اللہ سبحان و تعالیٰ نے ایک طرف ان کو انسانی قابلیتیں دے کر پیدا کیا اور پھر دوسری طرف زمین میں وہ سروسامان ان کے لئے پیدا کیا جس سے ان کی قابلیتوں کو نشوونما مل سکے اور ان

ذرائع سے ان کے زندہ رہنے کا سامان بھی بن سکے۔ تو پھر انسان اللہ کی اتنی بڑی نعمت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اس کا شکر کرنے کی بجائے کفر و شرک کرتا ہے اور اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اگر اللہ چاہے تو انسان کی ساری کھیتیوں کو بھس بنا دے اور ان کی ساری محنت برباد کر دے۔ اگر وہ اللہ چاہے تو پانی کو کھارا ہی بادلوں سے نیچے اتار دے کہ تم نہ اسے پی سکو اور نہ ہی تمہاری کھیتیاں اُگے۔ اور پھر وہ تمہاری شکل بھی بدلنے پر قادر ہے۔ انسان کا بچہ انسان ہی پیدا ہوتا ہے اور صرف اسی کے حکم سے ہوتا ہے اگر وہ چاہے تو وہ انسان کو کچھ اور ہی طرح بنا دے اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح ساری پیدائش اسی کے اختیار میں ہیں تو اسی طرح موت بھی اسی ہی کے اختیار میں ہے۔ کسی کو یہ نہیں پتہ کہ وہ کہاں اور کب مرے گا۔ اور پھر مرنے والے کے گرد سب ہی بیٹھے ہوتے ہیں۔ بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی ہوتا ہے لیکن جب اس کی جان نکلتی ہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ تو پھر تم لوگ اللہ کی نعمتوں کا انکار کیوں کرتے ہو۔ اب ہوش میں آؤ اور اس اللہ پاک کا مبارک نام لے کر اس کا شکر یہ ادا کرو جو ہر عیوب و نقائص اور کمزوریوں سے پاک ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ قرآن کے بلند پایہ ہونے پر قسم کھاتا ہے اور کفار کے ان الزامات کی تردید کی ہے جو وہ قرآن پر لگایا کرتے تھے کہ یہ کلام محمد ﷺ پر جن و شیاطین لے کر آتے ہیں اور وہ آپ کو کاہن قرار دیتے تھے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک محفوظ کتاب میں ثبت ہے جس کے پاس پاک فرشتوں کے سوا کوئی نہیں پھٹک سکتا۔ فرشتوں کو پاک اس لئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر قسم کے ناپاک جذبات اور خواہشات سے پاک رکھا ہے اور یہ خصوصیتیں نہ انسانوں میں ہیں اور نہ ہی جن و شیاطین میں جو کہ اس بات کا ثبوت دیتی ہے کہ یہ صرف اللہ کا ہی کلام ہے اور وہ محمد ﷺ پر ایسے طریقے سے نازل ہوتی ہے کہ پاک فرشتوں کے سوا اسے کوئی چھو تک نہیں سکتا۔

آخر میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ تم کفار لوگ حق کو نیچا دکھانے کے لئے کتنی ہی کوشش کرو اور اپنی مال و دولت اور شان و شوکت کے گھمنڈ میں کتنا ہی حق سے اندھا ہو جاؤ مگر موت کا وقت تم لوگوں کی آنکھیں کھل جانے کے لئے کافی ہے۔ اس وقت تم بالکل بے بس پڑے دم توڑ رہے ہو گے۔ کوئی تمہارے کام نہ آ سکے گا اور نہ ہی کوئی کسی کو بچا سکتا ہے چاہے وہ کتنا ہی بڑا ڈاکٹر کیوں نہ ہو۔ اگر واقعی تم میں یہ ہمت ہے تو مرنے والے کی جان کو پلٹا لے آؤ۔ اس وقت تمہاری بہ نسبت ہم مرنے والے کے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم ہمیں دیکھ نہیں سکتے اور یہ سب کچھ ہمارے ہی اختیار میں ہے تو اسی طرح تم قیامت کے روز اور اس کے حساب و کتاب اور جزا و سزا کو بھی نہیں روک سکتے۔ وہ دن

ضرور ہی آکر رہے گا چاہے تم مانو یا نہ مانو تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا اور موت کے بعد ہر مرنے والا اپنا انجام دیکھ کر ہی رہے گا۔ اگر وہ مقربین میں سے ہو تو اس کے لئے راحت اور عمدہ رزق اور نعمت بھری جنت ہے اور اگر وہ دائیں ہاتھ والے ہوں تو اس کا استقبال سلام اور مبارکی سے ہوگا اور پھر جو بائیں ہاتھ والے ہیں جو کہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوں گے تو ان کی دعوت کھولتے ہوئے پانی سے ہوگی اور جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب قطعی حق ہے پس اے نبی ﷺ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔ حدیث میں ہے کہ جب یہ آخری آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اے تم لوگ اپنے رکوع میں رکھو یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيم کہا کرو۔ اور جب آیت سبح اسم ربک الاعلی (سورۃ الاعلیٰ سورہ نمبر 87 آیت نمبر 1) نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اسے اپنے سجدے میں رکھو یعنی سجدے میں سبحان ربی الاعلی کہو۔

سورۃ الحدید

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

خلاصہ:- یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ کا زمانہ نزول چار اور پانچ ہجری کے درمیان ہوا جبکہ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی ریاست مدینہ میں وجود میں آئی تھی یہودی اور کفار و مشرکین پھیلے ہوئے تھے اور یہ چھوٹی سی اسلامی جماعت پورے عرب کی طاقت کا مقابلہ کر رہی تھی۔ اس حالت میں اسلام کے پیروؤں سے جانی اور مالی قربانی کی اشد ضرورت تھی اس لئے اس سورہ میں اسی قربانی پر زور دیا گیا ہے تا کہ مسلمانوں کو خاص طور پر مالی قربانیوں کے لئے آمادہ کرے اور اہل ایمان کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ صرف زبان سے ایمان کا اقرار کرنے کا نام اسلام نہیں ہے بلکہ یہ ایک عظیم ہستی کی طرف سے اپیل کی جا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی دے کر اپنے آپ کو اللہ کے دین کے لئے مخصوص کرنا ہی دراصل اسلام کی اصل روح ہے۔ یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ بے بس ہے بلکہ اللہ کو یہ دیکھنا منظور ہے کہ سچا مسلمان کون ہے جو اپنے دین کے لئے جان و مال کی بازی لگا دے کیونکہ ہر انسان کو یہ دونوں چیزیں بہت ہی پیاری ہیں اور وقت آنے پر یہ قربانی دینا اتنا آسان نہیں ہے۔ یہ وہی کرے گا جس کی روح اور دل میں اسلام پوری طرح اترا ہو اور اللہ کی نظروں میں اسی کا ہی درجہ اعلیٰ گنا جائے گا۔ اور آخرت میں ایسے ہی لوگوں کو نور نصیب ہوگا جو اسے محشر کی تاریکیوں سے نکال کر جنت کی طرف

لے جائے گا۔ اور منافق اندھیرے میں ٹھوکریں کھائیں گے جنہوں نے اپنے کو مسلمانوں میں گن کر اپنے دھن دولت کو عزیز جانا اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کیا۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اس سورہ میں فرماتا ہے کہ کائنات کا خالق و مالک ہر عیب، نقص اور کمزوری سے پاک ہے اور اس کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے رب کی پاکی بیان کرتا ہے اور ہمیشہ کرتا رہے گا۔ اس کی اطاعت ہر ایک کو کرنی ہی پڑتی ہے اور جو نافرمانی کرے گا تو وہ اس کی پکڑ سے نہیں بچ سکتا اور اس کے ہر فیصلے کو نافذ ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ وہی اول ہے کیونکہ جب کچھ نہ تھا تو وہ تھا اور وہی باقی رہنے والا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے کیونکہ وہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا اور پھر سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ مثلاً اسی کو معلوم ہے کہ کونسا دانہ زمین میں کس جگہ گرا ہے کہ وہ اسے پھاڑ کر اس میں سے کونپل نکالتا ہے اور پھر اس کی نشو ونما کرتا ہے اور وہی ہے جو زمین سے اٹھنے والے بخارات کو جمع کر کے بادل بناتا ہے اور ہر جگہ بانٹ کر ایک حساب سے بارش برساتا ہے اس طرح ہر ایک کا انتہائی حکیمانہ تدبیر سے انتظام کرتا ہے وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے کہ تمہارے جسم کے پرزے اسی کے حکم سے چل رہے ہیں اور تم زندہ ہو اور جہاں بھی تم ہو وہ تمہاری زندگی کا سامان کرتا ہے اور اگر موت بھی تمہیں جہاں کہیں بھی آئے سب اس کے علم میں ہے۔ وہی دن اور رات کی تبدیلی کرتا ہے اور وہ تمہارے ہر راز سے واقف ہے کوئی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی۔

اس کے بعد ان مسلمانوں کو خطاب کیا گیا ہے کہ جو ایمان کا دعویٰ تو کر چکے لیکن اپنی جان و مال کی قربانی دینے سے جی چرا رہے تھے۔ یہ وہ اچھے خاصے کھاتے پیتے مسلمان تھے جو کفر و اسلام کی کشمکش کو صرف تماشائی بن کر دیکھ رہے تھے۔ ان دنوں اسلام کو بلند کرنے کا تقاضہ ہی یہی تھا کہ اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں آگے بڑھو۔ ان مظلوم مسلمانوں کو سہارا دو جو اللہ کی راہ میں اپنے دین کی خاطر اور کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر عرب کے ہر حصے سے مدینہ ہجرت کر کے آئے تھے اور ان کی حالت بہت ہی خستہ تھی۔ انہوں نے کفار کا ظلم برداشت کیا لیکن اپنے دین حق کو اور محمد ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اسلئے ان تماشائی کھاتے پیتے مسلمانوں کو کہا جارہا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے سچے مومن بنو۔ اسلام کا دعویٰ صرف زبانی جمع خرچ سے نہیں کیا جاتا اور پھر یہ مال جو تمہارے پاس ہے وہ سب اللہ ہی کا دیا ہوا ہے صرف تمہارے پاس نہیں رہنے والا ہے۔ ایک دن تو تم کو اسے چھوڑ کر جانا ہی ہوگا تو کیوں نہ اسے اپنے ہاتھوں سے اللہ کی راہ میں دے کر اپنا درجہ بلند کرو۔ اور اگر تم اللہ کیلئے اپنی پیاری چیز کی قربانی دو گے تو ظاہر ہے کہ وہ تمہیں صرف اتنا ہی نہیں جو تمہارے پاس

ہے بلکہ اسے کئی گناہ بڑھ کر دے گا کیونکہ سارے خزانوں کا مالک تو وہی اللہ ہے اور سنو جس نے اسلام کی فتح حاصل کرنے کے لئے اپنی جان و مال کی بازی لگا دی جس وقت کہ ہر طرف اسلام کے لئے خطرہ ہی خطرہ تھا تو اس کا درجہ بعد میں خرچ کرنے والوں سے بہتر ہے جبکہ اسلام فتح کی منزل تک پہنچ جائے۔ خرچ کرنے کا وقت تو اب ہے اس لئے اللہ کی راہ میں دوڑو اور پھر دھن دولت کوئی ٹھونس کر رکھنے کی چیز نہیں ہے آج اگر وہ تمہارے پاس ہے تو کل کسی اور کے پاس جو مسلمان اسلام کو مضبوط کرنے کے لئے اپنے جان و مال کی بازی لگاتا ہے تو وہ ضائع نہیں جاتا بلکہ آخرت میں اسکا مقام بہت بلند ہوتا ہے اگر تم اپنے دنیوی فائدوں کو دیکھتے رہو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کنجوسی کرو تو تمہارا نام دنیا میں تو مسلمان گنے جاؤ گے لیکن جان رکھو کہ آخرت میں تم چھانٹ کر نکالے جاؤ گے اور اللہ کے نور سے محروم رہ جاؤ گے اور پھر یہ اللہ ہی کا دیا ہوا مال تو اگر تم اسی کی راہ میں خرچ کرو تو گویا اللہ تعالیٰ کو قرض کے طور پر دیا۔ یہ نہیں کہ اللہ اس کا حاجت مند ہے بلکہ یہ تمہارے لئے ہی بہتر ہے کہ وہ تمہیں آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی اسے بڑھا کر دے گا اور اپنی طرف سے زیادہ اجر بھی عطا کرے گا۔ اور جس کی ذات سے دنیا میں جتنی بھلائی پھیلی ہوگی اس کا نور اتنا ہی تیز ہوگا۔

دنیا کی زندگی صرف چند روزہ بہار ہے۔ یہاں کی بڑائیاں، دھن دولت جس میں لوگ ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوششوں میں وقت ضائع کرتے ہیں تو سب کچھ ناپائیدار ہے اور پائیدار زندگی تو آخرت کی ہے اگر تمہیں یک دوسرے سے آگے بڑھنے کا اتنا ہی شوق ہے تو ساری کوششیں جنت کی طرف دوڑنے میں لگاؤ جہاں کہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اور ہمیشہ کا عیش و آرام ہے۔ دنیا کے عیش و آرام کو تو آخر چھوڑ کر ہی جانا پڑے گا۔

پھر ایسے مسلمانوں کو خطاب کر کے شرم دلایا جا رہا ہے جو رسول ﷺ کے ماننے والوں میں تو شامل ہو گئے لیکن ان کا دل اسلام کے درد سے خالی تھا وہ دیکھ رہے تھے کہ کفر کی طاقتیں اسلام کو مٹانے پر تلی ہوئی ہیں لیکن ان کو ذرا بھی احساس نہیں کہ ان کی مدد کریں۔ حالانکہ اللہ نے اپنی کتاب میں چندے کی اپیل کر کے اسے اللہ کے ذمہ قرض قرار دیا ہے اور اتنا بھی کہہ دیا کہ جو جان و مال سے آگے نہیں بڑھے گا وہ منافق ہے پھر بھی یہ کیسے مسلمان ہیں کہ ان کو اللہ کا خوف ہی نہیں۔ تمہارے سامنے تو تمہارے رسولؐ موجود ہیں اور ابھی تم پر اللہ کی کتاب بھی نازل ہو رہی ہے پھر بھی تم دوسرے اہل کتاب کی طرح پتھر دل ہو گئے ہو جو صدیوں سے اللہ کے دین اور اس کی آیات سے کھیلتے رہے۔ پھر فرمایا گیا ہے کہ جس طرح مردہ پڑی ہوئی زمین بارش پڑنے سے لہلہا اٹھتی ہے اسی طرح جس ملک

میں اللہ کی رحمت سے ایک نبی چنا جاتا ہے اور وحی و کتاب کا نزول اللہ کیطرف سے ہوتا ہے تو وہاں کی مری ہوئی انسانیت جاگ اٹھتی ہے جو کہ صحابہ کرامؓ کے پاکیزہ معاشرہ کو تم خود ہی دیکھ رہے ہو تو پھر عقل سے کام لو اور اس نعمت سے فائدہ اٹھاؤ۔ پھر یہ بات واضح کی گئی ہے کہ جو سچے دل سے اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور انہی کے احکام کے مطابق عمل کرے اور وہ جو اپنے دین کو فتنے سے بچانے کے لئے کسی سرزمین سے ہجرت کر جائے اور پھر دین کی خاطر جان و مال خرچ کرے تو وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جائے گا اور اگر وہ اللہ کی راہ میں جان دے دے تو اللہ تعالیٰ شہید کی حیثیت سے اس کی روح قبض کرے گا۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ یہ دنیا کی زندگی چند روزہ بہار ہے اور اصل زندگی تو آخرت کی ابدی زندگی ہے۔ اس دنیا میں جو بھی راحتیں اور تکلیفیں ملتی ہیں وہ اللہ کے فیصلے کے مطابق ہماری تقدیر میں لکھی جا چکی ہیں اس لئے مومن کو چاہئے کہ مصیبت کے وقت ہمت نہ ہارے اور جب راحت اسے دی جائے تو اس پر پھول نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ فخر اور بڑائی کرنے والے کو اور اللہ کی راہ میں کنجوسی دکھانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ جو خود بھی کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی خرچ کرنے سے روکتے ہیں۔ اللہ تمہارا احتاج نہیں ہے بلکہ یہ صرف تمہاری بہتری کے لئے ہے۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے بھی انبیاء آتے رہے ہیں جن کی تعلیم سے کچھ لوگ تو ہدایت پا گئے اور کچھ لوگ اپنی گمراہیوں پر ڈٹے رہے پھر حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم سے لوگوں میں بہت سی خوبیاں پیدا ہوئیں مگر رفتہ رفتہ اس کی امت رہبانیت کے پیچھے چل پڑی کہ انہوں نے اپنے پر وہ پابندیاں لگائیں جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا تھا اور اس طرح اللہ کو خوش کرنے کی بجائے ناراض کیا۔ دنیا میں اللہ نے جو انبیاء بھیجے ان کا مقصد یہ تھا کہ انسان کا رویہ اور انسانی زندگی کا نظام عدل پر قائم ہو اور وہ اپنے اللہ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق جان لے اور اجتماعی زندگی کا نظام ایسے اصولوں پر قائم کرے جن سے معاشرے میں ظلم کی گنجائش باقی نہ رہے اور اس عدل کو قائم رکھنے کے لئے قوت فراہم کی جائے اور عدل کی مزاحمت کرنیوالوں کا زور توڑا جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے لوہا جیسی چیز پیدا کی تا کہ اس سے باطل کا زور توڑے۔

اب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔ یہ اہل کتاب سے فرمایا گیا ہے جو لوگ آپؐ پر ایمان لائیں گے اور اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کریں گے تو اللہ ان کو اپنی رحمت کا دگنا حصہ دے گا اور انہیں وہ نور بخشے گا جس سے دنیا کی زندگی میں بھی وہ گمراہی کے درمیان سیدھے راستے کو صاف دیکھ سکے گا اور بشری کمزوری کی بنا پر جو چھوٹے موٹے قصور جاہلیت کی حالت میں سرزد ہوئے ہوں تو وہ

اسے معاف کرے گا۔ اہل ایمان کو نصیحت کی گئی ہے کہ اپنے ایمان اور نیک عمل کو ثابت قدم رکھو تا کہ اہل کتاب یہ جان لیں کہ اللہ کا فضل صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے دے کیونکہ اہل کتاب یہ سمجھتے آرہے ہیں کہ اللہ کا فضل صرف انہی کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

سورۃ المجادلہ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں بائیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ کا زمانہ نزول غزوہ احزاب کے بعد کا ہے جو کہ 5ھ میں پیش آیا تھا۔ سورہ احزاب میں ظہار کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ (اللہ نے تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں نہیں بنایا) اب اس سورہ مجادلہ میں ظہار کا پورہ قانون بتادیا گیا ہے۔ عرب کی جاہلیت میں اگر میاں بیوی میں تکرار ہو جاتی تو میاں اگر اپنی بیوی سے یہ کہتا کہ تو میرے اوپر ایسے ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو دونوں میں طلاق ہو جاتی اور بعض نادان لوگ بیوی سے لڑکر اس کو اپنی ماں کی پیٹھ سے تشبیہ دیتے تھے جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنی ماں کی طرح سمجھتا ہے جو اس پر حرام ہے اس فعل کا نام ظہار ہے۔

اس سورہ کے شروع میں ایک خاتون کا ذکر ہے جنہوں نے اپنے شوہر کے ظہار کی فریاد لے کر رسول ﷺ کے پاس آئی اور گریہ وازی کی تھی کہ کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ ان کی اور ان کے بچوں کی زندگی تباہ ہونے سے بچ جائے۔ روایت میں ہے کہ اسی وقت نبی ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور شروع کے آیات نازل ہوئیں۔ اس خاتون کا نام خولہ تھا جو قبیلہ خزرج کے ثعلبہ نامی ایک شخص کی بیٹی تھیں ان کی فریاد پر ان آیتوں کے نازل ہونے سے صحابہ کرامؓ میں ان کی قدر بڑھ گئی تھی۔

اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیوی کبھی اس شخص کی ماں نہیں ہو سکتی ہے بلکہ بیوی بیوی رہتی ہے اور اس کی ازدواجی زندگی کی شریک حیات ہے۔ اس کی بیوی نے تو اسے نہیں جنا ہے تو وہ ماں کیسے ہوگئی۔ محض منہ سے کہہ دینے پر وہ ماں کیسے بن سکتی ہے اور نہ ہی بیوی کو وہ حرمت حاصل ہو سکتی ہے جو ماں کو ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ جننے والی کو ہی ماں کہا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر بیٹے کے لئے حرام کیا ہے کہ وہ اس سے شادی نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ نے مرد کو یہ اختیار نہیں دیا ہے کہ جب چاہے اسے بیوی کی لسٹ میں رکھے اور جب چاہے اسے ماں بنادے۔ خیال رہے کہ اس حکم میں اللہ تعالیٰ نے جننے والی ماں کے ساتھ دادی، نانی، ساس، دودھ پلانے والی عورت اور ازواج نبی ﷺ کو شامل کیا ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس حکم میں اس عورت کو شامل کرے جو اس کی بیوی رہ چکی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس جاہلیت کے طریقے کو گناہ اور حرام فعل قرار دیکر سختی سے منع کر دیا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ ایسے جرم پر تمہارے لئے سخت سزا نہیں رکھی بلکہ عبادات اور نیکیوں کی شکل میں اس فعل کا کفارہ مقرر کیا تاکہ وہ اپنے گناہ کی تلافی کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''ظہار'' سے نکاح نہیں ٹوٹتا لیکن وقتی طور پر بیوی شوہر کے لئے حرام ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ اپنے کہنے کا کفارہ نہ دے اور وہ یہ ہے کہ وہ شوہر اپنی بیوی سے اس طرح کہنے سے ایک غلام آزاد کرے یا پھر دو مہینوں کے روزے لگاتار بغیر سلسلہ توڑے رکھے یا پھر ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کی روٹی کھلائے یا اس کے برابر غلے دے تو تب ہی جا کر ایسے گناہ کی تلافی ہوگی اور وہ اپنی بیوی سے رجوع کر سکے گا۔ عورت پر لازم آتا ہے کہ وہ شوہر کو ہاتھ لگانے نہ دے جب تک کہ وہ کفارہ ادا نہ کرے۔ حنفیہ کے نزدیک مسلمان اور ذمی کو کھانا کھلانا ہے نہ کہ کافروں کو اور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک صرف مسلمان مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نصیحت کر کے فرماتا ہے کہ یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ تم اللہ کے حکم کو سننے کے بعد اس کی خلاف ورزی کر کے پرانی جاہلیت کا طریقہ استعمال نہ کرو بلکہ ایک سچے مومن بن کر رہو اور اصل کافروں کا کام ہے کہ اللہ کے حکم سے بغاوت کرے اور اپنے پرانے طریقوں کی پیروی کریں۔ اللہ سے بغاوت کرنے والے پچھلے انبیاء کی قوموں نے ہلاکت ہی دیکھی تو ایسے لوگ مومن نہیں کہلائے جاتے جو اپنے قول یا عمل سے اللہ کے احکام کو رد کرے اس لئے سنبھل جاؤ ورنہ تم پر بھی اللہ کی لعنت پڑے گی اس دنیا میں بھی ذلت و خواری ہوگی اور آخرت میں بھی ایسوں کے لئے سخت عذاب ہے۔ اللہ کے ہاں تمہارے ہر کرتوت کو نوٹ کیا جا رہا ہے۔

اس کے بعد منافقین کا ذکر کیا گیا ہے جو ظاہر میں تو مسلمانوں کی جماعت میں اپنے کو گنتے تھے اور لوگوں کو یہی گمان تھا کہ وہ مسلمان ہیں لیکن اندر ہی اندر انہوں نے اپنا الگ گروپ بنا رکھا تھا جب بھی ان کو دیکھو وہ کھسر پھسر کرتے رہتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف چپکے چپکے فتنے برپا کرنے کے لئے منصوبے بنایا کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو رہی منافق عادتیں۔ وہ بھول رہے ہیں کہ ہر وقت کانا پھوسی کے وقت اللہ ان کے درمیان موجود رہ کر سب سنتا ہے اور اپنے اہل ایمان کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اس پر اہل ایمان کو نصیحت کی گئی ہے کہ ایسی عادتوں سے باز آ جاؤ ورنہ تم لوگ بھی ان کی فہرست میں گنے جاؤ گے۔ اگر کبھی آپس میں بیٹھ کر باتیں کرنی بھی ہوں تو نیکی اور تقویٰ کی باتیں کرو کہ دوسرے بھی اس سے نصیحت پکڑیں۔

پھر مسلمانوں کو یہ تہذیب سکھائی کہ جب آپس میں سلام کرو تو صحیح طریقے سے سلام کرو کیونکہ منافقوں کے دلوں میں یہودیوں کی طرح جو بغض چھپا ہوا تھا تو اس کی بنا پر وہ آپ کو ان ہی کی طرح سلام کرتے تھے یعنی اسلام علیک کے بدلے کہتے ہے ''السام علیک'' جس کا مطلب ہے کہ موت تمہیں آئے۔ اور خوش ہوتے تھے کہ دیکھو ہم اللہ کے نبی کو اس طرح کہتے ہیں اور ہم پر تو کوئی

عذاب نہیں آتا جو کہ اپنے نزدیک وہ رسول ﷺ کے رسولؐ نہ ہونے کی دلیل سمجھتے تھے کہ اگر آپؐ واقعی رسول ہوتے تو لازم ہم پر اللہ عذاب بھیجتا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ ایسوں کے لئے تو جہنم کی آگ کی سزا ہی کافی ہے۔ روایت میں ہے کہ نبیؐ نے جو تعلیم ہمیں دی ہے وہ یہ ہے کہ تین آدمی بیٹھے ہوں تو دو آدمی کھسر پھسر نہ کریں کونکہ تیسرے کو رنج پہنچے گا اور یہ بھی کہ دو آدمی آپس میں تیسرے شخص کی موجودگی میں ایسی زبان میں بات نہ کرے کہ وہ تیسرا اسے سمجھ نہ سکے یا وہ سرگوشی کے درمیان اس کی طرف دیکھ دیکھ کر باتیں کرے جس سے کہ اسے گمان ہو کہ اسی کے بارے میں کہا جارہا ہے اور اسے دکھ پہنچے۔ پھر مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ اگر تم اس طرح کی سرگوشیوں سے دوچار ہو بھی تو اپنے دل کو مضبوط رکھو اور یہ گمان کرکے کہ وہ تمہارے ہی خلاف کی جارہی ہے اور تم کوئی غلط قدم ان کے خلاف اٹھا بیٹھو تو ٹھیک نہیں ہے بلکہ یہی سوچو کہ اللہ کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا صرف اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اور اسے نظرانداز کرو۔

اس کے بعد ایک اور مجلس کی تمیز اللہ تعالٰی نے سکھائی ہے جو پہلے بھی عام تھا اور آج کل بھی ہے کہ مجلسوں میں وہ پھیل کر بیٹھ جاتے ہیں اور آنے والے کو جگہ جان بوجھ کر نہیں دیتے کہ ان کو سکڑنا پڑتا ہے۔ یا پھر وہ بھری محفل میں پھلانگ کر گھس جاتے ہیں جو اکثر حج اور عمرہ کے وقت مکہ اور مدینہ میں اس قسم کی حرکتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اسلئے باز آجاؤ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ زبردستی وہ ان کے اندر نہ گھسیں یا پھر کسی دوسرے شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ لے لیں اور اگر مجلس میں پہلے سے کچھ لوگ موجود ہوں اور مزید اور لوگ آئیں تو اپنے کو سکیڑ کر ان کے لئے جگہ بنائیں تاکہ اللہ آخرت میں تمہارے لئے کشادگی پیدا کرے اور دوسری بات یہ ہے کہ لوگ نبیؐ کی مجلسوں میں آکر دیر تک بیٹھتے تھے اور اشارے کنایوں سے بھی جانے کا نام نہ لیتے تھے اور اس پر وہ فخر کرتے تھے کہ آپ کا قرب دیر تک ان کو حاصل ہوا۔ اللہ فرماتا ہے کہ جب مجلس برخاست ہونے کو کہے تو اٹھ جایا کرو۔ اور شکر کرو کہ نبیؐ کی صحبت سے ایمان اور علم کا سرمایہ حاصل کیا نہ کہ دیر تک بیٹھنے کی ڈگری حاصل کی۔

ان دنوں ہر کوئی کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ آپؐ سے تخلیہ میں بات کرے اور اس طرح حضور کو تنگ کردیتے تھے۔ اس پر اللہ تعالٰی نے ان پر ٹیکس لگا دیا کہ جسے بھی تخلیہ میں آپؐ سے بات کرنی ہو تو پہلے صدقہ دے تاکہ اس بری عادت سے لوگ باز رہیں۔ اس طرح لوگوں نے اپنا طریقہ درست کر لیا تو یہ حکم اٹھا دیا گیا اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے کی نصیحت دے کر فرمایا کہ نماز پڑھتے رہو اور زکواۃ دو تاکہ تمہاری اصلاح اچھی طرح ہو جائے اور تم غلط روی سے باز رہو۔

پھر اشارہ مدینہ کے یہودیوں کی طرف کیا ہے جن کو منافقوں نے دوست بنا رکھا تھا وہ لوگ

نہ تو اہل ایمان میں شمار تھے اور نہ ہی یہود میں۔ صرف اپنی غرض کے لئے وہ رشتہ جوڑے ہوئے تھے۔ ایک طرف تو وہ اپنی وفاداری کا ثبوت قسمیں کھا کر دیتے تھے تا کہ مسلمانوں کی گرفت سے بچ سکیں اور دوسری طرف لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف وسوسے پیدا کرتے تھے تا کہ اسلام قبول کرنے سے ان کو روکیں۔ یہ لوگ دراصل شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ جو اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکیں گے اور ان کے لئے خاص طور پر ذلت کا عذاب آخرت میں رکھا گیا ہے۔ آخر میں اہل ایمان ہی غالب ہو کر رہیں گے۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو اللہ کے دین کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے سب کچھ برداشت کرتے ہیں اور اللہ کے دین سے محبت رکھتے جو کہ سچے مومن ہیں اور اللہ ان سے راضی ہیں۔ اور آخر میں وہی فائدے میں رہیں گے اور یہ منافق چاہے کتنی بھی قسمیں مسلمان ہونے کی کھائیں وہ دراصل مسلمان نہیں بلکہ منافق ہیں۔

سورۃ الحشر

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس میں چوبیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ غزوہ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

اس سورہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے یہودیوں کی تاریخ پر نظر ڈالنی چاہیے کہ وہ کس طرح حجاز اور مدینہ میں جو کہ یثرب کے نام سے تھا آباد ہوئے۔ کہتے ہیں کہ 70ء میں رومی حکومت طاقت میں آ کر فلسطین پر حملہ آور ہوا اور بہت سے یہودیوں کو قتل کیا اور 132ء تک بہت سے یہودیوں کو فلسطین سے باہر نکال دیا۔ اس وجہ سے بہت سے یہودی حجاز میں پناہ گزین ہوئے کیونکہ حجاز فلسطین کے جنوب میں واقع ہے۔ یہاں پر آ کر انہوں نے چشمے اور باغات کے قریب ٹھہر گئے اور پھر اپنی سود خواری کی بزنس سے ان پر اپنا قبضہ مضبوط کر لیا اور اسی طرح بنی قریظہ، بنی نضیر، بنی قینقاع، یثرب پر قابض ہوئے۔ چونکہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کاہنوں یعنی پادریوں کے مذہبی طبقے سے تعلق رکھتے تھے اس لئے یہودی ان کو بڑی عزت کا مقام دیتے تھے۔ جب وہ لوگ مدینہ یعنی یثرب میں آئے تو اس وقت وہاں پر دوسرے عرب قبائل رہتے تھے لیکن ان یہودی کاہنوں نے ان کو دبا لیا اور اس طرح اس سرسبز مقام کے مالک بن بیٹھے۔ اسکے بعد یمن میں تقریباً 451ء میں ایک سیلاب عظیم آیا جس کی وجہ سے یمن کے قوم سبا کے مختلف قبیلے یمن سے نکل کر عرب کے آس پاس بسنے پر مجبور ہوئے۔ جن میں سے بنی خزاعہ جدہ اور مکہ کے درمیان آبا

ہوئے اور اوس وخزرج یثرب میں آ گئے۔ یثرب میں پہلے سے یہودی موجود تھے اس لئے انہوں نے اوس وخزرج کو وہاں جمنے نہیں دیا اس لئے انہوں نے بنجر زمینوں کا رخ کیا اور ان میں سے ایک شخص شام کے غسانی بھائیوں سے مدد مانگی۔ انہوں نے ایک لشکر بھیج کر یہودیوں کا زور یثرب میں توڑ دیا جس سے کہ اوس وخزرج کو یثرب میں قبضہ حاصل ہوا اور یہودی قبیلے بنی نضیر اور بنی قریظہ شہر کے باہر بسنے پر مجبور ہوئے اور وہاں رہنے کے لئے ان کو قبیلہ اوس کی پناہ لینی پڑی تا کہ وہ امن سے یثرب کے اردگرد رہ سکیں اور بنی قینقاع شہر کے اندر ہی مقیم رہے لیکن ان کو وہاں رہنے کے لئے قبیلہ خزرج کی پناہ لینی پڑی۔

حجاز اور یثرب اور اس کے گرد جو یہودی آباد تھے ان پر عربوں کا رنگ چڑھتا گیا اور یہ ظاہری رنگ کو انہوں نے اسلئے اپنایا کہ وہ عرب میں رہ سکیں لیکن ان کا یہودی تکبر ویسے ہی قائم رہا۔ وہ لوگ وہاں کے عربوں کو جاہل ان پڑھ اور وحشی (Gentile) قرار دیتے تھے اور ان کا مال جائز وناجائز طریقے سے کھانا حلال سمجھتے تھے۔ یہ یہودی بڑے کاروباری لوگ تھے اور پھر یہودی علماء نے تعویز، گنڈے اور فال گیری کا بازار بھی گرم کیا تھا جس کی وجہ سے اہل عرب ان کے علم کے قائل ہو گئے تھے۔ ان میں سنار اور لوہار بھی تھے لیکن سب سے بڑا کاروبار ان کا سودخواری کا تھا جس کے جال میں انہوں آس پاس کے ٹھاٹھ باٹھ رکھنے والے عربوں کو پھانس رکھا تھا اور سود در سود کا چکر چلاتے تھے اور اس طرح عربوں کو معاشی حیثیت سے کمزور کر دیا۔ جس کی وجہ سے عربوں کے دلوں میں ان کے لئے نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ ان یہودیوں کی دوسری چال یہ تھی کہ انہوں نے عربوں میں اپنے کو گھل ملا تو لیا لیکن ان کی یہی کوشش تھی کہ عربوں کو آپس میں متحد نہ ہونے دیں اسطرح جب بھی وہ دو عربوں میں دوستی دیکھتے تو ان میں فتنہ برپا کرتے تا کہ وہ کبھی بھی طاقت میں نہ آ سکیں اور ان کی جائیداد پر قبضہ نہ کرسکیں۔

ان حالات میں مدینہ میں اسلام پہنچا اور نبی ﷺ کی نگرانی میں ایک اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی۔ آپؐ نے سب سے پہلے اوس اور خزرج قبیلے کو جو ہر وقت ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے باہم ملا کر اور ان کے ساتھ مکہ سے ائے ہوئے مہاجرین کو ایک کر کے ان کی ایک برادری بنائی اور اس مسلم معاشرے اور یہودیوں کے درمیان کھلے شرطوں پر معاہدہ کیا جس میں یہ ضمانت دی گئی کہ کوئی کسی دوسرے کے حقوق پر دست درازی نہیں کرے گا اور باہر سے آنے والے دشمنوں کے مقابلے میں سب مل کر بچاؤ کریں گے۔ وہ ایک دوسرے کی بھلائی چاہیں گے اور قریش اور ان کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔ اور معاہدے کے شرکاء کے درمیان کبھی کوئی فتنہ برپا ہوتو اس کا

فیصلہ محمد ﷺ کے قانون کے مطابق کریں گے اور یہ سارے شرائط یہودیوں نے قبول کیں۔ وہ نبیؐ کو ایک رئیس قوم کی حیثیت سے دیکھنا چاہتے تھے جو اپنی قوم کے دنیوی مفاد سے سروکار رکھے۔ لیکن ان کی توقع کے خلاف انہوں نے دیکھا کہ نبیؐ آخرت، رسالت اور کتاب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں اور ان پر اخلاقی حدود کی پابندی لگا رہے ہیں اور اللہ کے احکام کی اطاعت کرنے کو کہہ رہے ہیں اور سوت کو بھی ناپاک اور حرام کمائی قرار دے رہے ہیں جن کے نتیجے میں ان کے دنیوی مفاد اور کاروبار کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ پھر مزید یہ کہ آج تک وہ عربوں میں پھوٹ ڈالتے رہے لیکن اب اس نئے دین اسلام کے بانی نے سب کو متحد کرنا شروع کیا اور مسلمان محمد ﷺ کی چھتری کے نیچے ایک ملت بنتے جا رہے ہیں تو ان کو اپنے دنیوی مفاد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ نبی ﷺ کو نقصان پہنچایا جائے۔ آپؐ کے خلاف جھوٹی افواہیں اڑائی جائیں اور لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کریں۔ جھوٹ موٹ کا اسلام قبول کر کے وہ دوبارہ یہودی بن جائے تا کہ دوسرے لوگ آپؐ کے دین سے بدگمان ہو جائیں۔ وہ ہر وقت مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کرتے اور چونکہ مسلمان ان کے قرض کے جال میں پھنسے ہوئے تھے اس لئے وہ ان کو مالی حیثیت سے بھی بہت تنگ کرتے تھے اور جب بدر کی جنگ ہوئی تو یہودی بہت ہی خوش ہوئے کہ یہ مٹھی بھر مسلمان دیکھو کیسے جلد ختم ہو جائیں گے اس لئے انہوں نے مسلمانوں کی ہمت توڑنے کے لئے افواہ اڑا دی کہ محمد ﷺ شہید ہو گئے لیکن ان کی توقع کے خلاف مسلمانوں کی فتح ھوئی۔ بدر کی جنگ میں قریش کے کافی سردار مارے گئے تو بنی نضیر کا سردار کعب بن اشرف غصے سے بے حال ہو گیا اور مکہ والوں کو طرح طرح سے انتقام پر اکسایا۔ آخر نبی ﷺ ان کی شرارتوں سے تنگ آ کر اس کو قتل کروا دیا۔

پھر ایک دوسرا یہودی قبیلہ جو مدینہ کے اندر ایک شہر میں آباد تھے اور ان میں زیادہ تر سنار اور لوہار تھے اور ان کو اپنے اس فن پر بہت ہی ناز تھا اور وہ اپنے کو بہت ہی بہادر سمجھتے تھے کیونکہ قبیلہ خزرج بھی ان کے پرانے دوست تھے اور ان کا سردار عبداللہ بن ابی تھا جو ان کی حمایت میں تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی ہمت اور بڑھ گئی تھی۔ اس لئے انہوں نے بھی مسلمانوں کے خلاف نت نئی شرارتیں کرنا شروع کیں۔ آخر محمد ﷺ نے 2ھ کے آخر میں ان کے محلّہ کا محاصرہ کیا اور وہ مدینہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔

اس کے بعد جب بدر کا بدلہ لینے کے لئے قریش مدینہ پر چڑھ آئے تو یہودیوں نے اپنا معاہدہ جو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا توڑ دیا اور مسلمانوں کی مدد نہ کی۔ پھر جنگ احد میں

مسلمانوں کی شکست سے قبیلہ بنی نضیر کی ہمت اور بڑھ گئی کہ انہوں نے محمد ﷺ کو قتل کرنے کی جرات کی لیکن اللہ کے فضل سے کامیاب نہیں ہوئے تب ان کی غداری پر نبیؐ نے ان کو دس دن کے اندر مدینہ کے اطراف سے نکل جانے کا حکم دیا۔ حالانکہ انہوں نے اپنی بستی کو مدینہ کے اطراف میں بہت ہی مضبوط کیا تھا اور ان سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ اتنی جلدی ہتھیار ڈال دیں گے آخر ان کو وہاں سے نکل جانا پڑا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ شروع میں یہ فرماتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی طاقت سے ہوا جو کہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور صرف وہی تعریف کے قابل ہے۔

حالانکہ بنی نضیر کو اپنے قلعہ بندیوں پر بہت ہی ناز تھا لیکن اللہ کی طاقت کے مقابلے میں انکی ایک نہ چلی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہمت اور قوت مقابلہ کو کھوکھلا کر دیا۔ باہر سے مسلمانوں نے ان کی قلعہ بندیوں کو توڑنا شروع کیا اور اندر سے وہ خود اپنے گھروں کو توڑ توڑ کر مسلمانوں کا راستے روکنے کے لئے رکاوٹیں کھڑی کرنے لگے اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے گھروں کو انہوں نے برباد کیا۔ اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عبرت دلاتا ہے کیونکہ یہودی بھی اہل کتاب تھے اللہ اور آخرت کو مانتے تھے لیکن چونکہ انہوں نے اپنے مسلمانوں سے کئے ہوئے وعدے کا پاس نہ کیا اور اپنی دنیوی خواہشات کی خاطر حق سے دشمنی مول لی۔ اس لئے مسلمان کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ وہ اللہ کے پیارے نبیؐ کی امت ہیں اس لئے وہ بھی غداری اور شرارتیں کر سکتے ہیں اور اپنے خواہشات کی پیروی کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ضرور ان کو بخش دے گا۔ اور ساری دنیا کے لوگوں کے لئے بھی ایک نصیحت ہے کہ جان رکھیں کہ ان کی دولت و طاقت ان کو اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ مقابلہ کرے تو لازم سزا پائے گا۔ جس طرح کہ بنی نضیر کو ذلت و خواری اٹھانی پڑی کہ اپنے ہاتھوں سے لگائے ہوئے باغات کو مسلمانوں کے قبضے میں جاتے دیکھا اور اپنی محنت کو ان کے لئے چھوڑ کر وہاں سے ان کو نکلنا پڑا۔

اس آیت میں غنیمت کے مال اور فے کے درمیان فرق بتایا گیا ہے جو مال جنگ میں دشمن کے لشکروں سے مسلمانوں کے ہاتھ آئیں وہ ''غنیمت'' ہے۔ اور سورہ انفال میں اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے چار حصے لڑنے والی فوج میں تقسیم کئے جائیں اور ایک حصہ بیت المال میں داخل کیا جائے اور بغیر جنگ کے جو مال ان کو ملے وہ فے کی تعریف میں آتا ہے اور وہ مال بھی جو کے بعد دشمن چھوڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فے کے مال پر اللہ اور رسولؐ اور رسولؐ کے رشتہ دار اور یتامیٰ اور مساکین اور مہاجرین اور انصار کے حق ہیں تاکہ یہ مال مالداروں میں نہ گھومتا رہے۔

اس سورہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے حسد یا دل میں بغض

نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ ایمان کے رشتے نے ان کے دلوں کو جوڑا ہے لہذا اس ایمان کی قدر کرنی چاہیے۔

مدینہ کے منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے بنی نضیر کو کہا کہ مدینہ سے نہ نکلیں جبکہ ان کو محمد ﷺ نے دس دن میں نکل جانے کا نوٹس دیا تھا کہ وہ سب ان کی مدد کو آئیں گے۔ اس پر اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ کبھی بھی ان کی مدد کو نہ آئیں گے اور نہ ہی ان کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑیں گے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کا دعوی ایمان نوٹ کرلیا ہے کہ کس طرح وہ اپنے اللہ اور رسولؐ کے لئے کٹ مرنے کو تیار ہیں اس لئے ان کے دلوں میں خوف بیٹھ گیا ہے اور واقعی ایسا ہی ہوا کہ صرف بنی نضیر ہی سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے اور یہ اصل ڈرنے کے قابل اللہ کی طاقت ہے جو مسلمانوں کی حمایت میں کام کررہی ہے۔ لیکن یہ منافق اللہ سے نہیں بلکہ انسانوں سے ڈرتے ہیں اس لئے تو یہودیوں کا ساتھ نہیں دیا کہ ان کو مسلمانوں کا ڈر تھا۔ ان کی دوسری کمزوری یہ ہے کہ وہ اپنے ہی ہم وطن انصاریوں کو مسلمانوں کی مدد کرتے دیکھ کر جل بھن رہے تھے اور ان میں آپس میں بھی کوئی اتحاد نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالی مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ جب تم بنی نضیر کے محاصرہ کے لئے نکلو گے تو یہ منافق جو کہتے ہیں کہ دو ہزار لشکر سے ان کی مدد کریں گے اور نبی قریظہ اور بنی غطفان کو بھی تم پر چڑھالائیں گے سب کہنے کی باتیں ہیں لہذا گھبراؤ نہیں ایسا کبھی نہیں ہوگا اور اپنے اللہ پر بھروسہ رکھو کیونکہ پہلے بھی تو قریش اور بنی قینقاع تم کمزور مسلمانوں سے شکست کھا چکے ہیں۔ دراصل ان منافقوں اور بنی نضیر کا معاملہ شیطان اور انسان کا ہے کہ وقت آنے پر شیطان اپنے ساتھی کا ساتھ چھوڑ دیگا۔ اس لئے اللہ کی راہ میں گھبراؤ نہیں بلکہ سینہ سپر ہو جاؤ۔ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ اس کو جواب دینا ہے اور اپنے آخرت کے لئے نیک اعمال جمع کرتے رہو۔ ان لوگوں کی طرح مت بن جاؤ کہ اپنے نفسانی خواہشوں میں اپنے کو گم کردو۔ ایسے ہی لوگ نافرمان گنے جاتے ہیں۔ اور جہنم کے مستحق ہیں۔ جنت کی کامیابی تو صرف اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہے۔ صحیح راستے پر وہی رہ سکتا ہے جو ہر وقت اللہ کو یاد رکھے۔ ورنہ اللہ سے غفلت برت کر وہ اپنے آپ کو کھو دے گا اور اللہ کے نافرمانوں کی لسٹ میں شامل ہو جائے گا۔ اور ان کی رہنمائی کے لئے یہ قرآن نازل کیا گیا ہے اور سچ پوچھو تو اگر یہ قرآن پہاڑ جیسے مضبوط شے کو دیا جاتا تو وہ بھی اس خوف سے کہ کس عظیم کو جواب دینا ہے خوف سے لرز اٹھتا ہے لیکن افسوس انسان اس سے غافل ہے۔ انسان کو یاد دلایا جاتا ہے کہ اس کا خالق و مالک صرف اللہ ہی ہے اور وہی ہے جو ہر چیز کا بنانے والا ہے اس سے کوئی چیز بھی چھپ نہیں سکتی لہذا صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ سب چیز اسی کے اختیار میں ہیں،

وہی رحمان اور رحیم ہے بادشاہ ساری کائنات کا نہایت پاک یعنی ہر بری صفات سے پاک، ہر عیب و نقص سے پاک، نہایت ہی پاکیزہ ترین ہستی صرف وہی اکیلا عبادت کے لائق ہے۔ وہی اکیلا سب پر غالب ہے اس کے حکم کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ کسی کو حق نہیں کہ اس کے ساتھ دوسری کسی ہستی کو شریک کرے۔ کیونکہ کسی میں بھی یہ سارے اوصاف نہیں ملیں گے۔ پکارو تو صرف اسی کو مدد کے لئے پکارو۔ وہی تمہیں پیدا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ دنیا اور کائنات کی ہر چیز اسی کے منصوبہ سے وجود میں آئی ہے اور اس میں کسی دوسرے کا ذرہ برابر بھی دخل نہیں ہے۔ اس اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں۔ حدیث میں اس ذات پاک کے ننانوے نام بیان کئے گئے ہیں۔ لہٰذا اسی کی تسبیح کرنا چاہیے اور وہ زبردست ہے کہ اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور نافرمانی کرنے والا اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا۔ وہ بے عیب ہے اور علم و حکمت میں کامل ہے۔ ہر ایک کو اسکی اطاعت کرنی ہی پڑے گی ورنہ نافرمانوں کو وہ سخت سزا دے گا۔

سورۃ الممتحنۃ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

تشریح:- یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔ اس سورہ کے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت جس کا امتحان لیا جائے چونکہ اس میں یہ حکم اللہ کی طرف سے آیا ہے کہ وہ عورتیں جو ہجرت کر کے مدینہ تشریف لا رہی تھیں اور اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کر رہی تھیں تو ان کا امتحان لیا جائے کہ وہ کس حد تک اپنے ایمان میں سچی ہیں اس لئے اس سورہ کا نام الممتحنہ رکھا گیا۔

روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی دور میں نازل ہوئی۔

اس سورہ کے شروع کی آیات کا نزول اس وقت ہوا جب مشرکین مکہ کے نام حضرت حاطب ابی بلتعہ ایک بدری صحابہ کا خط پکڑا گیا تھا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ قریش کے لوگوں نے صلحہ حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا تو رسول ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں اور اس کو سوائے چند صحابہ کے راز ہی رکھا۔ حضرت حاطب جنہوں نے جنگ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر خوب شجاعت دکھائی تھی ان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ ان کے اہل وعیال کا اب کیا بنے گا کیونکہ ان کا کوئی قبیلہ مکہ میں نہیں تھے جو ان کے بال بچوں کو جنگ کی حالت میں بچا سکے۔ اس لئے انہوں نے قریش پر اپنا احسان جتانے کے لئے ایک خط چپکے سے ان کے نام بھیجنے کی کوشش کی تاکہ ان کو نبیؐ کے جنگ کی نیت سے آگاہ کریں اور اس احسان کے بدلے وہ ان کے اہل وعیال کو نہ چھیڑیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر خط کا راز نبیؐ پر وحی کے ذریعے کھول دیا۔ اور نبیؐ نے اپنی پوری کوشش سے وہ خط برآمد

کر کے اسے اپنے دشمنوں تک پہنچنے نہ دیا ورنہ فتح مکہ کے موقع پر بڑا ہی کشت وخون ہوتا اگر قریش اس جنگی راز سے خبردار ہوئے ہوتے اور اس میں مسلمانوں کی قیمتی جانیں جاتیں اور خود قریش کے بھی کافی آدمی مارے جاتے جو بعد میں اسلام کی خدمات انجام دینے والے تھے اور اس طرح مکہ پرامن طریقے سے فتح ہوا ہوتا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ نصیحت کی ہے کہ کسی مومن کو کسی بھی غرض کے لئے اسلام کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کا تعلق نہیں رکھنا چاہیے اور کفر واسلام کی کش مکش میں کبھی کافروں کی مدد نہ کی جائے بلکہ زیادہ سے زیادہ اپنے اسلام کے حامی رہیں۔ لیکن جو کافر اسلام اور مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچاتا اس کے ساتھ احسان کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کو سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ کسی بھی مصلحت کی بنا پر اگر اسلام کے مفاد کو نقصان پہنچتا ہے تو کبھی بھی کوئی ایسا کام نہ کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا اشارہ حضرت حاطب کی طرف ہے کہ اپنے اہل کی خاطر تم اتنے بڑے قصور کا ارتکاب کر رہے ہو وہ آخرت میں اللہ کی عدالت میں تمہیں بچانے کے لئے نہیں آئیں گے کیونکہ وہاں وقت ہی ایسا ہوگا کہ سب کو اپنی ہی پڑی ہوگی اس لئے ایسے دن کا خوف رکھو اور اتنی بڑی غلطیاں کرنے سے بچو حالانکہ یہ ایک بہت بڑی غلطی تھی لیکن چونکہ انہوں نے جنگ بدر میں اپنی جان کی بازی اللہ کی راہ میں لگائی تھی تو ممکن ہے کہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا ہو لیکن قرآن میں اس کا ذکر ضرور کیا ہے تاکہ اہل ایمان صرف اللہ پر بھروسہ رکھیں کہ بچانے والا صرف وہی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کی مثال پیش کی ہے کہ کس طرح انہوں نے اللہ کے دین حق کی خاطر اپنے کافر ومشرک قوم سے بیزاری اور قطع تعلق کا اعلان کیا جسمیں کہ ان کا باپ بھی شامل تھا۔ دیکھو وہ کتنے نڈر تھے کہ انہوں نے ان کے معبودوں کی عبادت کرنے سے انکار کیا۔ اس طرح انہوں نے اللہ پر بھروسہ کر کے بغیر کسی ڈر کے اللہ کے دین کی مدد کی اور کافروں سے اپنے کو دور رکھا حتیٰ کہ اپنے باپ سے بھی جو کافر تھے محبت اور ہمدردی کا تعلق توڑ دیا اور اس سورہ میں ابراہیمؑ کی دعا کا ذکر ہے۔ تاکہ اہلِ ایمان اپنے قصوروں پر اللہ سے معافی مانگیں اور ہر وقت اللہ کے آگے دعا کریں کہ کبھی کافروں کو ہم پر ہنسنے کا موقع نہ دیں اور نہ ان کو ہم پر غلبہ دیں۔ ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کے نمونے سے یہ نصیحت ہے کہ اہل ایمان کو ایمان کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ کے دشمنوں سے محبت اور دوستی کا رشتہ نہ توڑ دیں۔ اللہ کو ایسے ایمان والوں کی حاجت نہیں ہے کہ وہ ایمان کا بھی دعویٰ کریں اور اس کے دشمنوں کو بھی پالیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ اپنے کافر عزیز رشتہ داروں سے اللہ کے دین کی خاطر تعلق توڑنا کتنا مشکل ہے لیکن اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تسلی دیتا ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جبکہ یہی رشتہ دار اسلام

قبول کرلیں گے اور آج کی ان سے یہ دشمنی پھر سے محبت میں تبدیل ہو جائے گی۔ یہ ایک پیشن گوئی تھی لہذا ان آیات کے نزول کے چند ہفتوں بعد مکہ فتح ہوا اور اللہ کی یہ بات پوری ہوئی۔

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو یہ بھی نصیحت کرتا ہے کہ دشمن اور غیر دشمن کو یکساں درجہ نہ دو یعنی جن لوگوں نے اللہ کے دین پر ایمان لانے والوں پر ظلم وستم کیا اور ان کو اپنے گھروں سے نکالا تو ایسوں کے ساتھ تم سخت رویہ رکھو لیکن اس کے برخلاف جنہوں نے تمہیں کوئی تکلیف نہ دی تو ان کے ساتھ نیک سلوک کرو اور ایسے رشتہ داروں کے حقوق بھی ان کو دو چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں لیکن تمہیں عذاب تو نہیں دیا اس لئے ان سے پتہ چلتا ہے کہ کافر ماں باپ کی خدمت کرنا اور اپنے کافر بھائی بہنوں اور رشتہ داروں کی مدد کرنا جائز ہے جبکہ وہ اسلام کے دشمن نہ ہوں۔

ان دنوں صلح حدیبیہ کے معاہدے کے مطابق جو اسلام قبول کر کے بھاگ کر مدینہ آرہے تھے تو ان کو واپس قریش کو لوٹا دیا جاتا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ان عورتوں کا کیا کیا جائے جو مسلمان بن کر مدینہ بھاگی آرہی ہیں۔ اس لئے اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا کہ ان عورتوں کی اچھی طرح جانچ پرتال کی جائے اور جب پوری تسلی ہو جائے کہ واقعی انہوں نے اپنے ایمان کی خاطر ہجرت کی ہے تو انہیں واپس نہیں کیا جائے اور ان کے کافر شوہروں نے جو مہر انہوں نے اپنی عورتوں کو دی تھیں تو وہ انہیں واپس کر دو اور جو مسلمان اب ان نئے مسلم عورتوں سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ ان کو مہر ادا کرے۔ جو عورت مسلمان ہو جائے وہ اپنے کافر شوہر کے لئے حلال نہیں ہے اور اگر نکاح والی عوت مسلمان ہو کر ہجرت کر کے دارالاسلام میں آجائے تو اس کا نکاح کافر مرد سے ٹوٹ جاتا ہے اور دوسرا مسلمان مرد اس سے مہر ادا کر کے نکاح کر سکتا ہے اور جو مرد مسلمان ہو جائے تو وہ اپنی کافر بیوی کے ساتھ نکاح میں نہیں رہ سکتا اور جو مہر انہوں نے اپنے کافر بیویوں کو دیا تھا وہ واپس منگا لیا جائے۔ لیکن مشرکوں نے کافر عورتوں کے مہر واپس کرنے سے انکار کر دیا اس لئے حکم دیا گیا کہ جو مہاجر عورتوں کے مہر مشرکین کو واپس کرنے ہیں وہ ان کو بھیجنے کی بجائے مدینہ ہی میں جمع کر لئے جائیں اور جن لوگوں کو مشرکین سے اپنے دیئے ہوئے مہر واپس لینے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو اتنی رقم دی جائے جو اسے کفار سے ملنی تھی۔

فتح مکہ کے بعد جوق در جوق لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے آرہے تھے۔ آپ نے مردوں سے کوہ صفا پر عہد لیا اور عورتوں سے عہد لینے کے لئے حضرت عمرؓ کو مامور فرمایا کہ ان سے بیعت لیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اب وہ اسلام کے قانون کی پوری اطاعت کریں گی کہ نہ تو وہ چوری کریں گے اور نہ زنا نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی مطلب اپنے جائز و ناجائز حمل کو نہیں گرادیں گے اور

دوسری عورت پر غیر مردوں سے آشنائی کی تہمت لگا کر ان کا چرچا نہیں کریں گی اور نہ ہی کسی اور کا بچہ اپنے پیٹ میں پال کر اپنے شوہر کو یقین دلائے کہ وہ اس کا بچہ ہے۔ ایسوں کو اللہ جنت میں داخل نہیں کرے گا اور جس نیک کام کا حکم نبی ﷺ دیں گے تو وہ اس کے خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ مطلب یہ کہ اسلامی معاشرے کی اصلاح کے لئے نبیؐ کو اللہ تعالیٰ نے کافی اختیارات دیے۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ نبیؐ نے عورتوں سے یہ وعدہ لیا کہ مرنے والوں پر نوحہ نہیں کریں گی اور جنازے کے ساتھ جانے سے بھی منع فرمایا اور یہ کہ اپنے شوہروں سے دھوکہ بازی نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو نصیحت کی کہ ان عورتوں کے لئے اللہ سے دعائے مغفرت کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے پچھلے کیے ہوئے گناہوں کو معاف کر دے کیونکہ وہی اللہ درگذر نے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے پھر سے اہل ایمان کو نصیحت کی ہے کہ اسلام کے دشمنوں سے ہرگز دوستی نہ رکھو کیونکہ انہوں نے آخرت کو جھٹلا کر گمراہی کو اپنایا ہے اور ایسوں پر اللہ کا غضب ہے جس طرح ان سے پہلے منکرین قبروں میں پہنچے ہوئے ہیں اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہیں۔

سورۃ الصّف

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ اور تفسیر:- یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ ممکن ہے کہ یہ سورہ جنگ احد کے زمانے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اس میں تمام قسم کے مسلمانوں کو جن میں ضعیف الایمان مسلمان، اور وہ مسلمان جو جھوٹے دل سے ایمان کا دعویٰ کر کے اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور وہ بھی جو خاص مخلص مسلمان شامل تھے اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے پر ابھارا گیا ہے۔ اسلئے کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راستہ وہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر سچے دل سے ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں جان اور مال سے جہاد کرو تا کہ اللہ کی مقبولیت حاصل ہو اور تم ایک دردناک عذاب سے بچ سکو۔

شروع میں فرمایا گیا ہے کہ سب کچھ جو آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اور باعظمت، باحکمت اور زبردست ہے اس لئے اس کے ہر حکم کی اطاعت کرنی چاہئے جس میں ایک اہم حکم جہاد کا ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وہ بات پسند نہیں ہے کہ منہ سے کہو لیکن پھر اسے کر کے نہ دکھاؤ اور ایسا شخص منافق ہے۔ اہل ایمان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ کہتے تھے کہ کاش ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کونسی

چیز پسند ہے تو وہی ہم کریں اور جب ان کو بتایا گیا کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنا ہی اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے تو ان کی نیت پلٹ گئی۔ اسی طرح بعض ضعیف الایمان بھی اسلام کے لئے جان کی بازی لڑانے کی بڑے لمبے چوڑے وعدے کرتے تھے لیکن جب آزمائش کا وقت آتا تھا تو بھاگ نکلتے تھے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے کمزور دل وزبان اہل ایمان ذرا بھی پسند نہیں ہیں۔

حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ چار صفتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے۔ جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے اور وہ یہ ہے کہ جب ''امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب بولے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب لڑے تو اخلاق کی حد توڑ دے'' اور اللہ کو وہی لوگ پسند ہیں جو اس کی راہ میں جان لڑانے اور خطرہ سہنے کے لئے تیار ہوں اور اگر وہ لڑیں تو صرف ایسی راہ میں لڑیں جو صرف اللہ کی ہی راہ ہو اور اللہ کو وہ فوج پسند ہے جو پورے خلوص و اعتقاد اور پوری طرح متحد ہو کر ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوطی سے اللہ کی راہ میں جم کر لڑے۔

پھر امت محمد کو بنی اسرائیل کا حوالہ دے کر خبردار کیا گیا ہے کہ وہ اپنے رویہ کو دین کے معاملہ میں ٹھیک کریں اور بنی اسرائیل کی قوم کی طرح نہ ہو جائیں کہ انہوں نے کھلی کھلی نشانیاں دیکھنے کے باوجود حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو جھٹلایا۔ حضرت موسیٰ کو اللہ کا نبی اور اپنا محسن جاننے کے باوجود ان سے کیسی کیسی بے وفائیاں کیں اور یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ کی جان کے بھی درپے ہوئے۔ اسلئے وہ قوم گمراہ ہوئی اور اللہ کی پھٹکار ان پر پڑی۔ اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اہل ایمان بھی اللہ کی گرفت میں آجاؤ۔ اور پھر جب بنی اسرائیل کی قوم گمراہ ہوئی تو اللہ کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ زبردستی ان کو سیدھی راہ پر لے آئے۔ اپنے انبیاء اور کتابوں کے ذریعے ان کو ہدایت کے راستے بتادیئے گئے ہیں اب اگر وہ خود گمراہی کو پسند کریں تو اللہ کا قانون ہی یہی ہے کہ ان کو ویسے ہی گمراہی کے راستے فراہم کئے جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت اور گمراہی کے انتخاب کی آزادی دی ہے۔ پھر ہر انسان اور ہر قوم کا اپنا فیصلہ ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرنا چاہتا ہے یا پھر اللہ سے بغاوت کر کے اس کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے۔ اب اگر کوئی بھلائی کی توفیق اپنانا نہیں چاہتا ہے اور برائی ہی کرنے پر تلا ہوا ہے تو اس کو برائیاں ہی ملتی ہیں اور اسی کے مطابق وہ چلنا شروع کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اندر اچھائیوں کو قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اور یہی سب کچھ بنی اسرائیل کے ساتھ ہوتا رہا ہے تو پھر تم اہل ایمان ان کے جیسے راستوں پر چلنے سے پرہیز کرو۔

اس سورہ میں ایک بہت اہم آیت ہے جس میں کہ حضرت عیسیٰ نے رسول ﷺ کا صاف صاف نام لے کر آپؐ کے آمد کی بشارت دی ہے۔ آپ کا نام ''احمد'' بتایا گیا ہے یعنی وہ شخص جو اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا خود قابل تعریف ہو۔ بائبل کی چاروں انجیلیں یونانی بولنے والے عیسائیوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ حضرت مسیح کی زبان فلسطین کی سریانی زبان تھی اور حضرت عیسیٰ کے اقوال واعمال کی تفصیلات سریانی بولنے والے عیسائیوں کے ذریعے سے زبانی روایات کی شکل میں پہنچی تھیں اور ان سریانی روایات کو انہوں نے اپنی یونانی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ انجیل یوحنا میں حضرت عیسیٰ اپنے بعد ایک آنیوالے کی خبر دے رہے ہیں جو ''تعریف کیا ہوا'' دنیا کا سردار ہوگا۔ یونانی زبان میں ''تعریف کیا ہوا'' کا لفظ برقلیطس ہے جو کہ محمد کا ہم معنی ہے۔ اسمیں سب سے زیادہ معتبر انجیل برنا باس ہے جس کا مصنف مسیح کے بارہ حواریوں میں سے ایک ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ وہ شروع سے آخر تک مسیح کے ساتھ رہے ہیں اور اپنی آنکھوں دیکھے واقعات اور کانوں سنے اقوال درج کرتے ہیں۔ اس میں انہوں نے حضور ﷺ کا نام کہیں رسول اللہ کہتے ہیں کہیں قابل تعریف اور کہیں مسیح کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس نبیؐ کے آنے کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی جب وہ اپنی دعوائے نبوت کے ساتھ آئے تو بنی اسرائیل نے اور امت عیسیٰ نے آپؐ کو جھوٹا مدعی قرار دیا اور اللہ کے کلام کو جو وحی کے ذریعے نبیؐ پر نازل ہوئے نبی کا اپنا گھڑا ہوا کلام ٹھہرایا۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ظالم ٹھہرایا۔ یہ لوگ اللہ کی بندگی کے ساتھ دوسروں کی بندگی ملاتے ہیں اور مسلمانوں کو تکلیفیں دے کر اسلام کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں لیکن چاہے کافر و مشرکین کتنی ہی کوشش کر کے دکھائیں اللہ کا نور اسلام سارے دنیا میں پھیل کر ہی رہے گا۔ یہ ایک صریح پیشن گوئی ہے جو حرف بہ حرف ثابت ہوئی ہے کہ تم دیکھ ہی رہے ہو۔

پھر اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ ایک زبردست تجارت کا سودا جو تم کو اللہ کے عذاب سے بچائے اور اللہ تعالیٰ اپنے انعام سے تم کو مالا مال کرے اور تمہارے گناہ بخش دے وہ یہ ہے کہ اللہ اور رسولؐ پر ایمان لا کر اطاعت کرے اور جان و مال سے قربانیاں برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ جو کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راستہ ہے۔ اور یہ تجارت دنیا کے لین دین سے زیادہ ہی بہتر ہے۔ اور تمہارے لئے بڑی کامیابی ہے۔

آخر میں اہل ایمان کو تاکید کی گئی ہے کہ جس طرح حواریوں نے اللہ کی راہ میں عیسٰیؑ کا ساتھ دیا اسی طرح تم سب متحد ہو کر رسول ﷺ کا ساتھ دیں تا کہ کافروں پر ایمان والوں کا غلبہ ہو کر ہی رہے۔

سورۃ الجمعۃ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

تشریح:۔ یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔ اس کے دو رکوع دو الگ زمانوں میں نازل ہوئے ہیں۔ ان دونوں کے موضوع اور مخاطب الگ الگ ہیں۔

پہلے رکوع کا زمانہ نزول فتح خیبر کے موقع پر یا اس کے قریبی زمانے کا ہے جو کہ قریب 7 ہجری ہے۔ خیبر کا علاقہ جو یہودیوں کا آخری گڑھ تھا جسے مسلمانوں نے فتح کیا۔ قیاس یہ ہے کہ اس آخری یہودی گڑھ کو فتح کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو خطاب کرتے ہوئے یہ آیات نازل کی ہوں گی یا پھر ممکن ہے کہ خیبر کا انجام دیکھ کر جب شمالی حجاز کی تمام بستیاں اسلامی حکومت کی تابع ہوئیں تب ان آیات کا نزول ہوا ہوگا۔ مدینہ میں یہودیوں کی پچھلی چھ سال کی اسلام کو نیچا دکھانے کی کوششیں ناکام رہیں اور ان کے تین طاقتور قبیلوں میں سے بنی قریظہ قبیلہ تو بری طرح تباہ ہوا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو جلاوطن ہونا پڑا۔ ان جلاوطن یہودیوں کی بڑی تعداد خیبر کے علاقے میں جمع ہوئی۔ لیکن خیبر کا علاقہ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں آسانی سے فتح ہو گیا اور اس طرح عرب میں یہودی طاقت کا خاتمہ ہو گیا اور جن عربوں کو وہ جاہل اور وحشی کہتے تھے انہی کے ہاں یہ یہودی کاشتکاروں کی حیثیت سے رہنا قبول کیا۔ غالباً یہی وہ موقع تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آخری بار ان یہودیوں سے خطاب فرمایا۔

اس سورہ کا دوسرا رکوع ہجرت کے بعد قریبی زمانہ ہی میں نازل ہوا ہوگا کیونکہ نبی ﷺ نے مدینہ پہنچتے ہی پانچواں دن پہلا جمعہ قائم کیا۔ پہلے رکوع کے آغاز میں سب سے پہلے یہ بات فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص اور کمزوریوں سے پاک ہے اور اس کا معاملہ اپنی مخلوق کے ساتھ یکساں ہے اور جانب داری کا اس کے ہاں کوئی کام نہیں۔ کوئی خاص قوم یا نسل اس کی چہیتی نہیں ہے کیونکہ یہودیوں کا کہنا تھا کہ وہ چونکہ حضرت موسیٰ کی قوم ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اس لئے وہ اللہ کے چہیتے ہیں اور ان کو آگ کبھی نہیں چھوئے گی۔ وہ محمد ﷺ کو رسول ماننے سے انکار کرتے تھے حالانکہ تورات میں آپ کی صحیح بشارت ان کو دی گئی تھی۔ لیکن ان کا خیال تھا کہ ان ہی میں سے اللہ تعالیٰ آخری رسول بھیجے گا۔ اس لئے وہ غیر اسرائیلی نبی اور ان کی لائی ہوئی تعلیم کو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی نہیں مانتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو بہت اونچا سمجھتے تھے اور عربوں کو اُمی یعنی جاہل اور وحشی قرار دیتے تھے۔ ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان امیوں میں سے ایک آخری نبی کو چنے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان یہودیوں سے آخری بار خطاب کر کے فرماتا ہے کہ تم لوگوں کو کس

نے یہ اختیار دی ہے کہ کسے پیغمبر بنایا جائے اور کسے نہ بنائے۔ ہر چیز کا مالک اللہ ہی ہے اور سب اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہیں اور اس کے فیصلے میں وہ غلطی نہیں کرتا اور یہ اسی اللہ کا فیصلہ ہے کہ امیوں میں سے ہی آخری نبی محمد ﷺ کو اپنی نبوت کے لئے چنے۔ وہ اللہ زبردست ہے اور اس سے لڑ کر تم جیت نہیں سکتے اور وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی عقل و تدبیر سے کرتا ہے اور خاص ان کو چننے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی گمراہی سے آگاہ کریں اور سیدھے راستے پر ڈالیں۔ لہٰذا تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ آپ کس طرح لوگوں کو اچھی اچھی تعلیم و ہدایات دے رہے ہیں اور یہ سب اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے نہ کہ جسے تم دلوانا چاہو اسی کو وہ دے اور جسے تم محروم رکھنا چاہو اسے وہ محروم رکھے اور وہی تعلیم آپ دے رہے ہیں جو پچھلے انبیاء دیتے آرہے ہیں جو کہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے اور پھر تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ صدیوں کے بگڑے ہوئے یہ عرب کس طرح اسلام قبول کر کے سدھرے جا رہے ہیں تو کیا تم لوگ آنکھیں نہیں رکھتے ہو کہ یہ صرف ایک نبی ہی کے کام ہو سکتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے تو پھر آپ کو ماننے میں تم لوگوں کو کیا تکلیف ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف عرب کے لئے ہی نہیں چنا ہے بلکہ دنیا بھر کی ان ساری قوموں اور نسلوں کے لئے ہے جو قیامت تک آنے والی ہیں جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا ہے۔

پھر فرمایا ہے کہ تم لوگ بھی تو اہلِ کتاب ہو اور تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آخری نبی آنے والے ہیں تو تمہارا تو یہ فرض تھا کہ آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیتے نہ کہ ان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے۔ تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری دی لیکن تم نے ان ذمہ داریوں کے بوجھ کو پرے پھینک دیا اور اللہ کے ہاں مجرم ٹھہرائے گئے ہو کیونکہ تورات میں صاف بشارت آپ کی دی گئی ہے لیکن تم اپنے گھمنڈ میں آپ کو ماننا نہیں چاہتے۔ پھر تو تمہاری مثال اس گدھے کی سی ہے جس کی کمر پر اتنی قیمتی ہدایت کی کتابیں لدی ہیں اور وہ بیچارہ پڑھ لکھ نہیں سکتا لیکن تم لوگ تو پڑھنا لکھنا جانتے ہوئے بھی لاپرواہی برت رہے ہو اور نبی کو ماننے سے سراسر انکار کر رہے ہو جبکہ تورات میں صاف صاف لکھ دیا گیا ہے۔ پھر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم ہی اللہ کے پیارے ہو اور جنت میں تمہارے سوا کوئی نہیں جائے تو پھر ذرا موت کی تمنا کر کے تو دیکھو۔ تم کو اچھی طرح پتہ ہے کہ تم کیا کچھ شرارتیں کرتے اور اللہ کے احکام کو توڑتے ہوئے آرہے ہو اس لئے تم موت کا خیال بھی نہیں کر سکتے۔ تم لوگوں کو صرف دنیا کی زندگی چاہئے اور اسی چیز نے تو تم کو بزدل بنا دیا ہے لیکن اہلِ ایمان کو دیکھو کہ وہ اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے کو تیار ہیں کیونکہ ان کو آخرت کی زندگی چاہئے اسی لئے تو وہ لوگ اتنے بہادر ہیں اور تم لوگ آخرت کے عدالت کا سامنا کرنے سے جی چرا رہے ہو۔ بہرحال موت تو تمہیں آ کر ہی

رہے گی اور تم اس سے کہیں بھی بھاگ نہیں سکو گے اور تمہیں اچھی طرح پتہ ہے کہ تم لوگ اپنی کرتوتوں کی وجہ سے وہاں ذلیل وخوار ہو گے۔

اس کے بعد دوسرا رکوع شروع ہوتا ہے۔ اس میں جمعہ کی نماز کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے تا کہ اس نماز کی اہمیت کو لوگ محسوس کریں اور فرض جان کر جماعت کے ساتھ پڑھنے کا شرف حاصل کریں۔ مسلمانوں میں جس دن کو اجتماع کے لئے مقرر کیا اسے جمعہ کہا گیا ہے۔ نبیؐ نے ہجرت کے بعد جو سب سے پہلا کام کیا وہ جمعہ کی اقامت ہے۔ روایت میں ہے کہ آپ مکہ سے جب ہجرت کر کے قبا پہنچے تو پیر کا دن تھا وہاں چار دن قیام کر کے پانچویں دن مدینہ کی طرف روانہ ہوئے وہ جمعہ کا دن تھا تب آپؐ نے راستے میں پہلی جمعہ کی نماز ادا کی۔ یہ ظہر کے وقت کی نماز قرار دی اور اس میں دو رکعت رکھی گئیں۔ اس سے پہلے آپؐ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ نبیؐ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر آنے والے کا نام اس کی آمد کی ترتیب سے ملائکہ لکھتے جاتے ہیں۔ خطبہ میں اللہ کی حمد وثنا اور اس کے پیارے نبیؐ پر درود اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت شامل ہے۔ پہلے اذان پر ہر ایک کو چاہئے کہ نماز کی تیاری کرے اور مسجد میں پہنچنے کی فکر کرے اور جتنی نماز بھی ملے اس میں شامل ہو جاؤ اور جتنی چھوٹ جائے اسے بعد میں پوری کرے۔ روایت میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز اہلِ ایمان پر فرض کیا گیا ہے حتیٰ کہ لنگڑے، لولے اور اندھے پر بھی ان کو چاہئے کہ کسی نہ کسی طرح مسجد پہنچنے کا انتظام کرے۔ صرف عورت، بچے، غلام اور مسافر کو اس فرضیت میں شامل نہیں کیا ہے۔ جمعہ کی اذان پر سب کاروبار چھوڑ دینا چاہئے اور نماز کے ختم ہونے کے بعد کام جاری کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر اس نماز کو چھوڑے تو اس کی کوئی نیکی نہیں گنی جائے گی۔

یہ دوسرا رکوع کئی سال پہلے نازل ہوا اور اس سورہ میں ملا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے سبت کے مقابلے میں مسلمانوں کو جمعہ عطا فرمایا ہے اور اہلِ ایمان کو خبردار کرنا چاہتا ہے کہ وہ اپنے جمعہ کے ساتھ وہ معاملہ نہ کریں جو یہودیوں نے اپنے سبت کے ساتھ کیا یہ رکوع اس وقت نازل ہوا تھا جب مدینہ میں ایک روز نماز جمعہ کے وقت ایک تجارتی قافلہ آیا اور اس کے ڈھول کی آواز سن کر کافی مسلمان اس طرف دوڑے۔ یہ واقعہ ہجرت کے قریبی زمانے میں پیش آیا تھا جبکہ صحابہ کی اجتماعی تربیت ابھی باقی تھی اور پھر کفار مکہ نے اہلِ ایمان کا معاشی بائیکاٹ کر کے جینا حرام کر دیا تھا جس کی وجہ سے مدینہ میں بھی چیزوں کی مانگ زیادہ ہو گئی تھی اور قیمتیں بھی کافی اوپر گئی تھیں۔ ان حالات میں جب تجارتی قافلہ آیا تو اس ڈر سے کہ سامان ختم نہ ہو جائے لوگ اس طرف دوڑے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو ان کی غلطی پر خبردار کیا اور جمعہ کے آداب بتائے اور ان کو

سمجھایا کہ جمعہ کا خطبہ سننے اور اس کی نماز ادا کرنے پر جو کچھ تمہیں اپنے اللہ کے پاس ملے گا وہ اس دنیا کی تجارت اور کھیل تماشوں سے زیادہ ہی بہتر ہے اور اللہ ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

سورۃ المنٰفقون

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

تشریح: یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں گیارہ (11) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔ غزوہ بنی المصطلق تقریباً 6ھ میں واقعہ ہوا تھا اور روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورہ بنی المصطلق کی مہم سے رسول اللہ ﷺ کی واپسی پر یا اسی دوران سفر میں نازل ہوئی یا پھر نبی ﷺ کے مدینہ پہنچتے ہی نازل ہوئی ہوگی۔ اس سورہ میں مدینہ کے منافقین کے طرز عمل کو کھل کر بتایا گیا ہے۔

اس سورہ کو سمجھنے سے پہلے مدینہ کے منافقین کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔

مدینہ میں قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج آپس کی دشمنی سے ہمیشہ لڑتے مرتے رہتے تھے۔ آخر تھک ہار کر انہوں نے قبیلہ خزاج کے رئیس سردار عبداللہ بن ابی کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور اس کی تاجپوشی کی رسم ہونے ہی والی تھی کہ اسلام کا چرچہ مدینے میں ہونے لگا اور اس کی بادشاہی رک گئی۔ دونوں قبیلوں کے پچھتر آدمی نبی کو مدینہ دعوت دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ نبی ﷺ کے مدینہ پہنچنے تک مدینہ کے ہر گھرانے میں اسلام پہنچ چکا تھا۔ عبداللہ بن ابی کو اپنی سرداری کا غم لگ گیا اس لئے اپنی سرداری بچانے کے لئے وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ لیکن یہ صرف ظاہری پن تھا اندر سے وہ اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے بہت ہی حسد رکھتے تھے اور ان کی ہر کوشش یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں میں فتنہ برپا کرے۔ دراصل وہ ایک طرف تو مسلمانوں کی طاقت سے ڈرتے تھے اور اپنے کو مسلمان بنا کر پھرتے تھے۔ نماز بھی پڑھتے تھے اور زکوۃ بھی دیتے تھے اور زبان سے ایمان کے لمبے چوڑے دعوے بھی کرتے تھے لیکن مسلمانوں سے ان کے دل جلے بھنے ہوئے تھے۔ اپنی منافقانہ حرکتوں کو چھپانے کے لئے چھوٹی موٹی قسمیں بھی کھا لیتے تھے جن سے وہ اپنے قبیلہ انصار کو یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں تاکہ وہ اپنے آپ کو انصار کی برادری سے الگ ہونے کے نقصان سے بچائیں۔ ان میں دو کمزوریاں تھیں۔ ایک یہ کہ وہ بزدل تھے۔ اللہ سے ڈرنے کی بجائے انسانوں کی طاقت سے ڈرتے تھے۔ دوسری کمزوری یہ تھی کہ صرف ان کی منافقت نے ان کو آپس میں جمع کیا تھا باقی کوئی اور قابل قدر چیز ان میں نہ تھی کہ وہ باہم ایک ہوتے اور پھر عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی جب اپنے ہم وطن انصاریوں کو ان مسلم مہاجرین کی خاطر عزت کرتے دیکھتے تو

ان کے دل جلے جاتے اور محمد ﷺ کی فرمانروائی اور پیشوائی چلتے دیکھ کر ان کے سینوں پر سانپ لوٹتے تھے۔ جنگ احد کے موقع پر اس شخص نے یہ غداری مسلمانوں کے ساتھ کی کہ اپنے تین سو ساتھیوں کو میدان جنگ سے واپس کر دیا جبکہ وہ بہت ہی نازک گھڑی تھی کہ مسلمانوں کے پاس صرف سات سو سپاہی ہی رہ گئے اور کفار اس وقت تین ہزار کی تعداد میں تھے۔ پھر غزوہ بنی انضیر کے موقع پر اس نے اسلام کے یہودی دشمنوں کی حمایت کی اور ان یہودیوں کو یہی تسلی دی کہ اسلام کے خلاف جم کر ڈٹے رہو اور وہ ان کی ہر طرح سے مدد کرے گا۔ حالانکہ وقت آنے پر وہ اپنے وعدے سے پھر گیا۔ غرض ہر وقت اس کے اور اس کے منافق ساتھیوں کے دلوں میں اسلام کے لئے بغض تھا۔ نبیؐ ہر وقت اس کے ساتھ درگزر کا سلوک کرتے تھے۔ ممکن ہے اس لئے کہ آپؐ کے آنے سے اس کی تاج پوشی کی رسم چھین لی گئی۔ واللہ عالم۔

چونکہ وہ اپنے کو انصار کی برادری سے خارج نہیں کرنا چاہتے تھے اس لئے اُسے اور اس کے ساتھی منافقین کو غزوہ بنی المصطلق کی مہم میں نبی ﷺ کے ساتھ جانے کا موقع ملا اور ایک ہی وقت میں ان منافقوں نے دو بڑے فتنے مسلمانوں کے لئے کھڑے کئے ایک تو بی بی عائشہؓ نبی کی زوجہ کا جس کا ذکر سورہ نور میں گزر چکا اور دوسرا جو اس سورہ میں بیان کیا گیا ہے۔

بنی المصطلق جو یہودی تھے اور اسلام کے خلاف اٹھے تھے ان کو شکست دینے کے بعد اسلام کا لشکر ایک بستی میں ٹھہرا جو مریسیع نامی کنوئیں پر آباد تھی۔ اچانک وہاں پر دو آدمی لڑ پڑے۔ ایک کا تعلق انصار سے تھا اور دوسرا مہاجرین سے۔ دونوں نے اپنے اپنے آدمیوں کو مدد کے لئے پکارا۔ ابن ابی نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اوس اور خزاج کے لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ قریب تھا کہ انصار اور مہاجرین آپس میں لڑ پڑتے کہ نبی ﷺ نے اس معاملہ کو رفع کر دیا۔ اس پر عبداللہ بن ابی کھول گیا اور انصار کو الزام دے کر بھڑکانا شروع کیا کہ یہ سب ان ہی کا کیا دھرا ہے کہ ان اسلام کے مہاجرین کو اپنے گھروں میں جگہ دی کہ آج وہ اتنے ڈھیٹ ہو گئے۔ اس پر اس نے قسم کھائی کہ مدینہ پہنچ کر جو عزت والا ہو گا وہ ذلیل کو نکال دے گا۔ لیکن جب وہ مدینہ پہنچا تو اس کا اپنا بیٹا تلوار لے کر باپ کے خلاف کھڑا ہوا اور اسے مدینہ شہر کے اندر جانے سے روکنے لگا۔ لیکن نبی کی اجازت سے اس نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ اس طرح عبداللہ بن ابی خود ہی ذلیل ہو کر رہ گیا اور اس طرح اس کے اپنے انصار اس کے سخت خلاف ہو گئے۔ جب بھی اس نے مسلمانوں سے غداری کی اس کا راز اللہ تعالیٰ نے کھول دیا۔ یہ وہ حالات تھے جس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ سورہ نبی ﷺ کے مدینہ پہنچنے کے بعد نازل ہوئی۔

اس سورہ کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ منافق ہیں اور دل سے آپ کو رسول نہیں مانتے ہیں وہ اپنے مومن ہونے کا یقین دلانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اپنی قسموں کو ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہیں تا کہ مسلمانوں کے غصے سے بچے رہیں اور اپنی جھوٹی قسموں کی آڑ میں وہ مسلمانوں میں گھس کران کا حال لیتے ہیں اور مسلمانوں کے دشمنوں تک پہنچاتے ہیں۔ غیر مسلم اور سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرتے ہیں۔ اندر سے وہ کافر ہیں اور باہر سے وہ اپنے کو مسلمان بنائے پھرتے ہیں۔ یہ تھا ان منافقوں کا راز جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان لانے والے مومنوں پر کھول دیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چونکہ ان کو کافر ہی رہنا پسند ہے تو وہ ہی ان کو ملے گا۔ ہدایت کا راستہ ان کے لئے بند ہے کہ اللہ نے ان کو دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ جب وہ خود ہی ہدایت لینا نہیں چاہتے تو اللہ کا طریقہ زبردستی کسی کو ہدایت دینے کا نہیں ہے۔ زیادہ تر یہ منافقین مدینہ کے رئیس لوگ تھے اور جب نبی کی مجلس میں آتے تو دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھتے اور کوئی نہ کہہ سکتا کہ ان کے دل حسد اور بغض سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لکڑی کے کندے ہیں جو اخلاق کی روح سے خالی ہیں۔ ویسے وہ مسلمانوں سے ضرور ڈرتے تھے کہ کسی وقت بھی ان کے نفاق کا بھانڈا پھوٹا اور ان کی اچھی طرح درگت بن جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اسلام کے صریح دشمن ہیں اور ان سے بچ کر رہو اور ایسے منافقوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور وہ اللہ کی مار کے مستحق ہو چکے ہیں اور یہ ان کی ٹیڑھی اور غداری کی چال کے بہت سے محرکات ہیں مثلاً شیطان بھی یا ان کے اپنے نفس بھی ہو سکتے ہیں جو ان کو بھٹکا کر الٹا پھرائے جاتے ہیں اور وہ الٹے پھرے جا رہے ہیں اور نصیحت نہیں لیتے اور نہ ہی اپنی عقل استعمال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے منافقوں کو معاف نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ کیونکہ جو ہدایت لینے کا طالب نہ ہو تو اللہ تعالیٰ زبردستی نہیں کرتا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ اپنے ایمان لانے والوں کو نصیحت کر کے فرماتا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں کہیں تم لوگوں کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ کیونکہ انسان زیادہ تر انہی کے تقاضوں کی خاطر ایمان سے اور اللہ تعالیٰ سے نافرمانی کرتا ہے اور منافقت کے جال میں پھنستا ہے۔ دنیا کی ہر وہ چیز جو انسان کو اپنے اندر اتنا مشغول کر لے کہ وہ اللہ کو اور اس کے رسول اور ہدایات کو بھلا بیٹھے تو ہمیں چاہئے کہ اپنے کو بچائے رکھیں کیونکہ اللہ کی یاد سے غفلت ہی ساری خرابیوں کی اصل جڑ ہے۔ اگر انسان کو یہ سبق یاد رہے کہ وہ آزاد نہیں ہے اور اللہ اس کا مالک و خالق ہے اور وہ اللہ کا بندہ ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر ظاہر و باطن سے خبر رکھتا ہے اور یہ کہ ایک دن اسی خالق کے

سامنے حاضر ہو کر جواب دینا ہے۔ تو وہ کبھی بھی گمراہی میں مبتلا نہ ہوگا۔

جو شخص ہدایت سے پھر گیا ہو اور اللہ کی اطاعت کی بجائے نافرمانی کی راہ اختیار کی ہو تو اس کے لئے کوئی بھی دعا کرے حتیٰ کہ نبی ﷺ بھی دعا کریں تو انہیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔ سورہ توبہ میں گزر چکا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کی نمازِ جنازہ کبھی نہ پڑھنا اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے کفر کیا ہے اور یہ لوگ نافرمانی کی ہی حالت میں مرے ہیں۔

سورۃ التغابن

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

تشریح: اس سورہ کے مضمون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ممکن ہے یہ سورہ مدینہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہو۔ اس میں اٹھارہ (18) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔ اس میں ایمان و اطاعت اور عالی اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ شروع کی آیتوں میں تمام انسانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کو خطاب کیا ہے جو قرآن کی دعوت کو نہیں مانتے اور آخر میں وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسولؐ کی دعوت کو مانتے ہیں۔

سب سے پہلے تمام انسانوں کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ ان کو یہ سبق یاد دلاتا ہے کہ اللہ ہی ان سب کا خالق، مالک اور فرمانروا ہے۔ پوری کائنات تنہا اسی کی بنائی ہوئی اور صرف اسی کی ہی سلطنت ہے اور ہر وقت وہی اللہ اس سلطنت پر حکمرانی کرتا ہے اور اس حکمرانی میں کسی دوسرے کا کوئی بھی دخل نہیں ہے۔ وہ ایسا قادرِ مطلق ہے جس کے کامل اور بے عیب ہونے کی شہادت اس کائنات کی ہر چیز دے رہی ہے اور وہ جو کچھ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ ساری نعمتیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ وہی اکیلا حقیقی محسن ہے اور شکر کا اصل مستحق بھی وہی اللہ ہے اور وہی اکیلے سب تعریف کے لائق ہے۔

پھر فرمایا ہے کہ اس کائنات کو بے مقصد اور بے حکمت نہیں بنایا۔ یہ مت سمجھو کہ اسے ایک فضول تماشے کے طور پر بنایا گیا۔ بلکہ اس کے خالق نے اسے سراسر برحق پیدا کیا اور یہ اسی خالقِ حکیم کا نہایت سنجیدہ کام ہے۔ اس نے ہر چیز کو کسی نہ کسی مقصد کے لئے بنایا ہے اور اسی مقصد کو سمجھ کر سائنسدانوں نے عقل استعمال کر کے کافی ترقی کی ہے۔ کئی چیزوں کی نوعیت کو معلوم کر کے سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس مقصد کے لئے پیدا کیا۔ مثلاً پٹرول، جڑی بوٹیاں وغیرہ۔ کوئی بھی چیز فالتو نہیں

بنائی گئی اور پھر انسان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہترین صورت پر پیدا کیا یعنی کہ اس کی جسمانی ساخت کو قوتیں اور صلاحیتیں بخشیں جو اس دنیا میں کام کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ اسے عقل سے بھی نوازا اور اس بنا پر وہ زمین کی ساری مخلوقات میں سب سے بہتر بنایا گیا۔ ہاتھ اور پاؤں اور آنکھیں اور کان کے علاوہ اس کو سوچنے اور سمجھنے اور معلومات کو جمع کر کے اس کے نتائج نکالنے کے لئے اعلیٰ ذہن عطا فرمایا۔ اس کو اخلاقی حس اور قوت تمیز دی گئی جس کی مدد سے وہ اچھے اور برے میں تمیز کر سکتا ہے۔ اسے قوت فیصلہ عطا کیا جس سے کام لے کر اپنے اچھے اور برے اعمال کا خود انتخاب کرتا ہے۔ اسے اچھے برے راستے بتا دیئے گئے تا کہ وہ خود اپنے اچھے برے راستوں کا انتخاب کرلے اور سب سے بڑی بات کہ اسے اپنے فیصلے میں آزادی دی گئی۔ لیکن اسے اپنی کتابوں اور اپنے رسولوں کے ذریعے سے ان راستوں کے اچھے اور برے نتائج سے آگاہ کر کے یہ ضرور بتایا گیا کہ جو بھی کرو گے وہی بھرو گے اور اچھے برے نتائج کے ذمہ دار تم خود ہی ہو۔ دراصل ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے صحیح فطرت پر پیدا کیا۔ لیکن یہ جان کر بھی کہ وہی اکیلا ہم سب کا خالق و مالک ہے تو کسی نے اپنی اس آزادی سے فائدہ اٹھا کر اللہ سے بغاوت کر بیٹھا اور دنیا کی مستیوں کو اپنا کر کفر کی راہ اختیار کی اور کسی نے اپنے نفس کو قابو میں کر کے اور اپنے مالک کی اطاعت و بندگی اختیار کی لہٰذا اس ایمان و کفر کے ذمہ دار تم خود ہی ہو۔ دراصل اس نے تمہیں یہ اختیار دے کر آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم اپنے اس اختیار کو کس طرح استعمال کرتے ہو۔ اگر تم اللہ اور رسول کو نہ مانو اور اس کی ہدایت سے منہ موڑ لو تو اللہ کی خدائی میں کچھ فرق نہیں آتا بلکہ تم اپنا ہی نقصان کرو گے اور اگر مان لو تو تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے۔ ویسے اللہ کا یہ قانون ہے کہ جو تمہیں چاہیئے وہی ملے گا۔ ہدایت مانگو گے اور اسی کی کوشش میں لگے رہو گے تو ہدایت ملے گی اور گمراہی چاہتے ہو تو گمراہی ملے گی۔ ایمان اور کفر کے اختیار کرنے پر وہ تمہیں مجبور نہیں کرتا بلکہ تمہاری اپنی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے کیونکہ جانوروں کے برخلاف تم عقل رکھتے ہو۔

اب تم یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ چاہے تم کفر کرو یا ایمان اختیار کرو تو اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلنے والا۔ اس کائنات کو برحق پیدا کرنے کا تقاضہ ہی یہی ہے کہ اس میں عدل و انصاف ہو۔ اس لئے تمہیں اس دنیا میں شتر بے مہار کی طرح غیر ذمے دار بنا کر چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس کا تقاضہ ہی یہی ہے کہ اپنے خالق کے سامنے جواب دہ ہو جو تمہارے ہر اچھے برے افعال سے اور ہر پوشیدہ نیت تک سے واقف ہے۔ آخر کار تمہیں اپنے خالق کے پاس پلٹ کر جانا ہے کیونکہ موت تو ایک دن آنی ہی ہے ہمیشہ کے لئے تو اس دنیا میں نہیں آئے ہیں۔ اس لئے ایک دن اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کا رکھا ہے کہ

جہاں دنیا میں اچھے اور برے کئے نتیجہ نکلے تا کہ معلوم ہو کہ تم نے اپنے اختیارات کو کس طرح استعمال کیا اور یہ نتیجہ دنیا میں نہیں نکل سکتا۔ کتنے ہی جرائم لوگ کرتے ہیں اور قانون سے بچ نکلتے ہیں یا پھر اپنے مضبوط واسطوں کو استعمال کر کے چھوٹ جاتے ہیں اور کتنی ہی برائیاں ہیں جو کسی نے اس کا تعارف کروایا اور وہ آگے نسل در نسل تک چلتی رہی اور کتنی اچھائیاں ہیں جس کا بیج بونے والا نسل در نسل تک ثواب بٹورتا جائے۔ مثلاً کسی نے مسجد بنائی تو قیامت کے دن تک وہ سجدے کرنے والوں کے اجر میں شریک رہتا ہے۔ وہ تو دنیا سے چلا جاتا ہے لیکن اس کا اجر اس کی نیکی کی کتاب میں بڑھتا ہی جاتا ہے اسی طرح برائی اور گناہ کے بیج بونے والا دن قیامت تک ہر اس شخص کے گناہ میں شریک ہوتا ہے جو اس کے ایجاد کئے ہوئے گناہ کے طریقے پر چلتا ہے اس طرح اس کے گناہ بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ اب یہی ایک راستہ ہے کہ ایک دن ضرور ہونا چاہئے کہ اول سے تو آخر تک تمام انسانوں کے اعمال کا وزن ہو اور اسی طرح ان کو جزا یا سزا ہو اور یہ اللہ کا انصاف اسی صورت میں ہوتا ہے کہ اللہ سے ہر کوئی کا کوئی بھی فعل چھپا نہ ہو کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے حتیٰ کہ اس سے وہ نیت بھی چھپی نہیں رہتی جس سے کہ کسی نے کوئی کام کیا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ کفر کی راہ اختیار کرنے والوں کو تاریخ کے اس منظر کی طرف توجہ دلائی ہے جو انسانی تاریخ میں بظاہر نظر آ رہی ہیں کہ قوموں پر قومیں اٹھتی ہیں اور آخر میں تباہ ہو جاتی ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ چھوٹے موٹے عذاب سے ان قوموں کو خبردار کرتا ہے لیکن جب وہ نہیں مانتے اور اپنے کفر پر ہی اڑے رہتے ہیں تو ان کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔ ان کی تباہی کے دو وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ کے رسولوں کا اور اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کا انکار کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ آخر کار ان کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے جس سے کہ وہ گمراہی میں آگے ہی بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ آخرت کو نہیں مانتے ان کا صرف یہی عقیدہ ہے کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور کوئی دوبارہ اٹھ کر حساب جواب نہیں۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو اللہ کے آگے جواب دہ نہیں سمجھ کر ہر برائی کے کام کو اپناتے ہیں اور اپنے اخلاق کی گندگی کے گڑھے میں گرتے چلے جاتے ہیں۔ آخر کار اللہ تعالیٰ عذاب لا کر دنیا کو ان کے گندے وجود سے پاک کر دیتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ بڑے پیار سے سمجھاتا ہے کہ اگر پچھلی قوموں جیسے انجام نہیں دیکھنا چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لے آئیں جو پوری ہدایت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی صورت میں نازل کیا ہے اور صرف ایمان ہی لے آنے سے کام نہیں بنتا بلکہ ضروری ہے کہ اسی کے مطابق دنیا کی زندگی میں عمل بھی کرو۔ پھر ان کو خبردار کیا جاتا ہے کہ ایک مقررہ دن پر اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا اور وہ دن

ہوگا ایک دوسرے کے مقابلے میں ہار جیت کا۔ اس دن تم میں سے ہر ایک کا غبن سب کے سامنے کھل جائے گا۔ پھر پتہ چلے گا کہ اصل میں نقصان کس نے کیا اور کون فائدے میں رہا۔ روایت میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جس شخص نے کسی پر ظلم کیا ہوگا تو وہ اپنے پلے میں جو کچھ بھی نیکیاں رکھتا ہو۔ اس میں سے وہ تاوان کے طور پر مظلوم کو دے گا۔ اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو مظلوم کے گناہوں میں سے کچھ اس پر جرمانے کے طور پر ڈالا جائے گا۔ دنیا میں ہوسکتا ہے کہ مومن سراسر گھاٹے میں رہے اور کافر بڑے فائدے میں رہے لیکن آخرت میں معلوم ہو جائے گا اصل میں نفع کا سودا کس نے کیا۔ پھر ہمیشہ کے لئے انسانوں کی قسمت کا فیصلہ اس بنیاد پر کیا جائے گا کہ کس نے ایمان لاکر نیک عمل کیا۔ جسے ابدی جنت ملے گی اور کس نے اللہ سے بغاوت کی اور کفر کیا اسے دوزخ کی آگ دائمی ملے گی۔

اس کے بعد ایمان والوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا میں جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اللہ کے حکم سے آتی ہے اور اس میں اللہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ مصیبت میں جو شخص ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے مصیبت دور نہ ہونے پر گھبرا کر دوسروں کے آستانوں پر ٹکریں نہیں مارتا بلکہ صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہے کہ وہی تکلیف دیتا ہے اور وہی دور بھی کرتا ہے تو اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے اور جو ایمان کی راہ سے ہٹ جاتا ہے تو اس کا دل اللہ کی ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے اور پھر اللہ کے حکم کے بغیر تو وہ مصیبت دور نہیں ہوسکتی چاہے وہ کتنی ہی دوسروں کے آگے ٹکریں مارے یا اللہ کو کوسے۔ فرق نہیں پڑتا۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ ایمان لانے کے بعد اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت لازمی ہے۔ جو اس سے منہ موڑے گا تو وہ اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے۔ رسول ﷺ کا کام صرف تم تک حق کو پہنچانا ہے۔

پھر نصیحت کی ہے کہ مومن کے لئے اس کے مال اور اہل وعیال ایک بڑی آزمائش ہے کیونکہ زیادہ تر انہی کی محبت انسان کو ایمان واطاعت کی راہ سے روکتی ہے۔ اس لئے اہلِ ایمان کو ہوشیار رہنا چاہئے۔ دنیا کو بنانے کے لئے اپنی عاقبت برباد نہ کرو۔ ان کی محبت کو اپنے دل میں اتنا مضبوط نہ کرو کہ وہ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ تمہارے تعلق اور اسلام کے ساتھ تمہاری وفاداری میں حائل ہو جائیں۔ ہاں اپنے اہل وعیال کے ساتھ نرمی اور درگزر سے کام لو۔ جہاں تک ہوسکے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی حد تک نیک کاموں کی کوشش کرتے رہو۔ جتنا تمہاری حد ہے نیکی کرنے کی کرو، تمہاری حد سے زیادہ کا تقاضہ نہیں ہے۔ غفلت برتو گے تو جواب دینا پڑے گا۔

سورۃ الطلاق

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

تشریح: اس سورہ کا عنوان طلاق ہے کیونکہ اس میں طلاق ہی کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورہ کے مضمون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ بقرہ کی ان آیات کے بعد نازل ہوا ہے جن میں طلاق کے احکام پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے دیئے تھے۔ روایت میں ہے کہ سورہ بقرہ کے احکام کو سمجھنے میں دشواری ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ نازل کر کے طلاق کے احکام کو واضح کر کے بتایا گیا تا کہ اس کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ اس سورہ میں بارہ (12) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔ ذرا ہم قرآن کے پچھلے احکام پر غور کرتے ہیں۔

اس سے پہلے قرآن میں طلاق اور عدت کا بیان ہو چکا ہے کہ طلاق دو بار ہے۔ پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے رخصت کیا جائے (سورہ البقرہ آیت 229)...اور مطلقہ عورتیں (طلاق کے بعد) تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں اور ان کے شوہر اس مدت میں ان کو (زوجیت میں) واپس لے لینے کے حق دار ہیں اگر وہ اصلاح پر آمادہ ہوں۔

پھر اگر وہ (تیسری) بار اس کو طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ اس عورت کا نکاح کسی اور سے ہو جائے (سورہ البقرہ آیت 230)۔ پھر سورہ الاحزاب میں آیت 49 میں بیان ہوا ہے کہ "جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہے جس کے پورے ہونے کا مطالبہ کر سکو" پھر سورہ البقرہ آیت 234 میں بیان ہوا ہے "اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں چار مہینے دس دن تک اپنے آپ کو روکے رکھیں"۔ اس سورہ میں طلاق کے احکام کو ذرا تفصیل سے بتایا گیا ہے۔

اس کے بعد سورہ طلاق اس مقصد کے لئے نازل کیا گیا تا کہ اہلِ ایمان اچھی طرح طلاق کے مسئلے کو سمجھ سکیں اور اسے کھیل کے طور پر استعمال نہ کریں کیونکہ اللہ کی نظروں میں یہ ایک بہت ہی سنجیدہ چیز ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے۔ اللہ کی شریعت میں طلاق کو ایک بہت ہی شدید ضرورت کے لئے حلال کیا گیا ہے جبکہ میاں بیوی کا بالکل ہی گزارہ نہ ہوتا ہو اور ان کا آپس میں میل کرنا بالکل ہی ناممکن ہو۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ دونوں کو "عدت" کا وقفہ رکھ کر سوچنے کا موقع دیتا ہے کہ شاید وہ آپس میں راضی ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے عدت کا وقفہ اس لئے رکھا ہے کہ طلاق دینے میں جلد بازی نہ کریں۔ یہ نہیں کہ جھٹ پٹ تین طلاقیں دے کر اچھے خاصے رشتے کو توڑ دو کہ بعد میں پچھتانا پڑے اور پھر اس عورت کا بھی کچھ حق بنتا ہے جو اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑ کر بیوی بن کر آئی ہے اس کی بھی عزت کا خیال رکھا گیا ہے۔ اس لئے عدت کا وقفہ دو بار رکھا ہے تا کہ اس عدت کے دوران میں آپس میں ملاپ ہو سکے یا اگر عدت گزر جائے تو دوبارہ نکاح کر سکے۔

طلاق دینے کی صورت میں عدت کا آغاز یہ ہے کہ عورت کو حالت حیض میں طلاق نہ دی جائے بلکہ ماہواری کے دنوں میں فارغ ہونے کا انتظار کرے جسے حالت طہر کہتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے طہر میں مباشرت کئے بغیر دوسری طلاق دے جس عورت کو حیض آتا ہے اس کی عدت طلاق کے بعد تین مرتبہ حیض آتا ہے۔ ایک طلاق یا دو طلاق کی صورت میں اس عدت کے معنی ہیں کہ عورت ابھی تک اس شخص کی زوجیت میں ہے اور وہ عدت کے اندر اس سے رجوع کر سکتا ہے۔ یعنی اگر ایک طلاق دی ہو تو تین دفعہ حیض آنے سے پہلے وہ اپنی بیوی کو رجوع کرنے کی نیت سے واپس لے سکتا ہے اور اگر نہ لے تو عورت پر ایک طلاق بائن گرتا ہے یا پھر وہ آپس کی رضامندی سے تین حیض کی عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن تیسرے طہر میں تیسری بار طلاق دینے کے بعد نہ تو شوہر کو رجوع کا حق باقی رہتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی موقع رہتا ہے کہ دونوں کا پھر نکاح ہو سکے۔ الا یہ کہ اس عورت کا نکاح کسی دوسری مرد سے ہو اور اس مرد سے مباشرت ہونے کے بعد وہ اپنی مرضی سے اس عورت کو طلاق دے یا پھر دوسرا شوہر مر جائے تب ہی وہ پہلا مرد نکاح کر کے اسے اپنی زوجیت میں واپس لے سکتا ہے۔ سازشی نکاح کرنے والے اور کروانے والے پر نبیؐ نے لعنت فرمائی ہے۔ سازشی نکاح وہ ہے کہ تین طلاق کرنے کے بعد یہ طے کر لے کہ عورت کو اپنے شوہر کے لئے حلال کرنے کے لئے کوئی دوسرا شخص معاوضہ لے کر یا نہ لے کر اس عورت سے نکاح کرے گا پھر اس سے صحبت کئے بغیر طلاق دے دے تو یہ طریقہ گناہ میں شامل ہے اور ایک ہی بار میں تین دفعہ طلاق دینا بھی غلط ہے جو کہ اللہ کے قانون کے خلاف ہے۔

حیض کی حالت میں طلاق نہ دینے کی مصلحت یہ ہے کہ اس دوران ایک تو میاں بیوی میں مباشرت نہ ہونے کی وجہ سے دونوں میں کھنچ رہتی ہے اور دوسرے اس دوران ہر عورت کا مزاج چڑچڑا ہوتا ہے اس لئے اگر دونوں کے درمیان جھگڑا ہو تو معاملہ کافی بگڑ سکتا ہے اور طلاق تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ عورت کے حیض سے فارغ ہونے تک انتظار کرو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے بعد مرد مباشرت کرے تو اس کا مزاج بھی معمول پر آئے اور طلاق کی نوبت نہ آئے۔

عدت کا جو وقفہ رکھا گیا ہے وہ اس لئے کہ ممکن ہے کہ طلاق دینے سے پہلے مباشرت کئے جانے کے بعد عورت کو حمل ٹھہر گیا ہو اور میاں بیوی کو اس کا علم نہ ہو جب کہ بیوی کو حیض بھی آتا ہو اس لئے عدت میں حمل کے معلوم ہونے پر مرد بھی اچھی طرح سوچے گا کہ عورت کو واپس لے اور عورت بھی اپنے میاں سے ساجھا کرنے کی کوشش کرے گی تا کہ بچے کا مستقبل خراب نہ ہو۔ اس میں حکم ہے کہ عورت سے مباشرت کئے جانے کے بعد طلاق نہ دے وہ اس لئے کہ اگر اس نتیجے میں عورت کو حمل ٹھہرا ہو تو عدت کا آغاز مشکل ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ طلاق ایسی حالت میں دو کہ عورت حالت طہر میں ہو اور اس سے مباشرت بھی نہ کی گئی ہو۔ اور غیر مدخولہ عورت یعنی جس کے ساتھ نکاح ہوا ہو مگر مباشرت ہی نہ کی گئی ہو تو اسے سنت کے مطابق طہر اور حیض دونوں حالتوں میں طلاق دی جاسکتی ہے غیر مدخولہ عورتوں کی عدت نہیں ہے اور اگر عورت مدخولہ ہو یعنی نکاح کے بعد مباشرت کی گئی ہو۔ اور اسے حیض آنا بند ہو گیا ہو یا ابھی آنا شروع ہی نہ ہوا ہو تو اسے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جاسکتی ہے کیونکہ اس کے حاملہ ہونے کا امکان نہیں ہے اور اگر عورت حاملہ ہو تو مباشرت کے بعد بھی اسے طلاق دی جا سکتی ہے کیونکہ اس کا حاملہ ہونا معلوم ہے۔ ان دو قسم کی عورتوں کو سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک طلاق دے کر عدت گذر جانے دے جو تین مہینے ہے اس دوران شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دے۔

طلاق ایک بہت ہی نازک معاملہ ہے جس سے عورت اور مرد اور ان کی اولاد کے لئے بہت سی مشکلات پیدا کرسکتی ہے اس لئے جب طلاق دی جائے تو اس کے وقت اور تاریخ کو یاد رکھا جائے اور یہ بھی یاد رکھا جائے کہ کس حالت میں عورت کو طلاق دی گئی ہے اور حساب لگا کر دیکھے کہ عدت کا آغاز کب ہوا ہے اور کب تک وہ باقی ہے اور ختم کب ہو گی جس سے کہ معلوم ہو کہ شوہر کو کب تک رجوع کا حق حاصل ہے۔ کب تک اس عورت کو گھر میں رکھ کر اس کا نفقہ دینا ہے اور کب وہ عورت اس سے جدا ہو گی۔

اس میں یہ بھی حکم ہے کہ مرد غصے میں آ کر عورت کو زمانہ عدت میں گھر سے نہیں نکال سکتا اور نہ ہی عورت خود ہی بگڑ کر گھر چھوڑ دے عدت تک گھر اس کا ہے تا کہ باہم موافقت کی کوئی صورت طلاق رجعی میں پیدا ہو سکے۔ دونوں ایک گھر میں تین مہینے تک یا تین حیض تک رہیں گے یا حمل ہونے کی صورت میں حمل کے ختم ہو جانے تک۔ نہ تو عورت گھر سے مرد کی اجازت کے بغیر جاسکتی ہے اور نہ ہی مرد اسے گھر سے باہر نکال سکتا ہے۔ ہاں اگر وہ کسی برائی، بدچلنی، بدزبانی، جھگڑے فساد کی مرتکب ہو تو اسے گھر سے نکالا جا سکتا ہے یعنی اگر ماننے پر بھی وہ نہ جانے اور اللہ کے قانون کو یاد نہ رکھے تو اسے گھر میں جگہ نہیں دی جاسکتی۔ ظاہر ہے کہ وہ عورت چڑچڑی تو ضرور ہو گی لیکن اسے صبر

کرنا چاہیے اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں سے نہیں نکلنا چاہیے ورنہ اپنا ہی نقصان کرے گی۔ دو طلاق دینے سے تو باہم مل جانے کا حق عدت کے اندر باقی رہتا ہے لیکن تیسری طلاق میں یہ حق ساقط ہو جاتا ہے۔ اس لئے مرد کو اپنی بیوی کے طلاق دینے کے اختیارات دیئے ہیں اس سورہ کو نازل کر کے بتایا گیا ہے کہ اپنے ان حقوق کو سوچ سمجھ کر استعمال کرو کہ گھر بگڑنے سے بچ جائے اور بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ طلاق اور رجعت اور فرقت پر گواہ بنا لو تو بہتر ہے کہ بعد میں ان دونوں میاں بیوی میں سے کوئی انکار نہ کر سکے اور فیصلہ آسانی سے ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو نصیحت کرتا ہے کہ بلا عذر بیوی کو گھر سے نہ نکالو اور اگر عدت میں رجوع کرنا ہو تو عورت کو ستانے کی نیت سے نہ کرے اور اگر بیوی کو رخصت کرے تو لڑائی جھگڑے کر کے دھکے مار کر نہ کرے بلکہ اگر رجوع کرنا ہو تو نباہ کرنے کی نیت سے کرے اور رخصت کرنا ہو تو شریفوں کی طرح کرے اور گواہ بنانا بھی بہتر ہے اور ان عورتوں کو گھر میں رکھنے سے اور نفقہ دینے سے مالی بار تو پڑتا ہے لیکن کہیں تمہارا دل تنگ نہ ہو کیونکہ اللہ ہی رزق دینے والا ہے۔ اس کی ہدایت پر چل کر مال خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ خود ہی تمہاری روزی میں برکت دے گا۔ اس لئے کبھی ان غلط حرکات کا مت سوچو۔

جن عورتوں کے حیض آنے میں باقاعدگی ہو تو حضرت عمرؓ کا کہنا ہے کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہو پھر ایک دو مرتبہ حیض آنے کے بعد بند ہو گیا ہو تو وہ عورت نو (9) مہینوں تک انتظار کرے اگر حمل ظاہر نہ ہو تو نو مہینے گزرنے کے بعد تین مہینے عدت کے گزارے۔ اس کے بعد وہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ ابن عباس کا کہنا ہے کہ جس عورت کو سال بھر حیض نہ آیا ہو اس کی عدت تین مہینے ہے اور طاؤس کہتے ہیں کہ جس عورت کو سال میں ایک مرتبہ حیض آئے اس کی عدت تین حیض تک ہے۔

اگر کسی لڑکی کو کم سنی کی وجہ سے حیض نہ آیا ہو یا پھر بعض کو عمر بھر حیض ہی نہیں آتا تو ایسی عورت کی عدت طلاق کے وقت سے تین مہینے ہے اور جس لڑکی کو ایسی حالت میں طلاق دی گئی ہو کہ اسے ابھی حیض آنا شروع نہ ہوا ہو اور پھر عدت کے دوران میں اسے حیض آئے تو پھر اسی حیض سے اس کی عدت شروع ہوگی اور جو عورت حاملہ ہو اس کی عدت حمل کے ختم ہونے تک ہے۔ چاہے وہ مطلقہ ہو یا اسی دوران بیوہ ہو گئی ہو۔

پھر اللہ فرماتا ہے کہ اگر تم اللہ کے قانون کی پیروی دل سے اللہ سے ڈرتے ہوئے کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے خود ہی آسانیاں پیدا کرے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف کرے گا اور تمہیں

بڑا اجر بھی دے گا۔ اگر عورت حاملہ ہے تو اس کا سکونت اور نفقہ حمل کے ختم ہونے تک اس کے شوہر پر ہے اور اگر شوہر اس دوران مر جائے تو شوہر کے مجموعی ترکہ میں اس کا نفقہ واجب ہے اور اگر عورت حمل کے بعد تمہارے بچے کو دودھ پلانا چاہیں تو اس کو اجرت دو کیونکہ عورت اپنے دودھ کی مالک ہے اور اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اگر باپ بچے کو اسی سے دودھ پلانا چاہے اور وہ راضی ہو تو وہ اجرت کی حقدار ہے اور اگر دوسری عورت کو بھی یہی اجرت دینی پڑے جو ماں مانگتی ہے تو ماں کا اس پر پہلا حق آتا ہے۔

پھر اس سورہ میں ماں باپ دونوں پر اللہ نے عتاب کیا ہے کہ عورت کو خبردار کیا ہے کہ زیادہ اجرت مانگ کر مرد کو تنگ نہ کرو۔ ورنہ کوئی دوسری عورت بھی دودھ پلا سکتی ہے اور مرد کو خبردار کیا ہے کہ ماں کی محتاجی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اسے تنگ نہ کرو۔ پھر مسلمانوں کو خبردار کیا جاتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ اور اس کی کتاب کے ذریعے سے جو احکام ان کو دیے گئے ہیں ان کی اگر وہ نافرمانی کریں گے تو دنیا اور آخرت میں ان کو حساب دینا ہوگا اور ان کے لئے آخرت میں عذاب مہیا کیا گیا ہے اور اطاعت کرنے والوں سے اللہ راضی ہوگا اور اس کے لئے دنیا میں بھی آسانی پیدا کرے گا اور آخرت میں جزا دے گا۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور جو نصیحتیں اس قرآن کے ذریعے تم کو مل رہی ہیں ان کی اطاعت کرو اور اپنے رسولؐ کی پیروی کرو۔ اللہ اطاعت کرنے والوں کو جنت میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ جس طرح اللہ نے سات آسمان بنائے ہیں ویسی ہی متعدد زمینیں بھی بنائیں ہیں جو کہ اپنے بسنے والوں کے لئے فرش کی مانند ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ ممکن ہے اس سے مراد ہماری زمین کی طرح کائنات میں اور بھی زمینیں ہیں جو ذی عقل مخلوق رہتے ہوں۔ واللہ عالم بالصواب

سورۃ التحریم

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس سورہ میں بارہ (12) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

یہ ایک اہم سورہ ہے جس میں محمد ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق بعض واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چند مشکلوں کو آسان کیا گیا ہے۔ اس میں نبی کی ایک معمولی لغزش پر اللہ تعالیٰ نے گرفت کی ہے۔ حالانکہ نبیؐ اللہ کے پیارے رسول تھے لیکن ان کی غلطی کو سدھارنا بہت ہی ضروری تھا کیونکہ نبی کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے لئے انہیں بہترین نمونہ بنا کر بھیجا اور ظاہر ہے کہ آپ کی قوم آپؐ ہی کے نقش قدم پر چلے گی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپؐ کی قوم بھٹک جائے۔ اس لئے آپ کی اصلاح بہت ہی ضروری تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی غلطی پر ان کو ٹوکا ہے اور پھر اس غلطی کو ریکارڈ پر بھی لایا تا کہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دے کہ نبی بھی انسان ہیں اور فرشتہ نہیں کہ ان سے غلطی سرزد نہ ہو۔

روایت میں ہے وہ غلطی آپؐ نے یہ کی تھی کہ عصر کے بعد آپؐ اپنے ازواج مطہرات کے گھر چکر لگاتے تھے۔ ایک بار آپؐ بی بی زینبؓ کے ہاں ذرا زیادہ ٹھہر گئے اور شہد پیا کیونکہ آپ کو شیرینی بہت پسند تھی۔ جب یہ بات بی بی عائشہؓ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے رشک کے مارے بی بی حفصہؓ اور بی بی سودہؓ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور کہا کہ جب آپؐ ان کے ہاں تشریف لائیں تو وہ یہ کہے کہ آپؐ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ یہ ایک قسم کا بدبودار پھول ہوتا ہے۔ اگر شہد کی مکھی اس کا رس چوسے تو اس شہد میں بھی کچھ بساند ہوتی ہے۔ نبیؐ اپنے آپ کو اور اپنے سانسوں کو بہت ہی پاک رکھتے تھے لہٰذا آپؐ نے قسم کھالی کہ پھر آپؐ شہد استعمال نہیں فرمائیں گے۔ دراصل آپؐ کو بی بی زینبؓ کے ہاں ٹھہرنے سے روکنے کی خاطر یہ تدبیر کی گئی تھی اور آپؐ نے اپنی بیبیوں کو خوش کرنے کے لئے قسم کھا کر ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کیا حالانکہ یہ کوئی بڑا گناہ نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا اس پر ٹوکنا ضروری تھا ورنہ آپؐ کے نقشِ قدم پر چلنے والے آگے چل کر اللہ کی حلال چیز کو حرام کر بیٹھتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو نصیحت کی ہے کہ کفارہ دے کر اس قسم کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ جو پہلے سورہ مائدہ آیت 89 میں بیان ہوا ہے ادا کریں۔ وہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ یا ایک غلام آزاد کرو یا پھر تین دن کے روزے رکھو۔

اسلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے حدود مقرر کرنے کے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں حتیٰ کہ اللہ کے نبیؐ کو بھی اس کا حق نہیں دیا گیا کہ وہ نبیؐ ہونے کے

ناطے اللہ کی مقرر کی ہوئی حلال چیز کو حرام کردے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ انبیاء کی زندگی پر کڑی نظر رکھتا ہے اور ہر قدم پر ان کی اصلاح کئے جاتا ہے اور یہاں پر تو ان کی اور ان کی ازواج مطہرات کی غلطی کو اعلانیہ ایک سورہ کی شکل میں نازل کردی تاکہ تا یوم القیامت لوگ اسے پڑھیں اور سبق لیں کہ حالانکہ آپؐ کا اور آپؐ کی ازواج مطہرات کا احترام لازم ہے لیکن ایسا نہ ہو کہ لوگ یہ سمجھ بیٹھیں کہ وہ کبھی غلطی کرہی نہیں سکتے تھے اور ان کو دیوی دیوتاؤں کے مقام پر پہنچا کر ان کو پوجنے لگیں۔ اس لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ آپؐ اور آپؐ کی بیبیاںؓ سب انسان ہیں اور فرشتے نہیں اور انسان ہونے کے ناطے غلطی کرسکتے ہیں۔ غلطی کا احساس کرکے اپنی اصلاح کرسکتے ہیں اور سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ انہیں ٹوک کر اور ازواج مطہرات کو سختی سے ان کی غلطی پر خبردار کرکے ان کی فوراً اصلاح کرتا ہے۔ اس لئے اللہ سے معافی مانگو اور قسموں کا کفارہ دو۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ ہر کوئی اپنے ایمان اور اعمال کے لحاظ سے اور خالص توبہ کے لحاظ سے جنت کا مستحق ہوسکتا ہے تاکہ پھر دوبارہ اس غلطی کو نہ دہرایا جائے بلکہ اللہ کے آگے اپنی اس غلطی پر ہر وقت شرمندہ رہے۔ یہاں پر ازواج مطہرات کو تنبیہ کرکے ایک اور نصیحت کی گئی ہے کہ اگر نبیؐ ایک خفیہ بات اپنی ایک بی بیؓ سے کہی تو انہوں نے کیوں جا کر دوسروں کو جڑ دی۔ اس لئے ان کی اس حرکت پر سخت گرفت کی گئی تاکہ نہ صرف ازواج مطہرات بلکہ تمام معاشرے کی بیبیوں کو رازوں کی حفاظت کی تربیت دی جائے۔ یہاں پر ازواج مطہرات کے سامنے تین قسم کی بیویوں کی مثال پیش کی ہے۔ ایک مثال نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کی ہے جو اگر ایمان لاتیں اور اپنے اعلیٰ منصب شوہروں کا ساتھ دیتیں تو ان کا مقام بھی اونچا ہوتا۔ لیکن اس وجہ سے انبیاء کی بیوی ہونا کچھ کام نہ آیا اور وہ جہنم کی مستحق ہوئیں۔ فرعون کی بیوی اگرچہ کافر کی بیوی تھی لیکن ایمان لا کر اس نے اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔ پھر بی بی مریمؑ کی مثال ہے کہ کس طرح اللہ کی فرمانبرداری میں اس نے سب کچھ برداشت کیا جو دوسرا کوئی نہ کرسکے۔ راز کی بات کا علم نبیؐ کو ہونے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نبیؐ کے ذریعے صرف قرآن کا علم نہیں دیا جاتا تھا بلکہ اس کے علاوہ دوسری باتوں کا بھی علم دیا جاتا تھا جو قرآن میں درج نہیں کیا گیا۔

سورۃ الملک

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہوگی۔ اس میں تیس (30) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

یہ سورہ اسلام کی ساری تعلیمات اور محمد ﷺ کے مقصدِ بعثت کو اختصار کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ کفارِ مکہ اسلام کی تعلیم یعنی توحید و آخرت اور رسالت و اللہ کی کتاب کے منکر تھے اس لئے ان کی یہ غفلت دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی برتری بیان کی گئی ہے کہ جس کے ہاتھ میں کائنات کی پوری سلطنت ہے اور وہی تمام تر اختیارات کا مالک ہے۔ وہ جو بھی کرنا چاہے کوئی اس کے کام میں دخل انداز نہیں ہوسکتا۔ مشرکین و کفارِ مکہ یہ مانتے ضرور تھے کہ اللہ ہی سب کا پیدا کرنے والا ہے لیکن وہ اللہ کے ساتھ دوسرے کئی قسم کے شریک بنا رکھے تھے۔ جنہیں وہ پوجتے تھے اور اس طرح اللہ کا حق وہ ان شریکوں کو دیتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ یہاں کھل کر فرماتا ہے کہ کسی کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ وہی اکیلا جب سب کا پیدا کرنے والا ہے تو سب کچھ اسی اللہ ہی کی مرضی سے ہوتا ہے اور وہ ہر ایک کے حال سے بلکہ دل کی نیت سے بھی واقف ہے۔ اس نے اس دنیا کو کوئی کھیل کے طور پر نہیں بنایا کہ وہ جو چاہے کرے۔ بلکہ اللہ نے اپنے اعلیٰ تدبیر سے اس کائنات کو بنایا اور انسان کو پیدا کیا اور پھر اس کے لئے ایک مقرر وقت کے بعد موت بھی رکھی۔ اس کو عقل سے بھی نوازا تا کہ وہ غور کرے کہ یہ سب بے معنی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ایک بہت ہی سنجیدہ امتحان ہے کہ دیکھیں وہ انسان اپنی عقل کو استعمال کر کے اپنے بھیجے ہوئے رسولوں کی بات مان کر اپنے کو سدھارتا ہے اور نیک عمل اپنی زندگی کی دی ہوئی مہلت میں کرتا ہے اور کسی کو مرتا دیکھ کر یہ سبق حاصل کرتا ہے کہ اسے بھی ایک دن جانا ہے اس لئے وقت بہت کم ہے اور جلد ہی نیکی کی طرف لپکو یا پھر دنیا کی لذتوں میں اور اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہی رہنا چاہتے ہو۔ اچھے کام کے لئے اللہ نے اچھا بدلہ رکھا ہے اور برے کام کے نتیجے میں سخت عذاب رکھا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ شروع ہی میں لوگوں کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کرتا ہے۔

وہی ایک اللہ ہے جو زندگی بخشتا ہے اور وہی اللہ کے ہاتھ میں موت بھی ہے۔ یہ زندگی اس کے لئے امتحان کی مہلت ہے اور موت کے معنی ہیں کہ اب امتحان ختم ہوگیا اور پھر وہی اللہ فیصلہ کرے گا کہ کس کا عمل اچھا رہا کہ اسے انعام دیا جائے اور کس نے برا عمل کر کے سزا کا مستحق ہوا۔ وہ سزا دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے اور اس کی سزا سے کوئی نہیں بچ سکتا لیکن وہ درگزر بھی کرنے والا ہے کہ اگر تم

برائی سے باز آ کر تو بہ کرلو تو وہ ضرور معاف کرتا ہے۔اب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیج کر یہ ساری باتیں تمہارے ذہن میں بٹھادی ہیں اور تم کو تمہارے نتیجہ سے خبردار کیا گیا ہے اس لئے رسول کی بات مان کر اپنی اصلاح کرو ورنہ جب قیامت آئے گی تو تم کو خود ہی پتہ چل جائے گا کہ واقعی دنیا میں تم غلطی پر تھے۔ جب تم جہنم کے عذاب کو دیکھو گے کہ کس طرح مجرم و منکر اس میں ڈالے جارہے ہیں اور چیخ رہے ہیں۔ پھنکارے مار رہے ہیں اور چونکہ تم نے بھی دنیا میں نصیحت نہیں لی اور کفر اور شرک و برائیوں پر جمے رہے تو تمہیں بھی فرشتے اسی جہنم کی طرف لے جارہے ہوں گے۔ پھر دیکھ لو اپنا انجام۔ اس لئے ہوش میں آؤ اور رسولؐ کی ہدایتوں پر عمل کر کے اپنے کو سدھارو اور توبہ کرلو کہ اب بھی وقت ہے ورنہ موت کے ساتھ تمہارا دیا ہوا وقت ختم۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے واحد ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہی تو ہے کہ اس نے کائنات کی ایک منظم اور محکم سلطنت بنائی ہے۔ ذرا آسمان پر غور کر کے دیکھو کہ تم کو اس میں کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ اور دیکھو کہ یہ بغیر ستونوں کے کیسے تمہارے اوپر چھت اس نے ڈالی ہے اور پھر اس کو چراغوں سے یعنی سورج، چاند، ستاروں سے آراستہ کیا اور ان ستاروں کو شیاطین کے عالم بالا میں جانے سے روکنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے کہ اگر وہ عام بالا میں غیب کی خبریں لانے کے لئے جانے کی کوشش کریں تو ان ستاروں سے ان کو مار بھگایا جائے۔ یہ اس لئے بیان کیا گیا کیونکہ جاہل عرب نجومیوں میں یقین رکھتے تھے کہ شیاطین سے ان کا رابطہ ہے اور ان کے ذریعے سے غیب کی خبریں ان کو ملتی ہیں اور وہ صحیح طور پر لوگوں کی قسمتوں کا حال بتا سکتے ہیں۔ اس لئے ان کے اس خیال کو رد کردیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب اس زمین کو دیکھو کہ کیسے تمہارے تابع کیا ہے کہ جس میں سے تم کو اللہ کے حکم سے ہر طرح کے رزق ملتے ہیں۔ کھاؤ پیو لیکن یہ مت بھولو کہ تم ہمیشہ کے لئے یہاں نہیں آئے ہو اور تم کو ایک دن یہاں سے جانا ہے اور اللہ کے حضور جواب دینا ہے۔ اب اگر اللہ چاہے تو اس زمین کو الٹ کر رکھ دے اور تمہیں دھنسا دے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اس لئے اس اللہ سے ڈر کر اس زمین میں چلو۔ ظاہر ہے اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو پھونک کر قدم اٹھاؤ گے اور برائی سے بچتے رہو گے۔ اس سے یہ ذہن میں بٹھانا ہے کہ تمہاری سلامتی ہر وقت اللہ کے فضل پر منحصر ہے۔ تمہاری زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی حفاظت اور مہربانی کی مرہون منت ہے۔ تم یہاں دندناتے نہیں پھر سکتے کہ جو چاہو کرو۔ یاد رکھو اس کے ایک اشارے پر سب کچھ الٹ پلٹ سکتا ہے اور اس کے دیئے ہوئے رزق کی بھی قدر کرو اور اس کا شکر یہ ادا کرو اور یہ پرندے جو اڑ رہے ہیں وہ بھی اللہ کی حفاظت میں اڑ رہے ہیں اور اسی اللہ نے پرندے کو اس طرح بنایا کہ وہ اڑنے کے قابل ہوا اور اسی نے پرندوں کو اڑنے کا طریقہ بھی سکھایا

اور وہی اللہ اسے فضا میں تھاما ہوا ہے۔ تو دیکھ لو کہ یہ سارے کام صرف اللہ واحد کے ہی ہیں تو تم لوگوں کے پاس کون سالشکر ہے کہ اللہ کے مقابلے میں آئے اور تمہاری مدد کرے۔ مطلب یہ کہ سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ ہر چیز اسی کی بنائی ہوئی ہے اور اسی کے ہاتھ میں سب کا نظام ہے تو پھر تمہارا یہ شریک بھلا کس کام کے ہیں کہ ان کو پوجا جارہا ہے۔

اب اللہ تعالٰی نے تمہیں جانور نہیں بلکہ انسان بنایا ہے جس کا مطلب ہے کہ انسان کو عقل سے نوازا ہے۔ تمہارا کام یہ نہیں ہے کہ اپنی آنکھیں بند کر کے گمراہی کے راستوں پر چلتے رہو جبکہ تم کو اچھے برے کی تمیز دے دی گئی ہے اور جو شخص تمہاری بھلائی کے لئے بھیجا جائے جو تمہیں صحیح اور غلط کا فرق سمجھائے تو تم اس کے پیچھے پڑ جاؤ۔ اللہ نے تمہیں آنکھیں دی ہیں تو ان ساری نشانیوں کو دیکھو جو تمہارے گرد پھیلی ہوئی ہیں اور اس توحید کی شہادت دے رہی ہیں جسے اللہ کے رسولؐ پیش کر رہے ہیں۔

کفار مکہ قیامت کے آنے کو غیر ممکن سمجھتے تھے۔ دراصل وہ آخرت کو مان کر اپنی دنیاوی زندگی کی لذتوں اور شرارتوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے اس لئے بہانے کے طور پر نبی ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ اگر وہ واقعی اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں تو پھر ان کے اتنے انکار کرنے پر وہ عذاب لے آؤ۔ اچھا بتاؤ کہ وہ قیامت کا دن کب آئے گا۔ کچھ تو اس کی تاریخ کا تم کو پتہ ہونا چاہئے۔ اللہ اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ ان سے کہو کہ یہ سب علم صرف اللہ ہی کو ہے اور آپؐ کو تو صرف خبردار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ مثلاً اگر کسی کو معلوم ہو کہ کب اور کون سے دن اور کس وقت مرنا ہے تو وہ پہلے تو جو چاہے کرے گا اور وقت آنے سے پہلے جلدی جلدی اپنی اصلاح کر دے گا کہ اللہ غفور رحیم ہے اور وہ ضرور بخشا جائے گا۔ پھر تو دنیا کو امتحان گاہ بنانے کا اور جزا و سزا کا منشا پورا ہی نہ ہوگا۔ اس لئے موت کی طرح قیامت کے دن کو بھی پردے میں رکھا گیا ہے۔ جب وہ دن آئے گا تو پھر دیکھنا کہ نہ ماننے والوں کے چہرے کیسے خوف سے بگڑے ہوں گے۔ تب ان کو یقین آئے گا لیکن بے فائدہ۔ اب وہ عذاب جہنم کے مستحق ہو گئے۔

مکہ معظمہ میں جب محمد ﷺ کی دعوت نے زور پکڑنا شروع کیا تو ہر گھر میں سے کوئی نہ کوئی مسلمان ہوا۔ قریش کے ہر خاندان کے لوگ آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو بددعائیں دینے لگے، جادو ٹونے کرنے لگے تا کہ آپؐ ہلاک ہو جائیں۔ آخرکار آپؐ کو قتل کرنے کا بھی منصوبہ انہوں نے بنایا۔ اس پر اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ ان سے کہو کہ اللہ کے حکم سے چاہے ہم ہلاک ہوں یا پھر اللہ کے فضل سے ہم زندہ رہیں تم کو اس سے کیا لینا۔ تم لوگ تو اپنی فکر کرو کہ تم کو عذاب سے کون بچائے گا اور

یہ کہ ہم کو اللہ پر ہی بھروسہ ہے جو تم سب کا خالق و مالک ہے اور ہم اسی کو مان کو اسی کی عبادت کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہماری زیادہ سنی جائے گی اور تم لوگ تو اپنے اپنے شریک بنا بیٹھے ہو جو خود اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں تو ان کے پاس کیا طاقت ہے کہ تمہاری مدد کرے۔ لہٰذا اللہ کی رحمت کے مستحق ہم ہیں نہ کہ تم۔ اور جو اللہ کو نہ دیکھتے ہوئے بھی اس پر ہی بھروسہ اور یقین کرے اور اس کے سامنے حاضری اور سوال و جواب سے ڈرے تو وہی دنیا میں گمراہی سے بچتا رہے گا اور ایسوں کے لئے ہی اجر عظیم رکھا گیا ہے۔

آخر میں ان لوگوں کے سامنے یہ سوال رکھ دیا کہ اگر تمہارے صحرائی اور پہاڑی علاقوں میں جہاں تمہاری زندگی کا انحصار اس پانی پر ہے جو کسی جگہ زمین سے نکل آیا ہے تو وہاں اگر یہ پانی زمین میں غائب ہو جائے تو اللہ کے سوا کون تمہیں یہ آب حیات لا کر دے گا۔ مطلب یہ کہ کہاں تمہارے شریکوں میں طاقت ہے کہ ان پر تم اتنا ناز کر رہے ہو اور اللہ کا حق عبادت ان کو دے رہے ہو۔ وہ تو کچھ بھی نہیں کر سکتے اور تم اچھی طرح جانتے ہو۔

سورۃ القلم

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں باون (52) آیتیں اور دو رکوع ہیں اور یہ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی جبکہ مکہ میں محمدؐ کی مخالفت کفار مکہ زوروں سے کر رہے تھے۔ اس سورہ میں ان مکہ کے مخالفین کے اعتراضات کا ٹھیک جواب دیا گیا ہے اور ان کو ان کی مخالفت اور گمراہی پر نصیحت بھی کی گئی ہے اور ڈرایا بھی گیا ہے اور پھر محمدؐ کو ان کفار کے مظالم پر صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

شروع میں اللہ تعالیٰ نے قلم اور کتاب قرآن کی قسم کھا کر کفار مکہ کو ان کی تہمت کا جواب دیا ہے کہ یہ کلام وحی کے ذریعے محمدؐ پر نازل کیا جا رہا ہے۔ وہ آپ کو دیوانہ کہتے تھے۔ ان کے نزدیک آپ کی دیوانگی کا سبب قرآن تھا اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن جو کلام الٰہی ہے اور اعلیٰ درجہ کا فصیح کلام ہے اور اس کے بلند پایہ مضامین ہیں تو ذرا سوچو کہ ایک دیوانہ یہ سب کچھ کیسے کہہ سکتا ہے اور پھر اس پر مزید یہ کہ اس کلام سے کافی لوگ متاثر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے اور پھر آپ کا بلند اخلاق بھی یہی گواہی دیتا ہے کہ آپ مجنون نہیں ہیں کیونکہ دیوانہ وہ ہوتا ہے جس کا ذہنی توازن اور مزاج بگڑا ہوا ہو تو اخلاق کی بلندی اور دیوانگی دونوں ایک جگہ تو جمع نہیں ہو سکتی تو وہ لوگ کتنے بیوقوف ہیں کہ ایسے صحیح دماغ کے

آدمی کو اپنی مخالفت کے جوش میں مجنون کہتے ہیں جو کہ ان کے اپنے لئے نقصان دہ ہے اور یہ لوگ آپؐ پر اسلئے دباؤ ڈالتے ہیں کہ آپؐ اپنی تبلیغ میں کچھ ڈھیلے پڑ جائیں اور ان کو ان کی گمراہی پر رہنے دیں۔ اس لئے ان کے دباؤ میں نہ آؤ۔ اس کے لئے مخالفین کے ایک نمایاں شخص کا کردار پیش کیا گیا ہے۔ جسے اہلِ مکہ خوب جانتے تھے کہ اس میں دس قسم کی برائیاں تھیں اور وہ اپنے مال و اولاد پر بہت ہی مغرور تھا اور اس شخص کی ان صفات سے ہر شخص واقف تھا۔ وہ نبی کی مخالفت میں سب سے آگے تھا اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی ناک پر داغ لگائے گا کہ وہ ذلت اور پہچان کی علامت ہوگی۔

اس کے بعد ایک باغ والوں کی مثال پیش کی ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے رب کی نعمت پا کر پھولے اور ناشکری کی۔ یہ باغ شہر صفا کے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ پھل توڑنے کے دن فقیر و مسکین جمع ہوتے اور ان کو حق ملتا۔ جس سے اس کے مال میں بہت برکت تھی لیکن جب وہ فوت ہوا تو اس کے بیٹے اپنی کنجوسی کے تحت صبح سویرے مساکین کے آنے سے پہلے پھل توڑ لے گئے کہ ان غریبوں کو کچھ نہ دینا پڑے اور جانے سے پہلے انشاء اللہ بھی نہ کہا تو جب وہ اپنے باغ میں پہنچے تو پہچان نہ سکے کہ اللہ نے رات میں ہی اسے برباد کر دیا تھا۔ اس سے اہلِ مکہ کو خبردار کیا گیا ہے کہ نبی کی بعثت سے تم اسی طرح آزمائش میں پڑ گئے ہو جس طرح باغ والے پڑے تھے کہ ان کی ساری محنت برباد گئی۔ اس قصہ سے یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ ہر کام اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔ اللہ ہر ایک کی نیت تک سے بھی واقف ہے اور یہ کبھی نہ سوچو کہ اللہ کی راہ میں مساکین کو دینے سے مال گھٹتا ہے بلکہ اصل میں مال میں دینے سے برکت آتی ہے۔

پھر کہا گیا ہے کہ آخرت کی کامیابی صرف خدا ترسوں کے لئے ہے۔ وہ لوگ جن کو دنیا میں اللہ کے آگے جھکنے کی توفیق دی گئی ہے اور ان کو عقل سے نوازا ہے کہ حق کو پہچانیں اور ہدایت دینے والے کی ہدایت قبول کریں اور اللہ کو واحد مان کر اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں اور اللہ اور رسول کی اطاعت کریں اور اللہ کے آگے جھک جائیں جو کہ نماز ہے۔ لیکن جنہوں نے انکار کیا تو قیامت کے روز ان کو جب اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے کو کہے گا تو ایسوں کی کمر اکڑی رہ جائے گی اور وہ جھک نہ پائیں گے اور جہنم کی سزا ان پر ثبت ہو جائے گی۔ قرآن کو جھٹلا کر وہ عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتے۔ انہیں جو ڈھیل دی جا رہی ہے اس سے وہ دھوکہ کھا رہے ہیں کہ جھٹلانے کے باوجود ان پر عذاب نہیں آ رہا اس لئے وہ اپنی اس بے خبری میں گمراہی کی طرف اور زیادہ بڑھتے جا رہے ہیں۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ نبیؐ ان کی بہتری کے لئے ہدایت دے رہے ہیں اور اس پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتے کہ وہ ناک بھوں چڑھا رہے ہیں آخر میں اللہ اپنے رسولؐ اور اہلِ ایمان کو نصیحت کرتا ہے

کہ اللہ کا فیصلہ کامیابی ونصرت کے آنے تک صبر سے اللہ کے دین کی تبلیغ کیے جاؤ اور جو بھی سختیاں پیش آئیں اسے برداشت کیے جاؤ اور صبر کا دامن نہ چھوڑو اور سبق لو کہ حضرت یونسؑ اپنی بے صبری کی وجہ سے مچھلی کے اندھیرے پیٹ میں پہنچا دیے گئے تھے۔ اس وقت وہ سخت رنجیدہ تھے لیکن جب انہوں نے اللہ کو پکارا اور اپنے قصور پر توبہ کی تو وہ صحیح سلامت مچھلی کے پیٹ سے ساحل پر اگل دیئے گئے اور اس میدان میں اللہ تعالیٰ نے ایک درخت اگا دیا تا کہ اس کے پتے ان پر سایہ کریں۔ حضرت یونسؑ اللہ کی طرف سے عذاب کی اطلاع آنے کے بعد اللہ کی اجازت کے بغیر مقرر کردہ وقت سے پہلے ہجرت کر گئے۔ تب اللہ نے ان کو مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیا تھا۔

سورۃ الحاقہ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ معظمہ میں مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اس میں باون (52) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

محمد ﷺ کو جب نبوت سے اللہ تعالیٰ نے سرفراز کیا اور انہوں نے اپنی تبلیغ جاری کی تو کفار مکہ کو یہ نیا دین اچھا نہ لگا اور انہوں نے آپ کو اللہ کا رسولؐ ماننے سے انکار کیا اور آپ کی مخالفت کرنی شروع کی۔ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورہ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے عمرؓ نبیؐ کی اور آپؐ کے دینِ حق کی سختی سے مخالفت کرتے تھے اور ہر وقت آپؐ کو تنگ کرنے کے لئے پہنچ جاتے تھے۔ روایت میں ہے کہ ایک دن عمرؓ اسی بہانے نکلے اور حرم پہنچے تو نبیؐ پہلے سے وہاں موجود تھے اور سورہ الحاقہ پڑھ رہے تھے۔ یہ بہت ہی با اثر کلام تھا اور اس نے سوچا کہ آپؐ ضرور شاعر ہیں جیسا کہ قریش کہتے ہیں۔ تب فوراً ہی حضورؐ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے کہ یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ پھر انہوں نے خیال کیا کہ آپؐ ضرور کاہن ہوں گے تب اس وقت آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ یہ کسی کاہن کا قول نہیں ہے۔ تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو۔ یہ تو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ عمرؓ کا کہنا ہے کہ یہ سن کر وہ اس کلام سے کافی حد تک متاثر ہوا۔ اس میں آخرت کے آنے پر اور قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے پر اور نبی ﷺ کے رسولؐ برحق ہونے کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

شروع میں مکہ کے کفار سے خطاب کر کے فرمایا جا رہا ہے جو آخرت کے برپا ہونے کو ایک مذاق سمجھتے تھے کہ جس دن کو تم جھٹلا رہے ہو وہ ضرور آئے گا اور اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ قوم عاد،

ثمود ولوط اور قوم نوح، قوم فرعون کی تباہی کا حال تم لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے۔ انہوں نے بھی آخرت کا انکار کر کے اسی دنیا کی زندگی کو اصل زندگی سمجھا اور اللہ کی عدالت میں اپنے دنیا کے کاموں کے حساب کے دینے کا مذاق اڑایا تو وہ سخت اخلاقی بگاڑ میں مبتلا ہوئی اور گمراہی کی طرف بڑھتی گئی۔ آخرکار اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر کے دنیا کو اس کے وجود سے پاک کر دیا۔ مطلب یہ کہ تم اپنا اچھا برا سوچ لو ورنہ تمہارا بھی آخرت کو جھٹلا کر یہی حال ہونا ہے۔

پھر قیامت کی ہولنا کی کا ذکر کیا ہے کہ اس دن جب تمام دنیا کے انسان ایک ہولناک آواز سے گھبرا اٹھیں گے اس وقت وہ اللہ کے نظام کو درہم برہم ہوتے دیکھیں گے۔ اس مضبوط آسمان کی بندش ڈھیلی پڑ جائے گی، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اس روز آٹھ فرشتے اپنے رب کا عرش اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس روز تمام انسان اپنے رب کی عدالت میں پیش ہوں گے جہاں ان کا سب راز فاش ہو جائے گا۔ ہر ایک کا نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جنہوں نے دنیا میں دین حق کو مان کر اور نیک عمل کر کے اپنی آخرت کی زندگی کا سامان کیا تھا تو وہ اپنا حساب اتنا پاک دیکھ کر خوش ہو جائیں گے اور انہیں جنت کا ابدی عیش نصیب ہوگا اور جنہوں نے انکار کیا تھا اور گمراہی میں پڑے رہے تھے اور انہوں نے اللہ اور بندوں کا حق ادا نہ کیا تھا تب انہیں اس روز اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور وہ عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے۔ وہ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور جن جن طریقوں سے مال کما کر دوسروں کا حق مار کر اسے ٹھونس ٹھونس کر جمع کیا تھا اور نہ ہی مسکینوں کو کھانا کھلایا تھا اور دن قیامت کو جھٹلایا تھا تو دیکھو ان کا سارا زور ختم ہو گیا۔ دنیا کی چیز دنیا میں رہ گئی اور دیکھو وہ کتنے بے بس کھڑے ہیں کوئی بھی ان کی مدد نہیں کر سکتا، ان کی ناکامیوں کا سرٹیفکیٹ ان کو مل گیا ہے اور اب وہ مجرموں کی طرح ہمیشہ کے لئے جہنم کا عذاب بھگتیں گے۔

دوسرے رکوع میں کفار مکہ کو خطاب کرتے ہی فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ اس قرآن کو شاعر اور کاہن کا کلام سمجھتے ہو۔ اچھی طرح سمجھ ڈال لو کہ یہ صرف اللہ ہی کا کلام ہے جو ایک ایسے رسول کی زبان سے ادا ہو رہا ہے جو نہایت معزز اور شریف ہیں اور یہ تم کو اچھی طرح نظر آ رہی تھی کہ آپ کی شرافت تمہارے معاشرے میں کسی سے چھپی نہ تھی اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ ایک بے غرض انسان ہیں تو پھر ایسے شخص سے تم یہ توقع کیسے رکھ سکتے ہو کہ وہ اپنی بڑائی کے لئے اپنے دل سے گھڑ کر کہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور پھر وہ اپنے کلام کی داد لینے کے لئے اپنے سکون، اپنی تجارت کو قربان کر دے اور پتھروں اور گالی گلوچ سے اپنی تواضع کروائے۔ اور پھر شاعر اور کاہن کے کلام میں اتنی تاثیر کہاں جو کہ اس اللہ کے کلام میں ہے کہ وہ لوگوں میں زبردست اخلاقی تبدیلی پیدا کر رہی ہے اور اس

کے ماننے والے ہر مصیبتوں کو جھیلنے کے لئے تیار ہیں۔ کیا یہ سب کچھ شاعر اور کاہن کے کلام سے ہو سکتا ہے اور یہ سب کچھ تم لوگ دیکھ رہے تھے۔ اور جو کچھ تم نہیں دیکھ رہے تھے وہ اللہ اور اس کے کلام کے لانے والے فرشتے کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ ان دونوں حقائق کی قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ محمد ﷺ کو اللہ ہی نے رسولؐ مقرر کیا ہے اور ان پر اللہ ہی کی طرف سے یہ کلام نازل کیا ہے۔ صرف ان لوگوں کے لئے جو نصیحت لے کر گمراہی اور برے نتائج سے بچنا چاہیں اور حضور کی زبانی یہ کلام ادا ہو رہے ہیں اور آپؐ اس میں کچھ کمی بیشی کرنے کے اختیارات نہیں رکھتے اور آخر کار تم لوگوں کو پچھتانا پڑے گا کہ کیوں تم نے اس قرآن کو جھٹلایا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان حقائق سے تم کو آگاہ کیا ہے اس لئے اسی کا شکریہ ادا کرو اور اسی کی تسبیح کرو۔

سورۃ المعارج

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چوالیس (44) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

یہ مکہ کے شروع کے دنوں میں نازل ہوئی ان دنوں جب کہ محمد ﷺ اپنی دعوت حق کی تبلیغ مکہ میں شروع کی تو کفار قریش ان کی مخالفت میں اٹھے۔ ان کی یہی کوشش تھی کہ کسی طرح اس نئے دین کو پھیلنے نہ دیں۔ چونکہ اس نئے دینِ حق کی شروعات ہے اس لئے اسے فوراً ہی دبایا جائے ورنہ ان کا مشرک دین خطرے میں پڑ جائے گا اور چونکہ قریش کعبہ کی دیکھ بھال کرنے پر معمور تھے اور جس کی وجہ سے ان کو عرب میں کافی اقتدار حاصل تھا اس لئے ان کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ ان کی عزت وشان بھی اس نئے دین کے سبب لٹ پٹ جائے گی۔ لہٰذا انہوں نے نبی ﷺ کا، قیامت اور آخرت کے، سزا و جزا اور دوزخ و جنت کا دل کھول کر مذاق اڑانا شروع کیا اور نبی کو چیلنج کرنے لگے کہ واقعی اگر آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں تو اس عذاب کو لے آ کر بتلاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں ان کے اس چیلنج کا جواب دیا ہے کہ یہ لوگ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں تا کہ ان کو یقین آ جائے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ صرف ان کے یقین کرنے کے لئے یہ عذاب لے آئیں۔ اس کا تو ایک وقت لکھا گیا ہے۔ اللہ کے ہاں دیر ہے کوئی اندھیر نہیں ہے۔ تم لوگ اللہ کے معاملات کو وقت کے پیمانوں میں ناپتے ہو اور تم کو سو پچاس برس بھی لمبی معلوم ہوتی ہے لیکن اللہ کی ہر ایک سکیم ہزاروں سال کی ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے منصوبے کے تحت اللہ نے انسان کو زمین پر پیدا کیا اور اس کو ایک خاص وقت تک اپنے خالق و مالک کی عبادت اور اطاعت کا موقع دیا ہے اور یہ دنیا اسی طرح ایک خاص وقت تک چلتی

رہے گی جو کہ صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اب جو تم لوگ کہتے ہو کہ اس دن کو لے آ کر بتلاؤ ورنہ یہ وعدہ سرے سے ہی غلط ہے تو تم اپنی نادانی کا ثبوت پیش کرتے ہو۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ وہ دن ضرور آئے گا جس کے آنے کو لازم قرار دیا ہے۔ یہ نہیں کہ جو تم چاہو کرو پھر اس کا کوئی جواب نہیں دینا پڑے گا۔ تم جس معمولی قطرے سے بن کر اٹھے ہو تو تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ جو تمہیں اس طرح پیدا کر سکتا ہے تو تم اس اللہ کی مٹھی میں ہو۔ وہ جب چاہے تمہاری بری کرتوتوں پر تم کو ہلاک کر سکتا ہے۔ اب تم اس حساب و کتاب کی گھڑی کو دور سمجھتے ہو لیکن یہ دور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ تم ان کا مذاق اڑانے پر صبر کرو۔

پھر بتایا گیا ہے کہ جس دن کے جلدی آنے کا یہ لوگ مطالبہ کر رہے ہیں اور ہنسی اڑا رہے ہیں وہ کس قدر بری چیز ہے اور مجرموں کا کیا برا حشر ہوگا۔ وہ مجرمین اپنا سب کچھ دینے کو تیار ہوں گے کہ عذاب سے نجات ملے۔ دنیا میں رہے دوست ایک دوسرے کو دیکھ کر پہچان رہے ہوں گے لیکن دوسرے کو عذاب سہتا دیکھ کر اس کو خود اپنی پڑی ہوگی کچھ کہہ نہیں سکے گا۔ جہنم کی آگ جوان مجرموں کے لئے رکھی گئی ہے وہ ایک ایسی آگ ہوگی کہ گوشت پوست کو چاٹ جائے گی اور اس آگ کے بھڑکنے کی آواز اور اس کے شعلے مجرموں کو اپنی لپیٹ میں لے رہے ہوں گے۔ یہ ایسے مجرموں کے لئے تیار کی گئی ہے جنہوں نے اللہ کے دینِ حق کو نہ مانا اور نہ اللہ کے احکام کی اطاعت کی۔ اپنی دنیاوی زندگی میں مست رہے اور آخرت کے حساب و کتاب کو جھلا کر دنیا میں دندناتے پھرے اور دنیا کی مستیوں اور گمراہیوں میں اپنے آپ کو مشغول رکھا۔ ٹھونس ٹھونس کر مال جمع کیا اور اسے اللہ کی راہ میں دینے سے، نیکی کے کاموں پر خرچ کرنے سے کنجوسی کی۔ انسان اپنے نفس میں پیدائشی کمزور ہے لیکن جب اس کے سامنے ہدایت رکھ دی گئی ہے اور اچھے برے کی تمیز سکھلا دی گئی ہے تو وہ اپنے نفس کی اصلاح کے لئے کوشش کر سکتا ہے۔ اپنی برائیوں کو دور کر سکتا ہے۔ تو پھر جب ذرا امتحان کے طور پر اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور جب ان کو کچھ خوشحالی دی جاتی ہے تو وہ اکڑ جاتا ہے اور اللہ کی راہ میں دینے سے کنجوسی کرتا ہے۔ ان برائیوں سے صرف وہ لوگ بچے ہوئے ہیں جو اپنی نمازوں کی پابندی رکھتے ہیں۔ یعنی ہر مصیبت میں اللہ کو یاد کر کے اسی کو مدد کے لئے پکار کر نماز کی مدد لیتے ہیں کہ نماز انسان کو صبر سکھاتی ہے۔ اپنے مال میں سے غریبوں مسکینوں کا حق نکال کر دیتا ہے، جو کچھ امانت ان کے سپرد کرو تو وہ ان کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اپنے وعدوں کو پورا کرتا ہے۔ وہ عہد جو وہ اپنے اللہ کے ساتھ کرتا ہے اور وہ عہد بھی جو وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں اس کا لحاظ کرتا ہے۔ اپنے کو ننگے پن سے بچاتا ہے اور گواہی دیتے وقت سچائی پر قائم رہتا ہے اور

اپنی نماز کی حفاظت کرتا ہے۔ اس سورہ میں مومن کی نیک صفات کا ذکر نماز سے شروع ہوا اور نماز ہی پر ختم کیا گیا ہے۔ نمازی ہونا ان کی پہلی صفت ہے، نماز کا ہمیشہ پابند رہنا۔ ان کی دوسری صفت اور نماز کی حفاظت کرنا ان کی آخری صفت ہے۔ تو ایسے ہی لوگ جنت کے باغوں میں ہوں گے۔

اب یہ کفار و مشرکین جو چاروں طرف سے آپ کی آواز تبلیغ سن کر مذاق اڑانے کے لئے دوڑتے ہیں تو کیا ایسوں کو جنت ملے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو ان کو فوراً ہلاک کردے اور ان کی جگہ دوسری قوم آباد کردے جو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ لیکن اپنے نبی کو نصیحت فرماتا ہے کہ ان کو دنیاوی کھیل میں مست رہنے دو۔ ان کو خود ہی معلوم ہو جائے گا جب وہ قبروں سے نکل کر اپنا حساب دینے کے لئے بھاگے جائیں گے اور ان کے چہروں پر ذلت چھائی ہوگی۔ پھر ان کو یقین آئے گا۔

سورہ نوح

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں اٹھائیس (28) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

اس میں شروع سے آخر تک حضرت نوحؑ کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ سورہ مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی سورتوں میں سے ہے اور یہ اس زمانے میں نازل ہوئی جبکہ محمد ﷺ کی دعوت تبلیغ کی مخالفت شدت سے ہو رہی تھی۔ اس میں حضرت نوحؑ کا قصہ بیان کرنے کا مقصد کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ جس طرح نوحؑ کی قوم نے اپنے نبی کی دعوتِ حق کا انکار کیا اور جو ظالمانہ برتاؤ ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا اور اس کی پاداش میں ہلاک ہوئے اب تم لوگ بھی وہی رویہ اپنے نبی ﷺ کے ساتھ کر رہے ہو تو پھر سوچ لو کہ تمہارا بھی وہی حال ہونا ہے۔

دراصل قوم نوحؑ سخت کافر و مشرک قوم تھی۔ انہوں نے پرستش کے لئے بہت سارے بُت بنا رکھے تھے۔ جن میں سے پانچ بڑے بُت تھے۔ جنہیں بعد میں اہلِ عرب نے بھی پوجنا شروع کیا اور آغازِ اسلام میں جگہ جگہ عرب میں ان بتوں کے مندر بنے ہوئے تھے۔ ان میں ود بت کی شکل مرد کی تھی۔ عرب کے قدیم کتبات میں اس کا نام ودم اہم (ورد باپو) لکھا ہوا ملتا ہے۔ قریشِ مکہ بھی اسے معبود مانتے تھے۔ دوسرے بُت کا نام سواع تھا جو عورت کی شکل کی دیوی تھی۔ تیسرے کا نام یغوث تھا جس کی شکل شیر کی تھی اور یہ بت یمن اور حجاز کے درمیان ایک مقام پر نصب تھا۔ چوتھا یعوق تھا جو یمن میں قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ کا معبود تھا اور اس کی شکل گھوڑے کی تھی۔ پانچویں بُت کا نام نسر

تھا۔ جس کی شکل گدھ کی تھی۔ حضرت نوحؑ کی قوم سخت گمراہ ہو چکی تھی۔ ان کے سرداروں کی گردن تکبر سے اکڑی ہوئی تھیں۔ حضرت نوحؑ نے ان کو دین حق کی طرف بلانا شروع کیا کہ صرف اللہ واحد کی عبادت کرو اور ان جھوٹے معبود بتوں کی پرستش چھوڑ دو کہ یہ تمہارے کسی بھی کام نہیں آئیں گے۔ اللہ کی طرف سے وہ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اس لئے ان کی اطاعت کرو اور اللہ کی نافرمانی کر کے اور اللہ کے ساتھ ان بتوں کو عبادت میں شامل مت کرو اور اللہ کی ناراضگی اور عذاب سے ڈرو۔ لیکن ان کی قوم نے ایک نہ مانی۔ ان کو نوحؑ کی بات سننا تک گوارا نہ تھی اور نہ ہی وہ ان کی شکل دیکھنا پسند کرتے تھے۔ ان کی قوم کے سرداروں نے اپنے تابعین سے کہا کہ ان کی بات مان کر اپنے بتوں کی پرستش کرنا مت چھوڑو بلکہ اپنے طریقوں پر ڈٹے رہو۔ نوحؑ نے ایک طویل مدت تک ان کو گمراہی سے نکالنے کی کوشش کی کہ اگر انہوں نے سیدھا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ جو سب کا خالق و مالک ہے ان کے پچھلے گناہوں کو بخش دے گا اور ان کو خوب مال و اولاد و نعمتوں سے نوازے گا۔ کیونکہ وہی اللہ جو انسان کو زمین سے پیدا کرسکتا ہے پھر اسی زمین پر ان کے بسنے کا انتظام کرتا ہے تو وہ تمہارے اوپر نعمتوں کے دروازے بھی کھول سکتا ہے اور پھر وہی اللہ ہے جو تم کو دوبارہ مٹی میں ہی ملا دے گا اور پھر دوبارہ اسی مٹی سے تم اٹھائے جاؤ گے۔ لیکن ان کی قوم کے سرداروں نے اس دین حق کو مٹانے میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ وہ لوگ اپنے معبودوں کی نافرمانی کرتے ہوئے ڈرتے تھے لیکن اللہ سے جو ان کا خالق و مالک و رزق رساں ہے نافرمانی کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں ڈرتے تھے۔ آخر کار جب صدیوں تک وہ اپنی قوم کو دعوت حق کی تبلیغ کا حق ادا کرنے کے بعد وہ اپنی قوم سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھا دے کیونکہ وہ کسی صورت بھی ماننے والے نہ تھے۔ لہٰذا ان کی توبہ کی دی ہوئی مدت تمام ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے ان کی گمراہی اور نافرمانی کے سبب ایک طوفان عظیم کے ذریعے غرق کر دیا۔ غرق ہونے کے بعد بھی ان کا قصہ ختم نہیں ہوا بلکہ مرنے کے بعد ان کی روحوں کو آگ کے عذاب میں مبتلا کر دیا اور ان معبودوں میں سے جن کو وہ اپنا حامی و مددگار سمجھتے تھے کوئی بھی ان کی مدد کو نہ آیا۔

سورۃ الجنّ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ شروع کی آیتوں پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ممکن ہے یہ سورہ محمد ﷺ کی نبوت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہوگی کیونکہ نبی کی بعثت سے پہلے جن آسمان میں سن گن لینے کا کوئی نہ کوئی موقع پا لیتے تھے لیکن آپؐ کے نبیؐ بنائے جانے کے بعد آسمان میں ہر طرف فرشتوں کے سخت پہرے بٹھائے گئے اور شہابوں کی بارش ان پر ہوتی رہی تا کہ وہ عالم بالا کی خبروں کی بھنک نہ پا سکیں اور اللہ کے کلام کے نازل ہونے میں کوئی مداخلت نہ کر سکیں۔ اسی لئے ان جنوں کو فکر پڑ گئی کہ آخر ایسا کون سا معاملہ پیش آیا ہے یا آنے والا ہے کہ جس کے لئے سخت انتظامات کیے گئے ہیں۔ اس میں اٹھائیس (28) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

جن ایک پوشیدہ مخلوق ہیں اور اپنا مستقل وجود رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ سے بنایا ہے۔ جن عالم بالا کی طرف پرواز کر سکتے ہیں لیکن ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے اگر وہ اس سے آگے بڑھنے کے لئے پرواز کریں تا کہ عالم بالا کی خبریں جانیں تو شہاب ثاقب سے مار بھگائے جاتے ہیں۔ اس سے مشرکین عرب کے اس خیال کو رد کیا گیا ہے کہ جن غیب کا علم رکھتے ہیں۔ انسانوں کی طرح جنوں میں بھی رسالت اور آخرت کی قبولیت اور انکار پایا جاتا ہے۔ اخلاقی حیثیت سے بھی ان میں اچھے اور برے دونوں قسم پائے جاتے ہیں اور اعتقادات میں بھی ان کے الگ الگ مذہب ہیں۔ شروع کی آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ جن اللہ کو رب ضرور مانتے ہوں گے لیکن انسانوں کی طرح وہ بھی دوسری ہستیوں کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہوں گے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنوں میں نبوت اور آسمانی کتابوں کا سلسلہ جاری نہیں ہوا بلکہ ان میں سے جو جن بھی ایمان لاتے ہیں وہ انسانوں کے انبیاء اور ان کی لائی ہوئی آسمانی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔

محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات آسمان تک چلے جاتے تھے اور جو احکام فرشتوں پر نازل ہوتے تو جنات وہ باتیں سن کر کاہنوں کو بتا دیتے اور کاہن اپنی طرف سے کئی جھوٹ اس میں ملا کر لوگوں کو بتاتے اور غیب دانی کے علم کا دعویٰ کرتے۔ جب قرآن نازل ہونے لگا تو فرشتوں کے زبردست پہرے بٹھائے گئے تا کہ وہ حق اور باطل کو نہ ملا دیں اور کلام شیطانی کو اللہ کے کلام سے دور رکھے۔ اس کے بعد جو جن بھی آسمان تک اڑنے کی کوشش کرتا تو وہ شہاب ثاقب یعنی شعلہ سے ہلاک کر دیا جاتا۔ جب جنوں نے یہ رکاوٹ دیکھی تو وہ اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ادھر ادھر پھیل گئے۔ ان میں کا ایک گروہ کا گزر ہوا جب کہ محمد ﷺ صبح کی نماز میں قرآنی آیات تلاوت کر

رہے تھے۔ تب ان پر اس کلام کا اثر ہوا اور وہ فوراً ایمان لے آئے اور آ کر اپنی قوم سے ساری باتیں بیان کریں۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری گفتگو نقل کی ہے۔

نبی کو جن نظر نہیں آ رہے تھے اور نہ آپ کو معلوم تھا کہ وہ قرآن سن رہے ہیں بلکہ بعد میں وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ ان جنوں نے بیان کیا کہ ہم میں جو احمق ہیں وہ کیسی غلط باتیں اللہ کی شان میں کہتے رہتے ہیں کہ وہ اولاد رکھتا ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ اس کی نہ بیوی ہے نہ بیٹا اور اب ہم کبھی بھی کسی ہستی کو اللہ کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ اللہ اب کسی کو رسولؐ بنا کر نہیں بھیجے گا لیکن سچ پوچھو تو اللہ نے اپنا نبی بھیج دیا ہے کیونکہ ہم خود ان کی زبان سے یہ زبردست کلام سن کر آ رہے ہیں۔ ہم چونکہ اللہ سے بے خوف نہ تھے اور ہمیں یقین تھا کہ اگر اللہ کی نافرمانی کی تو ہم ضرور اس کی پکڑ میں آ جائیں گے۔ اس لئے جب ہم نے وہ کلام سنا جو اللہ کی طرف سے سیدھی راہ بتانے والی ہے تو ہم میں جرات نہ ہوئی کہ پرانے عقیدوں پر جمے رہتے۔ اس لئے ہم دل سے ایمان لے آئے۔ دراصل انسانوں میں کچھ ایسے ہیں جو ہم جنوں سے پناہ مانگتے ہیں اسی لئے ہمارا دماغ تکبر اور غرور سے بھر گیا اور کفر و ظلم میں ہم آگے بڑھ گئے اور گمراہ ہوئے۔

روایت میں ہے کہ عرب میں جب لوگ کسی سنسان وادی سے گزرتے تو اس وادی کے مالک جن کی پناہ مانگتے تھے ان لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر غیر آباد جگہ کسی نہ کسی جن کے قبضے میں ہے اور اگر پناہ نہ لی جائے تو وہ جن ستانے لگتا ہے۔ آج کل بھی یہ عقیدہ انسانوں میں ہے۔ یہ ایمان لانے والے جن اس بات کیطرف اشارہ کر رہے ہیں کہ زمین کے خلیفہ انسان نے الٹا ہم سے ڈرنا شروع کیا اور اللہ کو چھوڑ کر وہ ہم سے پناہ مانگنے لگے اور یہاں تک بھی کہ بعض انسانوں نے عبادت میں بھی اللہ کے ساتھ ہم کو شریک کیا اور انہوں نے یہ کہا کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ حق کے انکار پر جمے ہوئے ہیں اس لئے جنہوں نے اطاعت قبول کی تو وہ ضرور نجات پائیں گے اور جنہوں نے انکار کیا تو وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے اور جو ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کا پورا حق دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ کہو کہ وحی کے ذریعے آپ کو فرمایا گیا ہے کہ اگر لوگ ایمان لا کر اپنی اصلاح کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو آسمانی نعمتوں سے بھر دیتا۔ کیونکہ پانی پر ہی انسانی زندگی کا انحصار ہے اور سارے سجدے صرف اللہ ہی کے لئے ہیں لہٰذا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ورنہ سخت عذاب سے ہلاک کر دیئے جاؤ گے اور یہ کہ آپ کا کام صرف اللہ کے پیغام کو بالکل اسی طرح پہنچانا ہے۔ خدائی اختیارات میں آپ کا کوئی دخل نہیں۔ ان دنوں اہلِ مکہ نبی کی تبلیغ سن کر آپ پر ٹوٹ پڑتے تھے اور یہی سمجھتے تھے کہ طاقت میں وہ زیادہ ہیں اس لئے وہ اہلِ ایمان کو اور

دینِ حق کو کچل کر رکھ سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وقت آنے پر ان کو خود پتہ چل جائے گا کہ کمزور کون ہے اور یہ کہ اللہ جو پیغامات بھیجتا ہے اس کا حرف بہ حرف گنا ہوا ہوتا ہے اور اس میں فرشتوں کی بھی اور نبی کی بھی مجال نہیں کہ حرف میں کمی یا زیادتی کر سکیں۔

سورۃ المزمل

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں بیس (20) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

اس سورہ کے شروع کی آیتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ محمد ﷺ کی نبوت کے اول زمانے میں نازل ہوا ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو ہدایت فرماتا ہے کہ آپؐ راتوں کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کیا کریں تاکہ آپؐ کے اندر نبوت کے بھاری بوجھ کو اٹھانے اور اس کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی طاقت پیدا ہو۔ اب وہ آپ کا دور گزر گیا کہ آرام سے آپؐ سوتے تھے۔ اب جو بارِ عظیم آپؐ پر ڈالا گیا ہے اس کے تقاضے کچھ اور ہیں اور اس میں کافی محنت اور صبر کی ضرورت ہے۔

اس سورہ میں نمازِ تہجد کا حکم دیا گیا ہے جس میں آسانی کے ساتھ جتنا قرآن پڑھ سکو تلاوت کی جائے اور راتوں کی یہ نمازیں آپؐ میں صبر اور برداشت کی قوت پیدا کرے گی اور آپؐ اپنے نفس پر بھی قابو پا سکیں گے اور نبوت کے بارِ عظیم کو اٹھانے کی طاقت پیدا ہوگی۔

اس میں نبی ﷺ کو مخالفین کی زیادتیوں پر صبر کی تلقین کی گئی ہے اور کفارِ مکہ کو عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ پہلے رکوع کی یہ آیت اس زمانے میں نازل ہوئی جبکہ رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ شروع ہو چکی تھی اور اہلِ مکہ مخالفت پر اتر آئے تھے اور مخالفت کرنے والے کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ خبردار کرتا ہے کہ جس طرح فرعون کے پاس اللہ نے ان کو سیدھی راہ دکھانے کے لئے رسول بھیجا تھا تاکہ ان کو گمراہی سے نکالیں لیکن وہ اپنی گمراہیوں پر جمے رہے اور ان کا آخرکار انجام برا ہوا بالکل اسی طرح تم کو بھی ہم نے ایک رسول سے نوازا ہے اور وہ آخرت میں شہادت دیں گے کہ انہوں نے دینِ حق تم تک پہنچا دیا تھا اب اگر نہیں مانو گے تو مت سمجھو کہ اللہ کی گرفت سے بچ سکو گے۔ اگر تم پر دنیا میں عذاب نہیں آرہا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ صرف دھمکی ہے یہ تو تمہاری مہلت ہے اگر اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح نہ کرو گے تو سوچ لو کہ آخرت میں عذاب سے کیسے بچ سکو گے جبکہ وہاں جہنم کی آگ میں جلنے کے لئے ڈالے جاؤ گے اور کھانے کو ایسی بری چیز ملے گی کہ گلے میں پھنس پھنس جائے گی اور یہ دن جب ہوگا جبکہ پہاڑوں کو باندھ کر رکھنے والی کشش

اس میں ختم ہو جائے گی اور پہاڑ ڈھول اور ریت کی طرح اڑنے شروع ہوں گے۔ زمین لرزنے لگے گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن کی تشدد سے بچے بوڑھے نظر آنے لگیں گے۔ اب یہ سب تمہارے اختیار میں ہے اگر سیدھا راستہ اختیار کرنا ہے تو کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ ان ظالموں سے نپٹنے کا کام مجھ پر چھوڑ دو اور ان کے منہ نہ لگو۔ ان کی بدتمیزی کا جواب نہ دو۔ فی الحال تو وہ خوش نظر آ رہے ہیں اور دندناتے پھر رہے ہیں لیکن جلد ہی ان کو معلوم ہو جائے گا جب کہ وہ نبی کی بات نہ مان کر انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی اور اللہ کے عذاب میں آ گئے۔ زبردست جہنم کی آگ ان جھٹلانے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اس لئے آپؐ ان کے ظلم پر صبر کریں اور اپنی تبلیغ جاری رکھیں۔ اپنے سارے معاملات اللہ کے حوالے کریں۔ اللہ تعالیٰ خود ہی سب کچھ ٹھیک کر دے گا اور ہاں قرآن پڑھتے وقت اسے اچھی طرح سمجھ کر دماغ میں بٹھا لو تا کہ اسی طرح عمل کر سکو اور اس کے ایک ایک لفظ کو صحیح ادا کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کو معلوم ہے کہ آپؐ اور آپؐ کے ماننے والے راتوں کو نماز میں کھڑے رہتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ کے اصحاب میں نیکیاں کمانے کا کافی جذبہ پایا جاتا تھا۔ چونکہ گھڑیاں تو موجود نہ تھیں تو وقت کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ کبھی آپؐ اور آپؐ کے صحابہ رات کے ایک تہائی میں یا نصف رات کو یا پھر رات کے آخری حصے میں نماز پڑھتے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ جب بھی آنکھ کھلے تو اللہ کے آگے عبادت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور قرآن کے الفاظ کو ٹھیک ٹھیک ادا کرو۔ یہ تہجد کی نمازیں ہیں، فجر سے پہلے آنکھ کھلنے پر کبھی بھی پڑھ سکتے ہو۔ یہ نفلی نمازیں ہیں۔ اس میں بیماری کی وجہ سے یا پاک رزق تلاش کرنے میں یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں اگر تہجد کی نمازیں نہ پڑھ سکو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن پانچ نمازوں کی پابندی فرض ہے۔ اس کے لئے معافی نہیں ہے وہ باقاعدہ وقت کے ساتھ پڑھنا لازم کیا گیا ہے جبکہ تہجد کی نمازیں رات میں کبھی بھی آنکھ کھلنے کے بعد پڑھ سکتے ہو اور زکوۃ بھی فرض کی گئی ہے۔ تا کہ اللہ کو قرض کے طور پر دیتے رہو اور آخرت میں اس کے عوض بہت زیادہ پاؤ۔ جو اس دنیا میں اپنے مال کو بٹور کر رکھو گے تو کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔ آخر میں تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس دنیا سے جانا ہی پڑے گا اور یہ مال پھر کس کے کام آئے گا تمہارے وارثوں کے ہاتھ چڑھے گا اور جو چیز آسانی سے ملی کیونکہ انہوں نے تو تمہارے مال کے لئے محنت تو نہیں کی تھی اس لئے جو آسانی سے ملی وہ آسانی سے خرچ ہو گئی لیکن اگر تم اس مال کو اللہ کی راہ میں نیکی کے کاموں میں خرچ کرو تو آخرت میں تم اس کا اجر بہت زیادہ پاؤ گے اور ہر وقت اللہ کے آگے عاجزی سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگا کرو کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سورة المدّثر

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: اس سورہ کی پہلی سات آیات مکہ میں نازل ہوئیں جو کہ مکہ کا بالکل ابتدائی دور تھا۔ محمدﷺ پر پہلی وحی جو بھیجی گئی تھی۔ وہ سورہ علق سورہ نمبر 96 کی شروع کی پانچ آیتیں ہیں۔ یہ وحی کے نازل ہونے کا پہلا تجربہ محمدﷺ کو مکہ میں غار حرا میں پیش آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ صرف ایک ابتدائی تعارف تھا۔ اس کے بعد کچھ مدت کے لئے وحی کا آنا بند ہو گیا تا کہ آپؐ اس وقفے میں ذہنی طور پر آئندہ وحی کے وصول کرنے اور نبوت کے فرائض انجام دینے کے لئے تیار ہو جائیں اور تا کہ پہلے وحی کے تجربہ سے جو بوجھ آپ کی طبیعت پر پڑا ہے وہ دور ہو جائے۔ اس وقفے کے بعد اس سورہ کی پہلی سات آیتیں نازل ہوئیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپؐ اٹھیں اور لوگوں کو ان کی گمراہی کے انجام سے ڈرائیں اور جہاں شرک کے ڈنکے بج رہے ہیں وہاں صرف ایک ہی اللہ کی بڑائی کا اعلان کریں۔

مکہ کے لوگ عام عربوں کی طرح مشرک تھے اور مکہ معظمہ مشرکین عرب کا سب سے بڑا تیرتھ بنا ہوا تھا اور قریش کے لوگ اس کے مجاور تھے۔ وہاں پر اخلاق وعقائد کی گندگیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ بتوں کی پرستش کی جارہی تھی خود خانہ کعبہ میں ان کے تین سو ساٹھ بت عبادت کے لئے رکھے گئے تھے۔ جسم اور لباس کی پاکی سے بھی وہ لوگ کوسوں دور تھے۔ کفر وشرک اور فخر وغرور، نمائش، ٹھاٹھ باٹھ اور شان وشوکت میں وہ آگے آگے تھے۔ غرض ہر قسم کی برائیاں ان میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ یہ صرف دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے اور مرنے کے بعد قصہ ختم۔ وہ لوگ اپنی اولاد تک کو بھی ان بتوں کے بھینٹ چڑھاتے تھے۔ ایسے سخت ماحول میں کسی کا اٹھ کر توحید کا علم بلند کرنا بہت ہی جان جوکھوں کا کام تھا اور ایسے ہی ماحول میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ اٹھو اور بے خوف و خطر اپنے رب کی بڑائی کا علم بلند کرو اور جو بھی ہولناک طاقتیں آپؐ کے لئے رکاوٹ بنیں تو اس کی ذرا بھی پرواہ نہ کرو اور آپؐ کے گردوپیش جو بندے غفلت میں سرشار ہیں ان کو بیدار کرو اور انہیں ان کے برے انجام سے ڈراؤ جس سے یقیناً وہ دوچار ہوں گے اگر انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی۔ ان کو بتا دو کہ صرف ایک اللہ ہی ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور صرف اسی کی عبادت کرو اور کسی اور کو اس کے ساتھ شریک مت کرو۔ اپنے جسم ولباس کو پاک رکھو اور اپنے عقائد اور اخلاق کی گندگیوں کو دور کر کے اپنی روح کو پاک کرو۔ تمہارا لباس ایسا ہو کہ جس میں شان وشوکت اور فخر وغرور اور نمائش کرنے کا شائبہ تک نہ ہو بلکہ ایسا لباس ہو کہ ہر شخص اسے دیکھ کر یہ اندازہ لگا لے کہ

وہ ایک شریف انسان ہے اور نفس کی برائی میں مبتلا نہیں ہے اور اپنے اخلاق کو بھی ہر قسم کی برائیوں سے پاک رکھو اور اپنے کو اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بناؤ اور اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینے کے لئے یہ سب بہت ضروری ہیں۔ کیونکہ اب جو کام آپؐ کے سپرد کرنا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی زندگی ہر لحاظ سے پاکیزہ ہوتا کہ کوئی شخص آپؐ پر یہ حرف نہ رکھ سکے کہ جن برائیوں سے آپؐ دوسروں کو روک رہے ہیں اور اپنے آپ کو اللہ کا رسولؐ بتا رہے ہیں تو خود آپ کی زندگی ان برائیوں سے پاک کیوں نہیں ہیں۔ اس لئے آپؐ اپنے کو ان کے سامنے ایک عمدہ نمونہ پیش کریں تا کہ یہ لوگ آپؐ کے نقش قدم پر چلیں اور اگر کسی پر احسان کرو تو اس نیت سے نہ کرو کہ اس کے عوض آپ کو زیادہ کچھ ملے بلکہ بے غرضانہ احسان کرو اور آپ کی بخشش وسخاوت اور حسن سلوک صرف اللہ ہی کے لئے ہو اور دنیاوی فائدے کی خواہش اس میں شامل نہ ہو۔ جو نیکی کرو وہ صرف اللہ ہی کو راضی کرنے کے لئے کرو اور پھر آپؐ کے راستے میں بہت سی تکلیفیں آئیں گی تو صبر سے برداشت کئے جاؤ۔ یہ اولین ہدایات اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اس وقت دی تھیں جب آپ کو نبوت کے کام کے لئے چنا تھا۔

حضرت محمد ﷺ نے جب کھلا تبلیغ کا کام شروع کیا اور اس کے بعد پہلی بار حج کا زمانہ آیا تو سرداران قریش نے یہی بہتر سمجھا کہ باہر سے آنے والے حاجیوں کو محمد ﷺ اور قرآن سے بدگمان کرے۔ کسی نے کہا کہ وہ ایک دیوانہ ہے تو کسی نے انہیں شاعر اور کاہن کہنے کو کہا۔ ان کے ایک سردار ولید بن مغیرہ نے ان میں سے کسی کا بھی اقرار نہ کیا۔ کیونکہ اللہ کا کلام اس کے دل پر اثر ضرور کر گیا تھا لیکن وہ اپنی سرداری اور شان وشوکت کی خاطر اسلام کا اعتراف نہیں کر رہا تھا۔ آخر ابو جہل ولید کے سر چڑھ گیا کہ وہی کوئی ایسا نام بتائے جس سے کہ آنے والے حاجی آپؐ سے بدگمان ہو جائیں۔ ولید نے سوچ کر یہی فیصلہ کیا کہ کہو کہ وہ جادوگر ہیں اور وہ ایسا کلام پیش کرتے ہیں کہ سارے خاندان میں جدائی ڈالتے ہیں۔ اس لئے ان سے دور ہی رہو تو بہتر ہے اور یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کا کلام وحی کے ذریعے پیش کرتے ہیں لیکن دراصل وہ یہ سب کسی ایک انسان سے سیکھ کر آتے ہیں اور اسے اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس پروپیگنڈے سے قریش کے سرداروں نے آنے والے حاجیوں کے دل میں نفرت کے بدلے آپؐ سے ملنے کی خواہش پیدا کر دی اور آپ کا چرچا عام ہو گیا اور سب بھاگے دوڑے آپؐ سے ملنے آ رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس شخص کو یعنی ولید کو اتنی ڈھیر ساری نعمتیں اور دس بارہ بیٹے جو ہمیشہ اس کے بازو بنے ہوئے تھے دینے کے بعد بھی اس کی حرص ختم نہ ہوئی اور دیکھو وہ ان سب نعمتوں کا جواب کیسی حق دشمنی کے ساتھ دیا ہے اس لئے وہ انعام کا نہیں بلکہ دوزخ کا سزاوار ہے اور وہ دوزخ ایسی ہے کہ جلا کر خاک کر دے گی

لیکن مر کر بھی اس کا پیچھا نہ چھوٹے گا۔ان کی کھال جھلس جائے گی اور جو بھی ولید کی روش پر چل کر اللہ کی آیتوں سے دشمنی رکھے گا وہ ولید کی طرح اپنا انجام دیکھے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوزخ کے کارکن مضبوط فرشتے ہیں جو نمبر میں انیس ہیں۔ یہ سن کر قریش نے نبی کا مذاق اڑانا شروع کیا کہ اتنے بڑے دوزخ میں اتنے ڈھیر سارے مجرموں کے لئے صرف انیس فرشتے رکھے گئے ہیں۔اس پر اللہ تعالیٰ جواب فرماتا ہے کہ تم لوگوں کو کیا پتہ کہ وہ کن طاقتوں کے فرشتے ہوں گے اور یہ نمبر جو بتایا گیا ہے وہ صرف ایک فتنے کے طور پر ہے کہ جو مومن ہیں وہ جلد ہی یقین کر لیں گے کیونکہ وہ دین کے وفادار ہیں اس لئے ان کے ایمان میں اور ترقی ہوگی۔ پھر اہلِ کتاب جو خوب جانتے تھے کہ انبیاء کا ہر زمانہ میں یہی طریقہ رہا ہے کہ جو بھی وحی کے ذریعے کلام آئے اسے ویسے ہی لوگوں تک بے خطر پہنچا دیں چاہے لوگوں کو پسند ہوں یا نہیں اس لئے نبیؐ کے اس مخالف ماحول میں بے خوف وخطر اور لوگوں کے مذاق کی پرواہ کئے بغیر انیس فرشتے بیان کرنا واقعی صرف نبی ہی کا کام ہوسکتا ہے اس لئے اہلِ کتاب کو آپؐ کے رسول ہونے کا یقین ہوگا اور جن کے دلوں میں شک کا مرض ہے کہ جانے آخرت ہوگی بھی یا نہیں، جنت، دوزخ، فرشتے سب افسانے ہیں اور یہ رسول کیا واقعی اللہ کے رسولؐ ہیں اور یہ کلام بھی کیا وحی کے ذریعے اللہ کے پاس سے آتا ہے۔کافی لوگ اس شک میں مبتلا تھے کہ یہ سب کیسے اللہ کا کلام ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگوں کے لئے امتحان اور آزمائش کا ذریعہ ہے اور یہ فرشتوں کے نمبر ایک کسوٹی ہے جس سے کہ حق و باطل کو الگ کرتا ہے۔کیونکہ جو راستی پسند ہوتے ہیں وہ اس سے سیدھا راستہ اختیار کرتا ہے لیکن جو ہٹ دھرم ہوتے ہیں وہ اس کا ٹیڑھا مطلب نکال کر حق سے دور بھاگ جانے کے لئے بہانے ڈھونڈتا ہے اور اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ اگر تم نہ ماننا چاہو تو زبردستی تم کو منوا کر رہے۔

پھر اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتا ہے کہ جس طرح چاند اور رات دن اللہ کی قدرت کے عظیم نشانات ہیں اسی طرح دوزخ بھی اللہ کی قدرت کا ایک نمونہ ہے۔لیکن چونکہ تم لوگ دن اور رات اور چاند کو دیکھتے ہو تو یقین کرتے ہو اور دوزخ کو ابھی نہیں دیکھا اس لئے یقین نہیں آتا ہے اور اس کا مذاق اڑاتے ہو۔اب یہ ایک ڈراوا ہے اور جس کا جی چاہے اپنی اصلاح کر لے اور جس کا جی چاہے گمراہی میں پڑا رہے۔خود ہی ان کو معلوم ہو جائے گا کہ حق کا انکار کر کے وہ بہت غلطی پر تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے اللہ کے پاس رہن ہے کہ جو طاقتیں اور سروسامان اللہ نے ہمیں دیا ہے وہ قرض کے طور پر دیا ہے اور ہمارے نفس کو اس کے بدلے رہن رکھا گیا ہے۔اگر وہ نیکیاں کمائے گا اور اس کے ساتھ اس کا ایمان بھی مضبوط ہوگا تو گویا اس نے اللہ

کا قرض ادا کر دیا اور اپنے نفس کو چھڑا لیا۔ لیکن اگر وہ گمراہی میں رہ کر اس کو موت آئے گی تو اس کے نفس کو جو کہ رہن ہے ضبط کر لیا جائے گا اور دوزخ میں پھینکا جائے گا جو کہ بائیں ہاتھ والے ہیں لیکن داہنے ہاتھ والے بہشت میں ہوں گے اور ان دوزخیوں سے ان کے عذاب کی وجہ پوچھیں گے تو وہ اعتراف کریں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو مان کر اس کی نعمتوں کے شکریے میں نہ نمازیں پڑھی تھیں اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے میں دلچسپی تھی حالانکہ وہ کھلا سکتے تھے۔ لیکن ان کا ایمان کمزور تھا اور دنیا کے کھیلوں میں کھیلنے والوں کے ساتھ خوب مشغول رہے آخر ان کو یقین آیا جب انہوں نے اپنا انجام دیکھ لیا اور ایسوں کے لئے تو کسی کی بھی سفارش کام نہیں آنے والی۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ جانے ان کو کیا ہو گیا ہے۔ ان کو نصیحت ان کے بھلے کے لئے کر و تو جنگلی گدھوں کی طرح بدحواس ہو کر حق سے دور بھاگتے ہیں کیونکہ ان کو اپنے دنیاوی فائدے قربان کرنے پڑیں گے اس لئے نصیحت سننا نہیں چاہتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ ان کو کوئی ایسا خط بھیجے کہ ان کو یقین آئے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ دراصل یہ لوگ آخرت سے بے خوف ہیں اور اپنی من مانی کر رہے ہیں اور اگر ان کا یہ مطالبہ پورا کر بھی دیا جائے تو ایمان نہ لانے کے لئے کوئی دوسرا بہانہ ڈھونڈ نکالیں گے۔ خیر اگر وہ گمراہی چاہتے ہیں تو اللہ ایسوں کو گمراہی میں ہی آگے بڑھاتا ہے اور جو اپنی اصلاح کرنا چاہے تو اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے اور سب اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے اور اللہ کی ناراضگی سے بچنے کے لئے جو نصیحت کی جا رہی ہے اس لئے نہیں کہ اللہ کو اس کی ضرورت ہے بلکہ بندے کا فرض ہے کہ اللہ کو راضی کرے اور جو اللہ سے ڈر کر اپنی اصلاح کرے گا تو اس کے لئے اللہ اپنی رحمت کا دامن کھول دے گا وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو سزا نہیں دینا چاہتا اور نہ ہی وہ کوئی انتقام کا جذبہ رکھتا ہے۔

سورۃ القیٰمۃ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ کے دور کے بالکل ابتدائی زمانہ کی نازل شدہ سورتوں میں سے ایک ہے۔ اس میں چالیس (40) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

ان دنوں اہلِ مکہ قیامت کے برپا ہونے اور آخرت کے حساب و کتاب کو ماننے سے نہ صرف انکار ہی کرتے تھے بلکہ حد درجہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس لئے اس سورہ میں اللہ تعالیٰ قیامت کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور اس کا آنا یقینی ہے۔ پوری کائنات کا نظام اس بات پر گواہی دیتا ہے کہ یہاں کوئی بھی چیز ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں ہے۔ ایک دن یہ نظام کائنات درہم

برہم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے ہی یہ دنیا ہمارے لئے بنائی ہے تو وہ اسے مٹانے پر بھی قادر ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور اس سے اس دنیا میں کئے کا لازم حساب لے گا۔ وہ اپنے کئے کا اچھا یا برا نتیجہ ضرور دیکھے گا۔ اس کے لئے دوسری قسم نفس لوامہ کی کھائی گی ہے۔ یہ انسان کی تین نفسوں میں سے ایک ہے۔ ایک وہ نفس ہے جو برائیوں پر اکساتا ہے اسے نفس امارہ کہتے ہیں۔ دوسرا وہ نفس جو غلط کام کرنے پر نادم ہوتا ہے اور انسان کو ملامت کرتا ہے اور یہ نفس جو انسان کے اندر موجود ہے اسے نفس لوامہ کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا نام ضمیر ہے جو خود انسان کے اندر موجود ہے کہ جب وہ کوئی غلط کام کرتا ہے یا کرنے جاتا ہے تو اس کے اندر کا ضمیر ضرور اسے ٹوکتا ہے یعنی کہ فطری طور پر اس کے اندر بھلائی اور برائی کی تمیز پائی جاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی چوری کی نیت رکھتا ہے تو اس کے اندر کا ضمیر ضرور اسے ملامت کرتا ہے کہ یہ کام برا ہے اور پکڑے گئے تو سزا پاؤ گے اور اگر کوئی دوسرا شخص کسی پر ظلم کرتا ہے تو اس شخص کے اندر کی کوئی چیز ضرور اسے کہتی ہے کہ اس ظالم کو ضرور سزا ملنی چاہئے اور ظاہر ہے کہ یہ زندگی بعد موت کے پورا ہو سکتا ہے۔ فرض کرو کہ وہ ظالم دنیا میں تو قانون کے ہاتھ سے بھاگ کر بچ گیا اور پکڑا نہ گیا تو کیا یہ انصاف ہوگا کہ اسے سزا نہیں ملی اور دوسرا ایک شخص جو اللہ کے راستوں پر چل کر اپنی خواہشوں کو دباتا رہا تو کیا اس کی محنت برباد گئی۔ اسے انعام نہ دیا جائے؟ تیسرا وہ نفس ہے جو صحیح راہ پر چلنے اور غلط راہ چھوڑ دینے میں اطمینان محسوس کرتا ہے۔ اسے نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

اللہ قیامت کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ ایک دن ضرور آئے گا کہ ان کو دوبارہ زندہ کروا کے حساب لیا جائے گا اور اس کے لئے جزا و سزا مقرر کی گئی ہے اور ان کا اپنا نفس لوامہ اس پر شاہد ہے کہ ایسا ہونا ہی چاہئے۔ اور اللہ ہمیں اپنے حکیمانہ طریقے سے پیدا کر سکتا ہے تو ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد وہ ہماری ہڈیوں کو دوبارہ جمع کر کے ہمیں اٹھا بھی سکتا ہے۔ یہ جواب اللہ تعالیٰ نے مکہ کے کفار کو دیا ہے کہ وہ مذاق اڑاتے تھے کہ یہ بالکل ناممکن ہے کہ کوئی کہاں اور کیسے مرا پڑا ہو اور اس کی ہڈیاں گل سڑ گئی ہوں تو اللہ اسے دوبارہ اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے تم کو بنایا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ تمہاری انگلیوں کے پوروں تک کو ویسا بنا دے۔

دراصل ان کے اندر کا ضمیر ضرور اس چیز کے قائل ہے کہ قیامت اور آخرت ناممکن نہیں ہے لیکن چونکہ اس کو ماننے سے ان کو اپنی خواہشوں اور لذتوں سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے وہ یہی چاہتے ہیں کہ بس دنیا میں دندناتے پھریں۔ ظلم اور بے ایمانیاں کرتے جائیں اور ان کو کوئی پوچھنے والا اور انہیں ٹوکنے والا نہ ہو۔ دراصل وہ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور دنیا کے فائدے کو آخرت کے نقصان پر

قربان نہیں کر سکتے اہلِ مکہ نبی ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے کہ ہم تو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں اور آپ ہمیں اللہ کے عذاب سے ڈرا رہے ہیں تو پھر لاؤ نا وہ عذاب۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا وقت مقرر ہے۔ تمہیں یقین دلانے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ ہم جھٹ پٹ اسے لا کر بنی بنائی دنیا کو تم جیسوں کے لئے ختم کر دیں۔ منع کرنے پر بھی اگر تم اپنی برائیوں سے باز نہیں آتے تو تمہیں خود معلوم ہو جائے گا جس دن کہ تم ایک اچانک حادثہ سے ہکا بکا رہ جاؤ گے اور تمہاری نگاہیں اس پریشان کن منظر پر جم کر پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ چاند اور سورج کی روشنی ختم ہو جائے گی اس وقت تم کہو گے کہ کہاں بھاگ کر جاؤں۔ یہ وہ دن ہے کہ جب تم اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو گے اور تمہاری کمائی ہوئی دنیا کی نیکی اور بدی تمہارے سامنے رکھ دی جائے گی اور اس سے تم انکار نہ کر سکو گے کہ تمہیں اچھی طرح پتہ ہے کہ تم کیا کر کے آئے ہو کہ تمہارا ضمیر اس کی شہادت دے گا۔ دنیا میں تو تم اپنے ضمیر کی آواز کو خوب دباتے رہے لیکن آج تمہارا ضمیر چیخ پکار کر سب بتا دے گا کہ تم کیا کما کر آئے ہو، کس پر ظلم کیا ہے، کس کا حق مارا ہے، کس کی عصمت لوٹی ہے وغیرہ۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ دن ہو گا کہ کچھ لوگوں کے چہرے خوشی سے چمک دمک رہے ہوں گے۔ ان کو ان کی کامیابی کی خوشخبری سنا دی گئی تھی۔ اب وہ شدت سے اپنی کامیابی کی جنت کی سرٹیفکیٹ کا انتظار کر رہے ہوں گے اور خوش ہو رہے ہوں گے کہ جو کچھ بھی انہوں نے اللہ کی ہدایت کے مطابق کیا آج دیکھو ان کو کتنا اچھا پھل ملا اور پھر ان کی نیکیوں سے کئی گنا زیادہ انعام پالیا اور اللہ کا وعدہ سچا نکلا۔ آخرت پر یقین کر کے انہوں نے دنیا کے ناجائز فائدوں کو ٹھکرایا تھا اور اللہ کی راہ میں اور اللہ کے وعدوں پر یقین کر کے جان و مال کا نقصان اٹھایا تھا لیکن اللہ پر بھروسہ کرنا نہ چھوڑا۔ اب ان کی کامیابی ان کے سامنے آ گئی۔ جسے دیکھ کر انہیں یہ اطمینان ہو جائے گا کہ انہوں نے اپنی دنیاوی زندگی کے رویہ کے متعلق صحیح فیصلہ کیا تھا۔ دیکھو کیسا اچھا انجام ان کا ہوا۔ بعض احادیث میں ہے کہ آخرت میں اللہ کے نیک بندوں کو اپنے رب کا دیدار نصیب ہو گا۔ ممکن ہے یہی وہ مزید انعام ہے جن کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے نیک عمل کیا ان کے لئے اچھا اجر ہے اور اس پر مزید اور بھی جو کہ ممکن ہے اپنے رب کا دیدار ہو۔

اس آخرت کے دن کچھ چہرے اداس اور مرجھائے ہوں گے۔ ان کو اب اچھی طرح پتہ ہو گا کہ ان کے ساتھ کیسا برا برتاؤ ہونے والا ہے۔ افسوس کر رہے ہوں گے کہ انہوں نے اس بات کو سچ نہیں مانا اور اب سب کچھ حقیقت میں سامنے آ گیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت کے انکار پر اپنی موت کے وقت تک جمے رہے۔ انہوں نے اپنی دنیا کی زندگی میں نماز نہیں پڑھی یعنی مسلمان تو تھے ہی لیکن

دل اور زبان سے اللہ کی بڑائی کو نماز کی شکل میں ادا نہ کیا جو کہ اللہ اور رسولؐ اور اس کی کتاب کی صداقت کو ماننے کا سب سے پہلا فرض ایک مسلمان پر عائد ہوتا ہے اور نہ ہی اس نے اللہ کی راہ میں خیرات کیا اور آخرت کے دن کو دور کی بات سمجھ کر اکڑتا ہوا گھر کی طرف روانہ ہوا۔ یہ سب آخرت کے بارے میں باتیں اس نے ضرور سنی لیکن لاپرواہی برتی اور یقین نہیں کیا یہ سوچ کر کہ جب آخرت آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ جیسے کہ اب بھی کئی لوگوں کا یہی خیال ہے۔ افسوس ہے اور ہلاکت ہے ایسوں پر۔ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ بغاوت کرنے پر اور آخرت کے انکار پر جو گمراہی انہوں نے اختیار کی اور جو برتاؤ ان کے ساتھ ہونے والا ہے وہ موت کے وقت ان کی آنکھ بند ہوتے ہی ان کو پتہ چل جائے گا۔ جب کہ جان ہتھیلی پر دیکھ کر اس کے رشتہ دار جھاڑ پھونک والے کو بلانے لگیں گے کہ شاید وہ بچھا اپنی تدبیر سے اس کی جان نہ نکلنے دے۔ یہ ان دنوں عام طریقہ تھا۔ سکرات کی تکلیف کی شدت سے ان کی پنڈلیاں اکڑ کر جڑ جائیں گی۔ وہ سمجھ جائے گا کہ اب دنیا کو چھوڑنے کا وقت آ گیا تب اسے پتہ چل جائے گا کہ جو کچھ کہا گیا تھا سب کچھ سچ نکلا۔ اس وقت ممکن ہے کہ فرشتے کہیں گے کہ اس کی روح کو کون لے جائے گا۔ ملائکہ رحمت یا ملائکہ عذاب یہ ان کے دنیا کے اعمال کے مطابق ہوگا اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جزا یا سزا کا مستحق ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جانوروں کی طرح دنیا میں چرتے پھرو ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جس نے اس کو پیدا کیا ہے اس نے اسے بالکل غیر ذمہ دار بنا کر چھوڑ دیا ہے جو چاہے کرو کوئی باز پرس تم سے نہیں ہونے والی۔ جانور تو بے اختیار ہیں لیکن تم کو تو بااختیار بنایا ہے اور عقل سے نوازا ہے۔ اب اگر جو اللہ ایک معمولی نطفے سے دو قسم کے انسان مرد اور عورت پیدا کر سکتا ہے اور اپنی حکیمانہ طریقے سے اس قطرے کو گوشت کے لوتھڑے میں تبدیل کرتا ہے پھر اس کا جسم بناتا ہے اس کے اعضاء درست کرتا ہے اور یہ سب ماں کے رحم میں ایک اندھیری کوٹھری میں ہوتا ہے۔ تو کیا کوئی اتفاقی حادثہ ہے؟ یا اللہ ہی یہ سب ترتیب کرتا ہے اور پھر ہر زمانے اور ہر ملک میں اس معمولی قطرے سے عورت اور مرد بنائے جاتے ہیں تو پھر کیا وہی اللہ تم کو دوبارہ نہیں پیدا کر سکتا؟ یہ ایک زبردست ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ زندہ کر سکتا ہے اور کرے گا اور ضرور ہم سے ہمارا حساب لے گا۔

سورۃ الدھر

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

یہ سورہ مکہ کے ابتدائی سورتوں میں سے ایک ہے۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ آیت 8 سے 10 تک مدینہ میں نازل ہوئی۔ روایت میں ہے کہ آل محمدؐ سے جب اس نیک عمل کا صدور ہوا تو اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ جب یہ نیک عمل آپؐ کے اہل وعیال سے ہوا تو جبرائیل نے آپؐ کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپؐ کے اہلِ بیت کا یہ فعل بہت ہی مقبول ہوا اور وہ فعل یہ ہے۔

روایت میں ہے کہ ایک بار حضرات حسنؑ وحسینؑ بیمار ہو گئے۔ بعض صحابہؓ نے حضرت علیؑ کو مشورہ دیا کہ آپ دونوں بچوں کی شفاء کے لئے اللہ تعالیٰ سے نذر مانیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اور ان کی خادمہ فضہؓ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان بچوں کو شفاء عطا فرما دی تو وہ تین دن کے روزے رکھیں گے۔ اللہ کے فضل سے وہ دونوں تندرست ہو گئے۔ پہلا روزہ کھول کر جب وہ کھانے کو بیٹھے تو ایک مسکین نے کھانا مانگا اور حضرت علیؑ نے کھانا جس کی مقدار زیادہ نہ ہوگی۔ اس کے سامنے رکھ دیا۔ اسی طرح دوسرے دن ایک یتیم کی مانگ پر انہوں نے اپنا کھانا اس کو کھلا دیا اور تیسرے دن قیدی آ گیا ممکن ہے کہ وہ ابھی قید سے چھوٹا ہو اور بے روزگار ہو۔ اور انہوں نے اس قیدی کو کھلا دیا۔ اس واقعہ پر جبرائیل نے آپؐ کو آپ کے اہل بیت کے معاملے کی اللہ کی نظر میں مقبولیت کی خوشخبری دی۔

اس سورہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کو یاد دلایا ہے کہ ذرا اپنے وجود کو تو دیکھو۔ اتنی لمبی مدت دنیا کو بنائے گزر جانے کے بعد انسان نام کی ایک قسم کا آغاز کیا گیا اور اسے عدم سے وجود میں لانے کی ابتداء کی گئی۔ اس وقت وہ قابلِ ذکر چیز نہ تھا۔ اس کا ایک حصہ باپ کے نطفے میں بالکل خوردبینی کیڑے کی شکل میں اور دوسرا حصہ ماں کے نطفے میں ایک خوردبینی بیضے کی شکل میں تھا۔ مدت دراز تک تو انسان یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ ان دونوں کے ملاپ سے وہ بنا ہے۔ لیکن اب جدید سائنس دانوں نے اس کی تحقیق کی ہے لیکن پھر بھی وہ نہیں کہہ سکتے کہ کتنا حصہ باپ کا اس کیڑے میں ہے اور کتنا حصہ ماں کا اس بیضے میں ہے اور دونوں کے ملنے سے جو خلیہ وجود میں آتا ہے تو کوئی بھی نہیں کہہ پائے گا کہ یہ ایک انسان بننے کا آغاز ہو رہا ہے اور پھر وہ نشوونما پا کر شکل وصورت، قابلیت اور شخصیت کا

انسان بنے گا۔

اس کے بعد انسان کو خبردار کیا گیا ہے۔ انسان کو جانوروں کی طرح نہیں بنایا بلکہ اسے عقل وفہم سے نوازا تا کہ دنیا میں رکھ کر اس کا امتحان لے اور اس دنیا کو ایک امتحان گاہ بنایا اور جو عمر کا وقفہ اسے دیا گیا ہے وہ دراصل اس کے امتحان کا وقت ہے کہ وہ اپنی قوتوں کو، اپنی صلاحیتوں کو اور جن چیزوں پر اس کو تصرف کے مواقع دیئے گئے وہ کس طرح استعمال کرتا ہے۔ اسی لئے اسے عقل فہم عطا کی تا کہ وہ امتحان دینے کے قابل ہو سکے اور اس کے سامنے خیر وشر کے راستے نمایاں کر کے بتا دیئے اور اس کی رہنمائی بھی کی تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کون سا ہے اور کفر کا کون سا۔ اب وہ جو بھی راستہ اختیار کرے گا اس کا وہ خود ذمہ دار ہے کہ اس نے اپنی مرضی سے اس راستے کو پسند کر کے اختیار کیا۔ رہنمائی بھی کئی طریقوں سے کی گئی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ہی ایک فطرت جیسی چیز رکھ دی جو اچھے اور برے کو پہچانتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر انسان کے اندر ضمیر نام کی بھی ایک چیز ہے کہ جب وہ برائی کرنے جاتا ہے یا برائی کرتا ہے تو اس کا ضمیر اسے ضرور ٹوکتا ہے۔ چاہے وہ کتنا ہی اپنے ضمیر کو سمجھانے اور سلانے کی کوشش کرے لیکن وہ بار بار اندر سے ابھر کر چیختا ہے اور اسے اس کے برے کاموں پر خبردار کرتا ہے اور تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے حقیقت کی خبر دینے والے نشانات زمین سے لے کر آسمان تک ساری کائنات میں رکھ دیے ہیں کہ یہ سارے کارنامے صرف اللہ ہی کے بنائے ہوئے ہیں اور یہ سارا نظام سوائے ایک واحد اللہ کے بغیر نہیں چل سکتا اور یہ کہ اس کے چلانے میں بہت سے خداؤں کا ہاتھ نہیں ہو سکتا اور یہی قیامت اور آخرت کا بھی ثبوت دیتے ہیں اور چوتھا یہ کہ انبیاء اور کتابوں کے ذریعے سے قیامت اور آخرت کی جزو سزا کی خبر دی اور اچھے اور برے راستوں کی تمیز اور اس کا انجام بتا دیا۔ پانچواں یہ کہ انسان کو خود پتہ ہے کہ ایک عظیم طاقت اس پر اور ساری کائنات پر فرمانروائی کر رہی ہے اور اس کے آگے سب کتنے بے بس ہیں۔ اس کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ کٹر سے کٹر مشرک بھی وقت آنے پر جب اس کے خداؤں کی ساری تدبیریں فیل ہو جاتی ہیں تو آخر وہ اوپر دیکھ کر ایک ہی اللہ کو پکارتا ہے۔

انسان کی عقل خود یہ اقرار کرتی ہے کہ جرم کی سزا اور اچھی خدمات کی جزا ملنی چاہئے اسی لئے تو عدالت کا نظام ہر جگہ قائم کیا گیا ہے لیکن اس دنیا میں بعض وقت کسی بنا پر مجرم سزا

سے بچ جاتا ہے تو کیا اس کی ہمیشہ کے لئے چھوٹ ہوگئی پھر یہ تو انصاف کا تقاضہ ہی نہ ہوا اسی لئے تو ایک وقت کا آنا ضروری ہے کہ جہاں پر آخری اکاؤنٹ ہوگا جس میں کہ مجرموں کو سزا ملے گی اور نیکوں کو اچھا بدلہ ملے گا۔ کون اس دنیا کے امتحان میں دل لگا کر اللہ کے احکام کے مطابق اپنا پرچہ دے گا اور کون اس میں اپنے نفس کی خواہشوں کو پورا کر کے اپنے پرچوں سے لاپرواہی برتے گا اور فیل ہوگا تو وہ ناکامیاب ہو کر سزا کا مستحق ہوگا۔ اور جو کامیاب ہو کر نکلیں گے ان کو بہت ہی اچھا انعام ملے گا جو کہ جنت ہے۔ ہر قسم کے میوے، شراب اور آسائش ان کے لئے ہوں گی۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی واجبات کو پورا کیا ہوگا یعنی کہ جس نیک کام کے کرنے کا عہد انہوں نے اپنے اللہ سے کیا اسے پورا کیا جسے ''نذر ماننا'' کہتے ہیں۔ ایک تو نیکی کی نذر ہے کہ ایک شخص اپنے اللہ سے عہد کرتا ہے کہ اس کی رضا کی خاطر وہ نیک کام کرے گا۔ یا وہ یہ نذر مانے کہ میری فلاں حاجت پوری ہو تو شکرانے میں وہ نیک کام کرے گا تو یہ اس پر لازم آتا ہے اور کرنا ہی پڑتا ہے اور دوسرے جس کا نام نذر لجاج یعنی جہالت اور ضد کی نذر ہے یعنی وہ نذر جو ناجائز ہو مثلاً اگر میرا یہ کام اللہ نے پورا کیا تو میں ناچونگا۔ رسول ﷺ نے ایسی نذر ماننے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ کی نافرمانی کی نذر پوری نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کا کفارہ دینا چاہئے اور جو نذر اللہ کی اطاعت میں ہو اسے پورا کرنا ضروری ہے۔ جس کام میں بجائے خود کوئی نیکی نہیں ہے تو اسے پوری نہیں کرنا چاہئے مثلاً نذر مانی ہو کہ دھوپ میں پیدل ننگے پیر چلوں گا۔ نماز اور روزے کی نذر اگر کسی نے اپنی زندگی میں مانی ہو اور ساری زندگی اس سے لاپرواہی برتی کہ مرنے کے بعد اس کے وارث اس کے لئے ادا کریں گے تو یہ غلط ہے۔ مالی نذر اگر کسی نے کی ہو اور وہ کچھ میراث چھوڑ جائے تو ترکہ میں سے ایک تہائی حد تک نذر پوری کرنی چاہئے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کی محبت میں غریب، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے رہے ہیں۔ حالانکہ کسی غریب کو کھانا کھلانا بڑی نیکی ہے لیکن کسی حاجت مند کی دوسری حاجتیں پوری کرنا بھی ویسا ہی نیک کام ہے اور جو بے بس آدمی جیسے کہ قیدی جو خود اپنی روزی نہیں کما سکتا تو اس کو کھانا کھلانا بڑی نیکی کا کام ہے اور نیکی کر کے اسے طعنہ نہ دے۔ یا کوئی معاوضہ اس کے بدلے نہ لے۔ صرف اللہ کی خاطر نیکیاں کرے۔ افسوس کہ آج کل یہ کہاں جبکہ تھوڑی سی نیکی کی خاطر وہ پہلے دیکھتے ہیں کہ اس میں ملے گا کیا۔ فائدہ بھی ہے یا نہیں۔ جو بھی آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہیں سو اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن کے شر سے بچائے

گا اور اس کے بدلے انہیں جنت کی کامیابی نصیب ہوگی جہاں ان کے لئے ہر قسم کی لذیذ شراب ہوگی، ہر قسم کے میوے اور آسائشیں ہوں گی۔ ان کی ہر خواہش پوری کی جائے گی۔ دنیا میں چاہے وہ غریب رہے ہوں لیکن وہاں پر ان کے نیک اعمال و ایمان کے بدلے وہ بادشاہوں کی طرح ہوں گے۔

دوسرے رکوع میں نبیﷺ کو خطاب کر کے تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تا کہ اچھی طرح ذہن میں بیٹھ جائے اور حفظ کرنے میں آسانی ہو کیونکہ کفارِ مکہ کہتے تھے کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہوتا تو یہ سب ایک وقت ہی میں نازل ہوا ہوتا۔ اس لئے وہ کہتے تھے کہ نبیﷺ اسے دل سے گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ہے اور دوسرے یہ کہ اس قرآن کے نازل کرنے والے ہم یعنی اللہ ہی ہیں اور تیسرے یہ کہ اپنی تبلیغ کا فرض صبر کے ساتھ انجام دو، چاہے یہ منکرین کتنا ہی آپﷺ کا راستہ کاٹنے کی کوشش کریں اور اس صبر کے حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ پانچ وقتہ نمازوں کو وقت کے ساتھ ادا کرو اور اللہ کا ذکر تہجد کی نماز میں بھی کرو کہ تمہارے ایمان کو اور بڑھائے گا اور تم میں صبر کا مادہ زیادہ پیدا ہوگا۔

آخر میں کفار کے غلط رویے کی اصل وجہ بیان کی ہے کہ وہ آخرت کو بھول کر دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں۔ دنیا حاصل کرنے کے لئے ہی ان کی کوشش رہتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ دوبارہ انہیں یہ سبق یاد دلاتا ہے کہ تم کیا تھے اور کیا بن گئے اور تم کو بنانے والے بھی ہم ہی ہیں اور اگر ہم تم کو ہلاک کر کے دوسری قوم بسانا چاہیں یا تمہارے اعضاء کی طاقت چھین کر تمہیں اپاہج بنا دیں یا تمہاری شکلیں بگاڑ کر رکھ دیں تو ہمیں کوئی روکنے والا نہیں۔ جو تم چاہتے ہو تو ضروری نہیں ہے کہ وہ تمہیں ملے الّا کہ اس میں اللہ کی مرضی ہو۔ کیونکہ وہ اپنے علم اور حکمت کی بناء پر ہی کسی کو رحمت کا مستحق کرتا ہے اور جسے ظالم پاتا ہے تو اس نے اس کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

سورۃ المرسلت

شروع اللہ کے نام سے جونہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

اس سورہ کا پورا مضمون یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ سورہ مکہ معظمہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں پچاس (50) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔ اس کا موضوع قیامت اور آخرت کی ہولناکی اور انکار کرنے والوں کو برے انجام سے خبردار کرنا ہے۔

شروع کی آیتوں میں بڑے پرزور طریقے سے فرمایا گیا ہے کہ محمد ﷺ اور قرآن جس قیامت کے دن کے آنے کی خبر دے رہے ہیں وہ ضرور آ کر ہی رہے گی۔ کیونکہ اہلِ مکہ قیامت اور آخرت کا سراسر انکار کر رہے تھے وہ اپنی گمراہیوں میں ہی پڑے رہنے پر اکتفا کرنا چاہتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ کوئی انہیں ٹوکے۔ قیامت کے وقوع پر ہواؤں کے انتظام کی قسم کھا کر اس حقیقت کو گواہ قرار دیا ہے۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ فرشتوں کے انتظام کی قسم کھا کر قیامت کے آنے کا ثبوت دیا ہے۔ مثلاً ہواؤں کو لے لو کہ جس کی پانچ صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ زمین پر بسنے والوں کی زندگی ہواؤں پر منحصر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس ہوا میں بے شمار مختلف کیفیات پیدا کی ہیں جن کا انتظام کئی سالوں سے اس باقاعدگی کے ساتھ ہو رہا ہے جس کی بدولت موسم پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی گرمی تو کبھی سردی، کبھی بادل آتے ہیں۔ انہی ہواؤں کی بدولت سے بخارات سمندر سے اٹھتے ہیں اور بادل میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور نفع بخش بارش کی صورت میں ہم تک پہنچا دی جاتی ہے۔ تو کبھی بادل آتے ہیں اور ٹکڑوں میں تبدیل ہوتے ہیں اور برستے نہیں۔ کبھی خوشگوار ہوائیں چلتی ہیں جو نفع دیتی ہیں تو کبھی طوفانی جو تباہ کن ہوتی ہیں تو کبھی کال پڑ جاتا ہے۔ اس قسم کی طرح طرح کی ہوائیں جو اپنے وقت میں مالک مطلق کے حکم سے چلتی ہیں اللہ کی حکمت و قدرت کی اہم ثبوت ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ اللہ کے لئے زندگی کو وجود میں لانا مشکل نہیں ہے اور نہ ہی اسے مٹا کر دوبارہ وجود میں لانا کوئی مشکل کام ہے کیونکہ وہی ہے کہ جس نے اپنے بندوں کو وجود میں لا کر ان کی زندگی کا انتظام بھی اس زمین پر کیا ہے۔ اب ذرا سوچو کہ انہی ہواؤں میں آکسیجن ہے جو تمام مخلوقات کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ اب غور کرو کہ یہ سب کوئی کھیل کے طور پر تو نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ اس میں کوئی عظیم مقصد کارفرما ہے۔ جو ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ جس طرح اللہ نے ہمیں پیدا کیا اور ہمارے لئے ہواؤں کا انتظام کیا تو وہ کسی وقت بھی ان ہواؤں کو بند بھی کر سکتا ہے یا پھر طوفانی ہوا کو

خوشگوار ہوا میں تبدیل بھی کر سکتا ہے۔ یہی ہوا ہمیں ہمارا سبق یاد دلاتی ہے کہ اوپر کوئی زبردست طاقت ہے جو زندگی کے اتنے بڑے ذریعے کو جب چاہے رحمت اور جب چاہے ہلاکت میں تبدیل کر سکتا ہے اور کوئی اس کے فیصلے کو نہیں روک سکتا۔ تو پھر وہ قیامت برپا کر کے ہمیں دوبارہ بھی اٹھا سکتا ہے۔

اہلِ مکہ بار بار کہتے تھے کہ جس قیامت سے آپ ﷺ ہمیں ڈرا رہے ہیں تو ذرا لا کر تو دکھاؤ۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ یہ کوئی کھیل یا تماشا نہیں ہے کہ تمہارے کہنے پر اور تمہاری تسلی کے لئے اسے لا کر تمہیں بتلا دے۔ وہ تو شروع سے آخر تک جتنے بھی انسان پیدا کئے گئے ہیں ان سب کے فیصلے کا دن ہوگا اور اس کے لئے ایک مقرر وقت رکھا گیا ہے اور وہ اپنے وقت پر اسی ہولناک شکل میں آئے گا کہ آج جو تم مذاق اڑا رہے ہو، تب تمہارے حواس اڑ جائیں گے۔ میدانِ حشر میں جب انسان کا مقدمہ پیش ہوگا تو ہر قوم کے رسول کو شہادت کے لئے پیش کیا جائے گا تا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کا پیغام انہوں نے لوگوں تک پہنچا دیا ہے اور اب وہ اپنی گمراہی کے خود ذمہ دار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خبردار کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ اب یہاں ان کی حجت تمام ہو جاتی ہے اور وہ سزا کے مستحق مانے جاتے ہیں۔ اب جنہوں نے اس دن کے آنے کا یقین نہیں کیا اور مذاق ہی اڑاتے رہے تو اب ان کو یقین آ جائے گا اور افسوس ایسوں کے لئے بڑی تباہی رکھی گئی ہے۔

جن قوموں نے آخرت کو جھٹلایا تھا تو کیا ان کو نہیں پتہ تھا کہ وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ اسی طرح آگے آنے والی قوم کے لئے بھی تباہی ہے اگر وہ لوگ اس دن کا انکار کریں گے۔ پچھلی قومیں حقائق سے آنکھ بند کر کے چلے تو تباہ ہوئے اسی طرح اگر وہ قیامت کے آنے کو نہ مانیں گے تو اس دن بھی وہ بہت ہی نقصان میں رہیں گے جو کہ یہ بات ثابت کر دیتی ہے کہ وہ دن ضرور ضرور آئے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ایک حقیر پانی سے ہم تمہیں انسان بنا کر عقل و فہم اور انسانی خصلتیں دے کر پیدا کرتے ہیں تو پھر دوبارہ ہم تمہیں کیوں نہیں پیدا کر سکتے تو مذاق اڑا لو جتنا چاہو مگر جب وہ دن تمہاری آنکھوں کے سامنے آئے گا تب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اب یہ بتائی ہوئی ان کی تباہی کا دن ہے۔

پھر آخرت کے ممکن اور معقول ہونے پر ایک اور ثبوت زمین کا دیا ہے کہ کئی سالوں

سے یہ زمین بے حساب مخلوقات کو اپنی گود میں لئے ہوئے ہے۔ ہر قسم کے حیوانات اور نباتات اس پر جی رہے ہیں اور سب کے لئے روزی کا بندوبست ہو رہا ہے۔ یہی زمین ہے جس پر بے شمار مخلوقات مرتے بھی ہیں اور اسی کی گود میں ٹھکانے لگائے جاتے ہیں۔ پھر اس زمین کے پیٹ سے میٹھا پانی بھی برآمد ہوتا ہے۔ سمندر کے کھارے پانی سے صاف ستھرے بخارات اٹھا کر نتھرا ہوا پانی آسمان سے برسنے کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ کیا یہ سب کچھ یہ ثابت نہیں کرتا کہ یہ سب ایک قادرِ مطلق کے کام ہیں۔ جب وہ یہ سب کچھ کر سکتا ہے تو وہ اس زمین کو الٹا کر دوبارہ سیدھا کر کے نئی دنیا بھی وجود میں لا سکتا ہے تاکہ انسانوں سے ان کے اعمال کا حساب لے کیونکہ ان کو ہوش و عقل رکھنے والا بنایا گیا ہے۔ اسی لئے یہ اللہ کی حکمت کا تقاضہ ہے کہ وہ اس کے بعد ایک نئی دنیا بسائے جہاں کہ مجرموں کو پکڑ کر سزا دے۔ وہ ایسی دنیا ہو جو فسق و فجور سے پاک ہو۔ جہاں کہ مجرموں کو ہمیشہ کے لئے بند کیا جائے کہ وہ دوبارہ فساد نہ کر سکیں اور ایسی دنیا جہاں کہ نیکیوں پر سلامتی ہو اور انعامات سے نوازے جائیں۔ یہ سب ان اعمال کے بدلے ہیں جو انہوں نے اپنی دنیاوی زندگی کے امتحان میں کمائے ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی قدرت کے یہ سب کرشمے دیکھ کر بھی اگر وہ منکرین حق آخرت کے آنے کو ناممکن سمجھتے ہیں تو ان کو اپنے ان خام خیالی میں کھوئے رہنے دو۔ وقت آنے پر پتہ چل جائے گا کہ اتنی بڑی حماقت کر کے انہوں نے تباہی مول لی۔ میدان حشر میں تو یہ گمراہ منکرینِ حق سزا سے بچنے کے لئے بہت سے معذرتیں پیش کریں گے۔ ایک دوسرے پر الزام ڈال کر اپنے کو بے قصور ٹھہرانے کی کوشش کریں گے۔ اپنے سرداروں اور پیشواؤں کو برا بھلا کہیں گے کہ انہوں نے ان کو گمراہ کیا اور ان میں سے بعض تو پوری دلیری کے ساتھ اپنے جرائم کا انکار کریں گے لیکن ان کے اعمال نامہ جو ویڈیو کی طرح ریکارڈ ہوا ہوگا ان کے جرائم کو ثابت کر دے گا اور مزید یہ کہ ان کے اپنے اعضاء ہاتھ، پاؤں، آنکھ وغیرہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ اب ان کے پاس سزا سے بچنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا کیونکہ ان کے جرائم ثابت کر دیئے گئے۔ وہ بولنے سے رہ جائیں گے۔ دنیا میں تو بہت زیادہ مکاریاں اور چالبازیاں کرتے رہے اب ذرا ہماری پکڑ سے بچ کر تو بتاؤ۔ ان کی خاطر تواضع ایسے دھوئیں سے ہوگی جس میں سے کہ بڑے بڑے شعلے اٹھ رہے ہوں گے جیسے اونچے اونچے زرد اونٹ اچھل رہے ہیں کہ ابھی ان پر گرے اور ان کو کچل کر

آ گ کی لپیٹ میں لے لے۔ گرمی اور گھبراہٹ سے دم نکلا جا رہا ہو گا۔ تب ان کو پتہ چلے گا کہ انہوں نے گمراہی مول لے کر کیا کچھ تباہی مول لی اور آخرکار جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ وہاں وہ جلائے جائیں گے اور دوبارہ بنائے جائیں گے پھر جلائے جائیں گے اور یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے چلتا رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کفار مکہ کو بلکہ دنیا کے سارے کفار کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اگر اب بھی یہ سب سن کر بھی تم اپنی اصلاح نہیں کرنا چاہتے تو پڑے رہو اسی گمراہی میں اور اس دنیا کی چند روزہ زندگی میں جتنا چاہے مزے کر لو اور اپنے کو تباہی و بربادی کے لئے تیار کرتے رہو۔

پھر اللہ سے ڈرنے والے اور حق کو دل سے قبول کر کے نیک کام کرنے والوں کا ذکر ہے کہ وہ لوگ ٹھنڈی چھاؤں میں چشموں میں ہوں گے۔ ہر قسم کے پھل ان کے لئے ہوں گے۔ ہر قسم کی آسائشیں ہوں گی۔ یہ ہے جنت کا رتبہ اور ان کے ایمان اور نیک اعمال کا انعام۔ جس میں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بڑی سے بڑی چیز جو حق اور باطل کا فرق سمجھانے والی اور ہدایت کا راستہ دکھلانے والی ہے قرآن کی صورت میں نازل کر دی گئی ہے۔ اب اگر اس کتاب کی نصیحتوں کو مان کر کوئی ایمان نہیں لانا چاہتا تو پھر اس سے بڑھ کر اور کیا ان کے لئے لائی جائے جو کہ ان کو راہ راست پر لگائے۔ مت مانو ہمیں کیا۔ اپنی تباہی کے خود ذمہ دار بنو۔

سورۃ النبا

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں چالیس (40) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔
نبا سے مراد قیامت اور آخرت کی خبر ہے اور اس سورہ میں ساری بحث اسی پر ہی کی گئی ہے۔ یہ سورہ بھی مکہ کے ابتدائی دور کی نازل شدہ آیتوں میں سے ہے۔ اس میں قیامت اور آخرت کے آنے اور اس کے ماننے اور نہ ماننے کے نتائج سے لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے۔

محمد ﷺ کی نبوت کے ابتدائی دنوں میں جبکہ حضور ﷺ نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو اس کی بنیاد تین چیزیں تھیں۔ ایک یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ ان دنوں حالانکہ مکہ کے کفار اللہ کی ہستی سے انکار نہیں کرتے تھے اور اللہ ہی کو خالق و رازق مانتے

تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ کے اس نظام کائنات کو چلانے والے بھی اللہ کے ساتھ شریک ہیں۔ اس لئے ان کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک نہ کیا جائے۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے رسول ﷺ بنا کر بھیجا ہے۔ مکہ کے لوگ یہ ماننے کو تیار نہ تھے کہ انہی کے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ رسول مقرر کریں گے۔ حالانکہ چالیس سال سے نبوت سے پہلے نبی ﷺ انہی لوگوں میں پل کر بڑے ہوئے اور ان کی قوم کو یہ پتہ تھا کہ وہ کسی قدر نیک، بلند اخلاق، سچے اور امین ہیں اور انہوں نے کبھی بھی اپنی غرض کے لئے جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی کبھی کسی سے دھوکہ کیا اس لئے ان مکہ کے کفار کو یہ باور کرنے کے لئے سخت مشکل پیش آ رہی تھی کہ چونکہ وہ سارے معاملات میں اتنے سچے ہیں تو پھر رسالت کے معاملہ میں وہ کیسے جھوٹے ہو سکتے ہیں۔ تیسری بات یہ کہ حضور ﷺ جو تبلیغ کر رہے تھے کہ یہ دنیا فانی ہے اور ایک روز ختم ہونے والی ہے اور پھر اس کے بعد ایک دوسری دنیا قائم ہوگی جو کبھی نہ مٹنے والی ہوگی جس میں کہ اول سے آخر تک سب انسان دوبارہ زندہ ہوں گے اور ان سب سے دنیا میں ان کے کیے کا حساب لیا جائے گا اور اسی کے حساب سے سزا یا جزا ہوگی۔ جو اس دنیا میں ایمان لے آئے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اور نیک کام بھی کیے تو اللہ تعالیٰ ان کو جنت عطا فرمائے گا اور وہاں وہ اپنے رب کے انعامات سے اس کے وعدے کے مطابق نوازے جائیں گے اور جنہوں نے اس دنیا میں کفر کیا اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کیا اور اس کے رسولوں پر اور دن آخرت پر اور اس کی کتابوں پر اور فرشتوں پر اور اس کے جزا اور سزا پر ایمان نہ لایا اور برے عمل بھی کیے تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ اہلِ مکہ نے اس تیسری بات کا بہت سخت مذاق اڑایا۔ وہ لوگ یہ ماننے کو بالکل تیار نہ تھے کہ جب مر کر ہڈیاں بھی گل سڑ جائیں گی تو اللہ تعالیٰ دوبارہ ہمیں زندہ کرے گا اور پھر ہم سے پورا حساب لے گا۔ وہ لوگ اپنی دنیا پرستی چھوڑنے کے لئے بالکل تیار نہ تھے اور آخرت کا ڈر ہی ایک راستہ تھا جس سے کہ وہ دنیا پرستی چھوڑ کر اسلام کی سیدھی راہ پر آ سکتے تھے۔ اس لئے دلائل انداز سے دیئے گئے ہیں کہ جن سے توحید کا تصور خود بخود ذہن میں بیٹھ جاتا ہے اور اس سورہ میں مزید محمد ﷺ کے رسول اور قرآن کے برحق ہونے کے دلائل بھی مختصراً بیان کیے گئے ہیں۔

قیامت اور آخرت کی خبر سن کر مکہ کی ہر محفل میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھی۔ اس کے بعد انکار کرنے والوں سے پوچھا گیا ہے کہ یہ زمین جو کہ ہم نے تمہارے لئے فرش بنایا ہے اور اس میں پہاڑ کھونٹ کر گاڑ دیئے ہیں کیا تم لوگوں کو نظر نہیں آتا ہے؟ کیا تم اپنی پیدائش کو نہیں دیکھتے ہو کہ کس طرح ہم نے تمہیں مردوں اور عورتوں کے جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا ہے؟ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ کس طرح دن بھر کام کرنے کے بعد تم پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے تا کہ ہر چند گھنٹوں کی محنت کے بعد تمہیں آرام ملے اور پھر کیسے نیند میں آدمی بیہوش سا ہوتا ہے اور مردے کی طرح ہوتا ہے اور پھر دن کو آدمی جاگ جاتا ہے اور اس کی روح اس میں واپس آجاتی ہے۔ اسی طرح وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے کیا تم رات اور دن کے آنے جانے کو نہیں دیکھتے؟ جو کہ کسی قدر ترتیب وار ہیں اور جس کا باقاعدہ سلسلہ جاری رہتا ہیا ور کیا تم اپنے اوپر آسمانوں کے مضبوط چھت کو نہیں دیکھتے ہو؟ کیا یہ سورج بھی تم کو نظر نہیں آتا جس سے کہ تمہیں روشنی اور حرارت ملتی ہے؟ کیا تم ان بارشوں کو نہیں دیکھتے جو بادلوں سے برس رہی ہیں اور اس کے ذریعے سے گھنے باغ، سبزیاں اور غلے اگتے ہیں؟ تو کیا یہ سب چیزیں تمہیں یہ نہیں بتا رہی ہیں کہ جس قادرِ مطلق نے ان کو پیدا کیا ہے وہ اپنی قدرت سے یہ سب کچھ مٹا کر قیامت بھی لے آ سکتا ہے۔ کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس دنیا میں پیدا کر کے تمہیں دوسری مخلوقات سے اونچا کیا اور تمہیں ایک منیجر کی حیثیت دی۔ تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ جب تم اپنے رب کے پاس پہنچو گے تو وہ تم سے کچھ حساب نہیں لے گا اور اگر تم نے اچھی طرح اس منیجر کی پوسٹ کو سنبھالا تو تمہیں وہ انعام نہیں دے گا اور اگر تم نے دھوکہ بازی کی تو وہ تم کو نہیں پکڑے گا اور سزا نہیں دے گا۔ ذرا سوچو کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ بڑے زوردار طریقے سے فرمایا ہے کہ فیصلہ کا دن اپنے مقررہ وقت پر تمہارے سامنے ضرور آجائے گا۔ صور میں بس ایک پھونک مارنے کی دیر ہے اور تمہارا سب کیا کرایا تمہارے سامنے آجائے گا۔ چاہے تم اس حقیقت کو مانو یا نہ مانو لیکن تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا جس دن تم سب دوبارہ زندہ ہو کر فوج در فوج اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے اپنے رب کے سامنے لائے جاؤ گے اور تمہارا اس دن کا انکار کرنا اس واقعہ کے آنے کو روک نہیں سکتا۔

اس کے بعد اس آخرت کے انکار کرنے والوں کو بتایا گیا ہے کہ جو لوگ ہماری

آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور آخرت کے حساب کتاب کا یقین نہیں رکھتے ان کے ایک ایک کرتوت لکھے ہوئے ہیں اور جہنم ان کا انتظار کر رہی ہے۔ جہاں کہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ان کو دیا جائے گا۔ اس کے بعد ایمان لانے والوں کے اور نیک عمل کرنے والوں کے بہترین جزا کا ذکر کیا گیا ہے اور انہیں یقین دلایا گیا ہے کہ انہیں ان کی نیک خدمات اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے اجر کے علاوہ اور بھی زیادہ انعام دیا جائے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عدالت کا بیان ہے کہ وہاں کسی کا واسطہ یا سفارش نہیں چلے گی یہ نہیں کہ تم وہاں جم کر بیٹھ جاؤ گے کہ فلاں کے واسطے اور سفارش سے تم بخشے جاؤ گے کہ تم نے اس دنیا کی زندگی میں ان بزرگوں کی کتنی نیازیں کیں، کتنی چادریں چڑھائیں اور کتنے ہی نذرانے دیئے تو وہ دن آخرت میں ان سب کے بدلے تمہارے کام آئیں گے اور اللہ تعالیٰ سے تمہیں بخشوا دیں گے۔ تو جان لو یہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ وہاں تو اللہ کی عدالت میں بغیر اس کی اجازت کے کوئی منہ بھی نہیں کھول سکتا۔ سفارش بھی اسی کے حق میں ہوگی جس کے لئے پہلے سے اجازت ملی ہو اور سفارش میں کوئی بے جا بات نہ کہے۔

پھر آخر میں کلام کو یہ کہہ کر ختم کیا گیا ہے کہ جس دن کی یعنی آخرت کی خبر دی جا رہی ہے وہ بالکل سچ ہے اور اس کا آنا درست سمجھو۔ اب جس کا جی چاہے اسے مان کر سیدھا راستہ اختیار کرے اور اگر نہ کرے تو وہی نقصان کرے گا اور اس کا سب کیا ہوا سامنے آ جائے گا پھر وہ پچھتا کر کہے گا کہ افسوس کاش میں دنیا میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔

سورۃ النزعت

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چالیس (40) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ بھی مکہ کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے اور یہ سورہ نبا کے بعد نازل ہوئی۔ اس کا مضمون بھی قیامت اور موت کے بعد دوسری زندگی ہے اور اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کے جھٹلانے والوں کو آخرت کے برے انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔

شروع کے کلام میں موت کے وقت جان نکالنے والے اور احکام الٰہی کے مطابق ساری کائنات کا انتظام کرنے والے اور ہر وقت اللہ کے احکام کو بجانے والے فرشتوں کی

قسم کھا کر بڑے پُر زور الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور موت کے بعد ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔ کیونکہ جو فرشتے اللہ کے حکم سے جان نکالتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے دوبارہ جان واپس ڈال بھی سکتے ہیں اور جو فرشتے اللہ کے حکم سے اس کائنات کا نظام چلاتے ہیں وہی فرشتے حکم الٰہی سے اس سارے نظام کو درہم برہم بھی کر سکتے ہیں اور دوسرا نظام قائم کر سکتے ہیں۔ ان میں صرف اللہ کے حکم دینے کی دیر ہے۔

پھر لوگوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ یہ کام جسے تم لوگ ناممکن سمجھتے ہو اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے جس کے لئے کہ بہت بڑی تیاری کی ضرورت ہو۔ صرف اللہ کے حکم سے ایک جھٹکا ہی سب کچھ الٹ کر رکھ دیگا اور پھر دوسرے جھٹکے سے تم اپنے آپ کو دوسری دنیا میں زندہ پاؤ گے۔ اور جو لوگ اس دنیا میں آخرت کے برپا ہونے کا انکار کر رہے تھے وہ خوف سے کانپ رہے ہونگے اور ڈرتی ہوئی نگاہوں سے وہ سب کچھ دیکھ رہے ہونگے جسکا کہ وہ انکار کرتے چلے آ رہے تھے۔ پھر موسیٰ اور فرعون کا مختصر قصہ بیان کر کے لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ جس طرح فرعون نے رسول حضرت موسیٰ کو اور ان کی ہدایت کو ٹھوکر ماری اور پھر اس کے بدلے کیسے برے انجام سے دوچار ہوئے سو اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو۔ یہ نہ ہو کہ تم بھی اسی طرح کے انجام سے دوچار ہو جاؤ۔

اس کے بعد آخرت اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے دلائل پیش کئے گئے ہیں اور انکار کرنے والوں سے پوچھا گیا ہے کہ تمہیں دوبارہ زندہ کرنا مشکل کام ہے یا کہ اتنی بڑی کائنات کو پیدا کرنا جو اوپر بے حد ستاروں اور سیاروں کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے تو پھر تم یہ کیسے سوچ سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دوبارہ تمہارے مرنے کے بعد پیدا نہیں کر سکتا اس کے بعد زمین اور اس کے سروسامان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو انسان اور حیوان دونوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فراہم کی ہے پھر انسان کو کہا گیا ہے کہ وہ خود سوچے کہ انسان کو ذمہ داریاں سونپ کر اور زمین میں اختیارات دے کر بس یونہی تو نہیں چھوڑ دیا گیا کہ وہ زمین میں جو چاہے کرے اور پھر مر جائے تو اس کا کوئی حساب و کتاب نہ ہو۔ ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ڈر سے اس دنیا میں نہایت ہی شریفانہ زندگی بسر کی اور اللہ ہی کے احکام کے مطابق چلا اور دوسرا آدمی اللہ سے بغاوت کی اور وہ سب کچھ بغیر اللہ کے خوف کے کیا جس سے کہ اس کو منع کیا گیا تھا تو کیا ان دونوں میں انصاف نہیں ہوگا۔ کیا ان سے نہیں پوچھا جائے گا کہ انہوں نے یہ اختیارات کس طرح استعمال کئے تاکہ اسی کے مطابق

جزا اور سزا دی جائے اور پوری طرح اللہ تعالی کا انصاف قائم ہو۔

آخر میں مکہ کے کفار کا جواب دیا گیا ہے کہ وہ محمد ﷺ سے بار بار پوچھتے تھے کہ قیامت کب ہوگی۔ اس کا جواب دیا ہے کہ اس کا علم صرف اللہ تعالی ہی کو ہے۔ رسول ﷺ کا کام تو لوگوں کو ایسے وقت سے خبردار کرنا ہے نہ کہ اس کا دن اور ٹائم بتایا جائے۔ اب جو چاہے اس دن کے خوف سے اپنے کو ٹھیک کرے اور اللہ کے سیدھے راستے پر چلے اور جس کا جی چاہے اس دنیا کی مستی ہی میں گم رہے۔ پھر جب وہ وقت سامنے آئے گا تو وہی لوگ جو اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے ان کو یوں لگے گا کہ وہ گھڑی بھر سو کر اٹھے ہیں۔ پھر ان کو پتہ چلے گا کہ انہوں نے اپنی نئی دنیا کے لئے آگے کو کچھ نہیں بھیجا اور اس فانی دنیا کی رنگینیوں میں گم رہ کر اپنی پائیدار اور دوسری دنیا کو برباد کیا اور سزا کے مستحق ہوئے۔

سورۃ عبس

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں بیالیس آیتیں اور ایک رکوع ہے روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورہ بھی مکہ کے بہت ہی ابتدائی زمانے کی نازل کی ہوئی سورتوں میں سے ایک ہے۔

محمد ﷺ کی نبوت کی شروع کے دنوں میں رسول ﷺ کا میل جول ابھی تک مکہ کے بڑے بڑے سرداروں سے تھا رسول ﷺ کی پہلی کوشش تھی کہ قوم کے بااثر لوگ جو کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار تھے اسلام قبول کرلیں تو اس سے مزید اسلام کو قوت پہنچے گی جس سے کہ دوسرے بھی متاثر ہو کر اسلام قبول کریں گے۔ اس لئے ایک مرتبہ آپ ﷺ کی مجلس میں مکے کے یہ بڑے بڑے سردار موجود تھے اور آپ ﷺ حتی الامکان ان کو اسلام قبول کر لینے کی کوشش میں مصروف تھے کہ ایک اندھا عبداللہ ابن ام مکتوم نامی حضور ﷺ کی خدمت میں حاظر ہوا اور وہ آپ ﷺ سے اسلام کے متعلق کچھ پوچھنا چاہا۔ آپ ﷺ کو نابینا کی یہ مداخلت بری لگی۔ محدثین کا کہنا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ یہ سورہ نازل ہوئی۔

اس سورہ میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو ان کی غلطی کا احساس دلا کر اچھی طرح سے سمجھایا کہ اسلامی دعوت حق کا صحیح طریقہ وہ ہے جس میں ہر وہ انسان کو اہمیت دی جاتی ہے

جو دعوت حق کا طالب ہو چاہے وہ اندھا' لنگڑا' لولا یا غریب فقیر ہی کیوں نہ ہو اور ہر وہ شخص جو حق سے لا پرواہی برتے تو اس کی اتنی اہمیت نہیں۔ چاہے وہ کتنی ہی بڑی پوزیشن اپنے معاشرے میں رکھتا ہو۔ اس لئے آپ حق کی تعلیم سب کو دیے جائیں۔ سچ پوچھو تو اس دعوت حق کے اصل مستحق وہ ہیں جو اس دعوت حق کی تعلیم کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ رہے وہ لوگ جو اپنی بڑائی اور شان و شوکت کے گھمنڈ میں یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو ان کی ضرورت ہے اور ان کو آپ ﷺ کی ذرا بھی ضرورت نہیں تو ایسے لوگ آپ ﷺ کی توجہ کے زیادہ لائق نہیں ہیں اگر وہ سدھرنا چاہیں تو سدھر جائیں اور نہیں سدھرینگے تو اپنا ہی نقصان کریں گے۔ آپ ﷺ پر ان کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے یہاں پر جدید اور قدیم زمانے کے عیسائی اور سب لوگ غور کریں جو کہ کہتے ہیں کہ قرآن نبی ﷺ کا اپنا بنایا ہوا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ظاہر ہے کہ نبی ﷺ اپنی اتنی بڑی نبوت کی پوزیشن کی لاج ضرور رکھتے اور اپنی غلطی کو کبھی بھی شائع نہ کرتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اتنا بھی اختیار نہیں کہ کسی قدر قرآن میں تبدیلی کرسکیں یا کم ازکم جہاں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ غلطی کا احساس وحی کے ذریعے سے دلائیں تو آپ ﷺ اس آیت کو ہی ہضم کر جائیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ ساری آیتیں اللہ تعالیٰ نے ہی وحی کے ذریعے آپ ﷺ پر نازل کی ہیں یہاں پر وہ بدعقیدہ لوگ بھی سبق حاصل کرلیں جو محمد ﷺ کو مختار کل جانتے ہیں اگر آپ ﷺ کو اختیار ہوتا یا آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو کبھی اللہ کی ناراضگی اپنے اوپر نہ لیتے۔

سورہ تحریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ پر خفگی کا اظہار کر کے آپ ﷺ کی اصلاح کی ہے اس لئے بدعتیوں کو چاہیے کہ اپنا عقیدہ درست کرلیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی مختار کل اور عالم الغیب نہ مانیں۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ جو بھی دولت مند اپنی دولت اور شان و شوکت کے غرور میں آ کر حق اور حق پرستوں پر ظلم و زیادتی کرے اور ان کو ذلیل سمجھے تو ان کو سوچنا چاہیے کہ آخر وہ کس حقیر چیز سے بنا ہے تو اس پر ان کو تکبر کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس کے بعد کفار کو جو رسول ﷺ کی دعوت حق سے انکار کر رہے تھے اور جو غلط رویہ انھوں نے اپنے خالق و رازق پروردگار کے لئے اختیار کیا تھا ان کو بارش کے پانی کی اور زمین کی اہمیت دلا کر ان کو ان کی ناشکری کا احساس دلایا گیا ہے اور پھر ان کو اس پر سخت ملامت بھی کی گئی ہے۔

پھر آخر میں ان کو قیامت کی ہولنا کیوں سے خبردار کیا گیا ہے جب کہ کوئی کسی کے کام نہیں آئیگا اور خوب نفسا نفسی پڑی ہوگی وہاں پر لوگوں کے دو گروپ ہونگے بعض تو وہ ہوں گے جن کے چہرے خوشی سے چمک رہے ہونگے - دل خوش، مطمئن اور چہرے نورانی ہونگے جو کہ جنت کے مستحق ہیں اور بعض کے چہرے سیاہ ہونگے اور گرد آلود ہونگے جو جہنمی ہونگے اور اس دن ہر کوئی اپنا انجام دیکھ لے گا -

سورۃ التکویر

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ۔ اس میں انتیس آیتیں اور یک رکوع ہے۔ یہ سورہ بھی مکہ کے ابتدائی زمانے کی نازل کردہ سورتوں میں سے ہے۔ اس میں دو مضمون ہیں ۔ ایک آخرت اور دوسرے رسالت ۔

شروع کی آیتوں میں قیامت کی پہلی منزل کا ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ سورج بے نور ہو جائے گا۔ اور ستارے بکھر جائیں گے۔ پہاڑ زمین سے اکھڑ کر اڑنے لگیں گے۔ لوگوں کو کسی بھی چیز کا ہوش نہیں رہے گا۔ زمین کے سارے جانور بدحواس ہو کر جمع ہو جائیں گے اور سمندر جوش مارنے لگیں گے ۔ اس سورہ کے بعد دوسری منزل کا ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ روحیں دوبارہ جسموں میں داخل کی جائیں گی ۔ لوگوں کے اعمال نامہ کھول دیئے جائیں گے اور ان کے جرموں کی باز پرس ہوگی ۔ آسمان کے سارے پردے ہٹ جائیں گے اور دوزخ اور جنت نگاہوں کے سامنے آجائے گی ۔ اس وقت ہر آدمی کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا اپنے ساتھ لے کر آیا ہے اسی سورہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس زمانے میں عرب کے جاہل لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے تا کہ ان کو جوان ہونے تک پالنا نہ پڑے اور بیاہنا نہ پڑے ۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ قبائلی لڑائیوں میں ان بیٹیوں کی حفاظت کرنی پڑتی تھی ۔ جب دشمن قبیلے ان پر چھاپے مارتے تھے تو ان کی لڑکیوں کو لے جا کر لونڈی بنا کر رکھتے تھے یا کہیں بیچ ڈالتے تھے ۔ اسطرح لڑکیوں کا بوجھ اٹھانا بہت مشکل تھا جسکی وجہ سے لڑکیاں زندہ دفن کی جاتی تھیں اور بیٹوں پر وہ فخر کرتے تھے کہ وہ قبائلی لڑائیوں میں ان کے بازو بن کر لڑتے تھے ۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے والے ماں باپ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایسے قابل نفرت ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مخاطب کر کے یہ

نہیں پوچھے گا کہ تم نے کیوں اپنی معصوم بیٹی کو دفن کیا بلکہ لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس قصور میں ماری گئی۔ پھر وہ اپنے ماں باپ کے ظلم کا قصہ بیان کرے گی۔

اس مختصری آیت میں دو بڑے مضمون نکلتے ہیں۔ایک یہ کہ اس میں جاہل عربوں کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ وہ اپنی جاہلیت میں کس قدر گر گئے ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے اپنی اولاد کو زندہ دفن کرتے ہیں اور یہ سراسر کتنا غلط کام ہے اور پھر مزید یہ کہ وہ اپنی اس جاہلیت کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے۔ دوسرے یہ کہ اس میں آخرت کے ضروری ہونے کی صحیح دلیل پیش کی گئی ہے کہ جس لڑکی کو زندہ دفن کیا۔تو آخر اس بیچاری کی فریاد کبھی تو سنی جائے گی۔ جن ظالموں نے یہ ظلم کیا آخر کبھی تو ایک وقت آنا چاہئے جبکہ ان کو ان کے کئے کی سزا ملے۔ اگر دیکھا جائے تو اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو سب کچھ دیا۔اب اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم اسے غلط طریقے سے استعمال کریں اور جو مرضی ہو وہ کریں اور اس کا کوئی جواب دینا نہ پڑے اور غلط کام کی سزا نہ ہو۔ اس لئے آخرت کا آنا ضروری ہے تا کہ ہر کوئی کو اس کے کئے کا بدلہ ملے۔ اسلام کی برکتوں میں سے ایک بڑی برکت یہ ہے کہ عورت کو معاشرے میں کافی رتبہ دیا گیا ہے اور اس طرح عربوں سے اس جاہلانہ رسم کو مٹا دیا ہے اور لوگوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ بیٹیوں کی پرورش کرنا اور اچھی تعلیم و تربیت دے کر ان کو اچھی گھر والی بنانا بہت بڑا نیکی کا کام ہے۔

دوسرے مضمون میں اہل مکہ سے کہا گیا ہے کہ جو کچھ محمد ﷺ ان کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ کسی دیوانے کا گھڑا ہوا نہیں ہے جیسے کہ وہ لوگ نبی ﷺ کے بارے میں اور وحی کے بارے میں کہتے تھے۔ محمد ﷺ نے کھلے آسمان کے افق پر دن کی روشنی میں اپنی کھلی آنکھوں سے اللہ کے پیغام لانے والے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ہے جو فرشتوں کا افسر ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے ویسے ہی جوں کا توں پہنچا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام محمد ﷺ کے سامنے پیغام لانے والے فرشتے کی زبان سے اور لوگوں کے سامنے محمد ﷺ کی زبان سے ادا ہو رہا ہے پھر تم لوگ کہاں بھٹکے جا رہے ہو اور غلط باتیں بناتے ہو اور یہ قرآن تمام جہان والوں کے لئے دن قیامت تک ایک نصیحت ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پتہ ہے کہ کون اس نصیحت کو لے کر آگے بڑھ کر سیدھا راستہ اختیار کرتا ہے اور کون اس سے لاپرواہی کر کے گمراہی کو اپناتا ہے اور اپنا نقصان کرتا ہے۔

سورۃ الانفطار

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں انتیس آیتیں اور ایک رکوع ہے اور یہ سورہ بھی مکہ معظمہ کی ابتدائی سورتوں میں سے ایک ہے۔ اس نام کا یہ مطلب ہے کہ یہ وہ سورت ہے جس میں آسمان کے پھٹ جانے کا ذکر ہے۔

اس سورہ میں قیامت کے دن کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ جب وہ دن واقع ہوگا تو ہر شخص کے سامنے اس کا دنیا میں کیا ہوا آ جائے گا۔ اس کے بعد انسانوں کو احساس دلایا ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور بہترین قسم کے اعضاء دیئے اور مکمل وجود بخشا۔ ہر عضو کو یہ بتا دیا کہ اس کا کام کیا ہے۔ مثلاً دماغ کو کمپیوٹر کا کام معلوم ہے۔ دانتوں کو چبانا سکھایا اور پھر دل، گردے، پھیپھڑے، معدہ، آنتیں وغیرہ آٹومیٹک مشینیں لگا دیں جو ہر وقت بغیر کسی بٹن دبانے کے اپنا کام کرتے رہتے ہیں اور پھر تمکو اشرف المخلوقات بنایا اور عقل وضمیر سے نوازا۔ تو پھر تم اس اللہ کے بارے میں اس غلط فہمی میں کیسے ہو کہ وہ صرف کرم ہی کرنے والا ہے اور انصاف کرنے والا نہیں؟ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ چونکہ اس نے تم کو یہ سب چیزیں بخشی ہیں اور دوسرے جانوروں کے مقابلے میں تم کو عقل دی ہے اور تمام اختیارات دیئے ہیں تو تم یہ دھوکہ کھا جاؤ کہ وہ انصاف نہیں کرے گا اور تم اس سے بالکل بے خوف ہو جاؤ کہ اس دنیا کی زندگی میں جو چاہو کر لو کہ تمہیں تمہارے گناہوں پر کوئی پکڑنے والا نہیں اور چونکہ وہ اللہ اتنا رحیم ہے کہ تم کو سنبھلنے کا وقت دیتا ہے اور فوراً تمہیں تمہاری غلطی پر نہیں پکڑتا تو تم سمجھ بیٹھے ہو کہ اللہ تعالیٰ صرف احسان کرنا جانتا ہے اور وہ تم کو کبھی تمہاری کوتاہیوں پر سزا نہیں دے گا۔

اس کے بعد انسان کو خبردار کیا گیا ہے کہ جو کچھ وہ دنیا میں کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے فرشتے اس کو لکھتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پرزور لفظوں میں کہا گیا ہے کہ قیامت ضرور آئے گا جس میں کہ پورا پورا انصاف ہوگا۔ نیک لوگوں کو جنت کا عیش انعام کے طور پر ملے گا اور گنہگاروں کو دوزخ کا عذاب سزا کے طور پر ملے گا۔ اس روز کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور تمام فیصلوں کے اختیارات اللہ کے ہی ہاتھ میں ہوں گے اور وہی صرف وہی اکیلا ہی صحیح فیصلہ کرے گا۔ کوئی دوسرا دخل انداز نہیں ہو سکے گا اور نہ کوئی وہاں اس کے

آگے زبان کھول سکے گا۔

سورۃ المطففین

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی اور اس میں چھتیس آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ ان دنوں اہل مکہ کے ذہن میں آخرت کا عقیدہ بٹھانے کے لئے ایک کے بعد ایک سورت نازل ہو رہی تھی۔ یہ سورہ اس زمانے میں نازل ہوئی ہے جبکہ مکہ کے لوگ ہر جگہ اٹھتے، بیٹھتے مسلمانوں پر آوازیں کستے تھے۔ ان کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کو خوب خوب ذلیل کرتے تھے مگر ظلم اور تشدد کا دور ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ یہ کفار مسلمانوں کو بیوقوف سمجھتے تھے کہ محمد ﷺ دوزخ، جنت اور آخرت کے حساب و کتاب کے کس چکر میں آ گئے اور اپنی دنیاوی لذتوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور ان کے ماننے والے بھی سخت غلطی اور نقصان میں رہے۔

شروع کی آیتوں میں کفار مکہ کو ان کے بے ایمانی پر خبردار کیا گیا ہے جو وہ ناپ تول کے معاملے میں بے ایمانی کے ساتھ گھٹاتے تھے۔ یہ بری عادت مدینہ کے لوگوں میں بھی بری طرح پھیلی ہوئی تھی۔ اسلئے ہجرت کر کے جب نبی ﷺ مدینہ گئے اور ان لوگوں میں بھی یہ بری عادت پھیلی ہوئی پائی تو اللہ تعالی کے حکم سے آپ ﷺ نے یہ سورہ ان کو سنائی اور اس سے اکثر لوگوں نے اپنے کو درست کیا۔ یہ بری عادت ان سے پہلے حضرت شعیبؑ کی قوم میں تھی اور جب اس کی قوم نے نصیحت نہ مانی تو وہ عذاب الہی میں آ گئے اور غارت و برباد ہوئے۔ اس میں ناپ اور تول کی خیانت کے سوا ہر قسم کی خیانت اور کمینگی شامل ہے۔ مثلاً اپنے عیبوں کو چھپانا اور دوسروں کے ویسے ہی عیب کو ظاہر کرتے پھرنا۔ لوگوں سے انصاف اپنے لئے تو طلب کرنا مگر خود انصاف نہ کرنا۔ لوگوں کی عیب جوئی کرنا اور خود اپنے عیبوں کی پرواہ نہ کرنا۔ نوکروں اور تابعداروں سے خوب ٹھوک بجا کر کام لینا مگر تنخواہ دینے میں کمی کرنا، رزق اور عزت تو اللہ سے مانگنا لیکن اللہ کا حکم نہ ماننا اور نہ ہی اس کے بتائے ہوئے راہ پر چلنا۔ اوروں کو تو نصیحت کرنا لیکن اپنے آپ کو درست نہ کرنا وغیرہ جو کہ سب ہی خرابی کے کام ہیں۔ اس سورہ میں بڑے پر زور طریقے سے کہا گیا ہے کہ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی اور ضرور رب کا حساب کتاب ہوگا۔ اور جزا و سزا ہوگی۔ اس وقت کے معاشرے کی ہزاروں خرابیوں میں سے ایک خرابی جو کہ وہ ناپ اور تول میں گھٹا کر کرتے

تھے بطور مثال لے کر یہ بتایا گیا ہے کہ یہ آخرت سے غفلت کا لازمی نتیجہ ہے۔ جب لوگوں کو یہ یقین نہ ہو کہ ایک روز وہ اپنے خالق کے سامنے پیش ہوگا اور اس سے پورا پورا حساب اس کے کئے کا لیا جائے گا تو اس وقت تک یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے معاملات میں سچائی اختیار کر سکے۔ جبکہ اس کو پتہ ہے کہ بے ایمانی کتنی مضر چیز ہے۔ اللہ کا خوف اور آخرت کا یقین ہیا سے سچائی کے راستے پر ڈال سکتا ہے۔

اس کے بعد ان کو کہا گیا ہے کہ برے کام کرنے والوں کے نامہ اعمال مجرموں کے رجسٹر یعنی بلیک لسٹ میں درج ہو رہے ہیں اور آخرت میں ان کو سخت سزا ملے گی اور پھر نیک لوگوں کا بہترین انجام بیان کیا گیا ہے کہ ان کے اعمال نامے اونچے درجہ کے لوگوں کے رجسٹر میں درج ہوں گے جس کی حفاظت اللہ کے مقرب فرشتے کرتے ہوں گے۔

آخر میں ایمان لانے والوں کو تسلی دی ہے اور اس کے ساتھ کفار کو خبردار بھی کیا گیا ہے کہ آج جو لوگ ایمان لانے والوں کا مذاق اڑا رہے ہیں اور ان کو ذلیل کر رہے ہیں۔ قیامت کے روز یہ مجرم لوگ اپنا برا انجام دیکھ لیں گے اور یہ اہل ایمان اپنی نعمتوں اور اللہ تعالیٰ کے دیدار پر خوشیاں مناتے ہوں گے۔

سورة الانشقاق

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی اور اس میں پچیس آیتیں اور ایک رکوع ہے ان دنوں قرآن کی دعوت حق کو اہل مکہ جھٹلا رہے تھے اور قیامت آنے کا انکار کرتے تھے اور مکہ کے لوگ یہ ماننے کو تیار ہی نہ تھے کہ ایک دن ان کو اپنے رب کے آگے اپنے کئے کا جواب دینا ہوگا۔ اس سورہ کے دو مضمون ہیں۔ ایک قیامت اور دوسری آخرت۔ شروع کی آیتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آسمان اور زمین اپنے رب کے حکم کی تعمیل کے لئے منتظر ہیں اور حکم ملتے ہی قیامت کے روز آسمان پھٹ جائیگا اور زمین چمڑے کی طرح کھینچ کر صاف ہموار کر دی جائیگی تا کہ اول سے تو آخر تک سب اس میں سما سکیں اور زمین اپنے پیٹ سے سب کچھ نکال باہر پھینک دیگی یعنی اول سے تو آخر تک جتنے مردہ انسان اس زمین کے چپے چپے میں دفن ہیں وہ اپنے اعمال کی شہادتوں کے ساتھ اٹھا کھڑے کئے جائینگے اور چونکہ آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں تو انہیں اپنے رب

کے حکم کے آگے سر تسلیم جھکانا ہی پڑیگا۔

انسان ہر حال میں اپنے رب کے آگے پیش ہونے کے لئے منزل کی طرف چلا جارہا ہے۔کوئی اپنے رب کی اطاعت اور اسے راضی کرنے کے لئے محنت کرتا ہے تو کوئی آخرت کو نہ مان کر اور صرف دنیوی زندگی کا ہی یقین کر کے اپنے کو گمراہی ہی میں پڑے رہنے دیتا ہے۔جس طرح بھی ہو وہ کشاں کشاں اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔جس طرح سورج ڈوبنے سے رات نمودار ہوتی ہے اور چاند کے نکلنے سے تو آخر تک اسکی منزل میں تبدیلیاں ہوتی ہیں اسی طرح انسان بھی ایک حالت پر نہیں رہتا ہے۔بچپن سے جوانی اور پھر بڑھاپا آ جاتا ہے اور پھر موت اور اس کے بعد عالم برزخ اور پھر دوبارہ زندگی اور میدان حشر اور ان کا حساب و کتاب اور جزا و سزا اغرض بے شمار منزلیں ہیں۔یعنی موت کے بعد معاملہ ختم نہیں ہوگا بلکہ ابدی زندگی شروع ہوگی اور ہر کوئی سے حساب لیا جائیگا جو کہ یقینی ہے اور بے شک وہ دن ضرور ہی آنا ہے۔پھر وہ سب انسان دو ٹولیوں میں بٹ جائینگے پہلی ٹولی کے اعمال نامے ان کے سیدھے ہاتھ میں دیئے جائینگے اور وہ معاف کر دیئے جائینگے اور دوسری ٹولی کے اعمال نامے ان کے پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائیگا تب وہ لوگ بالکل ہی مایوسی کی حالت میں موت مانگیں گے مگر مرنے کی بجائے وہ جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائینگے ان کا یہ انجام اس لئے ہوگا کہ وہ اس دن کے آنے کا اور اللہ تعالیٰ کے آگے اپنے کیئے کے جواب دینے کا انکار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ جانتا تھا اور نوٹ کرتا تھا جس طرح چاند ایک باریک ٹہنی سے درجہ بدرجہ بڑھتے بڑھتے پورا چاند بن جاتا ہے اور جس طرح سورج ڈوبنے کے بعد شفق پر نمودار ہوتا ہے اور رات ضرور ہی آتی ہے اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ تمام انسان ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہیں گے۔بڑھاپے کی طرف رفتہ رفتہ بڑھ کر موت کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ تمام انسان درجہ بدرجہ آخرت کی زندگی میں جزا و سزا کے لئے پہنچیں گے۔روایت میں ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے اور سوال و جواب کرنے والے فرشتے آ جاتے ہیں پھر وہ اپنا کام کر کے چلے جاتے ہیں۔پھر وہ قیامت تک قبر میں سویا رہتا ہے جسے عالم برزخ کہتے ہیں اور پھر قیامت کے روز نیکی و بدی کے فرشتے آ جائینگے اور اس کی گردن سے نامہ اعمال کھول لینگے۔اس کے بعد کفار کو جو قرآن کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے سخت سزا کی خبر سنا دی گئی ہے اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ کے انعام کی

خوشخبری دی گی۔

سورة البروج

شروع اللہ کے نام سے جونہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ کے اس دور میں نازل ہوئی جب اہل ایمان پر ظلم وستم شدت کے ساتھ برپا تھا اور کفار مکہ مسلمانوں کو سخت سے سخت عذاب دے کر ایمان سے پھیرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس سورہ میں بائیس آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

اس سورہ کے مضمون میں کفار مکہ کو ان کے ظلم وستم کے برے انجام سے خبردار کیا گیا ہے اور ایمان لانے والوں کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر وہ ان کافروں کے ظلم پر صبر کرینگے تو ان کو بہترین اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے ضرور بدلہ لیگا ایک مخصوص دن میں جو کہ قیامت کا دن ہوگا اور وہ ضرور آ کر ہی رہیگا۔ ان ظالموں کی خاطر تواضع جہنم کے عذاب سے ہوگی۔

اس میں سب سے پہلے اصحاب الاخدود یعنی گڑھے والوں کا قصہ سنایا ہے جنہوں نے بڑے بڑے گڑھوں میں آگ بھڑکا کر ایمان لانے والوں کو ان میں پھینک کر جلایا تھا صرف اس لئے کہ وہ ایک اللہ واحد پر ایمان لائے تھے اور خود بیٹھ کر ان کے جلنے کا تماشا کیا۔ جس کی وجہ سے یہ ظالم لوگ اللہ کی لعنت کے مستحق ہوئے۔ گڑھے میں آگ جلا کر ایمان لانے والوں کو ان میں پھینکنے کے کئی واقعات روایات میں بیان کئے گئے ہیں۔ ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک ساحر نے اپنے بڑھاپے میں بادشاہ سے درخواست کر کے ایک لڑکے کو اپنا سحر کا علم سکھانا چاہا وہ لڑکا ساحر کے پاس آنے جانے میں ایک عیسائی راہب سے ملا اور ایمان لے آیا۔ بادشاہ کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے راہب کو قتل کیا اور پھر اس لڑکے کو مروانا چاہا مگر اس پر کوئی بھی ترکیب نہ چلی۔ آخر اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ ایک بھری محفل میں اسے کھڑا کیا جائے اور اس لڑکے کے رب کے نام پر کہہ کر اسے تیر مارا جائے تو وہ اس طرح مر جائیگا۔ چنانچہ بادشاہ نے اسی طرح کیا اور لڑکا مر گیا مگر یہ دیکھ کر بھری محفل میں کافی لوگ اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے جس سے کہ بادشاہ کا غصہ تیز ہوگیا اور اس نے بڑے بڑے گڑھے کھدوائے اور ان میں خوب آگ بھڑکائی اور ایمان لانے والوں کو ان میں پھینک کر جلایا اور خود کنارے بیٹھ کر ان کے جلنے کا تماشا کیا۔

دوسرا قصہ روایت میں ہے کہ بابل والوں نے بنی اسرائیل کو موسیٰ کے دین سے پھر

جانے پر مجبور کیا تھا یہاں تک کہ انھوں نے آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں ان کو پھینک دیا جنہوں نے اس سے انکار کیا تھا سب سے مشہور واقعہ نجران کا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یمن کا بادشاہ ایک بار یثرب (مدینہ) گیا جہاں وہ یہودیوں سے متاثر ہو کر دین یہود قبول کیا اور یثرب کے بنی قریظہ قبیلہ کے دو یہودی عالموں کو اپنے ساتھ یمن لے گیا اور وہاں انھوں نے کافی لوگوں کو یہودی مذہب میں لے آیا اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا جنوبی عرب میں نجران کے علاقہ پر حملہ کیا اس علاقہ میں عیسائی زیادہ تھے وہ عیسائیت کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے لوگوں کو دین یہود قبول کرنے پر مجبور کیا مگر کافی لوگوں نے انکار کیا جس کی وجہ سے اس نے بہت سے لوگوں کو آگ کے گڑھوں میں پھینکوا دیا اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ نجران کے عیسائی میں سے صرف ایک شخص بھاگ نکلا اور حبش کے بادشاہ سے جو عیسائی تھے مدد مانگی۔ آخر کار قیصر روم کی مدد سے حبش کی ستر ہزار فوج یمن پر حملہ آور ہوئی اور یہودی حکومت کا خاتمہ کیا اور اس طرح یمن حبش کی عیسائی حکومت کا ایک حصہ بن گیا۔ یہ واقعہ سن ۵۲۵ ء کا ہے حبشی عیسائیوں نے نجران پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں پر کعبہ کی شکل کی ایک عمارت بنوائی اور اس کو حرم قرار دیا تاکہ اسے وہ مکہ کے کعبہ کی جگہ مرکزی حیثیت قرار دے لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے۔ اصحاب الاخدود کا ذکر کر کے اللہ تعالی مکہ کے کفار کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس طرح وہ گڑھے کھودنے والے اللہ کے لعنت اور عذاب کے مستحق ہوئے اسی طرح یہ کفار بھی اہل ایمان پر ظلم کر کے اللہ کی لعنت اور عذاب کے مستحق ہو رہے ہیں۔ اور جس طرح ایمان لانے والوں نے آگ میں گر کر جان دینا قبول کیا لیکن اپنے ایمان سے نہیں پھرے اسی طرح اب مکہ کے اہل ایمان کو چاہئے کہ کفار کے سخت سے سخت عذاب کا مقابلہ کریں مگر اپنے ایمان سے نہ ہٹیں۔

اصحاب الاخدود جنہوں نے معصوم اہل ایمان کو گڑھے کھود کر ان میں پھینکا اور خود بیٹھ کر تماشا دیکھتے رہے جس سے کہ وہ غضب الٰہی کے مستحق ہوئے اس پر اللہ تعالی نے تین چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ ایک برجوں والے آسمان کی جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو اللہ واحد ساری کائنات کی ہستی کے نظام کو سنبھالے ہوئے ہے اس کی گرفت سے یہ ظالم لوگ بھاگ نہیں سکتے۔ دوسری چیز روز قیامت جس کا وعدہ بالکل سچا ہے اور جو کہ آ کر ہی رہے گا اور جس میں کہ ہر ظالم کی خاطر تواضع جہنم میں ہوگی اور ہر مظلوم کی دادرسی ہوگی۔ تیسری قسم یہ ہے کہ جس طرح ان ظالموں نے ان بے بس اہل ایمان کے جلنے کا

تماشا دیکھا اسی طرح قیامت کے روز ساری خلق دیکھے گی کہ ان ظالموں کی کیسی گت بنی جا رہی ہے۔

جس طرح اللہ تعالٰی سے یہ کفار دشمنی رکھتے ہیں اور اہم ایمان اللہ پر یقین رکھتے ہیں بہر حال وہ سب پر غالب ہے اور زمین و آسمانوں کی سلطنت کا مالک ہے اور سب تعریفیں اسی کے لئے ہے اور وہ کفار اور اہل ایمان دونوں کے حال کو دیکھ رہا ہے اور بے شک کافروں اور ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا بھی جہنم میں آگ کے چرکے دینے کی شکل میں بھگتنے پڑینگے اور ایمان والے جنت میں عیش کریںگے جو کہ بڑی کامیابی ہے۔

اس کے بعد کفار کو خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ کی گرفت بہت سخت ہے اور اگر تمہیں اپنی اور اپنے قوم کی طاقت پر غرور ہے تو وہ طاقت فرعون اور نمرود کے پاس بھی تھی لیکن آج وہ کہاں ہیں آخرکار وہ اللہ کے غضب میں آکر ہلاک ہوگئے اس لئے ان کے انجام سے سبق حاصل کرو اللہ کی قدرت تم پر اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ تم اس کے گھیرے سے باہر نہیں نکل سکتے اور جس قرآن کو تم جھٹلا رہے ہو اس کی ہر بات سچ ہے اور وہ لوح محفوظ (Divine Computer) میں ثبت ہے جس کا لکھا ہوا کوئی نہیں بدل سکتا۔ جو لوگ بھی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائیں گے اور پھر توبہ نہیں کریں گے تو ان کے لئے جہنم کا عذاب تیار ہے۔

وہی اللہ ہے جو اپنی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور پھر حساب کیلئے دوبارہ پیدا کریگا وہ اللہ اپنی پیدا کی ہوئی چیز سے پیار کرتا ہے اور خواہ مخواہ اسے آگ کے عذاب میں نہیں ڈالنا چاہتا چونکہ اپنی مخلوق سے وہ محبت کرتا ہے اس لئے توبہ کا دروازہ اسکے ہاں کھلا ہے وہ بڑا بخشنے والا ہے اور انسان کو مہلت دیتا ہے۔ اس کی غلطی پر وہ اسے فوراً نہیں پکڑتا بلکہ اسے مہلت دیتا ہے کہ شاید وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے اور عذاب سے بچ جائے لیکن وہ بزرگ و برتر ہے اور جو چاہے وہ کرتا ہے اس کے کام میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ وہ سزا صرف اس وقت دیتا ہے جب کہ انسان سرکشی سے باز نہ آئے وہ اللہ ساری کائنات کا فرمانروا ہے اور وہ سب کو دیکھ رہا ہے اور لوگوں کی ہر اچھائی اور برائی کو نوٹ کر رہا ہے لہذا اس کی پکڑ سے ظالم بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔

سورۃ الطّارق

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں اس زمانے میں نازل ہوئی جب کہ کفار مکہ قرآن اور محمد ﷺ کی دعوت حق کو شکست دینے کے لئے ہر طرح کی چالیں چل رہے تھے اس میں سترہ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

اس سورہ کے دو مضمون ہیں ایک یہ کہ انسان کو اپنے رب کے سامنے ضرور حاضر ہونا پڑے گا اور دوسرا یہ کہ قرآن ایک ایسی ٹھوس چیز ہے کہ کوئی اسے شکست نہیں دے سکتا۔

شروع میں آسمانوں اور تاروں کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز ایک ہستی کی نگہبانی کے بغیر اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتی۔ وہی ہستی ہے جو آسمان پر ستاروں کی حفاظت کے سامان کئے ہے اور وہی زمین پر تمہارے اعمال کو بھی حفاظت سے نوٹ کر رہا ہے اور تمہارے یہ سارے اعمال حفاظت سے لکھے ہوئے محفوظ ہیں اور صرف قیامت کے دن ہی تمہارے سامنے لائے جائیں گے۔ اس لئے تمہیں قیامت کی فکر کرنا چاہئے۔ پھر انسان کی توجہ کو اس کی اپنی ذات کی طرف پھیرا ہے کہ وہ کس طرح ایک حقیر بوند سے ایک جیتا جاگتا انسان بن کر وجود میں آ گیا ہے۔ یہاں پر ہمارا قرآن ایک ہزار چار سو سال پہلے ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کر رہا ہے جسے ڈاکٹری علم نے حال ہی میں تحقیق کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ حقیر مادہ جس سے انسان کی بنیاد پڑتی ہے اور غدود میں پیدا ہوتا ہے جسے فوطہ (Testicle) کہتے ہیں اور وہاں سے باریک باریک نلیوں کے ذریعے بڑی بڑی نالیوں میں گزرتا ہوا کولھے کی ہڈی کے عین برابر ایک نالی میں سے گزر کر ایک غدود میں جمع ہوتا ہے جسے کیسہ منویہ کہتے ہیں اس کے اخراج کا مرکز تحریک نروس سسٹم سے ہوتا ہے جو سینے کی ہڈی اور ریڑھ کی ہڈی کے درمیان جالی کی صورت میں پھیلا ہوا ہے اور اس کا کنٹرول ایک اور چھوٹے غدود سے جو دماغ میں ہے اس کی رطوبت سے ہوتا ہے دماغ سے جب اعصابی رو اس مرکز کو پہنچتی ہے تب اس مرکز کی تحریک سے کیسہ منویہ سکڑتا ہے جس سے یہ تخلیق کا مادہ پچکاری کی طرح نکلتا ہے تو یہاں پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ انسان کو اسطرح وجود میں لاسکتا ہے تو اسکے لئے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں دراصل انسان کو دوبارہ پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے کاموں کی اچھی طرح جانچ کی جائے

جس پر کہ دنیا میں پردہ پڑا ہوا تھا اور قیامت کے روز سب کچھ کھل کر سامنے آ جائیگا کہ کس شخص نے کیا کچھ کیا کس غرض، کس مقصد اور کس نیت سے کیا اور اسے یہ بھی پتہ چل جائیگا کہ دنیا میں جو کام اچھا یا برا کیا اس کے کیا اثرات دنیا میں ہوئے، کہاں کہاں پہنچے اور کتنی مدت تک چلتے رہے۔ اس وقت انسان اپنے اعمال کے نتائج سے بچنا چاہے بھی تو نہیں بچ سکے گا اور نہ ہی کوئی اس کی مدد کو آئے گا۔ اس کے بعد آخر میں کہا گیا ہے کہ اگر غور کرو تو تم کو معلوم ہو کہ آسمان سے بارش کا آنا اور مردہ زمین میں جان آ جانا اور فصلوں کا اگنا کوئی کھیل نہیں ہے بلکہ ایک بہت غور کرنے کی بات ہے اسطرح قرآن کی حقیقتیں بھی بالکل ٹھوس اور صحیح ہیں۔ یہ کافر لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی نئی نئی چالوں سے قرآن کو شکست دے سکیں گے مگر انہیں یہ خبر نہیں کہ ان کی چالوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ بھی خفیہ تدبیر کر رہا ہے اور بہت جلد ہی کفار کی چالیں دھری کی دھری رہ جائینگی۔ پھر محمد ﷺ کو تسلی دے کر فرمایا گیا ہے کہ کفار کو جو کرنا ہے کرنے دو ان کو بہت جلد معلوم ہو جائیگا کہ قرآن کے مقابلے میں ان ہی کی شکست ہوتی ہے اور آخرکار یہ قرآن ان پر غالب آ کر رہے گا۔

سورۃ الاعلیٰ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ کی بالکل ہی ابتدائی دور میں نازل ہوئی جب کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو ابھی اللہ کی طرف سے آئے ہوئے وحی کے یاد کرنے کی اچھی طرح مشق نہیں ہوئی تھی۔ جب جبرئیل آپ ﷺ کی طرف اللہ کے حکم سے وحی کی آیت لے کر آتے تھے تو آپ ﷺ اس ڈر سے کہ بھول جائینگے اسے جلدی جلدی دہرانے لگتے تھے۔ اس سورہ میں انیس آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

اس سورہ کے تین مضمون ہیں ایک توحید، دوسرے نبی ﷺ کو ہدایت اور تیسرے آخرت۔

شروع میں توحید کے لئے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح کیجئے اور اپنے خالق و مالک کو اچھے اچھے ناموں سے یاد کیا کیجئے اور نماز کی پابندی کر کے اپنے رب کی بندگی کا پہلا حق ادا کیجئے وہ ایسا رب ہے جس نے تمام کائنات کی ہر چیز کو ٹھیک اور صحیح اندازے سے بنایا اور ہر ایک کو اپنا کام انجام دینے کی راہ بتائی جس کے لئے کہ اسے پیدا

کیا گیا ہے جیسے سورج، چاند اور ستارے کو اپنی ڈیوٹی معلوم ہے۔ انسان کے بدن میں جگر، پھیپھڑے اور گردے کس صحیح طریقے سے اپنا اپنا کام انجام دیتے ہیں بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو کس طرح ماں کے سینے میں دودھ اتر تا ہے جو کہ آج کل کے سائنسدان کتنی بھی کوشش کریں ایسا دودھ پیدا نہیں کر سکتے اور پھر بچہ پیدا ہو کر فوراً ہی کس طرح کی چھاتی سے دودھ چوسنا شروع کرتا ہے یہ سب جان کر حیرت ہوتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے بھی تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں کہ وہ کس طرح نباتات کو زمین سے پیدا کرتا ہے وہ بہار کے موسم میں ہرا بھرا نکل آتا ہے۔ پھر اس کے بعد خزاں شروع ہوتی ہے اور پتے پیلے پڑنے اور جھڑنے شروع ہوتے ہیں۔ یہ صرف وہی ایک اللہ ہی انجام دیتا ہے دوسرا کوئی نہیں ہے جو کہ خزاں کو فوراً بہار میں تبدیل کردے اور پھر اس سے انسان کو یہ بتاتا ہے کہ جس طرح نباتات پر بہار کے بعد خزاں آتی ہے اسی طرح انسان بھی کبھی ایک ہی حالت میں نہیں رہتا بلکہ اسے بھی مر کر مٹی میں ملنا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو ہدایت کی ہے کہ آپ ﷺ یہ فکر نہ کریں کہ اس وحی کی آیات کا ایک ایک لفظ آپ ﷺ کو یاد کیسے رہے گا چونکہ نبی ﷺ آیت کے الفاظوں کو بھولنے کے ڈر سے جلدی جلدی دہرانے چلے جاتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اطمینان دلاتا ہے کہ ان الفاظ کا آپ ﷺ کے حافظے میں بٹھا دینا ہمارا کام ہے اور یہ ہمارے فضل کا نتیجہ ہے۔

اس کے بعد رسول سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے سپرد صرف لوگوں کے تبلیغ کا کام ہے ان لوگوں کے سیدھے راستے پر آنے کی ذمہ داری آپ ﷺ پر نہیں ہے۔ جو کوئی نصیحت قبول کرنے کیلئے تیار ہو تو اسے نصیحت کی جائے اور جو نہ چاہے تو اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ جس کے دل میں بھی گمراہی کے بدلے نتیجہ کا خوف ہوگا تو وہ خود ہی نصیحت کو سن کر اپنے کو درست کرلے گا اور جو نہ کرے گا تو وہ خود ہی اپنا برا انجام دیکھ لے گا۔ ان کے لئے دوزخ تیار کی گئی ہے جہاں عذاب ہی عذاب ہے اور وہاں موت بھی نہیں آئیگی کہ ان کو عذاب سے چھٹکارا مل سکے۔

آخر میں فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں کو فلاح نصیب ہوگی جنہوں نے اپنے اعمال اور دین کی پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کر کے نماز پڑھیں۔ لیکن اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ ان کو ہر وقت اسی دنیا کی لذتوں کی فکر لگی رہتی ہے حالانکہ اصل فکر تو آخرت کی

ہونی چاہیے کیونکہ یہ دنیا تو فنا ہونے والی ہے اور آخرت ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والی ہے اور پھر اس دنیا کی نعمتوں سے آخرت کی نعمتیں بہت زیادہ اور اچھی ہیں اور یہ حقیقت کی باتیں صرف قرآن ہی میں نہیں بتائی جا رہی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی پچھلی کتابوں میں بھی یہی کچھ بتلایا گیا ہے اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ کی کتابوں میں بھی یہی حقیقتیں واضح کی گئی ہیں۔

سورۃ الغاشیہ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ بھی مکہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی جب کہ محمد ﷺ اپنے دعوت حق کا کام شروع کر چکے تھے اور آخرت سے لوگوں کو خبردار کر رہے تھے مگر اہل مکہ اسے سنکر ناک منہ چڑھا دیتے تھے۔ اس میں چھبیس آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

اس سورہ کا مضمون بھی توحید اور آخرت ہے۔ شروع میں لوگوں کو غفلت سے بیدار کرنے کے لئے ان کو ایک اچانک چھا جانے والی آفت سے خبردار کیا گیا ہے۔ یہ عالم آخرت ہے جو نظام عالم کے درہم برہم ہونے سے شروع ہو کر تمام انسانوں کے دوبارہ اٹھنے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت سے جزا و سزا پانے تک ہے۔ اس روز سارے انسان دو گروپ میں بٹ جائیں گے۔ ان میں سے ایک گروہ جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے جس کا عذاب بہت ہی سخت ہوگا اور دوسرا گروہ جنت میں جائیگا اور ان کو وہاں ہر طرح کی نعمتیں اور آسائشیں دی جائیں گی۔

پھر کفار مکہ سے کہا گیا ہے کہ آخر کیوں یہ توحید اور آخرت کی خبر سن کر برا سا منہ بناتے ہیں کیا وہ لوگ ذرا عقل سے نہیں سوچتے کہ یہ اونٹ جو صحرا میں ان کی آسانی کے لئے پیدا کئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کیسے ٹھیک ٹھیک بنایا کہ ایسے ریگستان میں جہاں پانی اور چارہ ملنا مشکل ہے وہ کیسے اپنے اندر ایک مہینے کی خوراک اور پانی جمع کر لیتا ہے اور پھر وہ کیسے ریت میں دوڑتا ہے جو کہ دوسرے جانور نہیں دوڑ سکتے اور پر ان اونٹوں میں ان کی ضروریات کے سب سامان مہیا کیا گیا ہے پھر دیکھو تو اتنے بڑے جانور کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے تابع کر دیا ہے کہ وہ جیسے اس سے کام لیتا ہے وہ چپ کر کے اپنے آقا کی خدمت بجا لیتا ہے۔ پھر جب یہ لوگ سفر کرتے ہیں تو کیا ان کو آسمان اور زمین اور پہاڑ نظر نہیں

آتے کہ اتنا بڑا آسمان ایک چھت کی مانند کیسے رکھ دیا گیا ہے۔ جس فضا میں سانس لینے کے لئے ہوا بھر دی گئی جو زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے۔ جس میں سورج دن کو روشنی اور گرمی میسر کرتا ہے۔ جس میں چاند تارے رات کو چمکتے ہیں۔ پھر پہاڑ کو دیکھو کیسے کھڑے کر دیئے گئے اور پھر زمین کو دیکھو کہ کیسے فرش کی طرح بچھا دی گئی جس میں سے تمہاری ضروریات کے لئے پیداوار نکلتی ہے۔ تو پھر تم ذرا غور کرو کہ یہ سب ایک قادر مطلق کے کرشمے نہیں تو اور کس کے ہو سکتے ہیں۔ صرف ایک ہی بنانے والے نے بڑی حکمت اور قدرت کے ساتھ ان کو بنایا ہے اور اگر یہ لوگ یہ مانتے ہیں تو پھر اسے اکیلا رب ماننے سے کیوں انکار کرتے ہیں۔ کہ اس رب کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور پھر جب وہ خالق اول بار یہ سب کچھ پیدا کر سکتا ہے تو پھر تم یہ کیوں نہیں مانتے کہ وہ دوبارہ بھی تم کو پیدا کر سکتا ہے اور قیامت لے آ کر یہ سب کچھ درہم برہم کر سکتا ہے اور پھر تمہارے جزا اور سزا کے لئے جنت اور دوزخ بھی مقرر کی ہے تو پھر تم کیوں انکار کرتے ہوں۔

اس کے بعد نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ آپ ﷺ کی دعوت حق کو نہیں مانتے تو نہ مانیں خود اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔ آپ ﷺ کا کام تو صرف ان کو نصیحت کرنا ہے اور اس دن کے آنے سے خبردار کرنا ہے۔ آپ ﷺ کا کام یہ نہیں ہے کہ زبردستی ان کو منوا کر ہی چھوڑو۔ آخر کار ان کو ہمارے پاس آنا ہی ہے تب ہی ان سے پورا حساب لیا جائے گا اور نہ ماننے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔

سورۃ الفجر

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ: یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی جبکہ وہاں اسلام قبول کرنے والوں پر ظلم وستم شروع ہو چکا تھا اس سورہ میں تیس آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ اس سورہ کا مضمون آخرت کی جزا وسزا ہے جس کو اہل مکہ ماننے سے انکار کرتے تھے سب سے پہلے اس میں صبح اور دس راتوں اور جفت اور طاق اور رخصت ہوتی ہوئی رات کی قسم کھا کر یہ سوال کیا گیا ہے کہ ان چیزوں کو تم چونکہ ہر وقت دیکھتے ہو تو تم اسے مانتے ہو اور اس کا انکار نہیں کر سکتے مثلاً رات آئی اور گذر گئی اور دن نکلا لیکن چونکہ جس قیامت کے دن سے تمہیں خبردار کیا جا رہا ہے تو تم اس کا انکار کرتے ہو۔ یہاں سب سے پہلے فجر کی قسم کھائی گئی ہے۔ فجر پو پھوٹنے کو کہتے ہیں جبکہ رات کی تاریکی جانے لگتی ہے اور دن کی روشنی ایک سفید دھاری کی شکل میں اپنے وقت پر نمودار ہوتی ہے۔ ایک دم سے سورج سر پر کھڑا نہیں ہو جاتا بلکہ آہستہ آہستہ سب سے پہلے ایک دھاری کی مانند سے بڑھنا شروع ہوتا ہے اور اسی طرح غروب بھی آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ اسی طرح چاند کی بھی منزلیں ہیں کہ وہ ایک باریک ٹہنی سے شروع ہوتا ہے اور بڑھنے لگتا ہے اور اسی طرح آہستہ آہستہ گھٹنا شروع ہوتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کبھی رات ہے تو ایک دم سے دوپہر ہو گئی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ پھر دس راتوں کی قسم کھائی گئی ہے۔ ممکن ہے دس راتوں سے مراد مہینے کی تیس راتوں میں سے پہلی دس راتیں جن میں چاند ایک باریک ٹہنی سے شروع ہو کر ہر رات بڑھتا جاتا ہے اور پھر دوسری دس راتوں میں چاند سے رات کا بڑا حصہ روشن رہتا ہے اور آخر کے دس راتوں میں چاند گھٹنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ مہینے کے آخر میں رات بالکل تاریک ہو جاتی ہے۔ پھر جفت اور طاق کی قسم کھائی گئی ہے۔ ممکن ہے اس کا مطلب مہینے کی تاریخ ہو ایک سے دو پھر تین اور چار جس سے کہ موسم کے آنے جانے کا حساب رہتا ہے اور مہینوں اور سالوں کا بھی۔ پھر رات کی قسم کھائی گئی ہے جب وہ جانے لگے یعنی وہ تاریکی جو سورج غروب ہونے کے بعد سے دنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ اب ختم ہونے والی ہے اور دن نکلنے والا ہے۔ یہ قسمیں اس بات پر کھائی گئی ہیں کہ محمد ﷺ جزا وسزا کی جو خبر دے رہے ہیں وہ بالکل سچ ہے یہ سب چیزیں اس حقیقت کا ثبوت دے رہی ہیں کہ ایک رب قدیر اس کائنات کو چلا رہا ہے اور جو کام بھی کر رہا ہے کسی مقصد اور مصلحت کے تحت کر رہا ہے اور اقادر مطلق کے ہر کام میں ایک حکیمانہ منصوبہ کارفرما ہے۔ تم یہ کبھی نہیں دیکھو گے کہ ابھی سورج نکلا اور فوراً ہی سر پر کھڑا ہو گیا جس سے کہ گرمی کی مقدار یکا یک بڑھ گئی یا پھر رات فوراً آ گئی اور حرارت یکا یک کم ہو گئی۔ اس طرح کے نظام سے تو کوئی جاندار زمین

پر زندہ نہیں رہ سکے گا اور نہ ہی نباتات اگیں گے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ان سب کاموں کو بڑے حکمت کے ساتھ انجام دیتا ہے۔تو کیا اللہ تعالیٰ کے اس حکیمانہ نظام کو دیکھنے کے بعد بھی کیا تم نہیں مانتے کہ جو اللہ یہ سب وجود میں لاسکتا ہے تو وہ قیامت نہیں لاسکتا۔ کیا وہ تم کو تمہارے مرنے کے بعد دوبارہ نہیں اٹھا سکتا۔ اس روز جب وہ سب نظام درہم برہم کرے گا اور تم کو دوبارہ اٹھائے گا تاکہ تم سے تمہارے دنیا میں کیئے کا حساب لے۔ اس کے بعد عاد و ثمود اور فرعون کے انجام کی مثال پیش کی گئی ہے۔قوم عاد جن کی طرف حضرت ھودؑ کو رسول بنا کر بھیجا تھا وہ سامی نسل کی اس شاخ سے تعلق رکھتی تھی جو ارم بن سام بن نوح علیہ السلام سے چلی آتی تھی۔ وہ جنوبی عرب کے ایک بڑے حصے میں آباد تھی جو عمان سے تو حضر الموت اور یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان کی شان وشوکت کے مقابلے میں کوئی نہ تھا وہ اپنے زمانے کی ایک بے نظیر اور بہت ہی مغرور قوم تھی اور یہ قوم بڑی بڑی بلند عمارتیں بناتے تھے لیکن انہوں نے اپنے رسول ھودؑ کی بات نہیں مانی اور آخرت کے انکار اور جزا و سزا کے انکار نے ان کو بہت ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔ ظلم وستم میں وہ قوم بہت ہی آگے بڑھ گئی۔ آخرکار جب وہ اپنے ظلم میں حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے عذاب لاکر ان کو تباہ کر دیا۔قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ یہ قوم بھی بہت ہی شان وشوکت والی تھی۔ وہ وادی القریٰ میں پہاڑوں کو تراش کر عمارتیں بناتے تھے۔ یہ قوم عرب کے شمال مغرب مدینہ اور سیریا کے درمیان آباد تھی۔ جب وہ بھی آخرت کا انکار کرکے ظلم کی حد کو پار کر گئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی تباہ و برباد کر دیا۔فرعون کی قوم جن کی طرف حضرت موسیٰؑ بھیجے گئے تھے۔ وہ بھی بڑی شان وشوکت والے تھے اور خوب لاؤ لشکر تھے اس کے لشکر جہاں بھی ٹھہرتے وہاں دور دور تک ان کے خیموں کی میخیں ہی میخیں نظر آتی تھیں۔ انہوں نے بھی اپنے نبی موسیٰؑ کو جھٹلایا اور آخرکار غرق کر دیے گئے۔ یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک حکیم و دانا فرمانروا اس کائنات پر حکمرانی کر رہا ہے جس کی حکمت اور انصاف کا تقاضا پچھلے انسانی تاریخ میں نظر آتا ہے۔ یہاں کوئی اندھا قانون نہیں ہے کہ دنیا میں جس کی مرضی جو آئے کرے اور یونہی چھوٹ جائے۔ اس سے کوئی حساب نہ لیا جائے۔ جس مخلوق کو عقل اور اخلاقی حس دے کر اس دنیا میں خلیفہ بنایا اور تمام اختیارات اس کو دیئے تو اس کے انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ایک دن اس سے حساب لے کہ اس نے ان اختیارات کو کیسے استعمال کیا۔ اس کے بعد عرب کی جاہلیت اور ان کے معاشرے کی اخلاقی پستی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ کسی طرح وہ دنیا کی دولت اور شان وشوکت ہی کو اونچا قرار دیتے تھے اور وہ یہ بھول گئے تھے کہ دنیا میں دولتمند ہونا اللہ کی طرف سے کوئی انعام تو نہیں ہے اور نہ ہی رزق کی تنگی اس کی طرف سے کوئی سزا ہے وہ یہ بھول رہے

ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے کہ دولت پاکر کون کیا رویہ اختیار کرتا ہے کہ وہ دولت پاکر شکرگذار بنتا ہے یا ناشکری کرکے ظلم کے طریقے استعمال کرتا ہے۔ مفلسی اور تنگ حالی میں بھی اس کا امتحان ہے کہ آیا وہ صبر اور قناعت اختیار کرتا ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کو کوسنے لگتا ہے اور اپنے اخلاق کے معیار سے گر جاتا ہے۔

اس کے بعد دوسری برائی ان میں یہ تھی کہ یتیم بچہ باپ کے مرتے ہی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا تھا غریبوں کو کوئی پوچھنے والا نہ تھا اور جس کا جی چاہتا مرنے والے کی میراث کو سمیٹ کر بیٹھ جاتا تھا اور مال کی حرص ان کو اس قدر تھی کہ چاہے ان کو کتنا ہی مال ملے پھر بھی ان کا دل نہیں بھرتا تھا۔ بلکہ اور زیادہ کی تمنا کرتے تھے۔ تو اس دنیا کی زندگی میں جہاں ایسے مظالم برپا ہوں تو کیا ان سے حساب نہ لیا جائے۔ ظالم کمزوروں پر ظلم کرتا جائے اور کوئی انصاف کرنے والا نہ ہو۔

آخر میں کہا گیا ہے کہ حساب ضرور ہوگا اور اس روز ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی۔ اس وقت جزا وسزا کے انکار کرنے والوں کی سمجھ میں بات اچھی طرح آ جائے گی لیکن اس وقت سمجھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور وہ منکر ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور سزا کے مستحق ہوں گے۔ البتہ جن لوگوں نے حق کی دعوت کو قبول کیا جسے ان کے رسول اور آسمانی کتابیں پیش کر رہے تھے۔ اور جنہوں نے جزا وسزا اور آخرت کے حساب کو مان کر اپنے کو دنیا میں درست کیا تو اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے انعام پر خوش ہوں گے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں شامل کیا جائے گا اور وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

سورۃ البلد

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- اس سورہ کے نازل ہونے کا زمانہ بھی مکہ کے ابتدائی زمانے کا ہے اس میں بیس آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ اس سورہ کا مضمون انسان کو دنیا کی حیثیت سمجھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اچھے اور برے دونوں راستے اس دنیا میں کھول دیئے ہیں اور ان راستوں پر چلنے کے لئے ان کے ذرائع بھی پیدا کئے اب یہ انسان کے خود پر ہے کہ وہ اچھی راہ پر اپنے اچھے انجام کا بندوبست کرتا ہے یا پھر وہ اپنے برے انجام سے بے فکر ہوکر نفسانی خواہشوں کے پیچھے لگ پڑتا ہے۔

شروع میں محمد ﷺ کی مصیبتوں اور ظلم کی مثال پیش کی گئی ہے جو کہ مکہ والوں نے ان کی دعوت حق کے خلاف ان کو تنگ کرنے کے لے شروع کئے تھے تاکہ وہ اپنے آبائی مذہب میں ان کے پاس

پھر پلٹ آئیں۔ اس مثال سے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ دنیا انسان کے لئے آرام کرنے کی جگہ نہیں ہے جس میں وہ صرف مزے اڑانے کے لئے پیدا کیا گیا ہو بلکہ اس دنیا میں آنے کا مقصد محنت اور مشقت ہے جس پر کہ اس کے سارے مستقبل کا دارومدار ہے۔ کوئی بھی انسان فکروغم اور خطرے سے خالی نہیں۔ اس دنیا میں انسان کو یک خاص مقصد کے لئے لایا گیا ہے کہ وہ کہاں تک اپنے نفس پر قابو پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں آگے آگے رہتا ہے اور اس میں سخت محنت اور مشقت کی ضرورت ہے جس طرح کہ نبیؐ دعوت حق کے پھیلانے میں مصیبتیں جھیل رہے ہیں حالانکہ مکہ شہر میں سب کو امن ہے لیکن محمدؐ کو کوئی امن نصیب نہیں حتیٰ کہ ان کو عذاب دینے اور قتل کرنے کے منصوبہ کو کفار مکہ نے حلال سمجھ رکھا ہے۔ پھر بھی وہ بڑے صبر سے دعوت حق کی تبلیغ کئے جاتے ہیں اور تکلیفیں جھیل رہے ہیں۔ کفار مکہ کا یہ کہنا تھا کہ بس یہی دنیا ہے اور دنیا کی لذت ہے۔ کھاؤ، پیو اور مزے کرو اور پھر مر گئے تو سب ختم۔ وہ آخرت میں سوال و جواب اور سزا و جزا کو ماننے کے لئے تیار ہی نہ تھے اس لئے ان کو ہوشیار کیا گیا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ اوپر اسے دیکھنے والا کوئی نہیں ہے اور جو چاہے وہ اس دنیا میں کرے اس کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا بلکہ اس دن وہ اپنے کئے کا خود ذمہ دار ٹھہرا جائے گا۔

اس کے بعد انسان کو یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی بڑائی قائم کرنے اور لوگوں پر اپنی شان وشوکت و دولت کا دھاپ جمانے کے لئے کتنا ڈھیروں مال صرف دکھاوے کے لئے لٹاتا ہے جیسے کہ شادی بیاہ کے موقعوں پر اور پھر اپنے اس خرچ پر کتنا فخر کرتا ہے لیکن وہ یہ بھول رہا ہے کہ اوپر والا بھی اس کی ان حرکتوں کو نوٹ کر رہا ہے کہ وہ یہ سب مال کس طریقے سے حاصل کیا اور نیک راستوں پر خرچ کرنے کی بجائے اپنی بڑائی حاصل کرنے کے لئے فضول خرچی کر رہا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو عقل دے کر اس کے سامنے برائی اور بھلائی کے دونوں راستے کھول دیئے۔ ایک راستہ وہ ہے جس میں کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی۔ بس وہ شیطان کے بتائے ہوئے راستے پر لگ پڑتا ہے جس سے کہ اس کے نفس کو خوب لذت ملتی ہے لیکن دراصل یہ راستہ اسے گرے ہوئے اخلاق کے کنوئیں میں ڈھکیلتا ہے۔ دوسرا راستہ بہت ہی مشکل ہے جس میں کہ اونچے اخلاق پانے کے لئے وہ بہت جدوجہد کرتا ہے اور نفس پر قابو پا کر جگہ جگہ شیطان کو شکست دیتا ہے جو کہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ لیکن انسان کی کمزوری یہ ہے کہ وہ اچھے اخلاق کے اونچے پہاڑ پر چڑھنے کی بجائے اخلاق کی پستی کے کنوئیں میں گرنا پسند کرتا ہے۔ یعنی وہ آخرت کے آسائشوں کا یقین نہ کر کے دنیا کی فانی لذتوں کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اور آخرت کی سزا سے بے

فکر ہو کر اپنے نفس کی ہر خواہش کو پوری کرتا چلا جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ پہاڑ جس پر چڑھ کر آدمی اخلاق کی بلندیوں پر جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی لوگوں کے بتاوے اور اپنی بڑائی کے لئے خرچ کرنے کے بدلے وہ مال یتیموں اور مسکینوں کی مدد پر خرچ کرے یا پھر کسی غلام کی گردن کو غلامی سے آزاد کرتا ہے اللہ اور اس کے دین پر ایمان لے آئے اور ایمان لانے والوں کے ساتھ مل کر صبر کے ساتھ حق پرستی کے تقاضوں کو پورا کرے اور اللہ کی مخلوق پر رحم کرے جس سے کہ اللہ کی رحمت اس پر ہو اور ایسے لوگوں کو ان کا اعمال نامہ ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان کو خوب انعام ملے گا۔ رہے وہ لوگ جو اپنی بڑائی اور اونچے نام کے لئے فضول خرچی کرتے ہیں ان کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ یں دیا جائے گا ان کا ٹھکانہ نہ دوزخ کی آگ ہے جس سے نکلنے کے سارے راستے بند ہوں گے اور وہ ہمیشہ اس میں پڑا عذاب جھیلتا رہے گا۔

سورۃ الشمس

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ بھی مکہ کے ابتدائی سوتوں میں سے ایک ہے جو مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں پندرہ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ اس کا مضمون نیکی اور بدی کا فرق سمجھانا اور ان لوگوں کو برے انجام سے خبردار کرنا ہے جو بدی کی راہ پر چلنے کا ہی اصرار کر رہے تھے۔

شروع میں تین باتیں سمجھائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح سورج اور چاند، دن اور رات زمین اور آسمان ایک دوسرے سے کتنے مختلف ہیں۔ وہ نہ شکل میں برابر ہیں اور نہ ہی ان کے آثار ونتائج یکساں ہیں۔ اسی طرح نیکی اور بدی بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور اس کے آثار ونتائج بھی یکساں نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور ہوش وحواس دے کر بس یونہی دنیا میں بے خبر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کے اندر ایک ایسی چیز رکھ دی جو بھلے اور برے کو پہچان سکے اور نیکی اور بدی میں فرق جان سکے۔ تیسرے یہ کہ انسان اپنے نفس کی اچھائی کو کتنا اونچا اٹھاتا ہے اور برائی کو کس حد تک دباتا ہے۔ اگر اس کا نفس اچھائی کو ابھارے گا اور برائیوں سے پرہیز کرے گا تو وہ فائدہ مند ہوگا اور اگر وہ برائیوں کو ابھارے گا اور نیکیوں کو دبائے گا تو تباہ و برباد ہوگا اور خسارے میں رہے گا۔

اس کے بعد قوم ثمود کی مثال پیش کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ رسول کا آنا کتنا ضروری ہے

کیونکہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالی نے بھلائی اور برائی کی تمیز کو سمجھنے کا علم تو رکھ دیا ہے لیکن اگر اس علم کو صحیح طرح استعمال نہ کیا جائے تو آدمی گمراہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالی نے انبیاء بھیجے ہیں تا کہ وہ لوگوں کو اچھی طرح بتا دیں کہ نیکی کیا ہے اور اس کا انجام اور نتیجہ کیا ہے اور بدی کیا ہے اور اس کا انجام و نتیجہ کیا ہے۔ تا کہ پھر جزا و سزا کے وقت ان کو شکایت نہ ہو۔ اس بات کو سمجھانے کے لئے ثمود کی قوم کا نمونہ پیش کیا ہے کیونکہ پچھلی تباہ شدہ قوموں میں سے اس قوم کا علاقہ مکہ سے قریب تھا۔ شمالی حجاز میں اس کے تاریخی آثار موجود تھے جن سے مکہ کے لوگ شام کی طرف اپنے تجارتی سفروں میں ہمیشہ گذرتے رہتے تھے۔ اہل عرب میں ان دنوں اس قوم کی تباہی کا چرچا عام تھا۔ یہ قوم اپنے نفس کی برائیوں میں بری طرح غرق تھی اس لئے اللہ نے ایک نبی حضرت صالح علیہ السلام کو اس قوم کی طرف بھیجا لیکن انہوں نے اپنے نبی کو جھٹلایا۔ پھر انہوں نے ان کے اللہ کی طرف سے نبی ہونے کی نشانی مانگی تو ان کے لئے نشانی کے طور پر ایک اونٹنی پیش کی گئی اور ان کو خبردار کیا گیا کہ اس اونٹنی کو نہ چھیڑنا کیونکہ ایک دن صرف وہ چشمہ پر آ کر پانی پئے گی اور دوسرا دن تم سب کے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے اور یہ زمین میں جہاں جائے گی چرتی پھرے گی۔ ایک بدکار عورت کے بہت سارے مویشی تھے۔ اس نے اپنے آشنا کو جس کا نام قدار تھا کہہ کر اس اونٹنی کا کام تمام کر دیا۔ پھر اونٹنی کو مارنے کے بعد ثمود کے لوگوں نے حضرت صالحؑ سے کہا کہ اب لے آؤ وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے تھے۔ آخر اس قوم پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور پوری قوم تباہ ہو گئی۔ ان دنوں مکہ کے حالات بھی وہی تھے جو قوم ثمود کے تھے اسلئے ان کو یہ قصہ سنا کر خبردار کیا گیا ہے کہ اگر وہ بھی اپنی ذلیل شرارتوں سے باز نہ آئے تو ان کا بھی اسی طرح انجام ہونا ہے۔

سورۃ الّیل

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ بھی مکہ کے ابتدائی دور میں مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں اکیس آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ اس کے مضمون میں زندگی کے دو مختلف راستوں کا فرق اور ان کا انجام اور نتائج بتایا گیا ہے۔ شروع میں یہ بتایا ہے کہ جس طرح دن رات سے مختلف اور نر مادہ سے مختلف ہے اسی طرح اس دنیا کے اچھے اور برے کام بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان دونوں کی خصوصیات بھی الگ ہیں۔ اچھے کام کی خصوصیت یہ ہے کہ آدمی اللہ کے نیک کاموں میں اپنا مال خرچ کرے، اللہ سے ہر وقت

ڈرے کہ اگر وہ غلط کام کرے تو اس کو آخرت میں حساب دینا ہوگا اور ہر وقت اس کے احکام کی فرمانبرداری کرے۔ مثلاً نماز کی پابندی کرے زکواۃ دے۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ گناہوں سے پرہیز کرے، بھلائی کو بھلائی مانے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے کام کرے۔ برے کام کی خصوصیت ہے کہ وہ کنجوسی کرے، اللہ کی ناراضگی کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے اچھی بات کو جھٹلادے۔ اللہ سے بالکل بے خوف ہو کر گناہوں کا ارتکاب کرے اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر خوشی سے آگے بڑھتا جائے اور دنیا کی لذت کو لوٹتا جائے۔ موت سے اور آخرت کے حساب و کتاب، جزا و سزا سے بالکل لاپرواہ ہو جائے اب ان دونوں کے نتیجے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اچھے کام کو جو بھی اپنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے زندگی کے صاف اور سیدھے راستے آسان کرتا چلا جائے گا یہاں تک کہ اس کے لئے نیکی کرنا آسان ہو جائے گا اور برائی کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس راہ پر چلنے کے لئے آدمی کو اپنے نفس پر بہت ہی قابو کرنا پڑتا ہے اور شیطان سے لڑنا پڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد ہر وقت اس کے ساتھ رہتی ہے اور آخرکار جیت اسی کی ہوتی ہے اور جو برائی کو اپنائے گا تو اس کے لئے برائی کرنا آسان ہو جائے گا وہ برائی کو اپنائے گا اور برائی کے راستے اس کے لئے آسان ہوتے جائیں گے اور کھلتے جائیں گے۔ مثلاً ایک شرابی کو دیکھو کہ کس طرح وہ آسانی سے اس کڑوی زہر کو اپنے حلق میں اتارتا چلا جاتا ہے۔ اسے منع کرو تو وہ کب منع ہوتا ہے جب تک کہ وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اسی طرح جو سگریٹ پینے کے عادی ہوتے ہیں تو اس کو کینسر کی بیماری لگنے پر بھی سگریٹ ان سے نہیں چھوٹ سکتی۔

پھر یہ فرمایا گیا ہے کہ دنیا کے مال کے پیچھے آدمی ہر وقت دوڑتا ہے۔ وہ مال اس کے ساتھ تو قبر میں نہیں جائے گا ایک دن سب کچھ جمع کیا ہوا چھوڑ کر ہی اس دنیا سے رخصت ہونا پڑے گا تو پھر یہ مال اس کے کچھ کام نہ آیا۔ اگر وہ اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تو اپنی آخرت کے لئے ایسی نیکیوں کو آگے بھیجتا۔ بلکہ اس نے کنجوسی کی اور پیسے پیسے کو جوڑ کر رکھا تو مرنے کے بعد تو وہ اپنے ساتھ نہیں لے گیا۔ بلکہ اسے اپنے بچوں اور رشتہ داروں کے لئے چھوڑ گیا۔ جن کو پیسہ آسانی سے ملا وہ آسانی سے خرچ بھی ہو گیا۔ تو پھر اس پیسہ جمع کرنے والے کو تو کچھ نفع نہ ملا۔ اس کے بعد مختصر تین حقیقتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو ایک امتحان کی جگہ ہے۔ انسان کو بے خبر نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ اس نے چونکہ انسانوں کو پیدا کیا ہے اس لئے اسے اپنی ذمہ داری سمجھ کر اسے یہ بتا دیا ہے کہ زندگی میں نیکی کا راستہ کونسا ہے اور برائی کے ہر راستوں سے پرہیز کرنا ہے۔

دوسری حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ دنیا اور آخرت کا مالک اللہ ہے۔ دنیا مانگو گے تو وہی ملے گی اور آخرت مانگو گے تو وہ بھی اللہ ہی دے گا۔ اب یہ فیصلہ تمہارا اپنا ہے۔

پھر تیسری حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کے جو بھلائی اللہ کے رسول اور کتاب پیش کر رہے ہیں اسے جو بھی جھٹلائے گا اور اس سے لاپرواہی کرے گا تو ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے اور جو شخص اللہ سے ڈر کر اسے خوش کرنے کے لئے اپنا مال اللہ کی راہ اور اس کے نیک کاموں میں خرچ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اتنا دے گا کہ وہ خوش ہو جائے گا۔

یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جب میں اپنی محنت کی کمائی اللہ کی راہ میں خرچ کرتی ہوں اور کبھی یہ خیال دل میں نہیں لاتی ہوں کہ میرا مال اس طرح خرچ کرنے سے گھٹتے گھٹتے ختم ہو جائے گا۔ یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ میرے مال میں اتنی برکت دیتا ہے کہ کبھی خود مجھے بھی تعجب ہوتا ہے کہ اتنا زیادہ اللہ کی راہ میں دینے سے مال میں کوئی کمی نہیں آئی جانے کہاں سے اور بھی اضافہ ہو گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی بڑا فضل مجھ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔ آمین۔

سورۃ الضحیٰ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ کے بہت ہی ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اس میں گیارہ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ محمد ﷺ کی نبوت کے شروع کے دنوں میں جبکہ سورہ العلق کے شروع کی آیتوں کے بعد آپؐ پر وحی کا سلسلہ کچھ مدت کے لئے بند ہو گیا تو آپ کافی پریشان ہو گئے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ شاید آپؐ سے اللہ کی شان میں کچھ غلطی سرزد ہو گئی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ناراض ہو کر وحی بھیجنا بند کر دیا۔ جب بھی آپؐ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ لوگوں کو سناتے۔ جب آیت کا آنا بند ہوا تو آپؐ کے دشمنوں کو اور بھی اچھا موقعہ ہاتھ لگا اور وہ آپ کو خوب طعنے دینے لگے۔ اور جگہ جگہ آپ کا مذاق اڑایا جانے لگا جس سے کہ نبی کافی پریشان ہو گئے۔ ان کو زیادہ غم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا تھا۔ اسلئے اپنے نبی کو تسلی دینے اور ان کی پریشانی دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ نازل کیا۔ اس میں دن کی روشنی کی اور رات کے سکون کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دے کر فرمایا ہے کہ آپؐ کے رب نے آپ کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ آپؐ سے ناراض ہے۔ بلکہ آپ کو کچھ وقفہ دیا ہے تا کہ آپؐ کے اعصاب اسے برداشت کر سکیں اور وحی کے الفاظ کو اچھی طرح آپؐ کے دماغ میں بیٹھنے کی مشق ہو جائے جس سے آپ کو سکون

نصیب ہو۔

اسلام کی دعوت حق میں آپ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کفار مکہ ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان کو طعنے دیتے تھے اور انہیں کبھی دیوانہ تو کبھی جادوگر کہتے تھے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب مشکلات صرف تھوڑے دنوں کی ہے اور اب جو بھی آگے دور آئے گا وہ پچھلے دور سے بہتر ہوتا جائے گا اور آپ کی تکلیفیں دور ہوتی چلی جائیں گے۔ آپ کی تبلیغ حق دور دور تک پھیلتی جائے گی اور آخر کار فتح اسلام کی اور آپ ہی کی ہوگی اور اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نعمتوں سے دونوں جہان میں مالا مال کر دے گا۔ یہ بات سچ ہو کر رہی اور مکہ کے بے یار و مددگار مسلمانوں کو مکہ کی پوری جاہل قوم پر فتح حاصل ہوئی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمدﷺ سے فرمایا ہے کہ انہوں نے یہ کیسے جان لیا کہ ہم نے آپ کو چھوڑ دیا ہے اور ہم آپ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ جس دن سے آپؐ پیدا ہوئے ہیں اس دن سے ہم آپؐ پر مہربانیاں کرتے آئے ہیں۔ آپؐ یتیم پیدا ہوئے لیکن پھر بھی ہم نے آپ کی پرورش اور تربیت کا کتنا صحیح انتظام کیا پھر آپ ہدایت کی تلاش میں تھے اور ہم نے آپؐ کو ہدایت بخشی پھر آپ کو مالدار بنایا۔ اس طرح ہماری مہربانیاں ہر وقت آپؐ کے ساتھ رہی ہیں اور رہیں گی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کو بتایا ہے کہ ان احسانات کے بدلے میں آپ کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ کیسے ہونا چاہیے کہ کبھی کسی یتیم پر آپ زیادتی نہ کریں چونکہ آپؐ خود یتیم رہ چکے ہو اور مانگنے والے فقیر کو کبھی جھڑک کر دکھی نہ کرو اگر کچھ نہیں دینا ہو تو اسے پیار محبت سے رخصت کرو۔ اگر کوئی دین کے بارے میں آپؐ سے کچھ سوال کرے تو اسے شفقت سے جواب دو اور ہدایت کی سب سے بڑی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے اسے اللہ کی مخلوق تک پہنچاؤ اور انہیں سیدھا راستہ بتاؤ۔ البتہ اس کام میں کافی مشکلات کا سامنا آپؐ کو کرنا پڑے گا لیکن آپ گھبراؤ نہیں اور صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیے جاؤ۔ یتیموں اور اللہ کے محتاج بندوں کی مدد کرو۔ مجموعی طور پر تمام نعمتوں کے اظہار کی صورت یہ ہے کہ زبان سے اللہ کا شکر ادا کیا جائے دعوت تبلیغ کا حق ادا کیا جائے اور نعمت قرآن کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے اور اس کی تعلیمات کو لوگوں کے ذہن میں بٹھایا جائے۔ یتیموں کے ساتھ اور محتاج بندوں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور اس کام کی ساری تلخیوں اور مشکلات کو صبر کے ساتھ برداشت کیا جائے۔

سورۃ الم نشرح

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورہ مکہ میں اس کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اس میں آٹھ آیتیں ہیں اور ایک رکوع ہے۔ اس سورہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کو تسلی دی ہے۔ نبوت سے پہلے آپ کو اپنے معاشرے کی گندگی کو دیکھ کر کافی ذہنی پریشانیاں تھیں۔ شرک اور گرے ہوئے اخلاق کی گندگی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ ظلم اور فساد عام تھا جسے دیکھ دیکھ کر آپؐ پریشان ہوتے تھے لیکن آپ کو اس بگاڑ کو دور کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے نوازا تب آپ کا یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ کس طرح توحید اور آخرت اور رسالت پر ایمان لا کر معاشرے کی گندگی کو دور کیا جا سکتا ہے لیکن جونہی آپؐ نے دعوت اسلام کی طرف لوگوں کو بلانا شروع کیا تو آپؐ کی جان کے لالے پڑے گئے۔ آپ کا سکون سب چھین لیا گیا اور قدم قدم پر آپ کو مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ہر جگہ آپ کو طعنے سننے پڑنے لگے اور گالیاں ملنے لگیں جو کہ رنج کا باعث تھا۔ اس لئے آپ کو تسلی دینے کے لئے سورہ ضحٰی نازل ہوئی اور پھر اس کے بعد یہ سورہ نازل ہوئی۔

نبوت عطا کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ حوصلہ اور ہمت عطا فرمائی جو اس منصب عظیم کے سنبھالنے کے لئے درکار تھیں۔ آپ کو وہ حکمت نصیب ہوئی جو بُرے سے بُرے بگاڑ کو سنوار دینے کی اہلیت رکھتی تھی۔ نبوت عطا کرکے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے وہ راہ راست کا دروازہ کھول دیا جس کی آپ کو تلاش تھی اور جس کے ملنے سے آپ کو پورا اطمینان ہو گیا۔ آپ کو وہ ہمت عطا کی جس کے لئے کہا گیا ہے کہ آپ کا سینہ کھول دیا۔ دوسری نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر سے وہ بھاری بوجھ اتار دیا جو نبوت سے پہلے آپ کی کمر توڑ رہا تھا۔ ان دنوں شرک اور اوہام کا بازار گرم تھا۔ ہر طرف اخلاق کی گندگیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ ظلم وستم کا بازار زور و شور سے تھا۔ لڑکیاں زندہ دفن کی جا رہی تھیں۔ قبیلوں پر قبیلے چھاپے مار رہے تھے۔ انتقامی لڑائیاں عام تھیں۔ کسی کی جان و مال اور آبرو محفوظ نہ تھی۔ یہ دیکھ کر آپؐ بہت رنجیدہ ہوتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ دکھا کر آپؐ پر سے یہ بھاری غم کا بوجھ اتار دیا اور آپ بالکل مطمئن ہو گئے کہ اس طرح آپ ساری نوع انسانی کی برائیاں دور کر سکتے ہیں۔

تیسری نعمت آپ کو رفع ذکر کی عطا کی یعنی آپ ﷺ کے نام گرامی کو بلند کیا۔ جو پہلے کسی

بندے کو نہیں دی۔ مشرکین مکہ آپ کی دعوت حق کو نیچا دکھانے کے لئے آپ کو جادوگر اور دیوانے کے نام سے بدنام کرنا شروع کیا خصوصاً حج کے موقعہ پر جب سارے عرب سے لوگ مکہ میں حج کے لئے جمع ہوتے تھے لیکن یہ بدنامی الٹا نیک نامی میں بدل گئی کہ ہر کوئی کو ایسے ایک دیوانے سے ملنے کی خواہش ہونے لگی اور اس طرح آپ کی تبلیغ آگے بڑھتی گئی۔ لوگ قرآن اور اس کی تعلیم سے متاثر ہونے لگے اور ہجرت کا زمانہ آنے تک کوئی قبیلہ ایسا نہ رہ گیا جس کا کوئی نہ کوئی شخص ایمان نہ لایا ہو۔ پھر ہجرت کے بعد آپؐ کے دشمنوں نے جنگ کے ذریعے آپ کو نیچا دکھانے کی کوشش کی مگر آپ کی قیادت میں گنے چنے چند مسلمانوں کی ایک ایسی طاقتور جماعت تیار ہوئی جو اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے پر تیار ہوئے۔ اس طرح دس سال کے اندر عرب کا گوشہ گوشہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللہ کی صدا سے گونج اٹھا۔ پھر آپ کا نام مبارک تمام روئے زمین پر بلند ہونا شروع ہوا۔ اذان میں بھی اللہ کے ساتھ آپ کا نام لیا جانے لگا۔ نمازوں میں آپؐ پر درود بھیجے جانے لگے۔

چونکہ اسلام کی تبلیغ میں اور اسلام کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے میں آپ کو کافی تکلیفوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس لئے ساری کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اطمینان دلایا ہے کہ مشکلات کا یہ دور جلد ہی گذر کر فراخی کا دور آئے گا۔ عنقریب ہی اچھے حالات آنے والے ہیں۔ اس کے بعد آپ کو ہدایت دی گئی ہے کہ ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کی طاقت آپ کو ہماری عبادت سے مل سکتی ہے اس لئے جب آپ اپنے کاموں سے فارغ ہو جائیں گے تو اپنی توجہ عبادت میں لگائیں۔ یہ ذہنی سکون کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔

سورۃ التین

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی اور اس کے نازل ہونے کا زمانہ بھی مکہ کا ابتدائی دور ہے۔ اس میں اٹھ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ اس سورہ میں بہت ہی مختصر اور دلنشین طریقے سے لوگوں کو سمجھایا گیا ہے کہ آخرت کی جزا اور سزا ضروری اور معقول ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کو وہ بہترین ساخت عطا کی ہے۔ علم و عقل کی بہترین قابلیتوں سے اس کو نوازا ہے جو کہ دوسری کسی جاندار مخلوق کو نہیں دیا اور پھر اس کے اندر نبوت جیسے بلندترین منصب کے لوگ یعنی انبیاءؑ پیدا ہوئے جس سے اونچا درجہ اللہ کی کسی دوسری مخلوق کو نصیب نہیں ہوا۔ اس غرض کے لئے سب سے پہلے جلیل القدر انبیاءؑ کے مقامات کی قسم کھا کر یہ فرمایا گیا ہے کہ انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔

ایک تو شام وفلسطین کا علاقہ جہاں کثرت سے انجیر اور زیتون پیدا ہوتے ہیں جہاں ابراہیمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک کثرت سے انبیاءؑ مبعوث ہوئے۔ کوہ طور وہ مقام ہے جہاں موسیٰؑ کو نبوت ملی مکہ معظمہ کی بنیاد ابراہیمؑ اور اس کے بیٹے اسماعیلؑ کے ہاتھوں ہوئی اور انہی کی بدولت وہ عرب کا مقدس ترین مرکز بنا جو آج تک ہے اور رہے گا۔

اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ انسان میں دو قسمیں پائی جاتی ہیں ایک قسم انسان کی وہ ہے جو اتنے بہترین ساخت پر پیدا ہونے کے بعد برائی کا رخ کرتے ہیں اور ان کا اخلاق اس قدر گرتا ہے کہ ان سے زیادہ نیچ کوئی دوسری مخلوق نہیں ہوتی۔ انسان اپنے ہی جیسے انسانوں کو اذیت دینے کے لئے ایٹم بم، بندوق، ٹینک وغیرہ کا استعمال کرتا ہے تاکہ پل بھر میں سب برباد کردے۔ اپنی دشمنی اور کمینہ پن کی اس انتہا کو پہنچتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے۔ باپوں، بھائیوں اور شوہروں کے سامنے ان کی عورتوں کی عزت لوٹتے ہیں انسانوں کو زندہ جلاتے اور دفن کرتے ہیں ایک وحشی سے وحشی درندہ بھی ایسا نہیں کرتا درندہ تو صرف اپنی غذا کے لئے صرف ایک جانور کا شکار کرتا ہے سارے جانوروں کا قتل عام نہیں کرتا انسان اپنی حرص، شہوت پرستی، نشہ و جوا وغیرہ میں اپنے کو حد درجہ اپنے معیار سے گرا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ مذہب کو بھی اتنا گرا دیتا ہے کہ درختوں اور جانوروں اور پتھروں کو پوجنے لگتے ہیں اور قبروں میں مرے ہوئے پیروں کی نذر و نیاز کرتے ہیں اور ان کو اپنے لئے واسطہ ٹھہراتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے سختی سے ایسے شرک کو منع کیا ہے۔ پھر مزید یہ کہ اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے عبادت گاہوں میں دیوداسیاں رکھتا ہے اور ان سے زنا کا ارتکاب کار ثواب سمجھ کر کرتا ہے غرض وہ اپنے اخلاق کی گندگی میں حد درجہ گر جاتا ہے دوسری قسم انسان کی وہ ہے جو ایمان لے آ کر نیک عمل کرتا ہے اور اخلاق کی بلندی کو پہنچنے کی حد تک کوشش کرتا ہے جو کہ انسان کے بہترین ساخت پر پیدا ہونے کا لازمی تقاضہ ہے ان دونوں قسموں میں ایک مجرم گنا جاتا ہے اور دوسرا انعام کا مستحق دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جو انسان اپنی بہترین ساخت کی دی ہوئی طاقتوں کو برائی کے راستوں پر استعمال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے برائی کی توفیق دیتا ہے۔ اور جو اپنی طاقتوں کو ایمان لا کر نیک کاموں میں صرف کرتا ہے تو وہ بے حد اللہ کے انعام کا مستحق ہوتا ہے۔

آخر میں جزا اور سزا کی حقیقت کو کھول کر بیان کیا ہے کہ جب یہ بات یقینی ہے کہ انسان میں ایسے دو گروپ پائے جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے انصاف کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ان دو قسموں میں انصاف ضرور ہونا چاہیے یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کی عدالت میں اچھے اور برے انسان برابر ہی گنے

جائیں۔ مثلاً دنیا کی عدالت میں بھی جو مجرم ہوگا تو جج صاحب ضرور اسے سزا سنائیگا اور جو بے قصور ہوگا وہ چھوڑ دیا جائیگا انسان کی عقل اور فطرت بھی یہی تقاضہ کرتی ہے کہ جو شخص بھی حاکم ہو وہ ضرور انصاف کرے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہمارا خالق و مالک اور سب سے بڑا حاکم ہے وہ ہمارے درمیان انصاف نہ کرے؟ اس لئے آخرت کا سوال و جواب اور جزا و سزا ہے اس دنیا میں جرم کرکے ممکن ہے پکڑے نہ جاؤ مگر وہاں مجرم کی ضرور پکڑ ہے اور اچھوں کے لئے زبردست انعام ہے۔

سورۃ العلق

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:۔ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں انتیس آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

اس سورہ کے دو حصے ہیں پہلا حصہ آیت نمبر ایک کے شروع میں ''اقرا'' سے شروع ہوتا ہے اور آیت نمبر پانچ کے آخر مَالَمْ یَعْلَمْ پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا حصہ آیت نمبر چھ سے شروع ہوکر آخر سورہ تک چلتا ہے۔

پہلا حصہ سب سے پہلی وحی ہے جو رسولﷺ پر نازل ہوئی حدیث میں ہے کہ رسولﷺ پر وحی کی ابتدا سچے اور اچھے خوابوں کی شکل میں ہوئی اس کے بعد آپؐ نے تنہائی اختیار کرکے غارحرا میں جابیٹھ کر عبادت کرنے لگے اس وقت تک آپؐ غارحرا میں تھے کہ جبریلؑ اللہ کا فرشتہ آئے اور آپؐ سے کہا کہ پڑھو تب نبیؐ نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا اس کے بعد جبرئیل نے آپ کو پکڑ کر خوب زور سے دبایا اور چھوڑ دیا اور کہا پڑھو پھر بھی نبیؐ کا جواب یہی تھا تب جبرئیل نے دوبارہ پکڑ کر انہیں خوب بھینچا اور چھوڑ دیا اس کے بعد اللہ کے فرشتے نے تیسری بار بھی اس طرح کیا اور کہا پڑھو اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا یہاں تک سے مَا لَمْ یَعْلَمْ (جسے وہ جانتا نہ تھا) تک پہنچ گیا۔ اس اچانک حادثے سے رسول کی حالت غیر ہوگئی اور وہ لرزتے کانپتے اپنی بی بی خدیجہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ ان کو اڑھاؤ جب آپؐ پر سے اس خوف کی کیفیت دور ہوئی تو آپؐ نے بی بی خدیجہؓ سے سارا قصہ بیان کیا انہوں نے کہا کہ ڈرنے کی بات نہیں کیونکہ آپؐ بہت ہی نیک، سچے اور امین ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا پھر وہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو کہ ان دنوں بہت بوڑھے اور نابینا تھے اور عرب کی جاہلیت کے زمانے میں عیسائی ہوکر عربی اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے۔ وہ سمجھ گئے اور کہا کہ یہ وہی وحی لانے والا فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس آئے تھے اور کہا کہ ہر پچھلے گزرے ہوئے نبی کے ساتھ ایسے ہی ہوا کہ ان

کی قوم نے انھیں جھٹلایا اور نکال دیا لہذا محمد ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا جبکہ وہ اللہ کے نبی چن لئے گئے ہیں چونکہ یہ خبر توراۃ میں بھی دے دی گئی تھی۔ جب آپ حق کی دعوت لے کر اٹھے تو وہی ہوا اور آپ کی قوم نے آپؐ سے سخت دشمنی مول لی۔ اس واقعہ کے وقت بی بی خدیجہؑ کی عمر پچپن سال تھی اور آپؐ کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ تھی اس قصے سے پتہ چلتا ہے کہ فرشتے کے آنے سے ایک لمحہ پہلے تک بھی آپؐ اس بات سے ناآشنا تھے کہ آپؐ نبی بنائے جانے والے ہیں۔

اس سورہ کا دوسرا حصہ اس وقت نازل ہوا جب رسولؐ نے حرم میں اسلامی طریقے پر نماز پڑھنی شروع کی جس طرح سے کہ جبرئیل نے آپ کو تعلیم دی تھی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ رسولؐ پر قرآن کی آیتوں کی وحی کے علاوہ ان کو اسلامی طریقے کی تعلیم بھی دی جاتی تھی ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ ابوجہل جو نبیؐ کے سخت دشمن تھے آپ کو کعبے کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تب اس نے کہا کہ اگر دوبارہ انہوں نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو آپ کی گردن وہ پاؤں تلے دبا دے گا انہوں نے آپ کو خوب ڈرایا اور دھمکایا جواب میں نبیؐ نے اس کو سختی سے جھڑک دیا۔ اس پر اس نے کہا کہ اس وادی میں اس کے مددگار بہت ہیں۔ انہی واقعات پر اس سورہ کا وہ حصہ نازل ہوا جو کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى سے شروع ہوتا ہے پہلی وحی کے نازل ہونے کے بعد نبیؐ نے اسلام کا سب سے پہلا اظہار نماز سے کیا اور مکہ کے کفار سے دشمنی بھی اسی واقعہ سے ہوئی۔

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ انسان کو یاد دلاتا ہے کہ وہ کس حقیر لوتھڑے سے بنا ہوا ہے لیکن وہ اپنی اصلی حقیقت کو بھول کر اپنی شان و شوکت پر اتراتا ہے علم، شان و شوکت اور مال و دولت دینے والا تو اللہ ہی ہے لیکن پھر بھی وہ تکبر کرتا ہے اور دوسروں پر ظلم کرتا ہے آخرکار اسے سب چھوڑ کر اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر اسے اپنا انجام معلوم ہو جائیگا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کے لئے نماز کی ہدایت دیتے ہیں۔

سورۃ القدر

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیتیں اور ایک رکوع ہے اس کا مضمون لوگوں کو قرآن کی قدر و قیمت اور اہمیت سے آگاہ کرنا ہے کہ یہ قرآن ایک بہت بڑی رمضان کی رات میں نازل ہوا اور یہ کتنی جلیل القدر کتاب ہے یہ وہ رات ہے جس میں پہلی مرتبہ اللہ کا فرشتہ جبرئیل غار حرا میں محمد ﷺ کے پاس وحی لے کر آیا تھا اور یہی رات تھی جس میں سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل کی گئیں روایت میں ہے کہ نبیؐ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ وہ ستائیسویں یا انتیسویں رات ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ شب قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق رات ہے۔ اس بڑی رات کو پورا قرآن حامل وحی فرشتوں کے حوالے کر دیا گیا اور پھر واقعات اور حالات کے مطابق تیئس سال کے دوران میں جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی آیات رسولؐ پر نازل کرتے رہے۔ یہ بہت ہی عظمت والی رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ تقدیر کے فیصلے نافذ کرنے کے لئے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن ہم نے نازل کیا جو لوح محفوظ سے رمضان کے آخری حصے میں شب قدر کی رات کو آسمانی دنیا پر نازل ہوئی اور وہاں سے تیئیس سال کی مدت میں روئے زمین پر حالات کے مطابق جبرئیل علیہ السلام کے زریعے نازل ہوتی رہی۔ یعنی بالفاظ دیگر محمدؐ کی اپنی لکھی ہوئی نہیں ہے اور یہ وہ کتاب ہے جو نہ صرف قریش بلکہ ساری دنیا کی تقدیر کو بدل کر رکھ دے گی اور یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور جس رات میں یہ کتاب نازل ہوئی وہ ایک بہت ہی خیر و برکت والی رات تھی کہ کبھی انسانی تاریخ میں ہزار مہینوں میں بھی انسان کی بھلائی کا اتنا بڑا کام نہیں ہوا تھا جو اس رات میں ہوا۔

آخر میں بتایا گیا ہے کہ اس رات میں فرشتے اور جبرئیل اپنے رب کے حکم کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں اور وہ شام سے صبح تک سلامتی کی رات ہوتی ہے اور اللہ کے تمام فیصلے انسان کی بھلائی کے لئے ہوتے ہیں ان میں کوئی برائی کا مقصد نہیں ہوتا اور اس رات میں جو شخص بھی کوئی بھلائی کرے وہ ہزار مہینوں کی بھلائی کرنے سے افضل ہے۔

سورة البينة

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ شروع میں بتایا گیا ہے کہ اس زمانے کے مشرکین اور اہل کتاب بھی کفر میں مبتلا تھے۔ مثلاً عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے تھے اور یہودی عزیر کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے۔ مشرکین میں سے کوئی اللہ کو مانتا تھا مگر اس کے ساتھ دیوی دیوتا کو بھی شریک کرتے تھے۔ اور کوئی شروع سے اللہ کو مانتے ہی نہ تھے۔ کوئی کتابوں اور نبیوں کو نہیں مانتے تھے۔ اب ان کے کفر سے نکلنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ اللہ تعالیٰ پھر سے ایک بار اپنے ایک رسول کو بھیجے جو ان سب کو اللہ کی فرمانبرداری اور اللہ کا طریقہ سکھائے جو وہ بھولے ہوئے تھے اور ان پر ایک پاک صاف کتاب اللہ کی طرف سے بھیجی جائے جو سراسر ہدایت ہی ہدایت ہوتا کہ ان کو سیدھے راستے کا پتہ لگ سکے اور وہ گمراہی سے نکل جائیں اور اگر پھر بھی وہ اللہ کے رسول اور اللہ کی کتاب کو نہ مانے تو وہ خود اپنی گمراہی کے ذمہ دار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی الزام نہیں کہ اس نے اپنی مخلوق انسان کو پیدا تو کیا لیکن اس کو صحیح راستے کی تمیز نہیں سکھائی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کا انتخاب کیا اور ان کو اپنی نبوت سے نوازا اور ان کو رسول بنایا تا کہ لوگوں کو ان کی گمراہی سے آگاہ کرے کہ وہ کہاں غلط ہو رہے ہیں۔ نبیؐ ایک روشن دلیل تھے۔ نبوت ملنے سے پہلے سب کو معلوم تھا کہ وہ کتنے خوش اخلاق، بلند اخلاق، سچے اور امین تھے۔ آپؐ حالانکہ پڑھے لکھے نہ تھے لیکن اس کے باوجود قرآن جیسی کتاب جو کہ پوری ہدایت تھی اللہ کی طرف سے پیش کرنا، پھر اسلام کی تبلیغ میں کافی مخالفتوں اور مشکلوں کا سامنا کرنا لیکن اپنی سچی راہ حق سے نہ ہٹنا۔ لوگوں کو پاکیزہ اخلاق اور انسانی زندگی کے لئے بہترین اصول کی تعلیم دینا۔ اس بات کی کھلی نشانیاں تھیں کہ آپؐ اللہ کے چنے ہوئے رسول ہیں جو لوگوں کے سامنے اللہ کی کتاب کو بالکل صحیح پیش کرتے ہیں اور وہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں کوئی اپنی طرف سے بنائی ہوئی ملاوٹ شامل نہیں جس طرح کہ اہل کتاب نے پچھلی آسمانی کتابوں کو آلودہ کر دیا تھا۔

اس کے بعد اہل کتاب کی گمراہیوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کے بھٹک جانے کی وجہ یہ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ بلکہ وہ اللہ کی طرف سے راہ راست آ جانے کے بعد گمراہ ہوئے۔ انہوں نے محمد ﷺ کے رسول ہونے کا انکار کیا اور قرآن پاک کا بھی انکار کیا۔ صاف کہہ دیا کہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے اور محمد ﷺ کی اپنی من گھڑت ہے۔

حالانکہ ان کی آسمانی کتابوں میں آخری نبی کے آنے کا ضروری ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن وہ قرآن اور حضورﷺ کو ماننا نہیں چاہتے تھے کہ ان کو اپنی زندگی کی بڑی چیزوں کی قربانی دینی پڑتی۔ اس طرح وہ لوگ اپنی گمراہی کے خود ہی ذمہ دار تھے اور اگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے تو ان کی گمراہی اور بھی بڑھ جائے گی۔

اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ اللہ کی طرف سے جتنے بھی انبیاء اور کتابیں آئیں سب کی ایک ہی تعلیم تھی کہ صرف ایک ہی اللہ کی عبادت کرو اور بندگی اور اطاعت میں اس کے ساتھ کسی اور کو شریک مت کرو، نماز قائم کرو اور زکواۃ دو کہ یہی سچا دین ہے اور محمدﷺ بھی اسی سچے دین کی دعوت لیکر اٹھے۔

اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ جو بھی رسولﷺ کو اور ان کی دعوت حق کو قبول نہیں کرے گا اور اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کی کتاب قرآن کا انکار کرے گا تو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور عذاب سہتے رہیں گے۔ اور جو لوگ رسولﷺ اور قرآن پر ایمان لے آ کر نیک عمل بھی کرے گا اور دنیا میں اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گذارے گا اور گناہوں سے گمراہیوں سے بچتا رہے گا تو اس کو آخرت میں بہت بڑا انعام ملے گا اور وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے گا اور وہ اللہ سے راضی رہے گا کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو جنت عطا فرمائی۔

سورۃ الزلزال

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:۔ یہ سورہ مکہ کے شروع کے دور میں نازل ہوئی اور اس میں آٹھ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ اس کا مضمون موت کے بعد دوسری زندگی ہے جب قیامت واقع ہوگی ممکن ہے کہ ایک سخت قسم کا زلزلہ واقع ہوگا۔ زمین کے نشیب و فراز جب برابر ہو جائیں گے۔ پہاڑ، عمارت، درخت وغیرہ سب پاٹ دیئے جائیں گے اور زمین پوری کی پوری ایک صاف ہموار میدان کی طرح بن جائے گی اور یہ حشر کا میدان ہوگا۔ اس وقت اللہ کے حکم سے زمین میں دبے ہوئے سارے مردے روپیہ، چاندی سونا سب باہر اگل دی جائیگی۔ انسان جہاں بھی اور جس شکل میں بھی ہو اس وقت اس کے جسم کے سارے اعضاء جمع کر کے ایک اسی مکمل انسان کی شکل میں دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔ اور اس کے ساتھ اس کے دنیا میں کیے ہوئے اعمال نامے بھی باہر آ جائیں گے جو کچھ بھی اچھا یا برا اس نے دنیا میں کیا ہوگا وہ سب اس کے کمپیوٹر میں ریکارڈ ہوتا جاتا تھا اور اب جب وہ دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو یہ کمپیوٹر کی کتاب اس کے سامنے لائی جائے گی۔ ایک کیسٹ ریکارڈر کی طرح ہر چیز اس کے سامنے چلائی جائے گی۔ وہ اس وقت اپنی آنکھوں سے اچھا یا برا سب کچھ دیکھے گا جو اس نے اپنی دنیا کی زندگی میں کیا تھا اور اپنے کانوں سے خود اپنی آواز سنے گا۔ تب وہ اپنی کسی بھی حرکت کا انکار نہیں کر سکے گا۔ اس وقت اس کے ہاتھ، پیر، آنکھ، کان سب گواہی دیں گے۔ جس طرح کہ اس دنیا کے مقدموں میں محکموں میں ہوتا ہے اور جج صاحب گواہی لے کر سزا سناتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کی عدالت میں ہوگا تا کہ جزا یا سزا میں ناانصافی نہ ہو۔ اسوقت زمین اللہ کے حکم سے بول پڑے گی اور ایک ایک انسان کے اعمال کی گواہی دے گی کہ کس وقت اور کہاں اس نے کیا کیا تھا۔ پھر انسان کو پتہ چلے گا کہ یہ تو وہی زمین ہے جس پر انسان نے بے فکری کے ساتھ سب کچھ کیا تھا اور کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ یہ زمین کبھی بول بھی سکے گی۔ پھر انسان اپنے سامنے پیسہ سونا چاندی کے ڈھیر کو دیکھے گا اور حیران رہ جائے گا کہ جس چیز کے لئے دنیا میں ساری زندگی کھپائی اور ایک دوسرے کا خون کیا۔ ایک دوسرے کو دھوکہ دیا آج وہ کس قدر بیکار پڑی ہوئی ہے۔

اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ میدان حشر میں لوگ اپنی قبروں سے الگ الگ جماعتیں بن کر حاضر ہوں گے۔ مثلاً دنیا میں تو انکا چھانٹنا مشکل ہوتا ہوگا لیکن اس روز کوئی مشکل نہ ہوگا۔ ایک جماعت اگر چوروں کا ہوگا تو دوسرا قاتلوں کا۔ دنیا میں تو بچ کر بھاگ نکلے مگر اس قیامت کے دن بھاگ کر کہاں جائیں گے۔ سب اپنی اپنی قطاروں میں ہوں گے تا کہ ان کا کیا ہوا ان کو دکھایا جائے

اور یہ پیشی اتنی مکمل اور مفصل ہوگی کہ کوئی ذرہ برابر نیکی یا بدی چھپی نہیں رہ جائے گی بلکہ سب کچھ سامنے آ جائے گا اور ہر چیز کا حساب ہوگا اس لئے ہمیں چاہئے کہ نصیحت لیں اور ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کے کرنے کو نہ چھوڑیں اور ہر چھوٹے سے چھوٹے بدی کے کرنے سے باز رہیں کیونکہ چھوٹے گناہ مل کر گناہوں کا انبار بن جاتا ہے اور ہمیں جہنم کی طرف ہانک کر لے جاتا ہے۔

سورۃ العٰدیٰت

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی جبکہ ہر طرف شرک، کشت وخون اور غارت گری کا بازار گرم تھا۔ ہر طرف برائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ سب طرف ظلم وستم چھایا ہوا تھا اور خود ان کا اپنا ضمیر اس بات پر گواہ تھا کہ وہ کن برائیوں کی گندگی میں سانس لے رہے ہیں۔

اس میں گیارہ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ اس سورہ کے مضمون میں لوگوں کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ انسان کا اخلاق آخرت کا انکار کر کے اور اپنے مالک حقیقی کا ناشکرا بن کر کتنا گر جاتا ہے۔ اس مالک حقیقی کا جس نے کہ اسے پیدا کیا اور ہر نعمتیں عطا کی۔

پھر لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ آخرت میں نہ صرف ان کے سارے کئے ہوئے کام سامنے آئیں گے اور ان کا حساب ہوگا بلکہ جو باتیں ان کے دلوں میں چھپی ہوئی تھیں وہ بھی سامنے آئیں گی اور ان کی بھی جانچ پڑتال ہوگی۔ دلوں میں چھپے ہوئے رازوں کو بھی باہر نکال کر یہ دیکھا جائے گا کہ جو کام انسان نے کئے وہ کس نیت سے کئے اور کس غرض سے کئے۔ اس کے بعد یہ فیصلہ ہوگا کہ وہ کس جزا یا سزا کا مستحق ہے۔ دنیا کی کسی عدالت کے پاس وہ ذرائع نہیں ہیں کہ جن سے وہ نیت کی ٹھیک ٹھیک تحقیق کر سکے۔ اصلی اور مکمل انصاف اللہ کی عدالت کے سوا کہیں نہیں ہو سکتا۔

اس سورہ میں اس لوٹ مار، کشت وخون اور غارت گری کی طرف اشارہ ہے جو عرب میں ان دنوں برپا تھا اور یہ بدامنی آخرت کے انکار سے ہی پھیلی ہوئی تھی کیونکہ نہ وہ اللہ کو مانتے تھے اور نہ ہی آخرت کے حساب کتاب کا ان کو یقین تھا اسلئے ان کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہی نہ تھا۔ تو وہ کہاں اپنی برائیوں سے باز آتے۔ اسی لئے سارے ملک میں قتل وغارت پھیلی ہوئی تھی۔ چوری چکاری اور چھاپہ ماری راتوں کو ہی ہوتی تھی۔ کسی کو بھی آرام کی نیند نہیں تھی اور نہ ہی ایک پل چین تھا اس ڈر سے کہ ابھی کوئی دشمن یا چور ڈاکو قبیلہ بستی پر چھاپہ مارے گا۔ ان سب کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ کس قدر بری حالت میں گرفتار ہیں۔ یہاں پر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان کتنا

ناشکرا ہے۔ کہ جو طاقتیں اسے اللہ تعالیٰ نے دی ہیں انہیں وہ غلط جگہ استعمال کر رہا ہے۔ اس پر گھوڑے کی مثال دی گئی ہے کہ وہ ایک جانور ہے اور اس کا مالک اسے گھاس ڈال کر اس کا پیٹ بھرتا ہے اور اس کی دیکھ بھال کرتا ہے جس کے لئے وہ اپنے مالک کا کتنا شکر گذار ہے اور کتنا وفادار ہے کہ اپنے مالک کے ایک حکم پر وہ اپنی جان دینے کے لئے دوڑتا ہے۔ بے تحاشا لڑائیوں میں جاتا ہے اور انسان کو دیکھو تو کتنا ناشکرا ہے کہ وہ اپنے مالک حقیقی کو جس نے کہ اسے ہر چیز عطا کی ہے مانتا ہی نہیں اور اللہ کی دی ہوئی طاقتوں کو غلط جگہ استعمال کرتا ہے یعنی کشت وخون میں استعمال کرتا ہے۔ دراصل وہ ظلم وستم اور قتل وغارت میں بہت ہی آگے نکل گئے ہیں۔ مال ودولت کی محبت میں اندھے ہو کر اسے ہر ظالمانہ طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کی یہ حالت ہرگز نہ ہوتی اگر وہ اس بات کا یقین کرتے کہ

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور اللہ کی عدالت میں انہیں ہر چیز کا حساب دینا ہوگا اور اسی کے انصاف کے فیصلے کے مطابق سزا اور جزا کے وہ مستحق ہوں گے۔ تب اس وقت ان کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں۔

سورۃ القارعۃ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ۔ اس میں گیارہ آیتیں اور ایک رکوع ہے یہ سورہ مکہ کے اس دور میں نازل ہوا جبکہ لوگ اللہ اور اس کی کتابوں سے غافل ہو چکے تھے اور نہ ہی وہ قیامت کے دن کو اور اس کے حساب و کتاب کو مانتے تھے۔ ان کے دل میں کسی کا خوف ہی نہیں تھا اس لئے پورا عرب بربادی کے راستے پر لگا ہوا تھا اور لوگ گمراہ ہو چکے تھے۔ اس لئے اس سورۃ میں قیامت کے دن کا ڈر لوگوں کے دلوں میں بٹھایا جا رہا ہے سب سے پہلے لوگوں کو ایک ہولناک واقعہ کے پیش آنے کی خبر سنائی جا رہی ہے کہ ممکن ہے کہ اس ڈر سے شاید وہ صحیح راستہ اختیار کریں اور گمراہی سے باز آئیں۔ یہاں کہا جا رہا ہے کہ قیامت کا حادثہ ایک عظیم حادثہ ہے۔ جبکہ سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اس روز لوگ اس طرح ادھر ادھر بکھرے ہوئے بھاگیں گے جیسے روشنی پر آنے والے پروانے بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس روز پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ کر رنگ برنگ کے دھنے ہوئے اون کی طرح ہو جائیں گے پھر بتایا گیا ہے کہ آخرت میں لوگوں کا حساب کرنے کے لئے اللہ کی عدالت قائم ہوگی اور اس میں لوگوں کا فیصلہ اس طرح ہوگا کہ جس کسی شخص کا نیک اعمال اس کے برے اعمال سے زیادہ وزنی ہوگا تو ایسے لوگوں کو ہمیشہ کے لئے عیش نصیب ہوگا اور وہ اس فیصلے سے بہت خوش ہونگے اور جس شخص کا نیک اعمال اس کے برے اعمال سے ہلکے ہونگے تو وہ آگ سے بھری ہوئی کھائی میں ہمیشہ کے لئے پھینک دیئے جائے گا۔

سورہ التکاثر

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ بھی مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔اس میں آٹھ آیتیں اور ایک رکوع ہے بعض محدثین نے حضرت علیؑ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم عذاب قبر کے بارے میں برابر شک میں پڑے رہے یہاں تک کہ الھکم التکاثر نازل ہوئی۔اس سورہ کے نزول نے عذاب قبر کے بارے میں صحابہ کے شک کو دور کر دیا تھا۔

مکہ کے ابتدائی دور کا زمانہ وہ زمانہ تھا کہ دولت کی فراوانی تھی ہر کوئی زیادہ سے زیادہ دولت بورنے کے چکر میں تھا جس سے کہ اس کی شان وشوکت بڑھے۔دینوی لذت' دینوی فائدے نے لوگوں کو ایسا مسحور کر دیا تھا کہ وہ بہت سی اہم چیزوں سے غافل ہو گئے تھے۔آخرت کے حساب و کتاب کا تو کسی کو یقین ہی نہ تھا اور نہ ہی اللہ کو وہ مانتے تھے۔وہ بہت ہی خودغرضی' شان وشوکت' آن بان اور ظلم کا زمانہ تھا لوٹ مار کا زمانہ تھا چاہے کسی بھی طریقے سے وہ یہ دولت حاصل کرے لیکن کر کے ہی رہتا تھا۔وہ خدا سے غافل ہو گئے تھے۔اپنے آخرت کے انجام سے غافل ہو گئے تھے- اخلاقی ذمہ داریوں سے غافل ہو گئے تھے اور اخلاقی حدود سے گر گئے تھے-حق داروں کے حقوق اور ان کی ادائیگی کے معاملے میں اپنے فرائض سے غافل ہو گئے تھے۔انہیں زیادہ سے زیادہ دولت ،عیش وعشرت اور جسمانی لذت زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے تھے- انہیں زیادہ سے زیادہ طاقت، ہتھیار اور فوجیں فراہم کرنے کی فکر تھی۔وہ اس سے بالکل غافل تھے کہ یہ اللہ کی زمین کو ظلم و فساد اور تباہ و برباد کر دینے کے سامان ہیں- ہر ایک ان چیزوں پر دوسرے سے بازی لے جانے کی فکر میں تھا اور وہ اپنی ساری عمر اسی کوشش میں کھپا دیتے ہیں۔

اس سورہ میں ان کو خبردار کیا گیا ہے کہ یہ ان کی غلط فہمی ہے کہ دنیا کے مال ومتاع کی یہ کثرت اور اس میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا ہی ترقی اور کامیابی ہے بلکہ یہ ہرگز کامیابی نہیں ہے بلکہ ان کی بربادی کے سامان ہیں کیونکہ ان کو جلد ہی معلوم پڑ جائیگا کہ یہ کتنی بڑی غلطی تھی جس میں کہ انہوں نے اپنا وقت ضائع کیا کیونکہ موت کے آنے پر ان کو یہ سب کچھ چھوڑ کر جانا پڑے گا اور جس طرح تنہا آئے تھے اسی طرح تنہا ہی جائیگا۔

پھر لوگوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ یہ نعمتیں جو تم اتنی بے فکری سے سمیٹ رہے ہو یہ تو تمہاری آزمائش کا سامان ہے اور ان میں سے تم کو ہر نعمت کے بارے میں آخرت میں جواب دینا ہوگا۔کہ تم نے اسے کن ذریعوں سے حاصل کیا اور کس طرح خرچ کیا اسکا جواب مومن اور کافر سب کو ہی دینا

پڑیگا جن لوگوں نے کفران نعمت نہیں کیا اور شکر گزار بن کر رہے اور ان نعمتوں کو صحیح راستوں سے طلب کر کے صحیح راستوں پر لگایا اور اللہ کی یاد سے غافل نہیں رہے تو وہ اس حساب کے دن کامیاب رہے۔ لیکن جنھوں نے اللہ کی نعمتوں کا حق ادا نہیں کیا اور اپنے قول و عمل سے اللہ کی ناشکری کی تو وہ اس میں ناکام ہونگے اور اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ حساب و کتاب کے دن ان کا کیا انجام ہوگا تو وہ کبھی ایسا نہیں کرینگے۔ وہ دوزخ میں ڈالے جائینگے تو ان کو پتہ چلے گا کہ دنیا میں ان سب غلط چیزوں کے بٹورنے سے آخر کار ان کا کیا انجام ہوا اور وہ کس قدر نقصان میں رہے۔

سورۃ العصر

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:۔ یہ سورہ مکہ کی ابتدائی دور میں نازل ہوئی جب کہ سارے ملک میں ظلم و تشدد برپا تھا آخرت کا کسی کو یقین ہی نہ تھا کسی کو کسی پل چین ہی نہ تھا۔ برائیاں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ اللہ کی خدائی میں شریک ٹھراتے تھے۔ سب ہی لوگ برائی کے انجام سے بے خبر تھے اس سورہ میں تین آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کی فلاح کا راستہ کونسا ہے اور اس کی تباہ و بربادی کا راستہ کونسا ہے اگر لوگ اس سورہ پر غور کریں تو یہ ایک مکمل ہدایت ہے۔

اس سورہ میں زمانہ کی قسم کھائی ہے چونکہ وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے جسے ثابت کرنا مقصود ہے پس اس زمانے کے قسم کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ اس حقیقت کی شہادت دیتا ہے کہ انسان سخت نقصان میں ہے اور یہ نقصان دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کا نقصان ہے زمانہ بہت ہی تیز رفتار سے گزر رہا ہے حال ماضی بنتا جا رہا ہے اور مستقبل حال بنتا جا رہا ہے اور جس نے بھی اس تیز رفتار وقت سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنے کو صحیح نہیں کیا تو وہ سخت نقصان میں رہا بس یہی سمجھو کہ اس کا دیوالیہ ہو گیا۔ اس دنیا میں تو اس کا نام اچھے رجسٹر میں نہ آیا اور پھر آخرت میں تو سزا بھگتنا پڑیگی۔ گزرا ہوا وقت واپس نہیں آتا اس لئے اس تیز رفتار وقت سے فائدہ اٹھا کر اچھے کاموں میں ایمان لے آکر اپنے وقت کو صرف کرو تا کہ تم کو نفع کا سودا ہو۔ اب اس نفع کے سودے کے لئے چار صفتوں کی ضرورت ہے۔

سب سے پہلے تو ایمان ہے جسکا مطلب ہر مسلمان کو پتہ ہے کہ صرف ایک اللہ واحد پر یقین کرے اور اللہ اور اس کے رسول کو سچے دل سے مانے اور اس کی اطاعت و بندگی کرے اس کی

خدائی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اسی پر بھروسہ کرے اسی سے اپنی دعائیں مانگے وہی قسمتیں بنانے اور بگاڑنے والا ہے وہی ساری کائنات کا مالک ہے وہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ وہی ہر ایک کے دل کے رازوں کو اور نیتوں کو جانتا ہے اس کے بعد یہ کہ اس کے رسول کو ماننا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رہنما ہے اور اس کی تعلیم اللہ کی طرف سے ہے جو کہ برحق ہے پھر ایمان لے آنا ملائکہ پر انبیاء اور ساری آسمانی کتابوں پر اور خود قرآن پر کہ یہ اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعہ اس کے رسول ﷺ پر اتری ہے جو کہ ایک مکمل ہدایت کی کتاب ہے اس کے بعد آخرت کا اقرار کرنا کہ یہ دینوی زندگی پہلی اور آخری زندگی نہیں ہے جیسے کہ ان دنوں مکہ کے لوگوں کا بس یہی خیال تھا کہ صرف یہ دنیا کی زندگی ہے اور اس کے بعد مرنا ہے اور پھر کچھ نہیں اس بات پر یقین کرنا کہ ایک دن جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے جسے قیامت کہتے ہیں سب کو دوبارہ زندہ کیا جائیگا اور ان سے ان کے دنیا میں کئے کا حساب لیا جائیگا برائی کرنے والوں کو سزا دی جائیگی اور اچھائی کرنے والوں کو انعام دیا جائیگا اور یہی ایمان انسان کی زندگی اور اخلاق کا معیار بلند کرتا ہے اور اس کے لئے ایک پاکیزہ زندگی کی بنیاد کھڑی کرتا ہے۔ جس کو آخرت کا ڈر ہو وہ ضرور برائی سے ڈریگا اور برائی سے بچے گا۔

دوسری صفت جو انسان کو خسارے سے بچاتی ہے وہ نیک کاموں پر عمل کرنا ہے بشرطیکہ وہ شخص ایمان لایا ہو کیونکہ کافروں کی نیکی آخرت میں نہیں گنی جاتی ان کو ان کی نیکی کا بدل اسی دنیا ہی میں دیا جاتا ہے اگر ایک شخص میں صرف ایمان موجود ہو اور وہ نیک عمل نہ کرتا ہو تو یہ اسے نقصان سے نہیں بچا سکتا پھر بھی اس کا دیوالیہ ہے۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ فلاں صرف نام کا مسلمان ہے اس لئے ایک مسلمان کو چاہیے کہ ایمان لانے کے ساتھ ساتھ نیکی کے کام بھی کرے۔

اس کے بعد تیسری صفت یہ ہے کہ اہل ایمان اور نیک عمل کرنے والے لوگ ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرے۔ اہل ایمان کو الگ الگ فرقوں میں نہیں بٹنا چاہیے بلکہ متحد ہو کر ایک مومن و صالح معاشرہ بنائے اور اس معاشرے کا ہر شخص یہ ذمہ داری لے کہ وہ اپنے اس معاشرے کو بگڑنے نہ دے۔

حق کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ہر وہ بات جس کا تعلق ایمان سے ہو یا دنیا کے معاملات سے وہ سچائی سے کہے اور اس میں عدل و انصاف کو قائم رکھے دوسرے وہ حق جو انسان پر ادا کرنا واجب ہے چاہے وہ اللہ کا حق ہو یا بندوں کا حق یا اپنے نفس کا حق اگر اہل ایمان کے معاشرے میں حق کے خلاف کام کئے جارہے ہوں اور لوگ خاموشی سے تماشہ دیکھتے رہیں تو یہ بھی نقصان دہ ہے بلکہ اہل ایمان کو چاہیے کہ جب کبھی اور جہاں بھی باطل سر اٹھائے تو وہاں کلمہ حق کہنے والے اس کے مقابلے

میں ڈٹ کر کھڑے ہو جائیں۔ معاشرے کا ہر شخص خود بھی سچائی اور انصاف پر قائم رہے اور حق داروں کے حق ادا کرے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی نصیحت کرے اگر کسی معاشرت میں یہ سب موجود نہ ہوں تو وہ نقصان سے نہیں بچ سکتے جیسا کہ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل پر حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے لعنت کی گئی اور اس لعنت کی وجہ یہ بھی کہ ان کے معاشرے میں گناہوں اور زیادتیوں کے کام ہو رہے تھے اور لوگوں نے ایک دوسرے کو برے کاموں سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ آیت نمبر ۷۹۔۷۸۔ حق کی نصیحت کے ساتھ ایک اور چیز ضروری ہے جو کہ انسان کو نقصان سے بچاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حق کے لئے ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرے یعنی حق اور سچائی کے راستوں پر چلنے میں جتنی بھی مشکلات پیش آئیں جتنے بھی نقصانات کا سامنا کرنا پڑے اور جتنی بھی محرومیوں سے گزرنا پڑے اس میں ثابت قدم رہیں۔ معاشرے کا ہر فرد ایک دوسرے کی ہمت بندھاتا رہے اور ہر تکلیفوں کو صبر کے ساتھ برداشت کرے مگر حق کی ڈوری ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

یہ چھوٹا سا سورہ ایک مکمل ہدایت ہے روایت میں ہے کہ جب اصحاب رسول ﷺ میں سے جب دو آدمی ایک دوسرے سے ملتے تھے تو وہ اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ایک دوسرے کو سورہ عصر نہ سنا لیتے۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی تھوڑا یا زیادہ وقت ہمیں اس دنیا میں دیا گیا ہے اس کو یونہی نہ گنواؤ بلکہ اسے اچھے اور نیک کاموں میں صرف کرو کیونکہ یہ بہت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے اور ہم تیزی سے اپنے گول کی طرف جا رہے ہیں نہ جانے کس گھڑی موت آ جائے اور ہمارا یہ دیا ہوا قیمتی وقت ختم ہو جائے اگر ہم نے اسے اچھے کاموں میں صرف نہ کیا اور اپنے نمبر اپنی آخرت کے لئے نہ بنائے تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑے گا کہ ہم پورے ہی نقصان میں رہے۔ صرف اپنا ہی نقصان کیا پھر یہ قیمتی وقت ہمیں دوبارہ تو نہیں دیا جائیگا اس لئے وقت کو برباد نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستوں پر خود بھی چلو اور دوسروں کو بھی چلنے کی ہدایت کرو اگر کوئی ان راستوں سے غلط ہو جائے تو انہیں نصیحت کرو اور پھر حق اور سچائی کے راستوں پر چلنے میں جتنا بھی مشکلات کا سامنا ہو اسے صبر سے برداشت کرو۔ ہمیشہ حق کا جھنڈا بلند کرو اور حق کو نیچا ہونے نہ دو۔ یہ وہ راستے ہیں جن پر چلنے سے دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گے۔

سورۃ الھمزہ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ بھی مکہ کے ابتدائی سورتوں میں سے ہے جبکہ ہر طرف اخلاقی برائیاں پھیلی ہوئی تھیں اس میں نو آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

اس سورہ میں چند اخلاقی برائیوں کو پیش کی گئی ہیں جو ان دنوں عرب کی جاہلیت کے معاشرے میں وہاں کے مالداروں کے اندر پائی جاتی تھیں۔ مال و دولت اور شان و شوکت میں وہ لوگ مست تھے ایک دوسرے کو لعن طعن کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو آپس میں چغلیاں کھا کر لڑا دیتے تھے۔ بھائیوں میں پھوٹ ڈال دیتے تھے تو کہیں کسی کے پیٹھ پیچھے برائیاں کرتے تھے۔ اپنے کو تو نہیں دیکھتے تھے بلکہ دوسروں کی عیب جوئی ضرور کرتے تھے اور یہ سب ان میں اس لئے تھا کہ وہ اپنی دولت کے نشے میں چور تھے۔ ہر عرب جانتا ضرور تھا کہ یہ برائیاں ان کے معاشرے میں موجود ہیں لیکن وہ موت کو بھولے ہوئے تھے بس ان کو اپنی دولت کو گن گن کر رکھنے کا شوق تھا اور اس دولت کو نیکی کی راہ میں خرچ کرنے سے کنجوسی برتتے تھے۔ وہ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ دولت کبھی بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑ یگی اور ان کو یہ بھی خیال نہیں آیا کہ ایک وقت ان کو یہ سب کچھ چھوڑ کر اکیلے ہی جانا پڑیگا اور ایک ڈھیلا بھی ان کے ساتھ نہیں جائیگا۔

اس کے بعد ان کو بتایا گیا ہے کہ آخرت میں ایسے زر پرستوں کا کیا انجام ہوگا۔ چونکہ دنیا میں ایسے لوگ پھلتے پھولتے ہی نظر آتے ہیں اور ایسے لوگ آخرت سے غافل ہوئے ہیں۔ ان کے خیال میں صرف یہی دنیا کی زندگی ہے اور پھر مرنے کے بعد سب کچھ ختم۔ کوئی جزا و سزا نہیں ہے کوئی سوال و جواب نہیں ہے۔ بس دنیا کی زندگی میں عیش ہی عیش ہے خوب مزے کرلو اس لئے آخرت کا حساب و کتاب اور سزا و جزا کیلئے آنا بہت ہی ضروری ہے۔

اس سورہ میں جاہلیت کی سرداری کا ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے کہ یہ کردار آخر کار کیوں نہ خسارے کا باعث ہو۔

پھر ایسے لوگوں کو ان کے انجام سے خبردار کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کے لئے اللہ تعالٰی نے خاص اپنی طرف سے جہنم کی آگ تیار کی ہے۔ اور وہ آگ دنیا کی آگ کی طرح اندھی نہیں ہوگی کہ مستحق اور غیر مستحق سب کو جلا دے بلکہ وہ ایک ایک مجرم کے دل تک پہنچ کر اس کے جرم کی نوعیت معلوم کریگی اس دل میں جہاں ان کی ناپاک خواہشیں اور آرزوئیں پلتی رہی تھیں اور ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق عذاب دیا جائیگا۔ جہنم میں مجرموں کو ڈال کر اوپر سے اس کو بند کر دیا جائیگا اور

مجرموں کو لمبے ستونوں سے باندھ کر خوب جکڑ دیا جائیگا تا کہ وہ ذرا بھی حرکت نہ کر سکیں کہ ان کے عذاب میں کمی ہو وہاں کوئی دروازہ یا کوئی جھری تک کھلی نہ ہوگی وہاں سے بھاگ نکلنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔ آگ لمبے ستونوں کے شکل میں اٹھ رہی ہوگی۔ وہاں ان کو کوئی موت نہیں آئیگی کہ موت آنے پر دنیوی عذاب کی طرح ان کا چھٹکارا ہو۔ نہیں بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی آگ میں جھلتے رہیں گے۔

سورۃ الفیل

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ بھی مکہ کے ابتدائی دور میں مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پانچ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ اس میں اصحاب الفیل کا قصہ مختصر بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یمن کے شہر نجران میں ایک یہودی بادشاہ تھا اور اس نے وہاں کے عیسائیوں پر بہت ظلم ڈھا رکھا تھا اس لئے ان عیسائیوں نے حبش کی عیسائی سلطنت سے مدد مانگی جس پر حبش کے عیسائیوں نے یمن پر حملہ کیا اور سن ۵۲۵ ع میں اس پورے علاقے پر حبشی حکومت قائم ہوگئی۔ بادشاہ حبش کی طرف سے ابرہہ نامی ایک شخص کو یمن کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ابرہہ نے ایک طرف عرب میں عیسائیت پھیلانا شروع کیا اور دوسری طرف مشرقی ممالک اور روم کے فتح کردہ ملکوں کے درمیان جس تجارت پر عرب مدتوں سے کرتے چلے آرہے تھے وہ اس تجارت پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تا کہ وہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں اور عرب کے تاجروں کو اس سے دور رکھیں۔ پھر اس نے دیکھا کہ سارا عرب مکہ میں کعبہ کا حج کرنے جاتے ہیں تو اس نے چاہا کہ اپنے عیسائی مذہب کے نام پر ایک عالیشان کلیسا (چرچ) بنایا جائے جس میں ہر طرح کے راحت اور دلکشی کے سامان ہوں جس سے کہ لوگ اس اصلی اور سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس کے بنائے ہوئے کعبہ کی طرف آئیں۔ چنانچہ اس نے یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں اپنے اس مصنوعی کعبہ کی بنیاد رکھی اور خوب دل کھول کر روپیہ خرچ کیا تا کہ سارے عرب کے لوگوں کی توجہ اصلی کعبہ سے ہٹا دے لیکن پھر بھی لوگ اس کے کعبہ پر متوجہ نہیں ہوئے۔ جب مکہ کے قریش کو اس کا پتہ چلا تو وہ سخت غصہ ہوئے اور اسی غصہ میں کسی نے اس مصنوعی کعبہ میں جا کر گندکر دیا بعض کہتے ہیں کہ قریشی نوجوانوں نے اس کلیسا میں آگ لگا دی یا پھر ممکن ہے کہ ابرہہ نے جان بوجھ کر خود ہی یہ کارروائی کی ہو تا کہ اس کے ہاتھ ایک بہانہ لگے اور وہ مکہ پر چڑھائی کر کے عربوں کو شکست دے اور خانہ کعبہ کو گرا دے تا کہ پھر لوگ اس کے بنائے ہوئے مصنوعی کعبہ کی طرف توجہ کریں۔ اس لئے یہ بہت سے لشکر اور ہاتھی لے کر ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء میں کعبہ فتح کرنے کے لئے مکہ کی طرف چلا اس

دوران میں جس عرب کے قبیلے نے بھی اس کو روکنے کی کوشش کی اس نے اسے مارا اور مغلوب کیا اور اس طرح وہ آگے کو بڑھتا چلا گیا اور قریش کے بہت سے مویشی لوٹ لئے جن میں رسول ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ شامل تھے۔ وہ اس وقت مکہ کے سب سے بڑے سردار اور کعبہ کے رکھوالی تھے انھوں نے لوگوں کو اپنے بچاؤ کے لئے کہا اور کہا کہ کعبہ جس کا گھر ہے وہ خود اپنے گھر کو بچالیگا۔ اس لئے ابرہہ کو راستہ بالکل صاف نظر آیا کیونکہ ادھر سے کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔ کیونکہ مکہ اور اس کے آس پاس کے قبائل ابرہہ کی اتنی بڑی فوج سے لڑکر کعبے کو بچانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

جب ابرہہ اپنی فوج کے ساتھ مکہ میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھا تو اس کا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا اور جو آگے آگے تھا اچانک بیٹھ گیا جب اسے مکہ کی طرف موڑا جاتا تو وہ فوراً بیٹھ جاتا اور کسی طرح بھی آگے بڑھنے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ اسے

مار مار کر زخمی کیا گیا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اتنے میں پرندوں کے غول کے غول اپنی چونچوں اور پنجوں میں چھوٹے چھوٹے پتھر لئے آئے اور ابرہہ کے لشکر پر برسانا شروع کیا جس کسی پر بھی یہ پتھر گرتا وہ گولی کی طرح اس کے بدن میں لگتا جس سے اس کا جسم گلنا شروع ہوتا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوکر زمین پر گرنے لگتا اور تیزی سے خون بہنے لگتا۔ ابرہہ کے ساتھ بھی یہی ہوا اسی افراتفری میں اس کے فوجی جگہ جگہ گر گر کر مرتے رہے کچھ تو وہیں ہلاک ہوئے اور باقی راستے میں بھاگتے ہوئے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے۔

یہ واقعہ محمد ﷺ کی پیدائش سے پچاس روز پہلے ہوا۔ اور یہ واقعہ محرم کے مہینے میں مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محسّر کے مقام پر پیش آیا۔ اس لئے سنت یہی ہے کہ آدمی یہاں سے جلد گزر جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ خاص اسی روز آپ ﷺ کی ولادت باکرامت ہوئی تو گویا یہ ایک آسمانی نشان آپ ﷺ کی آمد کا تھا اور ایک غیبی اشارہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی ہے وہ اسی طرح اس گھر کے سب سے مقدس متولی اور سب سے بزرگ ترین پیغمبر کی بھی حفاظت کرے گا اور عیسائی یا کسی بھی دوسرے مذہب کو یہ موقعہ نہ دے گا کہ وہ کعبہ کو برباد کرے یہ اتنا بڑا واقعہ تھا جس کی تمام عرب میں شہرت ہوگئی اور سب نے اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ قرار دیا حالانکہ ان دنوں سارے عرب کے لوگ شرک میں مبتلا تھے اور بتوں کو پوجتے تھے خود خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے ہر ایک قبیلہ کا اپنا اپنا بت تھا جسے وہ اللہ کی ذات میں شریک کرتے تھے لیکن جب ابرہہ کی مصیبت پڑی تو سب نے مل کر اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کی کسی نے بھی یہ نہیں کہا

ابرہہ اوراس کی فوج کی شکست اور موت میں ان کے بتوں کا ہاتھ تھا بلکہ سب ہی نے یہی اقرار کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔

جس سال یہ واقعہ پیش آیا اہل عرب اسے ہاتھیوں کا سال کہتے ہیں چند سال تک قریش کے لوگ اس واقعہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کی۔

اس سورہ میں اس واقعہ کو یاد دلانا کافی تھا۔ تاکہ قریش کے لوگ اور اہل عرب اپنے دلوں میں اس بات پر غور کریں کہ اللہ کے رسول ﷺ جس حق کی دعوت دے رہے تھے وہ آخر اس کے سوا اور کیا ہے کہ تمام معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس عبادت میں کسی اور کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور یہ بھی کہ وہ اچھی طرح سوچ لیں کہ اگر وہ اس دعوت حق کو دبانے کی کوشش کی تو جس اللہ نے اصحاب الفیل کو بری طرح ہلاک کیا اس طرح وہ ان کو ہلاک کردے گا جو اس کی دعوت حق کو مٹانے کے لئے زبردستی سے کام لیں وہ کبھی بھی اس میں کامیاب نہیں ہونگے۔

سورۃ قریش

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ بھی مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی اس میں چار آیتیں اور ایک رکوع ہے اس سورہ کا مضمون سورہ فیل کے مضمون سے کافی ملتا جلتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ یہ سورہ فیل کے بعد ہی نازل ہوئی ہوگی۔

اس سورہ کے سمجھنے کے لئے اس کے تاریخی پس منظر کو سمجھنا ضروری ہے۔

بہت پہلے قریش کا قبیلہ حجاز میں منتشر تھا اور محمد ﷺ کے جداعلیٰ قصیٰ بن کلاب نے اس قبیلہ کو مکہ میں جمع کیا اور اس طرح بیت اللہ کی نگہبانی اس قبیلہ کے ہاتھ میں آگئی۔ اس شخص نے اپنی بہترین تدبیر سے مکہ میں ایک شہری ریاست قائم کی اور آس پاس کے عرب ملکوں سے آنے والے حاجیوں کا بہت ہی اچھا انتظام کیا۔ جس کی وجہ سے آس پاس کے عرب قبیلے ان سے بہت ہی متاثر ہوئے اور اس طرح قریش کا رسوخ عرب کے تمام قبائل اور ان کے علاقوں میں قائم ہوگیا۔ قصیٰ بن کلاب کا بیٹا عبدمناف کو اپنے باپ ہی کے زمانے میں زیادہ ناموری حاصل ہوچکی تھی اور تمام عرب میں اس کی بہت ہی عزت کی جانے لگی تھی۔ عبدمناف کے چار بیٹے ہاشم' عبدشمس' مطلب اور نوفل تھے۔ ہاشم جو عبدالمطلب کے والد تھے اور رسول ﷺ کے پردادا تھا ان کو سب سے پہلے یہ خیال آیا کہ تجارت کے کاروبار میں حصہ لے جو عرب کے راستے مشرق کے ملکوں اور شام ومصر کے درمیان ہوتی تھی اور

ساتھ ساتھ اہل عرب کی ضروریات کا سامان بھی خرید کر لایا جائے تا کہ راستے کے قبائل ان سے مال خریدیں اور مکہ کی منڈی میں بھی وہاں کے تاجر آ کر ان سے مال خریدیں۔ اسی اسکیم کی بناء پر اندرونی ملک کے تاجر آنے شروع ہوئے اس لئے جنوبی عرب سے بحر احمر کے ساحل کے ساتھ جو تجارتی راستہ شام و مصر کی طرف جاتا تھا اس کا کاروبار بہت چمک اٹھا۔ قریش کو دوسرے عربی قبیلوں کی بہ نسبت یہ سہولت حاصل تھی کہ راستے کے تمام قبائل بیت اللہ کا رکھوالہ ہونے کی حیثیت سے ان کی عزت کرتے تھے اور وہ حج کے زمانے میں حاجیوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتے تھے جس کی وجہ سے سب ان کی قدر کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کو راہ گزر کے بھاری ٹیکس بھی راستے کے قبائل کو نہیں دینا پڑتے تھے اور نہ ہی ان کو لوٹ اور ڈاکہ پڑنے کا خطرہ تھا۔

ہاشم نے اپنی اس اسکیم میں اپنے تینوں بھائیوں کو شامل کیا اور شام و حبش، یمن اور عراق اور فارس کی حکومتوں سے تجارتی رابطے قائم کئے اس طرح ان کی تجارت بڑی تیزی سے ترقی کرتی چلی گئی اور وہ کافی مالدار ہو گئے کہ عرب کا کوئی دوسرا قبیلہ ان کی ٹکر کا نہ رہا۔ مال و دولت کے اعتبار سے بھی وہ عرب میں سب سے آگے بڑھ گئے اور اس طرح ان ملکوں سے تجارت کرنے کے باعث ان کے تہذیب و تمدن اور علم سے بھی اچھی طرح آگاہ ہو گئے اور مکہ سارے عرب میں سب سے زیادہ ایک اونچا تجارتی مرکز بن گیا۔ ان کو ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ عراق سے یہ لوگ وہ رسم الخط لے کر آئے جو بعد میں قرآن مجید لکھنے کے لئے استعمال ہوا۔ اسی طرح قریش کی ترقی عروج پر تھی کہ ابرہہ نے مکہ پر چڑھائی کی اگر ابرہہ اس مقدس شہر کو فتح کرتا اور کعبہ کو ڈھانے میں خدانخواستہ کامیاب ہو جاتا تو سارے عرب میں قریش کا رعب ہی باقی نہ رہتا اور ان کی عزت و وقار بھی ختم ہو جاتا جو ان کو خانہ کعبہ کی دیکھ بھال کے سلسلے میں حاصل ہوئی تھی اور اس گھر کے بیت اللہ ہونے میں جاہل عربوں کا عقیدہ شک میں پڑ جاتا اور اسی طرح شام اور مکہ کے درمیان کا تجارتی راستہ بھی ان کے قبضہ سے نکل کر رومی اور حبشیوں کے ہاتھ لگ جاتا جو کہ پہلے سے ان راستوں قبضہ کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے جس سے کہ قریش بالکل خستہ حال ہو جاتے۔

لیکن جب ابرہہ اپنی اسکیم میں کامیاب نہ ہوا اور اللہ کی قدرت سے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے ہاتھوں ان کی فوج بری طرح ہلاک ہوئی اور خود ابرہہ بھی بری طرح ہلاک ہوا جس سے کہ کعبہ کا بیت اللہ ہونے کا اہل عرب کو اور بھی زیادہ یقین ہو گیا اور قریش کا رعب بھی سارے ملک میں پہلے سے زیادہ بڑھ گیا اس طرح عربوں کو یقین ہو گیا کہ ان لوگوں پر اللہ کا بہت ہی بڑا فضل ہے۔

اسی وجوہات کی بنا پر وہ بے کھٹکے عرب کے ہر حصے میں تجارتی قافلے لے کر جاتے اور ان کو

راستے میں چھیڑنے کے یا ان کو لوٹنے کی کسی میں بھی جرات نہ ہوتی یہ حال محمد ﷺ کی مبارک پیدائش سے پہلے کا تھا۔

اس لئے اس سورہ میں اہل قریش کو مختصر فقروں میں کہا گیا ہے کہ جب تم خود خانہ کعبہ کو بتوں کا نہیں بلکہ اللہ کا گھر مانتے ہو اور تمہیں خود اچھی طرح پتہ ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تم پر اتنا بڑا فضل کیا تمہیں کہاں سے کہاں پہنچایا تمہاری تجارت میں ترقی دی اور تمہیں خوب مالدار کیا اور تمہیں غربت سے نکال کر یہ خوشحالی عطا کی اور سارے عرب میں تم کو عزت عطا کی تو تمہیں چاہیے کہ صرف اسی ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

سورۃ الماعون

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی مگر بعض کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی کیونکہ اس میں منافقین کی وہ قسم بتائی گئی ہے جو نماز سے غفلت برتتے ہیں اور اگر نماز پڑھ بھی لیتے ہیں تو دکھاوے کی پڑھتے ہیں اور ایسے منافق کثرت سے مدینہ میں ہی پائے جاتے تھے کیونکہ مکہ میں تو اہل ایمان چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے اگر وہ علانیہ نماز ادا کرتے تو ان پر ظلم وستم کا پہاڑ کھڑا کر دیا جاتا اس لئے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ممکن ہے کہ یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی ہو۔

اس سورہ میں سات آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

اس کے مضمون کا مدعا یہ بتلاتا ہے کہ آخرت پر ایمان نہ لانے سے انسان کے اندر کس قسم کی اخلاقی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ان دنوں مکہ کا اور اہل مکہ کا حال تھا کہ کسی کو آخرت کے جزا و سزا کا یقین ہی نہ تھا اور نہ ہی اس قیامت کے دن کے آنے کا ان کو اعتقاد تھا۔ جو تھی تو بس یہی دنیا کی زندگی اور زندگی کا لطف جو چاہے کرو کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ یتیموں کا حق تو بغیر چون چرا ہضم کر جاتے تھے اور ان پر ڈھیر سارے ظلم کرتے تھے کہ ان کا کوئی یار و مددگار نہ تھا اور نہ ہی کوئی ان کا پوچھنے والا تھا۔ ان لوگوں کے دلوں میں کسی کا یا کسی ایسے دن کے آنے کا ڈر ہی نہ تھا۔ اگر یتیم اپنے حق کو مانگنے کا مطالبہ کرتا بھی تھا تو اسے دھکے مار کر نکال دیا جاتا تھا غریبوں فقیروں کو بھی وہ نہ خود کھانا کھلاتے تھے اور نہ ہی دوسروں کو ان کے کھانا کھلانے کی نصیحت کرتے تھے۔ بس جتنا ہو سکے اپنا ہی پیٹ بھرتے تھے اور اپنے پیسوں کو جوڑ جوڑ کر رکھتے تھے کسی کی کچھ مدد نہیں کرتے تھے اگر کوئی چیز ان کے پاس ہو اور اگر کسی جاننے والے نے یا کسی ہمسائے نے ان سے تھوڑی دیر کے لئے اس چیز کو مانگی کہ

استعمال کرے تو صاف انکار کر دیتے تھے۔ زکوۃ وصدقات میں تو انکا یقین ہی نہ تھا آخرت کے اجر کو کون دیکھتا ہے۔ زکوۃ اور صدقات نکالنے سے تو ان کے مال میں کمی آجانے والی بات ہوتی۔

پھر دوسرے یہاں پر منافقوں کی ایک جماعت کا ذکر اللہ تعالی نے کیا ہے کہ وہ نام کے مسلمان ہیں جو کہ نماز پڑھتے ہیں تو دوسروں کو بتانے کے لئے ان کو اپنے دنیوی دھندوں اور مستیوں سے ہی فرصت کہاں کہ وہ اللہ کی یاد میں اور اسکی دی ہوئی نعمتوں کے شکرانے میں کچھ دیر نماز پڑھیں یا نماز پڑھتے وقت وہ یہ نہیں سوچتے کہ وہ کس عظیم ہستی کے سامنے کھڑے ہیں۔ لیکن ان کا دماغ دوسری طرف کو جاتا ہے یا پھر جلدی جلدی نماز پڑھتے ہیں کہ ٹیلیویزن کا پروگرام ہاتھ سے نہ نکل جائے یا پھر نماز کا وقت گزرا جاتا ہے اور ابھی ان کا پروگرام ختم نہیں ہوا۔ تو پھر ایسوں کو کس طرح مسلمان کہا جائے ان کو منافق کہنا ہی بہتر ہے۔

دوسرا وہ شخص ہے جو غریبوں اور محتاجوں کو کھانا نہیں کھلاتا ہے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کو کہتا ہے کہ مسکینوں کو کھانا دیں اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ ان کے معاشرے میں جو غریب و مسکین ہیں اور جو بھوکے مر رہے ہیں ان کو ان کا حق دیں اور ان کی بھوک مٹائیں آخر یہ نعمتیں جو اللہ تعالی نے ہمیں دی ہیں اس میں ان کا بھی تو حق ہے جو اللہ کی طرف سے ہے۔ اور پھر یہ ساری بدکرداریاں کس وجہ سے ہیں صرف اس لئے کہ ان کو آخرت کا اور اس کے جزا و سزا کا انکار ہے۔ اگر وہ آخرت پر یقین رکھتے تو یہ ساری برائیاں معاشرے سے دور ہو سکتی ہیں اور معاشرے میں اللہ تعالی کے ساتھ خلوص اور اس کی مخلوق کیساتھ ہمدردیاں پیدا ہو سکتی ہیں اور انسان کی تنگ دلی دور ہو سکتی ہے اور وہ ایک دوسرے کے لئے ہمیشہ مدد کو تیار رہ سکتے ہیں جس سے کہ ایک مضبوط اور پاک معاشرے کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔

سورۃ الکوثر

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی اس میں تین آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ اس سے پہلے کے سورہ ضحٰی اور سورہ الم نشرح میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ نبوت کے شروع کے دور میں محمد ﷺ کو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا آپ ﷺ کی پوری قوم مع ان کے رشتہ داروں کے آپ ﷺ کی دشمن بن گئی تھی آپ ﷺ دعوت حق اللہ کی طرف سے لے کر اٹھے تھے اور آپ ﷺ کی قوم چاہتی تھی کہ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے مٹھی بھر ماننے والوں کو عذاب دے کر اپنے آبائی دین میں واپس لے آئیں اس لئے آپ ﷺ کی دعوت حق کو جھٹلایا جا رہا تھا۔ جہاں کہیں بھی وہ جاتے آپ

ﷺ کو طعنے ملتے' آپ ﷺ کا مذاق اڑایا جاتا۔ شرک کا بازار اور ظلم وستم کا بازار زور وشور سے گرم تھا۔ کوئی یہ ماننے کو بھی تیار نہ تھا کہ خدا کی خدائی صرف اللہ ہی کی ہے اور کوئی آخرت کو اور اس کے جزا وسزا کو ماننے کے لئے تیار ہی نہ تھا۔ اس لئے ہر طرف بدامنی تھی نبیؐ کو اور ان کے ساتھیوں کو دور تک کامیابی نظر نہیں آتی تھی یہ وہ زمانہ تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تسلی دینے اور آپؐ کی ہمت بندھانے کے لئے کافی آیات نازل فرمائیں مثلاً سورہ ضحیٰ میں فرمایا کہ یقیناً آپؐ کے لئے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے اور عنقریب آپ کا رب آپ کو وہ کچھ دے گا جس سے آپ خوش ہو جائیں گے اور سورہ الم نشرح میں فرمایا کہ ہم نے آپ کا مرتبہ بلند کر دیا۔ آپ کو یہ بشارت دی گئی کہ آپؐ حالات کی سختیوں سے نہ گھبرائیں عنقریب کامیابی آپؐ کے قدم چومنے والی ہے۔

ایسے ہی حالات میں یہ سورہ کوثر نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی اور آپؐ کے دشمنوں کے تباہ وبرباد ہونے کی پیشن گوئی کی۔ قریش کے لوگ کہتے تھے کہ پہلے تو آپؐ اچھے بھلے تھے یہ یکایک آپ کو کیا ہوگیا کہ آپؐ بالکل بے یار ومددگار ہو کر سب سے کٹ کر رہ گئے۔ ان کے دو بیٹے حضرت قاسمؓ اور حضرت عبداللہؓ وفات پا گئے جس پر ان کے اپنے چچا ابولہب نے خوشی سے ڈھنڈورا پیٹا کہ نبیؐ لاولد ہو گئے اور اب ان کی نسل ختم ہوگئی۔ آپؐ کی تجارت آپؐ کے ہاتھوں چلی گئی۔ قریش اس لئے آپؐ کے دشمن بن گئے کہ آپؐ لوگوں کو دعوت حق دینے لگے جس سے کہ پوری قوم میں جو آپ کو مرتبہ حاصل تھا وہ چھین لیا گیا۔ آپؐ کے دشمن کہنے لگے کہ آپ کی جڑ کٹ گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی خوشخبری اس سورہ کو نازل کر کے آپ کو دی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ آپؐ کے دشمنوں کی جڑ کٹ گئی۔ لہذا مکہ کے سردار جو مال ودولت اور اولاد کی نعمتیں رکھتے تھے۔ چند سال ہی میں ان کی کایا پلٹ گئی۔ ایک وقت تھا کہ غزوہ احزاب ۵ھ کے موقع پر قریش بہت سے عرب اور یہودی قبائل کو لے کر مدینہ پر چڑھ آئے تھے یا پھر اس کے تین سال بعد سن ۸ھ وہ وقت آیا کہ آپؐ نے مکہ پر چڑھائی کی اور مکہ کے کفار بے یار ومددگار ہو کر ہتھیار ڈال دیے اس کے بعد پورا ملک عرب حضورؐ کے ہاتھ آگیا آج کے دن تک مسلمان ان دشمنوں پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس کے برخلاف رسول کا نام عزت اور درود سے لیا جاتا ہے۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ دشمن تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپؐ تباہ وبرباد ہو گئے لیکن حقیقت میں ہم نے آپ کو بے انتہا خیر اور بے شمار نعمتوں سے نوازا ان نعمتوں میں نبیؐ کے اخلاق کی خوبیاں بھی شامل ہیں' قرآن اور علم وحکمت کی بھی عظیم نعمتیں اور توحید اور ایک سیدھ سادھے مسلمان معاشرے کی زندگی کی نعمت بھی شامل ہے جو سارے جہان میں پھیل جانے کی طاقت رکھتی ہے اللہ تعالیٰ نے آپؐ

کو اتنی بڑی امت ایک عظیم نعمت کے طور پر عطا کی جو ہمیشہ قیامت تک آپ کا نام عزت سے لیتی رہے گی۔اس کے علاوہ آخرت میں دو عظیم نعمتیں دینے والا ہے ایک حوض کوثر جو قیامت میں آپ کو میدان حشر میں ملے گا دوسرے نہر کوثر روایت میں ہے کہ جنت کی یہ نہر کوثر رسول اللہ ﷺ کو معراج کے موقعہ پر دکھائی جا چکی تھی۔جنت میں آپ کو عطا کی جائے گی اس حوض میں جنت کی نہر کوثر سے لا کر پانی ڈالا جائیگا جو دودھ سے زیادہ سفید' برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہو جائیگا اس کے پانی سے آپؐ حشر کے دن اپنی امت کو سیراب کرینگے روایت میں ہے کہ آپؐ نے سب مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ ان کے بعد جو بھی ان کے طریقے کو بدلے گا اور ان میں تبدیلیاں کریگا وہ اس روز اس حوض سے ہٹا دیا جائیگا-لہذا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان ساری نعمتوں کے شکریہ میں آپ اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرو اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے نذرو نیاز اور قربانی کرو یہ حکم دیا گیا کہ مشرکین کے برعکس یہ سب صرف ایک اللہ ہی کے لئے کرو۔

سورۃ الکفرون

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ:- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔اس سورہ کا دور مکہ معظمہ کا وہ دور تھا جبکہ محمد ﷺ کی دعوت حق کے خلاف قریش کے مشرکوں اور کفار نے سخت مخالفت کرنا شروع کی تھی لیکن انہوں نے ابھی تک اپنی ساری امیدیں نہیں کھودی تھیں۔اب بھی ان کو یہ امید ضرور تھی کہ حضور ﷺ کو کسی نہ کسی طرح صلح کرنے پر آمادہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے باپ دادا کے مذہب میں دوبارہ لوٹ آئیں۔اس لئے وہ لوگ ہر وقت کوئی نہ کوئی نئی تجویز لے کر رسولؐ کے پاس آتے اور انہیں سمجھاتے بجھاتے تاکہ آپس میں سمجھوتہ کرلیں اور آپ ان میں سے کسی ایک تجویز کو مان لیں اور یہ نئے مذہب کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔مثلاً روایت میں ہے کہ قریش کے سرداروں نے حضورؐ سے کہا کہ اگر آپؐ کو مال چاہیے اور مالدار بننا ہے تو وہ آپ کو اتنا ڈھیر سارا مال دے سکتے ہیں کہ آپ مکہ کے سب سے زیادہ مالدار لوگوں سے اول ہوں۔یا پھر اگر آپ کو سردار بننے کا شوق ہے تو وہ لوگ آپ کو اپنا سردار مان لیتے ہیں۔جو چاہے مانگ لو ہم کرنے کو تیار ہیں لیکن صرف آپؐ ہمارے معبودوں کے پیچھے نہ پڑیں اور ہمیں یہ تعلیم نہ دیں کہ ان کو پوجنا غلط ہے یا پھر ایک سال آپ ہمارے بت لات وعزیٰ کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپؐ کے معبود کی عبادت کریں۔آپؐ نے جواب دیا کہ یہ تو کبھی بھی نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی عبادت میں کسی اور کو شریک کروں۔تو پھر کفار و

مشرکین نے کہا کہ اچھا آپؐ ہمارے معبودوں کو مان لو اور ان کی پوجا پاٹ کو برا نہ کہو تو ہم تمہارے معبود کو پوجیں گے۔ اس پر یہ سورہ نازل ہوئی اور آپؐ نے ان کو بھرے مجمع میں پڑھ کر سنایا اور ٹھوس لفظوں میں کہا کہ تم اپنے دین پر قائم رہو اور ہم اپنے دین پر ہمارا تمہارا کوئی سمجھوتہ نہیں۔ ان دنوں مشرکین کا جو مذہب تھا وہ اللہ کی ذات میں دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ وہ اللہ کو بھی ضرور مانتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت سی دوسری چیزوں کو پوجتے تھے جیسے کہ چاند' تارے' جانور' انبیاء' اولیاء' بت دیوی دیوتا۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی پرستش کرنے سے وہ ان کو اللہ کے نزدیک کر دے گا اور پھر ذرا سوچو کہ آج کل جو قبر پرستی زوروں سے چل رہی ہے تو وہ کیا ہے۔ وہ لوگ بھی تو انہی بیوقوفوں میں شامل ہیں۔ دراصل اللہ کو بہت سے خداؤں میں سے ایک قرار دینا اور اس کے ساتھ دوسروں کی بندگی و پرستش کرنا ہی یا کسی دوسری ہستی سے اپنی حاجات مانگنا ہی دراصل وہ کفر ہے جس سے قطع تعلق کا اعلان اور بیزاری کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ یہاں پر نبیؐ سے فرمایا گیا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ جن صفات کے معبود کی عبادت میں کرتا ہوں وہ تو صرف ایک ہی اللہ ہے جو ساری کائنات کا بنانے والا ہے اور ہر عیب' کمزوری سے پاک ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی کی اولاد ہے جو دعاؤں کا سننے والا ہے جو اپنی مخلوق کی خود نگہبانی کرتا ہے ہر چیز صرف اسی کے اختیار میں ہے اور جس نے انبیاء کے ذریعے ہماری ہدایت کی ہے تاکہ ہمیں آگ سے بچائے جو ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا اور ہمارا احساب لے گا۔ اس کے برعکس کفار کے الگ الگ خدا ہیں اور مختلف زمانوں میں ان کے مختلف گروپ مختلف معبودوں کو پوجتے رہے ہیں۔ یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا عزیر نامی ایک بیٹا ہے اور مسیحی کہتے ہیں وہ اکلوتے بیٹے مسیح کا باپ ہے اور دوسروں کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو صلیب پر چڑھا دیا۔ کتنے ہی قسم کے دیوی دیوتا سورج' چاند' تارے بھی پوجے جا رہے ہیں۔ درحقیقت کفار صرف ایک اللہ کو نہیں مانتے جو کائنات کا اکیلا مالک ہے۔ لہٰذا صلح کی جو صورت قریش نے محمد ﷺ کو پیش کی تھی اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ وہ کفار تو برابر اپنے طریقے پر قائم رہیں مگر آپؐ اپنے ایک اللہ واحد کی عبادت کرنا چھوڑ دیں۔ اس گفتگو کو ختم کرنے کے لئے یہ سورہ نازل ہوئی۔ تاکہ کفار کو یہ بتایا جائے کہ دین کفر اور دین اسلام ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں اور ان کے باہم مل جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سورہ سے مسلمانوں کو یہ نصیحت دی گئی کہ دین کفر کو جہاں اور جس شکل میں ہو اپنے کو اس سے بالکل الگ رکھو۔ اس لئے اس سورہ کو مسلمان ہونے کے بعد پڑھتے رہے جو اس کے نازل ہونے کے زمانے میں کافر و مشرک تھے اور آج بھی مسلمان اسے پڑھتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جب تم سونے کے لئے اپنے بستر

پر لیٹو تو یہ سورہ پڑھ لیا کرو۔ اور کافر و مشرک اسلام قبول کرنے کے بعد اسے مسلسل پڑھتے رہیں۔

سورة النصر

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :۔ اس سورہ میں تین آیتیں اور ایک رکوع ہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں منیٰ کے مقام میں نازل ہوئی اور اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اپنا مشہور اور آخری خطبہ دیا۔ روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ "میں نہیں جانتا' شاید اس کے بعد میں تم سے نہ مل سکوں۔ خبردار رہو' تمہارے خون اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن اور یہ مقام حرام ہے۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب کے سامنے حاضر ہو اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے۔ سنو' یہ بات تم میں سے قریب والا دور والے تک پہنچا دے۔ سنو' کیا میں نے تمہیں پہنچا دیا؟ اس کے بعد جب ہم لوگ مدینہ واپس ہوئے تو کچھ زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا"

ان روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس سورہ کے نزول اور محمد ﷺ کی وفات کے درمیان تین مہینے کچھ دن کا فاصلہ تھا۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے میری وفات کی خبر دے دی گئی ہے اور میرا وقت دنیا میں پورا ہو گیا۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ بتا دیا تھا کہ جب عرب میں اسلام کی فتح مکمل ہو جائے اور لوگ اللہ کے دین میں ٹولی کی ٹولی اور قبیلوں کے قبیلے آنے شروع ہو گئے۔ پہلے تو ایک ایک اور دو دو کر کے آتے تھے لیکن اب گروہ کے گروہ نے اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ اس کے لئے کسی اور جنگ یا رکاوٹ کی ضرورت نہیں پڑی اور یہ 9ھ کے شروع سے رونما ہونی شروع ہوئی۔ مکہ کی فتح سے مکہ کے مشرکین کی ہمت گھٹ گئی تھی پھر اس کے بعد طائف اور حنین کے معرکے پیش آئے اور یہ 10ھ تک جب آپؐ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو اس وقت تک پورا عرب اسلام قبول کر چکا تھا اور ملک میں کوئی بھی مشرک باقی نہ رہا تھا۔ تیئیس سال کے اندر نبیؐ نے ایک پوری قوم کے عقیدوں کو اخلاق و تمدن کو، عبادت کے طریقوں کو، جنگی قابلیت کو بدل کر رکھ دیا اور ایک قوم کو جاہلیت کے اندھیرے سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لے آئے۔ یہ ایک بہت ہی عظیم اور مشکل کارنامہ تھا اور جس مقصد کے لئے محمد ﷺ بھیجے گئے تھے وہ پورا ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح میں مشغول ہو جائیں کہ اسی کے فضل و کرم سے آپؐ اتنا بڑا کام انجام دینے میں کامیاب ہو گئے اور اپنے اللہ تعالیٰ سے

دعا کریں کہ اس خدمت کے انجام دینے میں جس پر کہ آپ کو مامور کیا گیا تھا اگر کوئی کوتاہی ہو گئی تو معاف فرمادے۔ یہ ہے وہ ادب جو اسلام بندے کو سکھاتا ہے کہ اللہ کے دین کی راہ میں انسان کتنی ہی قربانیاں دے اور زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی بجالائے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے لیکن پھر بھی اس کے دل میں یہ خیال تک نہ آئے کہ میں نے اللہ کا حق ادا کر دیا بلکہ ہمیشہ یہی سمجھے کہ اب بھی اپنے رب کا حق ادا نہ ہوا اور اللہ سے دعا کرے کہ اس حق کے ادا کرنے میں اگر بھول ہوئی ہو یا کمی رہ گئی ہو تو اسے معاف کر دے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے یہ سبق دیتا ہے کہ چاہے تم نے اللہ کا حق ادا کرنے میں کتنی ہی کوشش کی ہو پھر بھی یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ کا حق ہم پر کہیں زیادہ ہے اور اب بھی ہم نے اس کا پورا حق ادا نہیں کیا اور فخر و غرور میں مبتلا ہونے کی بجائے سر جھکا کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور توبہ و استغفار کرو۔

سورۃ اللھب

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں پانچ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

ابولھب محمد ﷺ کے حقیقی چچا تھے۔ جب محمد ﷺ دعوت حق لے کر اٹھے تو یہ چچا ان کے بہت سخت خلاف ہو گئے۔ ممکن ہے یہ سورہ اس زمانے میں نازل ہوئی ہو جب وہ حضور ﷺ کی دشمنی میں حد سے آگے بڑھ گیا تھا اور اسلام کی راہ میں ہر جگہ رکاوٹیں ڈالتا پھرتا تھا یا پھر ممکن ہے کہ اس سورہ کا نزول اس زمانے میں ہوا ہو جبکہ قریش کے لوگوں نے حضورؐ کو اور آپؐ کے خاندان والوں کو شعب ابی طالب کی گھاٹی میں قید کر دیا تھا - قدیم زمانے میں پورے ملک عرب میں بہت زیادہ بدامنی اور بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ کسی کے جان و مال کی کوئی گارنٹی نہ تھی اس لئے عربی معاشرے کے اخلاقی قدروں میں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ نبیؐ جب دعوت حق لے کر اٹھے تو قریش کے دوسرے خاندانوں اور ان کے سرداروں نے تو نبی کی بہت زیادہ مخالفت کی مگر بنی ہاشم اور بنی المطلب (ہاشم کے بھائی مطلب کی اولاد) نے آپ کی مخالفت نہیں کی بلکہ آپ کی ہر وقت مدد کرتے رہے۔ حالانکہ ان میں سے اکثر آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لائے تھے۔ ان کے خاندان کا صرف ایک شخص ابولھب جو کہ ان کے اصلی چچا تھے اسلام کی دشمنی میں بہت ہی آگے بڑھ گیا۔ جب آپ کسی مجمع میں حق کا پیغام سناتے تو یہ بدبخت آپؐ پر پتھر پھینکتا اور آپؐ کے پیر مبارک لہولہان ہو جاتے - ان کا مذاق اڑاتا' ان کو دیوانہ' جھوٹا اور بے دین کہتا۔ یا پھر اتنا شور کرتا کہ کان

پڑی آواز سنائی نہ دے اور کوئی محمدﷺ کی دعوت حق کو نہ سن سکے۔ جب اسے اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو کہتا کہ میرے پاس اتنا مال و دولت زیادہ ہے کہ میں اسے فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔ وہ بہت سخت ہی مغرور انسان تھا اور اسے اپنے مال و دولت پر بہت فخر تھا۔ وہ حضورﷺ کا ہمسایہ بھی تھا اور آس پاس کے دوسرے ہمسایوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضور کو گھر میں بھی چین سے نہیں رہنے دیتا تھا۔ اس کی بیوی ام جمیل جو ابوسفیان کی بہن تھی اس شرارت میں شامل تھی۔ وہ راتوں کو کانٹے دار جھاڑیاں لے آ کر آپ کے دروازے کے باہر ڈال دیتی تا کہ آپؑ کو اور آپؑ کے گھر والوں کو آنے جانے میں تکلیف ہو۔ نبوت سے پہلے حضورﷺ کی دو بیٹیاں ابولھب کے دو بیٹوں سے بیاہی گئی تھیں۔ ابولھب نے اپنے بیٹوں کو مجبور کر کے آپؑ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دلوادی۔ وہ اپنی جہالت میں حد سے بڑھ گیا تھا۔ اس کا نام عبدالعزیٰ تھا جو کہ ایک مشرکانہ نام ہے لیکن اس سورہ میں اس کو ابولھب کے نام سے یاد کیا ہے۔ ابولھب کے معنی ہیں شعلہ رو چونکہ اس کا رنگ سرخ و سفید تھا اس لئے اسے یہ نام دیا گیا۔ جب رسولﷺ کے بیٹے قاسمؑ کی وفات کے بعد حضرت عبداللہؑ کا بھی انتقال ہوا تو ابولھب نے خوشیاں منائیں اور قریش کے سرداروں کو خبر دی کہ آپؑ بے نام ونشان ہو گئے اور آپؑ کی نسل کٹ کر رہ گئی۔ نبوت کے ساتویں سال جب قریش نے نبیؐ کے خاندان کے لوگوں کو شعب ابی طالب کی گھاٹی میں قید کیا اور ان کے ساتھ معاشی اور معاشرتی تعلقات توڑ دیئے تو بھی ابولھب نے اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا بلکہ آپؑ کے دشمنوں سے جا ملا۔ وہ مقاطعہ تین سال تک رہا اور آپؑ کے رشتہ داروں پر فاقوں کی نوبت آ گئی۔ اس طرح وہ اپنی زیادتیوں میں حد سے بڑھ گیا۔ غزوہ بدر سے سات روز بعد اسے ایک بہت ہی خطرناک بیماری لگی اور یہ مرض لگ جانے کے خوف سے اس کے گھر والوں نے اسے بالکل الگ کر دیا۔ وہ وہیں مر گیا کوئی اس کے نزدیک نہ گیا آخر تین دن کے بعد اس کے سڑے گلے لاش کو مزدوروں نے اٹھا کر دور جا کر گڑھے میں پھینک دیا۔ سو اس کا مال اور اس کی اولاد اس کے کوئی کام نہ آیا۔ اس طرح چند سال کے اندر لوگوں نے یہ پیشن گوئی کو سچ ہوتے دیکھ لیا کہ ابولھب نبیﷺ کو مٹانے چلا تھا تو آخر خود بری طرح مٹ کر رہ گیا۔ اور اس کا پورا زور جس پر کہ اسے فخر تھا ٹوٹ کر رہ گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اور اس کی بیوی ضرور آگ میں ڈالے جائیں گے۔ اس کی بیوی کے گلے میں لوہے کا طوق ہوگا اور وہ اسی طرح خار دار جھاڑیاں لا کر اپنے شوہر پر عذاب الٰہی کی آگ کو تیز کرتی رہے گی۔ اور دونوں عذاب الٰہی کی آگ میں سدا جلتے رہیں گے۔ اس عورت کی موت بھی اس طرح واقع ہوئی کہ گٹھے کی رسی اس کے گلے میں آ پڑی جس سے اس کا گلا گھٹ کر دم

نکل گیا۔ یہ ہے ان کے دنیا اور آخرت کا عذاب۔

سورۃ الاخلاص

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

خلاصہ :- یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں چار آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

اس سورہ کا نام اخلاص ہے جو اس سورہ کے مضمون کا عنوان بھی ہے کیونکہ اس میں خالص توحید بیان کی گئی ہے۔ جو شخص بھی اسے سمجھ کر اس کی تعلیم پر ایمان لے آئے گا وہ شرک سے خلاصی پائے گا۔ اس کے مضمون پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورہ مکہ کے بالکل ہی ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہوگی جبکہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں قرآن کی کوئی مفصل آیات ابھی نازل نہیں ہوئی تھیں اور محمد ﷺ لوگوں کو ایک اللہ واحد کی بندگی کی دعوت دینے لگے تھے جس کو سن کر اہل عرب یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آخر وہ آپ کا رب کیسا ہے۔ کس چیز سے بنا ہے جس کی بندگی و عبادت کی طرف آپؐ لوگوں کو بلاتے ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف موقعوں پر مختلف لوگوں نے آپؐ سے آپؐ کے رب کے بارے میں پوچھا اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا کہ میرا رب کسی چیز سے نہیں بنا بلکہ وہ تمام چیزوں سے جدا ہے۔ وہ کوئی نیا رب نہیں ہے۔ وہ وہی ہے جسے تم ساری کائنات کا خالق و مالک، رزق دینے والا اور مصیبت کے وقت اپنے بندوں کی مدد کرنے والا کہتے ہو جو سب پر غالب ہے۔ کیونکہ ان دنوں حالانکہ مشرکین و اہل عرب اللہ کو تو خالق و مالک مانتے تھے مگر اس کے کام میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے۔ ان کے جواب میں یہ سورہ نازل ہوئی اور ہر موقع پر ان کے جواب میں آپؐ نے یہ سورت سنائی۔

یہاں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو اس وقت لوگوں کے مذہبی خیالات و عقائد کیا تھے۔ بت پرست مشرکین ان خداؤں کو پوجتے تھے جو لکڑی، پتھر، سونے چاندی وغیرہ مختلف چیزوں سے خود ان کو بناتے تھے۔ جو شکل و صورت اور جسم رکھتے ان میں کثرت سے دیوی دیوتا پوجے جاتے تھے۔ کسی دیوی کا شوہر تھا تو کوئی دیوتا کی بیوی تھی پھر ان کے پوجنے والے ان کے لئے کھانے پینے کا بھی انتظام کرتے تھے۔ زیادہ تر مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا ایک انسانی شکل میں آتا ہے اور کچھ لوگ اس کے اوتار ہوتے ہیں۔ مانتے تو وہ ایک خدا کو ضرور تھے مگر خدائی میں اس کے ساتھ شریک کرتے تھے جس کو وہ اوتار کا نام دیتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ ان کے ذریعے سے ان کی رسائی خدا تک ہوتی ہے۔ عیسائی اگرچہ ایک ہی اللہ کو مانتے تھے مگر حضرت عیسیٰ کو

اس کا بیٹا قرار دیتے تھے اور روح القدس یعنی جبرئیل کا بھی اس کی خدائی میں حصہ تھا یہودی بھی ایک خدا کو مانتے تھے مگر ان کا خدا مادیت' جسمانیت اور دوسری انسانی صفات رکھتا تھا وہ انسانی شکل میں نمودار ہوتا تھا۔ اپنے کسی بندے سے کشتی بھی لڑ لیتا تھا اور اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عزیز تھا۔ مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ مجوسی آگ کی پرستش کرتے تھے اور صابی ستارہ پرست تھے۔ یہ وہ حالات تھے جب رسول ﷺ نے ایک ہی اللہ کی عبادت کی دعوت دینے لگے اور کسی کو بھی اس کی ذات و صفات و افعال میں شریک کو غلط قرار دیا۔ تب لوگوں کے ذہن میں یہ سوالات پیدا ہونے شروع ہوئے کہ آخر وہ آپ کا رب ہے تو کیسا ہے جس کی وہ تمام ان معبودوں کو چھوڑ کر صرف اسی ایک ہی کی عبادت کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں چند مختصر الفاظ میں ان کے سوالات کا جواب دیا ہے جو کہ اسلام کا پہلا بنیادی عقیدہ ہے جسے توحید کہتے ہیں جسے صرف چار مختصر جملوں میں بیان کر دیا ہے تاکہ آسانی سے انسان کے ذہن میں بیٹھ جائے اور زبانوں پر آسانی سے چڑھ جائے۔ اور وہ یہ ہیں کہ وہی اکیلا رب ہے سب کا خالق و مالک و رزاق جسکا کوئی شریک نہیں ہے وہی ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگا وہ سب سے برتر ہے سب اسکے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس کے کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی وہ کسی کی اولاد ہے۔ ساری کائنات میں کوئی نہیں ہے اور نہ کبھی تھا اور نہ کبھی ہو سکتا ہے جو اللہ واحد کے مانند ہو یا اس کا ہم مرتبہ ہو اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کے برابر صفات و افعال رکھتا ہے۔ پس وہی ایک اکیلا واحد اللہ ہے لہٰذا اسی کی ہی عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر بھروسہ کر کے اپنی حاجات طلب کرنی چاہئے اور ہر حال میں صرف اسی کو ہی پکارنا چاہئے۔ دوسرے کسی گذرے ہوئے بزرگ' پیر' ولی یا بتوں کے آگے ہاتھ پھیلانا اور ان کی نذر دینا کرنا شرک ہے جس کی معافی اللہ تعالیٰ کے آگے ہاں ہرگز نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے جہنم کا سخت عذاب ہے۔ چونکہ یہ سورہ خالص توحید کو بیان کرتی ہے اس لئے رسول ﷺ نے اس سورہ کو ایک تہائی قرآن کے برابر قرار دیا ہے۔

قرآن مجید جس دین کو پیش کرتا ہے اس کی بنیاد تین عقیدے ہیں۔ توحید' رسالت' آخرت یہ سورہ چونکہ خالص توحید کو بیان کرتی ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جو اس سورہ کو پڑھنے سے محبت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے محبوب رکھتا ہے۔

سورۃ الفلق

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں پانچ آیات اور ایک رکوع ہیں۔ اور یہ سورہ مکہ کے اس ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہوگی جبکہ وہاں حضرت محمد ﷺ کی دعوت حق کی مخالفت زور و شور سے کی جارہی تھی جب آپ کی دعوت حق پھیلتی گئی ویسے ویسے کفار قریش کی مخالفت اور ظلم و ستم بڑھتی گئی۔ پھر بھی ان کفار مکہ کو تھوڑی بہت امید ضرور تھی کہ آپ کو کسی نہ کسی طرح صلح پر وہ آمادہ کر کے اپنے آبائی مذہب میں واپس لے ہی آئینگے۔ لیکن کفار مکہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے اور اسطرح ان کی دشمنی رسول ﷺ کے ساتھ اور بھی بڑھنے لگی۔ لہٰذا آپؐ کے خلاف خفیہ تدبیریں کی جانے لگیں حتی کہ آپؐ کو راستے سے ہٹانے کیلئے آپ کو قتل کرنے کے پروگرام بننے لگے اور کبھی آپؐ پر جادو ٹونے بھی کئے جانے لگے تا کہ آپ بیمار پڑ جائیں یا وفات پا جائیں نعوذ و باللہ۔ مزید یہ کہ آپ کی دعوت حق سے بہت سے لوگوں کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی مثلاً ابوجہل جو رسول ﷺ وسلم کی دعوت حق کی مخالفت میں حد سے بڑھ گیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا اور بنی عبد مناف (یعنی رسول ﷺ وسلم کے خاندان) کا مقابلہ تھا کہ ہر چیز میں دونوں برابر تھے لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ نبوت عبد مناف کے خاندان کے شخص کو مل جائے اور آسمان سے ان پر وحی بھی اترے جس سے کہ وہ بازی ہار جائے۔ اسلئے حسد اور غصے کے مارے ابوجہل آپؐ کا سخت دشمن ہو گیا اور قسم کھائی کہ وہ نبی ﷺ وسلم کو اللہ کے رسول کبھی بھی نہیں مانیگا اور نہ ہی آپ کو اس نئے دین میں کامیاب ہونے دیگا۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں تمام مخلوقات کے شر سے رات کے اندھیرے اور جادوگروں اور جادوگرنیوں کے شر سے اور حاسدوں کے شر سے صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ پناہ دراصل اس واحد ھستی سے مانگنے کا حکم دیا جارہا ہے جو تمام عالم کا اکیلا حکمراں ہے اور چونکہ وہی سب کا خالق یعنی پیدا کرنے والا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ ہر ایک کی نیت سے بھی واقف ہے اسلئے وہی ھستی ضرور اس کی حفاظت بھی کر سکتی ہے۔ توحید کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ صرف اسی ایک اللہ سے ہی پناہ مانگی جائے۔ دوسرے کسی من گھڑت ھستیوں سے یا دیوی دیوتاؤں سے پناہ مانگنا شرک ہے جو اس زمانے میں عام تھا اور آجکل کے زمانے میں بھی ہو رہا ہے جس کی معافی اللہ کے ہاں ہرگز نہیں ہے۔ ایک سچا خدا پرست اپنے تمام آفات و مصیبتوں کے دفع کرنے اور ہر شر سے بچنے کیلئے صرف اللہ ہی کی طرف اسی واحد اللہ پر بھروسہ کر کے اسی سے ہی پناہ مانگتا ہے جو ساری کائنات کا مالک و پروردگار اور آقا ہونے کی صفت رکھتا ہے۔ جس طرح

تاریکی کو چھانٹ کر اللہ تعالیٰ صبح کو نکال سکتا ہے تو اسی طرح اس کی پناہ میں آنے سے وہ ہر آفات و مصیبتوں کو دور کر کے عافیت پیدا کر سکتا ہے۔

پھر اس سورہ میں تمام مخلوقات کے شر سے پناہ مانگی جارہی ہے جن کے شرور سے بچنے کیلئے وہ اپنے اللہ ہی کا محتاج ہے جو سب کا پیدا کرنے والا اور اپنی تمام مخلوق پر غالب ہے اور ان کے ہر شرور سے واقف ہے جنہیں کہ ہم نہیں جانتے۔ لہٰذا اس حاکم برتر کی پناہ لی جارہی ہے جس سے مقابلے کی طاقت کسی بھی مخلوق میں نہیں۔ اور اس کی پناہ مانگ کر ہر شر سے محفوظ رہ سکتے ہیں جس میں کہ آخرت کے شر سے بچاؤ بھی شامل ہے۔ ان شرور سے پناہ مانگنے کے معنی یہ ہیں کے بندہ اپنے اللہ سے دعا مانگتا ہے کہ جو شر واقع ہوا ہے اسے دفع کردے اور جو شر واقع نہیں ہوا ہے اس سے اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے۔

اس کے بعد رات کی تاریکی کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ اکثر جرائم اور مظالم رات ہی کی تاریکی میں ہوتے ہیں مثلاً موذی جانور بھی رات ہی کو نکلتے ہیں اور غارت گری اور چھاپے بھی رات ہی کے اندھیرے میں ہوتے ہیں جو کہ اس زمانے میں عام تھا جس سے کہ ان لوگوں کی راتوں کی نیند حرام تھی اور نہ ہی ان کو سکون تھا۔ بڑی بے چینی سے رات کٹتی تھی۔ روایت میں کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہا کہ جب سورج غروب ہو جائے تو شیاطین ہر طرف پھیل جاتے ہیں اسلئے اپنے بچوں اور جانوروں کو سمیٹ رکھو۔

اس کے بعد جادوگروں اور جادوگرنیوں کے شر سے طلوع فجر کے رب کی پناہ مانگنے کو فرمایا گیا ہے۔ چونکہ جادو میں کسی دوسرے شخص پر برا اثر ڈالنے کیلئے شیاطین یا ارواح خبیثہ یا ستاروں کی مدد لی جاتی ہے اسلئے یہ کفر ہے اور سات بڑے گناہوں میں سے ایک ہے جس کی معافی نہیں۔ وہ سات بڑے گناہ یہ ہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو شریک کرنا (2) یتیموں کا مال کھانا (3) کسی کو ناحق قتل کرنا۔ (4) جادو (5) سود کھانا (6) جہاد میں دشمن کے مقابلے میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا (7) بھولی بھالی مومن عورتوں پر زنا کا الزام لگانا۔

پھر آخر میں حاسد کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے جبکہ وہ حسد کرے یعنی کہ حسد کرنے والا اپنے دل کی آگ بجھانے کیلئے اپنے قول یا عمل سے کوئی قدم اٹھائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا بہت ہی ضروری ہے تاکہ حاسد کے شر سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور پھر وہ اللہ پر بھروسہ کرے کہ جب تک اللہ نہ چاہے حاسد اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا ہے اور وہ حاسد کے ساتھ برابر تاؤ نہ کرے بلکہ اگر ہو سکے تو بھلائی اور احسان کا برتاؤ کرے ورنہ وہ بھی حاسد کے قسم میں گنا جائیگا۔ اور توحید کے

عقیدے کو دل میں مضبوطی سے تھام کر صرف اللہ ہی کا خوف دل میں رکھے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں ہو تو کسی اور کا خوف دل میں جگہ نہیں پا سکتا۔

سورۃ النّاس

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں چھ آیات اور ایک رکوع ہے۔ جن حالات میں یہ سورہ نازل ہوئی۔ وہ یہ تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے جب لوگوں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کی تو سارے مشرکین، یہود و منافقین آپ پر ٹوٹ پڑے۔ چونکہ ہر گھر سے کسی نہ کسی نے اسلام قبول کیا جس کی وجہ سے ہر گھر والوں میں نبی اور دین حق کے خلاف غصہ و نفرت کی آگ بھڑک اٹھی۔ کفار مکہ کو امید ضرور تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کا یہ مشن جلدی ختم ہو جائیگا اور آپ اپنے آبائی دین میں واپس آ جائینگے۔ لیکن سورہ الکافرون میں آپ نے صاف صاف کہہ دیا کہ جن کی بندگی تم کرتے ہو ان کی بندگی میں نہیں کرنے والا ہوں اور جس کی بندگی میں کرتا ہوں اس کی بندگی تم نہیں کرنا چاہتے۔ اس سے کفار مکہ کی دشمنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کے ساتھ اور بھی بڑھ گئی۔ شیاطین جن وانس ہر طرف پھیل گئے تاکہ لوگوں کے دلوں میں آپ اور آپ کے لائے ہوئے دین اور قرآن کریم کے خلاف کوئی نہ کوئی وسوسہ ڈال دیں تاکہ لوگ آپ سے بدگمان ہو جائیں۔ اسلئے اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کو اس کی تین صفات سے یاد کر کے اس کی پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ایک اس کا تمام انسانوں کا پروردگار، مالک وآقا ہونا، دوسرے تمام انسانوں کا بادشاہ اور حاکم و فرمانروا ہونا، تیسرے سب انسانوں کا حقیقی معبود ہونا۔ یعنی یہ کہ اس اللہ کی پناہ مانگو جو انسانوں کا رب، بادشاہ اور معبود ہونے کی وجہ سے اپنے بندوں کی حفاظت کرنے پر قادر ہے۔ جو اسے ہر شر سے بچا سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے سوا اور کوئی نہیں جس سے کہ پناہ مانگی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ مانگو جو مختلف طریقوں سے کسی کے دل میں بری بات ڈالتا ہے اور پے در پے اپنی کوششوں سے بار بار اسے بہکانے اور پھسلانے کی کوشش کرتا ہے خصوصاً اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینے والے کے خلاف جو بھی لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے اور اسے اللہ کے کام سے روکے تو وہ شخص ایسے شر سے اللہ کی پناہ مانگے۔ وہ شر ایسا ہے کہ جب بندہ اللہ کے سچے دین اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ اسے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغاوت پر اکساتا ہے۔ اگر اس میں اسے ناکامی ہوتی ہے تو وہ اسے بدعت کی راہ دکھلاتا ہے اور

بغاوت پر اکساتا ہے۔ اگر اس میں اسے ناکامی ہوتی ہے تو وہ اسے بدعت کی راہ دکھلاتا ہے اور گناہوں کی لذتوں کی رنگینیاں بتلاتا ہے۔ اور پھر اسکے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ چھوٹے موٹے گناہ کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ویسے بھی اللہ غفور و رحیم ہے۔ اسطرح اسے گناہوں کے جال میں پھانس کر گناہوں کا ایک بڑا بوجھ اس پر لاد دیتا ہے۔ یاد رہے کہ ایسے وسوسوں میں انسان کا اپنا نفس بھی شامل ہے جو اپنی لذتوں کی لالچ دیتا ہے اور انسان ویسے بھی لالچی پیدا ہوا ہے اسلئے جلد ہی پھسل جاتا ہے۔ پھر اگر اس سے بھی وہ بچ نکلا تو پھر شیاطین یک مشت اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں کہ وہ کسی طرح سے بچنے نہ پائے۔ اس کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے ہیں جس سے کہ وہ بیچارہ گالیوں اور مظالم کے سمندر میں غوطے کھانے لگتا ہے اسے بدنام کرتا ہے۔ پھر شیطان اسے غصہ دلاتا ہے کہ سب کچھ برداشت کرنا تو بزدلی ہے اسطرح اسے لڑنے مرنے پر آمادہ کرتا ہے تاکہ دعوت حق کو جھوٹا ثابت کرے اور اگر اس سے بھی حق کی دعوت دینے والا بچ نکلا تو پھر اس کے آگے شیطان بے بس ہو جاتا ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میری اس کتاب کو مکمل کرنے میں مجھے ان سب منزلوں سے گذارا گیا پھر آخر میں مجھے ہر طرح کے خوفناک خوف سے ڈرایا گیا جس سے کہ شروع میں کچھ ڈر سی گئی اور بار بار سورہ الفلق اور سورہ الناس دہرانے لگی اسطرح شیطان کو آخرکار شکست ہی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور میرے عزم کی پختگی سے میری کتاب مکمل ہوئی الحمدللہ اسلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس شر سے اللہ کی پناہ مانگو جو انسانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے چاہے وہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے یعنی وسوسے ڈالنے کا کام شیاطین جن بھی کرتے ہیں اور انسان بھی اسلئے دونوں کے شر سے پناہ مانگو۔ مومن کا کام ہر خطرے اور ہر شر سے صرف اللہ ہی کی پناہ مانگنا ہے یاد رہے کہ نہ تو وہ کسی اور سے پناہ مانگے جیسے پیر و بزرگ، ولی وغیرہ اور نہ ہی اپنے آپ پر بھروسہ کر کے اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہو جائے بلکہ ہر وقت اللہ ہی کی پناہ کا خواستگار رہے۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے تو محرم 7ھ میں یہودیوں کا ایک گروہ مدینہ آیا اور قبیلہ بنی زریق کے جو کہ انصار کا قبیلہ تھا ایک بڑے جادوگر سے مل کر آپؐ پر جادو کیا۔ جس کے اثر سے آپؐ بیمار ہو گئے۔ آپؐ اللہ کے رسول ضرور تھے لیکن آخر انسان ہی تھے اسلئے بیمار پڑ سکتے تھے۔ اس جادو کے اثر کو دور کرنے کیلئے جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو یہ دو سورتیں الفلق اور الناس جسے کہ موذتین کہتے ہیں پڑھنے کی ہدایت کی۔ روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو یہ دو سورتیں اس میں پڑھا کرو اور جب سونے لگو یا سو کر اٹھو تو ان

دوسورتوں کو پڑھ کراپنے پر پھونکو۔ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ وسلم نے کہا کہ ہر نماز کے بعد قل ہواللہ احداور معوذتین پڑھا کرو۔

یہ بات غور کرنے کی ہے کہ تیئس سال تک مختلف حالات، مواقع اور ضروریات کے لحاظ سے قرآن کی آیتیں نازل ہوتی رہی اور اسی دوران میں نبی ﷺ وسلم نے نازل کرنے والے اللہ کے حکم سے قرآن کی آیتوں کو ترتیب کیا اس ترتیب کے لحاظ سے سورہ فاتحہ پہلے درج کیا گیا جو کہ ایک دعا ہے کہ شروع میں بندہ اللہ رب العالمین، رحمان ورحیم اور آخرت کے دن کے مالک کی تعریف وتسبیح کر کے عرض کرتا ہے کہ میں تیری ہی بندگی کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں اور سب سے بڑی مدد جو مجھے درکار ہے وہ یہ کہ مجھے نیک لوگوں کا سیدھا راستہ دکھلا جن پر کہ تو نے اپنا انعام کیا اور گمراہوں کے راستوں سے محفوظ رکھ جن پر کہ تیرا غضب نازل ہوا۔اس کے جواب میں سیدھا راستہ دکھلانے کیلئے اسے مکمل ہدایت کی کتاب قرآن کریم عطا کی جاتی ہے۔ پھر اس کتاب قرآن کریم کو آخر میں اسطرح ختم کیا جاتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے جو طلوع فجر کا، انسانوں کا بادشاہ اور انسانوں کا حقیقی معبود ہے عرض کرتا ہے کہ میں ہر مخلوق کے ہر فتنے اور ہر شر سے محفوظ رہنے کیلئے صرف تیری پناہ لیتا ہوں خصوصاً شیاطین جن وانس کے وسوسوں سے صرف تیری ہی پناہ کا طلبگار رہوں کیونکہ تیری طرف آنے والے سیدھے راستوں میں وہی چھاپہ مارتے ہیں اور روڑے اٹکاتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اے اللہ تو ہمیں ہر شر اور ہر فتنے سے اپنی پناہ میں محفوظ رکھ اور اپنے سیدھے راستے پر ہمیں مظبوطی سے قائم رکھ تا کہ ہم تیری انعامات کے مستحق بنیں آمین۔

صدق اللہ العظیم

Presented by: https://jafrilibrary.com

